جلد دوم

اِرشادُ المُفتِین

ولی کامل فقیہ العصر مفتی اعظم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت اقدس

حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان نوراللہ مرقدہ
بانی جامعۃ الحمید لاہور

مکتبۃ الحسن
33- حق سٹریٹ اردو بازار لاہور 042-37241355

”فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّيْنِ “......(التوبۃ)

”قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِی الدِّيْنِ “......(الحدیث)

ارشادالمفتین

(جلد دوم)

(بقیہ کتاب العقائد، کتاب الطہارت)

فقیہ العصر، مفتی اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت اقدس

مفتی حمید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ

بانی و مہتمم جامعۃ الحمید لاہور

مکتبہ الحسن

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

﴿جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں﴾

نام کتاب: ارشادالمفتین (جلددوم)

مجموعہ فتاویٰ جات: حضرت اقدس مفتی حمیداللہ جان صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

بااہتمام: مفتی عارف اللہ خان صاحب، قاری سیف اللہ ناصر صاحب

تصحیح وتخریج: مفتیان ومتخصصین جامعۃ الحمید لاہور

کمپوزنگ ترتیب وتبویب: مفتی محمد حامد علی نفیسی

اشاعت اول: ستمبر 2016ء

قیمت:

ناشر: مکتبہ الحسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

ملنے کے پتے:

جامعۃ الحمید عظیم آباد رائیونڈ روڈ لاہور 042.35971895

دارالعلوم الاسلامیہ لکی مروت

جامع مسجد محمد ﷺ گلشن معمار کراچی

ضروری وضاحت:

اگرچہ انسانی وسعت کے مطابق کوشش کی گئی ہے کہ فتاویٰ ارشادالمفتین کی تصحیح وتخریج وکمپوزنگ میں کسی قسم کی لفظی غلطی نہ رہے، لیکن کبھی سہواً کوئی غلطی رہ جاتی ہے اگر کسی صاحب کو ایسی غلطی کا علم ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہوسکے، ادارہ آپ کے تعاون کا شکرگزار رہوگا۔ از مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

ارشاد المفتین (جلد دوم)

اجمالی فہرست

☆ **بقیہ کتاب العقائد** **(مسائل شتیٰ)**

کتاب الطھارۃ

☆ (۱) الباب الاول: فی احکام الوضوء

☆ (۲) الباب الثانی: فی احکام الغسل

☆ (۳) الباب الثالث: فی احکام المیاہ

☆ (۴) الباب الرابع: فی احکام التیمم

☆ (۵) الباب الخامس: فی احکام المسح علی الخفین

☆ (۶) الباب السادس فی احکام الحیض والنفاس، والدماء المختصۃ بالنساء

☆ (۷) الباب السابع: فی النجاسۃ واحکامھا

تفصیلی فہرست فتاویٰ ارشاد المفتین (جلد دوم)

عرض مرتب	23

بقیہ کتاب العقائد (مسائل شتیٰ)

مسئلہ نمبر	عنوان مسئلہ	صفحہ نمبر
مسئلہ نمبر (۱)	عقائد اسلامی کے منکر شخص کا حکم؟	25
مسئلہ نمبر (۲)	مختلف نظریات رکھنے والے شخص کا حکم؟	30
مسئلہ نمبر (۳)	ڈاکٹر مسعود الدین اور جماعت المسلمین کے عقائد و نظریات کا حکم:	38
مسئلہ نمبر (۴)	بیک آواز اجتماعی ذکر بالجہر کرنے کا حکم؟	40
مسئلہ نمبر (۵)	جاوید احمد غامدی کے عقائد و نظریات اور اس کا حکم: (۱)	43
مسئلہ نمبر (۶)	جاوید احمد غامدی کے عقائد و نظریات اور اس کا حکم: (۲)	50
مسئلہ نمبر (۷)	رسول اکرم ﷺ کے والدین کا مذہب کیا تھا؟	92
مسئلہ نمبر (۸)	”ان اللہ خلق آدم علی صورتہ“ کا مفہوم:	92
مسئلہ نمبر (۹)	کسی عامل کا قرآن کریم کو الٹا لکھنے کا حکم:	94
مسئلہ نمبر (۱۰)	قرآن مجید کے رسم الخط میں خط عثمانی کی اتباع واجب ہے:	95
مسئلہ نمبر (۱۱)	وفات کے دوسرے، تیسرے روز مجلس منعقد کرنے کا شرعی حکم:	98
مسئلہ نمبر (۱۲)	مذاق میں کلمہ کفر کہنے کا حکم:	101
مسئلہ نمبر (۱۳)	سنی لڑکی کا شیعہ لڑکے سے نکاح کرنا کیسا ہے؟	102
مسئلہ نمبر (۱۴)	چکڑالوی اور پرویزی فرقہ کے نظریات کا حکم:	104
مسئلہ نمبر (۱۵)	اسلام بالجبر اور نکاح بالجبر کا حکم:	105

مسئلہ نمبر(۱۶)	قرآن مجید، مقدس اوراق اور کلمہ طیبہ کی توہین کرنے والے کا حکم:	107
مسئلہ نمبر(۱۷)	حضورﷺ کو حاضر و ناظر اور مختار کل ماننے والے کا حکم:	108
مسئلہ نمبر(۱۸)	فاطمہ اور اویس نام رکھنے کا حکم:	109
مسئلہ نمبر(۱۹)	کیا رزق کا تعلق ہماری عبادت سے ہے؟	110
مسئلہ نمبر(۲۰)	قرآن مجید کو آگ لگا دوں گا کہنے کا حکم:	113
مسئلہ نمبر(۲۱)	جنت میں صرف مسلمان ہی کیوں جائیں گے؟	114
مسئلہ نمبر(۲۲)	ڈاڑھی کی توہین کرنے والے کا حکم:	116
مسئلہ نمبر(۲۳)	اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والے کے ایمان کا حکم:	117
مسئلہ نمبر(۲۴)	سماعِ موتیٰ اور صلوۃ وسلام کے سماع کے منکر کا حکم:	119
مسئلہ نمبر(۲۵)	انبیاء اور اولیاء کے بارے میں مشکل کشا اور مختار کل کا عقیدہ رکھنے کا حکم:	120
مسئلہ نمبر(۲۶)	مسجد میں کسی کی تعظیم کے لیے کب کھڑا ہونا چاہیئے؟	121
مسئلہ نمبر(۲۷)	قرآن مجید کے شہید اوراق کا حکم:	124
مسئلہ نمبر(۲۸)	جان بوجھ کر مرزائی کا جنازہ پڑھنے والے کا حکم:	125
مسئلہ نمبر(۲۹)	نماز کا ثبوت قرآن پاک سے نہیں ہے، یہ کہنے کا حکم:	126
مسئلہ نمبر(۳۰)	”ھذاالکتاب“ کی جگہ ”ذلک الکتاب“ کیوں کہا گیا؟	127
مسئلہ نمبر(۳۱)	تنظیم فکر شاہ ولی اللّٰہی کا حکم:	128
مسئلہ نمبر(۳۲)	”کافر کافر شیعہ کافر“ کا نعرہ لگانے کا حکم:	130
مسئلہ نمبر(۳۳)	درود ابراہیمی میں لفظ سلام کیوں نہیں ہے؟	132
مسئلہ نمبر(۳۴)	نوری علم کے ذریعے کوئی کام کرنے اور کروانے کا حکم:	133
مسئلہ نمبر(۳۵)	اہل سنت لڑکی کا شیعہ لڑکے سے نکاح کا حکم:	135
مسئلہ نمبر(۳۶)	شرکیہ الفاظ سے عملیات اور دم تعویذ کرنے کا حکم:	137
مسئلہ نمبر(۳۷)	توہین رسالت کے مرتکب کو قتل کرنے کا حکم:	138

مسئلہ نمبر (۳۸)	کیا سورج گرہن اور چاند گرہن کا اثر حمل پر ہوتا ہے؟:	140
مسئلہ نمبر (۳۹)	لاعلمی میں قادیانی سے نکاح کا حکم:	140
مسئلہ نمبر (۴۰)	مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ عیسائی ہو جانے کا حکم:	141
مسئلہ نمبر (۴۱)	زیارتوں پر جانا اور منت ماننے کا حکم:	143
مسئلہ نمبر (۴۲)	علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کا صحیح استعمال:	143
مسئلہ نمبر (۴۳)	کیا آپ ﷺ کا کسی کو بددعا دینا رحمۃ اللعالمین ہونے کے منافی ہے؟	144
مسئلہ نمبر (۴۴)	شیعہ کا نکاح پڑھنے اور پڑھانے والے کا حکم:	146
مسئلہ نمبر (۴۵)	مرزائیوں سے نکاح کا حکم:	147
مسئلہ نمبر (۴۶)	فرقہ گوہر شاہی کے عقائد ونظریات کا حکم:	149
مسئلہ نمبر (۴۷)	قادیانی عورت کے جنازہ میں شریک ہونے والوں کے ایمان اور نکاح کا حکم:	150
مسئلہ نمبر (۴۸)	سنی لڑکے کا شیعہ لڑکی سے نکاح کا حکم:	151
مسئلہ نمبر (۴۹)	سنی لڑکی کا شیعہ لڑکے سے نکاح کا حکم:	152
مسئلہ نمبر (۵۰)	جب سب کچھ تقدیر میں لکھا ہوا ہے تو پھر خودکشی حرام کیوں ہے؟	153
مسئلہ نمبر (۵۱)	کسی مسلمان کا اپنے آپ کو ہندو ظاہر کرنے کا حکم:	154
مسئلہ نمبر (۵۲)	پیغمبر کے قتل کا واقعہ نقل کرنے سے کفر لازم نہیں آتا:	155
مسئلہ نمبر (۵۳)	قادیانی کمپنی کی وساطت سے کیے ہوئے حج کا حکم:	156
مسئلہ نمبر (۵۴)	کیا قبروں میں مردوں کو عذاب ہوتا ہے؟	158
مسئلہ نمبر (۵۵)	مروجہ قل خوانی اور قرآن خوانی کا شرعی حکم:	161
مسئلہ نمبر (۵۶)	قادیانی کے شریک ہونے سے قربانی کا حکم:	165
مسئلہ نمبر (۵۷)	نماز میں خشوع وخضوع کے بارے میں کہے ہوئے چند کلمات کا حکم:	166
مسئلہ نمبر (۵۸)	قرآن کریم کی بے حرمتی کے جھوٹے الزام کا حکم:	168
مسئلہ نمبر (۵۹)	جادو کرنے اور کروانے کا شرعی حکم:	170

مسئلہ نمبر(۶۰)	نمازیوں کے قریب تعلیم کروانے کا حکم:	171
مسئلہ نمبر(۶۱)	قرآنی آیات کے الٹ بات کہنے کا حکم:	172
مسئلہ نمبر(۶۲)	قبر پر میلہ لگانے کا حکم:	174
مسئلہ نمبر(۶۳)	اسلام کے مسلمات قطعیہ کے انکار کا حکم:	175
مسئلہ نمبر(۶۴)	انبیاء علیہم السلام پر فلم بنانے کا حکم:	177
مسئلہ نمبر(۶۵)	قادیانیوں کے جنازہ میں شرکت اور ان سے شادی کا حکم:	178
مسئلہ نمبر(۶۶)	محمد نام رکھنے کا حکم:	181
مسئلہ نمبر(۶۷)	قبر والے سے یہ کہنے کا حکم کہ ہماری ضروریات پوری کردیں:	182
مسئلہ نمبر(۶۸)	ڈاڑھی کی تحقیر کا حکم:	183
مسئلہ نمبر(۶۹)	قبر کے عذاب وراحت کے انکار کا حکم:	183
مسئلہ نمبر(۷۰)	منکرین حدیث کا حکم:	184
مسئلہ نمبر(۷۱)	محرم میں شادی بیاہ کا حکم:	187
مسئلہ نمبر(۷۲)	علی مشکل کشا کہنے والے کا حکم:	188
مسئلہ نمبر(۷۳)	غیر نبی اور غیر صحابی کے لیے علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کا استعمال:	188
مسئلہ نمبر(۷۴)	ڈاڑھی نوچنے والے کا حکم:	190
مسئلہ نمبر(۷۵)	ایصال ثواب کا حکم اور افضل مصرف؟	191
مسئلہ نمبر(۷۶)	"او یعفوا الذی بیدہ عقدۃ النکاح" سے کون مراد ہے؟	191
مسئلہ نمبر(۷۷)	نبی کریم ﷺ کی حیات کے منکر امام کی اقتداء کا حکم:	192
مسئلہ نمبر(۷۸)	کفریہ الفاظ کہنے والے کے نکاح کا حکم:	194
مسئلہ نمبر(۷۹)	عیسائیت اختیار کرنے والے میاں بیوی کے نکاح، جنازہ اور ان کی جائیداد کا حکم:	195
مسئلہ نمبر(۸۰)	قرآن میں یاجوج ماجوج کا ذکر:	198
مسئلہ نمبر(۸۱)	کفریہ عقائد رکھنے والے شخص کے ساتھ صحیح العقیدہ لڑکی کے نکاح کا حکم:	198

مسئلہ نمبر (۸۲)	ایصال ثواب کا مسنون طریقہ:	200
مسئلہ نمبر (۸۳)	ایصال ثواب کے لیے ایام کی تعیین درست نہیں:	200
مسئلہ نمبر (۸۴)	سنی عورت کا شیعہ مرد سے نکاح کا حکم:	201
مسئلہ نمبر (۸۵)	قادیانیوں کے ساتھ تعلقات کا حکم:	202
مسئلہ نمبر (۸۶)	شیعہ میت کا جنازہ پڑھنے اور پڑھانے کا حکم:	205
مسئلہ نمبر (۸۷)	کفریہ عقائد رکھنے والے آدمی سے نکاح کا حکم:	206
مسئلہ نمبر (۸۸)	قرآن کریم پر حلف لینے کا حکم:	207
مسئلہ نمبر (۸۹)	کیا تسبیح تراویح بدعت ہے؟	209
مسئلہ نمبر (۹۰)	قادیانیوں کا مسجد کے لیے زمین وقف کرنے کا حکم:	209
مسئلہ نمبر (۹۱)	کیا انبیاء علیہم السلام قبل النبوۃ و بعد النبوۃ معصوم ہوتے ہیں؟	210
مسئلہ نمبر (۹۲)	حضور ﷺ پر پہلی وحی کے وقت کی حالت کی وضاحت:	212
مسئلہ نمبر (۹۳)	اللہ تعالیٰ کی طرف شر کی نسبت کرنے کا حکم:	214
مسئلہ نمبر (۹۴)	عقیدہ حیات النبی ﷺ کی وضاحت:	215
مسئلہ نمبر (۹۵)	عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور صلوۃ وسلام کی وضاحت:	216
مسئلہ نمبر (۹۶)	کسی چیز کا نام ''غنی'' رکھنے کا حکم:	217
مسئلہ نمبر (۹۷)	انگوٹھے چومنے اور اذان کے بعد صلوۃ وسلام کا حکم:	218
مسئلہ نمبر (۹۸)	عقیدہ حیات اور سماع کی وضاحت:	219
مسئلہ نمبر (۹۹)	عقیدہ حیات النبی ﷺ اور صلوۃ وسلام کے انکار کا حکم:	223
مسئلہ نمبر (۱۰۰)	نبی کریم ﷺ کو حاضر وناظر ماننے والے کی امامت کا حکم:	227
مسئلہ نمبر (۱۰۱)	غیر اللہ کی نذر ماننے والے کا حکم:	227
مسئلہ نمبر (۱۰۲)	تعویذات پر اجرت لینے کا حکم:	229
مسئلہ نمبر (۱۰۳)	جسم کے کسی حصے کے پھڑکنے کے بارے میں اچھا یا برا شگون لینے کا حکم:	230

مسئلہ نمبر (۱۰۴)	گناہ سے توبہ کا حکم:	231
مسئلہ نمبر (۱۰۵)	سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا حکم:	232
مسئلہ نمبر (۱۰۶)	تلاوت قرآن ایصال ثواب کرنے کا حکم:	232
مسئلہ نمبر (۱۰۷)	کیا کافر اور مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے؟	233
مسئلہ نمبر (۱۰۸)	اپنے پیر و مرشد کے لیے لفظ ﷺ کا استعمال:	234
مسئلہ نمبر (۱۰۹)	عذاب قبر کتاب وسنت سے ثابت ہے:	236
مسئلہ نمبر (۱۱۰)	یاجوج ماجوج اور قیامت کی بڑی بڑی علامات کا ثبوت قرآن وحدیث سے:	240
مسئلہ نمبر (۱۱۱)	مخصوص ایام میں ایصال ثواب کرنے کا حکم:	243
مسئلہ نمبر (۱۱۲)	شیعہ کا جنازہ پڑھنے والے مسلمانوں کے نکاح اور ایمان کا حکم:	246
مسئلہ نمبر (۱۱۳)	خلاف شرع کام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم:	248
مسئلہ نمبر (۱۱۴)	درس قرآن کو بند کروانے کا حکم:	250
مسئلہ نمبر (۱۱۵)	سکول ٹیچر سے متعلق شریعت کے اوامر ونواہی:	251
مسئلہ نمبر (۱۱۶)	برکت کی نیت سے گھر میں قرآن خوانی، حمد ونعت اور بیان کروانے کا حکم:	252
مسئلہ نمبر (۱۱۷)	ادعیہ ماثورہ میں الفاظ کا اضافہ کرنا:	255
مسئلہ نمبر (۱۱۸)	استشارہ اور استخارہ میں مقدم کیا ہے؟	256
مسئلہ نمبر (۱۱۹)	سرور کائنات ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں:	258
مسئلہ نمبر (۱۲۰)	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریہ کرنا:	259
مسئلہ نمبر (۱۲۱)	عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت:	259
مسئلہ نمبر (۱۲۲)	جادو اور جنات کے توڑ کے لیے ایک تعویذ کا حکم:	262
مسئلہ نمبر (۱۲۳)	واحد الرحمٰن نام رکھنے کا حکم:	263
مسئلہ نمبر (۱۲۴)	کیا قضاء عمری کی حدیث صحیح ہے یا نہیں؟	264
مسئلہ نمبر (۱۲۵)	غیر مسلم ممالک میں سکونت اختیار کرنے کا حکم:	265

مسئلہ نمبر (۱۲۶)	مجالس ذکر کا انعقاد اور ذکر بالجہر کا حکم:	267
مسئلہ نمبر (۱۲۷)	توبہ سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں:	269
مسئلہ نمبر (۱۲۸)	نماز جمعہ وعیدین سے قبل بیان کی شرعی حیثیت:	270
مسئلہ نمبر (۱۲۹)	وتروں کے بعد ایک خاص عمل کا حدیث سے ثبوت:	271
مسئلہ نمبر (۱۳۰)	کلمات کفر کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے:	272
مسئلہ نمبر (۱۳۱)	ڈاڑھی اور پگڑی کی توہین کرنے والوں کے ایمان اور نکاح کا حکم:	272
مسئلہ نمبر (۱۳۲)	رحمان اللہ نام رکھنے کا حکم:	274
مسئلہ نمبر (۱۳۳)	عیسائی کو قرآن پاک کی تعلیم دینے کا حکم:	275
مسئلہ نمبر (۱۳۴)	معراج جسمانی کے منکر کی امامت کا حکم:	276
مسئلہ نمبر (۱۳۵)	سرور کائنات ﷺ روضہ اطہر میں درود وسلام سنتے ہیں:	279
مسئلہ نمبر (۱۳۶)	عید کے دن گلے ملنا اور عید مبارک کہنے کا حکم:	281
مسئلہ نمبر (۱۳۷)	قرآن وسنت سے ایصال ثواب کا ثبوت:	283
مسئلہ نمبر (۱۳۸)	محرم الحرام اور صفر المظفر کے مہینے میں شادی کرنے کا حکم:	283
مسئلہ نمبر (۱۳۹)	شیعہ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کا حکم:	285
مسئلہ نمبر (۱۴۰)	ایک غلط رسم کو ختم کرنے کے لیے امر بالمعروف کرنے کا حکم:	287
مسئلہ نمبر (۱۴۱)	مرغے کی اذان کو منحوس کہنے کا حکم:	288
مسئلہ نمبر (۱۴۲)	علماء دیوبند "ما انا علیہ واصحابی" کے صحیح مصداق ہیں:	290
مسئلہ نمبر (۱۴۳)	اللہ پاک کے پاس عاجزی نہیں، کہنے کا حکم:	291
مسئلہ نمبر (۱۴۴)	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کس نے پڑھایا تھا؟	292
مسئلہ نمبر (۱۴۵)	صبح اور شام کی تعریف نیز صبح اور شام کے اذکار کس وقت کرنے چاہئیں:	293
مسئلہ نمبر (۱۴۶)	کلمہ کفر کہنے سے اسلام اور نکاح کا حکم:	298
مسئلہ نمبر (۱۴۷)	کیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے متعدد نکاح کیے تھے؟	298

كتاب الطهارة

الباب الاول فی احکام الوضوء:

مسئلہ نمبر (۱۴۸)	بیہوشی ناقض وضو ہے:	300
مسئلہ نمبر (۱۴۹)	جسم کے گودے ہوئے حصہ کی وجہ سے وضو اور غسل کا حکم:	301
مسئلہ نمبر (۱۵۰)	سر پر مہندی لگی ہو تو مسح کا حکم:	302
مسئلہ نمبر (۱۵۱)	وضو سے پہلے تسمیہ پڑھنا:	303
مسئلہ نمبر (۱۵۲)	معذور شخص نماز اور حج کیسے ادا کرے؟:	303
مسئلہ نمبر (۱۵۳)	لیکوریا ناقض وضو ہے یا نہیں؟:	304
مسئلہ نمبر (۱۵۴)	ویسلین سے وضو کا حکم:	305
مسئلہ نمبر (۱۵۵)	آبپاشی والے نالے کے پانی سے وضو کرنے کا حکم:	305
مسئلہ نمبر (۱۵۶)	غسل کرنے سے وضو بھی ہو جاتا ہے:	306
مسئلہ نمبر (۱۵۷)	شرعی معذور کی نماز، وضو اور طہارت کا حکم:	307
مسئلہ نمبر (۱۵۸)	شرعی معذور:	308
مسئلہ نمبر (۱۵۹)	احلیل میں ٹشو پیپر رکھنا اور امساک الریح:	309
مسئلہ نمبر (۱۶۰)	پیشاب کا قطرہ آنے کا شبہ:	310
مسئلہ نمبر (۱۶۱)	ادعیۂ وضو:	311
مسئلہ نمبر (۱۶۲)	ستر کھولنا ناقض وضو نہیں:	313
مسئلہ نمبر (۱۶۳)	ناخن پالش مانع وضو ہے:	314
مسئلہ نمبر (۱۶۴)	وضو کے بعد سورت القدر پڑھنے کا حکم:	315
مسئلہ نمبر (۱۶۵)	قے ناقض وضو ہے یا نہیں؟:	315
مسئلہ نمبر (۱۶۶)	سرخی مانع وضو ہے یا نہیں؟:	316

مسئلہ نمبر (۱۶۷)	دوران نماز وضو ٹوٹنے کا حکم:	317
مسئلہ نمبر (۱۶۸)	وضو کے بعد اعضاء کو خشک کرنا:	317
مسئلہ نمبر (۱۶۹)	اعضاء وضو کٹے ہوں تو وضو کا حکم:	318
مسئلہ نمبر (۱۷۰)	رگ میں انجکشن لگوانا ناقض وضو ہے؟	318
مسئلہ نمبر (۱۷۱)	کیا بچے کو دودھ پلانا ناقض وضو ہے؟	319
مسئلہ نمبر (۱۷۲)	زخم کی پٹی پر مسح کرنا:	320
مسئلہ نمبر (۱۷۳)	سر کے مسح کا مستحب طریقہ:	321
مسئلہ نمبر (۱۷۴)	عریاناً وضو کرنے کا حکم:	321
مسئلہ نمبر (۱۷۵)	پٹی پر مسح کرنا بھول جائے تو کیا حکم ہے؟:	322
مسئلہ نمبر (۱۷۶)	گردن پر مسح کرنے کا طریقہ:	323
مسئلہ نمبر (۱۷۷)	ایک ہاتھ سے سر پر مسح کرنے کا حکم:	324
مسئلہ نمبر (۱۷۸)	مہندی یا خضاب پر مسح کرنے کا حکم:	325
مسئلہ نمبر (۱۷۹)	پٹی کے ارد گرد جگہ دھونے کا حکم:	325
مسئلہ نمبر (۱۸۰)	وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم:	326
مسئلہ نمبر (۱۸۱)	کیا وضو کے بعد سورۃ القدر پڑھنا ثابت ہے؟:	327
مسئلہ نمبر (۱۸۲)	منہ بھر کر کڑوا پانی آنا:	328
مسئلہ نمبر (۱۸۳)	تمسح بالمندیل کا حکم:	329
مسئلہ نمبر (۱۸۴)	لیکوریا کے پانی سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟	329
مسئلہ نمبر (۱۸۵)	بار بار وضو ٹوٹے تو کیا کرے؟	330
مسئلہ نمبر (۱۸۶)	آنکھوں سے پانی نکلنے سے وضو کا حکم:	331
مسئلہ نمبر (۱۸۷)	ریح کی وجہ سے معذور شخص کی طہارت کے احکام:	332
مسئلہ نمبر (۱۸۸)	سر پر مہندی لگی ہو تو مسح کرنے کا حکم:	335

مسئلہ نمبر (۱۸۹)	وضو کرنے سے کون کونسے گناہ معاف ہوتے ہیں؟	336
مسئلہ نمبر (۱۹۰)	کیا واش روم میں بیسن پر وضو کرتے وقت دعائیں پڑھی جائیں گی؟	336
مسئلہ نمبر (۱۹۱)	بغیر وضو کے درود اور تسبیحات پڑھنے کا حکم:	337
مسئلہ نمبر (۱۹۲)	جس کا وضو قائم نہ رہ سکتا ہو وہ کیا کرے؟	338
مسئلہ نمبر (۱۹۳)	کیا سرخی لگانے سے وضو اور نماز ہو جائے گی؟	339
مسئلہ نمبر (۱۹۴)	وضو کے شروع میں تسمیہ کا حکم:	340
مسئلہ نمبر (۱۹۵)	کیا برف کو اعضاء پر پھیرنے سے وضو ہو جائے گا؟	342
مسئلہ نمبر (۱۹۶)	کیا قطروں کے شک کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا؟	342
مسئلہ نمبر (۱۹۷)	گردن کے اگلے حصے کا مسح کرنے کا حکم:	343
مسئلہ نمبر (۱۹۸)	خروج ریح کے مریض کا حکم:	344
مسئلہ نمبر (۱۹۹)	کیا گانے کی آواز سننا ناقض وضو ہے؟	344
مسئلہ نمبر (۲۰۰)	بغیر وضو کے قرآن پاک کو ہاتھ لگانے کا حکم؟	345
مسئلہ نمبر (۲۰۱)	مسواک کس درخت کی ہونی چاہیئے؟	347
مسئلہ نمبر (۲۰۲)	کیا مذی کا خارج ہونا مفسد صوم ہے؟	347
مسئلہ نمبر (۲۰۳)	قطرے آنے سے کب وضو ٹوٹتا ہے اور کب نہیں ٹوٹتا؟	348
مسئلہ نمبر (۲۰۴)	وضو کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھنے کا حکم:	349
مسئلہ نمبر (۲۰۵)	کیا شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟	350
مسئلہ نمبر (۲۰۶)	اختلاج کس کو کہتے ہیں؟	351
مسئلہ نمبر (۲۰۷)	مسواک کرنے اور سرمہ لگانے کا مسنون طریقہ:	352
مسئلہ نمبر (۲۰۸)	سر پر لگائے ہوئے بالوں پر مسح اور غسل کا حکم:	354
مسئلہ نمبر (۲۰۹)	پیشاب کے تھوڑی دیر بعد آنے والے قطرے ناقض وضوء ہیں:	354
مسئلہ نمبر (۲۱۰)	کیا لیکوریا کے قطرے ناقض وضو ہیں؟	356

مسئلہ نمبر (۲۱۱)	جس شخص کا وضو بار بار ٹوٹتا ہو کیا وہ معذور ہے؟	357
مسئلہ نمبر (۲۱۲)	نسوار رکھنے سے وضو کا حکم:	358
مسئلہ نمبر (۲۱۳)	قطرات گرنے والے شخص کے لیے شرعی رعایت؟	359
مسئلہ نمبر (۲۱۴)	کیا بغیر وضو قرآن مجید کو مس کر سکتے ہیں؟	360

الباب الثانی فی احکام الغسل

مسئلہ نمبر (۲۱۵)	مذی، منی اور ودی سے غسل کا حکم:	362
مسئلہ نمبر (۲۱۶)	وہمی شخص کا طریقہ غسل:	363
مسئلہ نمبر (۲۱۷)	جنبی کے لیے کھانے پینے کا حکم:	363
مسئلہ نمبر (۲۱۸)	وضو اور غسل میں بدن کو پانی پہنچانا ضروری ہے؟	364
مسئلہ نمبر (۲۱۹)	جریان موجب غسل ہے یا نہیں:	365
مسئلہ نمبر (۲۲۰)	انزال قبل الدخول موجب غسل ہے:	366
مسئلہ نمبر (۲۲۱)	حالت جنابت میں کھانا پینا:	366
مسئلہ نمبر (۲۲۲)	غسل کرنا فوراً واجب نہیں:	367
مسئلہ نمبر (۲۲۳)	غسل کرنے کر بعد دوبارہ منی کا قطرہ نکلے تو کیا دوبارہ غسل کرنا ضروری ہے:	367
مسئلہ نمبر (۲۲۴)	کیا احتیاطاً غسل کرنا واجب ہوتا ہے؟	368
مسئلہ نمبر (۲۲۵)	مذی کا حکم:	368
مسئلہ نمبر (۲۲۶)	دوران غسل عورت کے لیے مینڈیاں کھولنا ضروری ہے؟	369
مسئلہ نمبر (۲۲۷)	جنابت اور اس کا حکم:	370
مسئلہ نمبر (۲۲۸)	حالت جنابت میں یا بغیر طہارت کے قرآن اور مسنون دعائیں پڑھی جا سکتی ہیں:	370
مسئلہ نمبر (۲۲۹)	مہندی اور خضاب لگایا ہو تو مسح کا حکم:	372
مسئلہ نمبر (۲۳۰)	بیماری کی وجہ سے عورت سر کے بال نہیں دھو سکتی تو کیا بالوں کو کاٹ سکتی ہے؟:	372
مسئلہ نمبر (۲۳۱)	جنبیہ سے مباشرت کے بعد غسل کا حکم:	374

مسئلہ نمبر (۲۳۲)	مجامعت سے غسل کرنے کے بعد عورت کے فرج سے شوہر کی منی خارج ہونا:	375
مسئلہ نمبر (۲۳۳)	حالت احتلام میں قبل الغسل کھانا پینا:	375
مسئلہ نمبر (۲۳۴)	ناپاکی کی حالت میں قرآن زبانی پڑھنے کا حکم:	376
مسئلہ نمبر (۲۳۵)	جنابت کی حالت میں کھانا پینا:	376
مسئلہ نمبر (۲۳۶)	عورتوں کے لیے غسل کے وقت بال گیلے کرنے کا حکم:	376
مسئلہ نمبر (۲۳۷)	دانتوں میں روٹی کے ٹکڑے پھنسے ہوں تو غسل ہوگا یا نہیں؟	377
مسئلہ نمبر (۲۳۸)	منی مذی اور ودی میں کس حالت میں غسل واجب ہوتا ہے؟	378
مسئلہ نمبر (۲۳۹)	میاں بیوی ہمبستری کے وقت کب جنبی ہوتے ہیں؟	379
مسئلہ نمبر (۲۴۰)	حالت جنابت میں بچے کو دودھ پلانے کا حکم:	380
مسئلہ نمبر (۲۴۱)	غیر ضروری بال کاٹنے سے غسل کرنے کا حکم:	380
مسئلہ نمبر (۲۴۲)	جنابت کی حالت میں قرآن کمپوزنگ کرنا:	381
مسئلہ نمبر (۲۴۳)	کیا ٹانگوں پر پیشاب لگنے سے غسل کرنا ضروری ہے؟	382
مسئلہ نمبر (۲۴۴)	کیا فکس دانتوں کو وضو اور غسل میں اتارنا ضروری ہے؟	382
مسئلہ نمبر (۲۴۵)	کیا غسل میں آنکھوں کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے؟	383
مسئلہ نمبر (۲۴۶)	دوران غسل ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچانے کا حکم:	384
مسئلہ نمبر (۲۴۷)	چاندی کے لگائے ہوئے دانت میں وضو اور غسل کا حکم:	385
مسئلہ نمبر (۲۴۸)	حدث کی حالت میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا:	386
مسئلہ نمبر (۲۴۹)	پیشاب کے بعد آنے والے قطروں سے غسل کا حکم:	387
مسئلہ نمبر (۲۵۰)	کیا احتلام کے بعد سارے کپڑے کو دھونا ضروری ہے یا متعلقہ جگہ کو؟	389
مسئلہ نمبر (۲۵۱)	مصنوعی بال لگوانے سے غسل اور وضو کا حکم:	390
مسئلہ نمبر (۲۵۲)	جب نہ دخول ہوا اور نہ انزال ہو تو کیا غسل لازم ہوگا؟	391
مسئلہ نمبر (۲۵۳)	کیا غسل میں آنکھوں کے لینز اتارنا ضروری ہے؟	392

مسئلہ نمبر (۲۵۴)	غسل کا پانی اگر ٹب میں گر جائے تو کیا وہ ناپاک ہے؟	393
مسئلہ نمبر (۲۵۵)	اگر غسل کی سنتیں پوری نہ کی ہوں تو غسل کا حکم:	393
مسئلہ نمبر (۲۵۶)	بیوی سے بوس و کنار کرتے وقت اگر پانی خارج ہو جائے تو غسل کا حکم:	394
مسئلہ نمبر (۲۵۷)	غسل جنابت سے پہلے وضو کرنے کا حکم:	395
مسئلہ نمبر (۲۵۸)	غسل جنابت میں کتنی تاخیر جائز ہے؟	395
مسئلہ نمبر (۲۵۹)	صحبت میں جب دخول نہ ہو تو غسل لازم نہیں:	396
مسئلہ نمبر (۲۶۰)	استنجاء اور غسل کرنے کا شرعی طریقہ؟	397
مسئلہ نمبر (۲۶۱)	غسل میں اگر ناک کی نرم ہڈی تک پانی نہ پہنچا ہو تو پڑھی ہوئی نمازوں کا حکم:	398
مسئلہ نمبر (۲۶۲)	زوجہ بیمار ہو اور پانی نقصان دہ ہو تو مجامعت اور غسل کا حکم:	400
مسئلہ نمبر (۲۶۳)	غسل کے بعد منی نکلنے سے دوبارہ غسل کا حکم:	401
مسئلہ نمبر (۲۶۴)	کیا صحبت کے فوراً بعد غسل واجب ہے یا اس میں تاخیر کی گنجائش ہے؟	402
مسئلہ نمبر (۲۶۵)	دوران غسل مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ نہ کرنے سے غسل کا حکم:	403
مسئلہ نمبر (۲۶۶)	کیا غسل میں عورت کے لیے بالوں کا کھولنا ضروری ہے؟	404
مسئلہ نمبر (۲۶۷)	غسل کے فرائض نہ جاننے والے کی نماز اور حج کا حکم:	405
مسئلہ نمبر (۲۶۸)	محض بیوی کے ساتھ لیٹنے سے غسل کا حکم:	407
مسئلہ نمبر (۲۶۹)	مذی اور منی کا فرق اور ان کا حکم:	408
مسئلہ نمبر (۲۷۰)	پیشاب کے ساتھ اگر منی کے قطرات آئیں تو غسل کا حکم:	408
مسئلہ نمبر (۲۷۱)	کیا مذی کا نکلنا بھی موجب غسل ہے یا نہیں؟	409
مسئلہ نمبر (۲۷۲)	غسل جنابت کے بعد نکلنے والے قطروں کا حکم:	410
مسئلہ نمبر (۲۷۳)	ٹب میں غسل کرنے کا حکم:	411

الباب الثالث فی احکام المیاہ

مسئلہ نمبر (۲۷۴)	گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے؟	413

مسئلہ نمبر (۲۷۵)	بارش کے پانی کا حکم:	413
مسئلہ نمبر (۲۷۶)	ٹینکی میں چھپکلی گر کر مر جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ:	414
مسئلہ نمبر (۲۷۷)	ناپاک حوض میں مزید پانی جمع شدہ پانی کا حکم:	416
مسئلہ نمبر (۲۷۸)	جس ندی میں گٹر کے پائپ گرتے ہوں اس کے پانی کا حکم:	416
مسئلہ نمبر (۲۷۹)	ناپاک حوض کے پانی کا حکم:	417
مسئلہ نمبر (۲۸۰)	گول تالاب کا قطر شرعی کیا ہے؟	418
مسئلہ نمبر (۲۸۱)	اس چھوٹے تالاب کا حکم جس کا پانی نیچے سے جاری ہو:	419

الباب الرابع فی احکام التیمم

مسئلہ نمبر (۲۸۲)	کیا بیمار اور کمزور وضو کی جگہ تیمّم کر سکتا ہے؟	420
مسئلہ نمبر (۲۸۳)	سیمینٹ پر تیمّم کرنے کا حکم:	420
مسئلہ نمبر (۲۸۴)	مریض کے لیے تیمّم کا حکم:	421
مسئلہ نمبر (۲۸۵)	نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خوف سے پانی پر قدرت کے باوجود تیمّم کا حکم:	423
مسئلہ نمبر (۲۸۶)	نماز جنازہ کے لیے تیمّم کرنے کا حکم:	423
مسئلہ نمبر (۲۸۷)	تیمّم کب جائز ہوتا ہے؟	424
مسئلہ نمبر (۲۸۸)	مریض کو تیمّم کروانا:	424
مسئلہ نمبر (۲۸۹)	تنگی وقت کی وجہ سے تیمّم کرنا:	425

الباب الخامس فی المسح علی الخفین

مسئلہ نمبر (۲۹۰)	چمڑے یا ریکسین کے بنے ہوئے جوتے پر مسح کا حکم:	427
مسئلہ نمبر (۲۹۱)	جرابوں پر مسح کرنے کا حکم:	428
مسئلہ نمبر (۲۹۲)	موزوں پر مسح کی مدت:	429
مسئلہ نمبر (۲۹۳)	موزوں پر مسح کی مدت:	431

الباب السادس فی الحیض والنفاس والدماء المختصة بالنساء

مسئلہ نمبر (۲۹۴)	حالت استحاضہ میں نماز کا حکم:	432
مسئلہ نمبر (۲۹۵)	ایام حیض میں قضاء نمازوں کا حکم:	432
مسئلہ نمبر (۲۹۶)	ایام حیض میں استعمال شدہ کپڑوں وغیرہ حکم:	433
مسئلہ نمبر (۲۹۷)	حائضہ عورت کا سجدہ تلاوت کرنا اور دعائیں پڑھنا:	434
مسئلہ نمبر (۲۹۸)	حائضہ عورت تلاوت قرآن مجید نہیں کر سکتی:	435
مسئلہ نمبر (۲۹۹)	ایام حیض میں درس وتدریس:	435
مسئلہ نمبر (۳۰۰)	ایام حیض میں حفظ کرنا اور دینی تعلیم حاصل کرنا:	436
مسئلہ نمبر (۳۰۱)	ایام حیض ونفاس میں اذان کا جواب دینا:	437
مسئلہ نمبر (۳۰۲)	حالت حیض میں عمرہ ادا کرنے کی ایک صورت:	437
مسئلہ نمبر (۳۰۳)	ایام نفاس کتنے دن ہیں؟:	439
مسئلہ نمبر (۳۰۴)	حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت:	440
مسئلہ نمبر (۳۰۵)	حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنے کا حکم:	441
مسئلہ نمبر (۳۰۶)	حالت نفاس میں نکاح کرنا:	442
مسئلہ نمبر (۳۰۷)	ایام ماہواری میں صرف نماز معاف ہے:	442
مسئلہ نمبر (۳۰۸)	ایام حیض میں تلاوت کے علاوہ دیگر اذکار کا حکم:	443
مسئلہ نمبر (۳۰۹)	ایام حیض میں عورت کا قرآن کو چھونے اور پڑھنے کا حکم:	444
مسئلہ نمبر (۳۱۰)	حالت حیض میں جماع کرنا:	445
مسئلہ نمبر (۳۱۱)	حالت حیض میں قرآن کی تلاوت کرنا:	446
مسئلہ نمبر (۳۱۲)	لڑکی کی عمر بلوغت:	447
مسئلہ نمبر (۳۱۳)	حائضہ عورت کا بغیر وضو کے روٹی کھانا:	447
مسئلہ نمبر (۳۱۴)	حالت حیض میں جماع کرنے سے غسل کرنے کا حکم:	448

مسئلہ نمبر (۳۱۵)	ایام مخصوصہ کے بعد ہر چیز کی صفائی:	449
مسئلہ نمبر (۳۱۶)	جنبی اور حائضہ تعویذ باندھ سکتے ہیں:	449
مسئلہ نمبر (۳۱۷)	کیا ایام حیض میں دستانے پہن کر قرآن پاک پڑھا جا سکتا ہے؟	450
مسئلہ نمبر (۳۱۸)	ایام ماہواری میں قضاء شدہ نمازوں اور روزوں کا حکم:	451
مسئلہ نمبر (۳۱۹)	دوران حفظ حائضہ طالبات کے لیے قرآن مجید پڑھنے کی صورت:	451
مسئلہ نمبر (۳۲۰)	اگر ہمبستری کے دوران عورت کو حیض آجائے تو وہ غسل کب کرے گی؟	452
مسئلہ نمبر (۳۲۱)	حیض سے پاک ہونے کے بعد عورت خاکی یا زرد رنگ کا پانی دیکھے تو کیا حکم ہے؟	453
مسئلہ نمبر (۳۲۲)	حج کے دوران اگر عورت کو حیض آجائے تو کیا کرے؟	455
مسئلہ نمبر (۳۲۳)	نذر کے روزوں کے دوران اگر حیض آجائے تو قضاء کا حکم:	456
مسئلہ نمبر (۳۲۴)	دوران اعتکاف اگر عورت کو حیض آجائے تو اعتکاف کا حکم:	456
مسئلہ نمبر (۳۲۵)	حفظ کرنے والی طالبات کو اگر ماہواری آجائے تو کیا حکم ہے؟	457
مسئلہ نمبر (۳۲۶)	حالت حیض میں جماع کرنے کا حکم:	458
مسئلہ نمبر (۳۲۷)	حائضہ کے لیے قرآن کو چھونے کا حکم:	459
مسئلہ نمبر (۳۲۸)	دوران ماہواری بیوی سے جماع کرنے کا حکم:	459
مسئلہ نمبر (۳۲۹)	طہر متخلل کا حکم:	460
مسئلہ نمبر (۳۳۰)	مبتدءہ کو اگر ایک مہینہ خون آیا تو حیض کتنے دن شمار ہوگا؟	461
مسئلہ نمبر (۳۳۱)	حالت حیض اور نفاس میں بیوی سے مشت زنی کروانے کا حکم:	462
مسئلہ نمبر (۳۳۲)	حائضہ کی مستعمل چیزوں کا حکم:	463

الباب السابع فی النجاسة واحکامها

مسئلہ نمبر (۳۳۳)	ذبح شدہ جانور کے خون کا حکم:	464
مسئلہ نمبر (۳۳۴)	لیدر کی جیکٹ پہن کر نماز پڑھنے کا حکم:	464
مسئلہ نمبر (۳۳۵)	اگر مسافر کے پاس پاک کپڑے نہ ہوں تو کیا کرے؟:	465

مسئلہ نمبر(۳۳۶)	زمین پاک کرنے کا طریقہ:	466
مسئلہ نمبر(۳۳۷)	ناپاک قالین کو پاک کرنے کا طریقہ:	467
مسئلہ نمبر(۳۳۸)	دوران استنجاء چھنٹیں لگنے کا حکم:	468
مسئلہ نمبر(۳۳۹)	ڈھیلے سے استنجا کرنے کا حکم:	469
مسئلہ نمبر(۳۴۰)	بازار سے خریدے ہوئے استعمال شدہ کپڑوں کا حکم:	470
مسئلہ نمبر(۳۴۱)	معذور کے کپڑے پاک کرنے کا حکم:	470
مسئلہ نمبر(۳۴۲)	ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ:	471
مسئلہ نمبر(۳۴۳)	کپڑوں پر پرفیوم کا استعمال:	473
مسئلہ نمبر(۳۴۴)	نجس کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم:	474
مسئلہ نمبر(۳۴۵)	دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے کا حکم:	475
مسئلہ نمبر(۳۴۶)	طہارت مسجد:	476
مسئلہ نمبر(۳۴۷)	استبراء کرنا:	477
مسئلہ نمبر(۳۴۸)	واشنگ مشین میں پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھونا:	478
مسئلہ نمبر(۳۴۹)	ناپاک شے کو پاک کرنے کے بعد اس سے نکلنے والے قطروں کا حکم:	479
مسئلہ نمبر(۳۵۰)	خروج ریح سے استنجاء کرنا ضروری ہے یا نہیں؟:	481
مسئلہ نمبر(۳۵۱)	گندگی کی جگہ پر مسجد بنانے اور اس جگہ میں نماز پڑھنے کا حکم:	481
مسئلہ نمبر(۳۵۲)	ناک، منہ سے نکلنے والے خون کا حکم:	482
مسئلہ نمبر(۳۵۳)	ابلتی دیگ میں زندہ چڑیا گر جائے:	483
مسئلہ نمبر(۳۵۴)	مٹی کے تیل کا حکم:	485
مسئلہ نمبر(۳۵۵)	رال کا حکم:	486
مسئلہ نمبر(۳۵۶)	مذی سے کپڑے ناپاک ہوتے ہیں یا نہیں؟	486
مسئلہ نمبر(۳۵۷)	ذبح شدہ جانور کے خون کا حکم:	487

مسئلہ نمبر (۳۵۸)	نجس قالین کو پاک کرنے کا طریقہ:	487
مسئلہ نمبر (۳۵۹)	ٹینکی کی طہارت کا طریقہ:	488
مسئلہ نمبر (۳۶۰)	بچے کے پیشاب کو صاف کرنے کا طریقہ:	490
مسئلہ نمبر (۳۶۱)	استدبار قبلہ کا حکم:	490
مسئلہ نمبر (۳۶۲)	دودھ پیتے بچے کے پیشاب کا حکم:	493
مسئلہ نمبر (۳۶۳)	برفباری والے علاقوں میں طہارت کس طرح حاصل کی جائے؟	494
مسئلہ نمبر (۳۶۴)	ذی جرم چیز جسم پر لگ جانے سے وضو کا حکم:	495
مسئلہ نمبر (۳۶۵)	پیشاب کرنے کے بعد استبراء کا حکم:	496
مسئلہ نمبر (۳۶۶)	استنجاء کے بعد ہاتھ دھونے کا حکم:	497
مسئلہ نمبر (۳۶۷)	خروج ریح کی صورت میں استنجاء کا حکم:	498
مسئلہ نمبر (۳۶۸)	پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھونے کا حکم:	499
مسئلہ نمبر (۳۶۹)	پیشاب کے بعد آنے والے قطروں کا حکم:	500
مسئلہ نمبر (۳۷۰)	واشنگ مشین میں ناپاک اور پاک کپڑے اکٹھے دھونے کا حکم:	501
مسئلہ نمبر (۳۷۱)	اگر پاک اور ناپاک صفوں کا علم نہ ہو تو کیا کیا جائے؟	503
مسئلہ نمبر (۳۷۲)	ناپاک چھری کو پاک کرنے کا طریقہ:	504
مسئلہ نمبر (۳۷۳)	لیٹرین کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:	505
مسئلہ نمبر (۳۷۴)	فرش اگر ناپاک ہو جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ:	505
مسئلہ نمبر (۳۷۵)	جو کپڑا کتے نے منہ میں ڈالا ہو اس کا حکم:	506
مسئلہ نمبر (۳۷۶)	ٹینکی میں اگر چڑیا یا جوتا گر جائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ:	507
مسئلہ نمبر (۳۷۷)	قضائے حاجت کرتے وقت رخ کس طرف ہونا چاہیئے؟	508
مسئلہ نمبر (۳۷۸)	جس شخص کا پیشاب نہ رکتا ہو کیا وہ معذور کے حکم ہے؟	508
مسئلہ نمبر (۳۷۹)	پیشاب کے بعد آنے والے قطروں کا حکم:	509

مسئلہ نمبر (۳۸۱)	پیشاب کے بعد آنے والے قطروں کے احکام:	511
مسئلہ نمبر (۳۸۱)	پیشاب کے بعد اگر قطرہ آنے کا شبہ ہو تو کیا نماز ہو جائے گی؟	513
مسئلہ نمبر (۳۸۲)	نجس قالین پر گیلے پاؤں رکھنے کا حکم:	515
مسئلہ نمبر (۳۸۳)	ذبح شدہ بھینس کے دودھ کا حکم:	517
مسئلہ نمبر (۳۸۴)	ناپاک زمین کو پاک کرنے کا طریقہ:	517
مسئلہ نمبر (۳۸۵)	بہشتی زیور کے ایک مسئلہ کی وضاحت:	518
مسئلہ نمبر (۳۸۶)	احتلام کے بعد کتنے کپڑے کو دھونا ضروری ہے؟	519
مسئلہ نمبر (۳۸۷)	ایک سال کے بچے کے پیشاب کا حکم:	519

عرض مرتب!

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے اپنے اور بندوں کے درمیان واسطہ انبیاء علیہم السلام کی ذات کو بنایا، اور انبیاء علیہم السلام نے وحی کے ذریعے انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی بتلائے، نبی کی ذات تمام صفات کی جامع ہوتی ہے، تمام صفات کاملہ اس میں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں، وہ بیک وقت صدق، عدالت، سخاوت، شجاعت، شرافت، امانت، دیانت وغیرہ صفات کے ساتھ متصف ہوتا ہے، اور تمام اخلاق حمیدہ اس کی ذات کا خاصہ ہوتے ہیں، اور یہ تمام صفات اس نبی کے ذریعے اس کے امتیوں میں منتقل ہوتی ہیں، لیکن امتی میں بیک وقت تمام صفات کا ہونا ضروری نہیں ہے، کوئی کسی وصف کے ساتھ موصوف ہوتا ہے تو کوئی کسی وصف کے ساتھ، اور بعض میں کوئی خاص وصف نمایاں ہو جاتا ہے۔

اسی طرح سرور کائنات ﷺ بیک وقت قاری بھی تھے، معلم کتاب وحکمت بھی تھے، اور مزکی بھی تھے، اور یہی وہ فرائض نبوت ہیں جن کی طرف قرآن پاک کی آیات میں اشارہ کیا گیا ہے "**ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاته ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة**" (سورۃ الجمعۃ) اسی طرح سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران میں بھی انہی فرائض نبوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور چونکہ بتقاضائے حدیث مبارکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی وراثت علم ہوتی ہے اس لیے یہ تمام صفات آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں اور ان کے بعد امت کے تمام علماء میں منتقل ہوئیں، کوئی قاری ہے، کوئی معلم کتاب وحکمت ہے، کوئی مزکی ہے، اور یہی علماء اس امت کا اثاثہ ہیں۔

انہی علماء ربانیین میں سے فقیہ العصر، مفتی اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان حفظہ اللہ تعالیٰ ہیں، جو کہ شیخ الحدیث والتفسیر ہونے کے ساتھ ساتھ افتاء کے اہم منصب پر فائز ہیں، آپ کی فقہی رائے اور تحقیقی فتاویٰ جات فتاویٰ کے میدان میں حرفِ آخر کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ کے دیے ہوئے فتاویٰ جات ملکِ پاکستان کے کونے کونے اور بیرون ممالک بھی پہنچ رہے ہیں، اور آپ کو اس منصب پر فائز ہوئے نصف صدی سے زائد عرصہ ہو چکا ہے، آپ نے دار العلوم لکی مروت، دار العلوم سرحد پشاور، دار العلوم حنفیہ چکوال، جامعہ مخزن العلوم کراچی، جامعہ اشرفیہ لاہور، دار الافتاء والارشاد لاہور، جامعۃ الحمید لاہور کے دار الافتاؤں کو بحیثیت صدر مفتی زینت بخشی ہے، ملک پاکستان کے کئی بڑے مدارس میں افتاء کے منصب پر آپ کے تلامذہ جلوہ افروز ہیں، آپ نے فتاویٰ کے معاملہ میں حکم شرعی بتاتے ہوئے بلا خوف لومۃ لائم فتاویٰ جاری فرمائے ہیں۔

ان تمام دارالافتاؤں میں آپ کے قلم سے ہزاروں فتاویٰ جات جاری ہوئے ،ایک مدت سے ان فتاویٰ کی تصحیح وتخریج اور کمپوزنگ کا کام جاری ہے، جوکہ کچھ حوادثات کا شکار بھی رہا،لیکن محض اللہ کے فضل وکرم سے وہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا جس کا شائقین کوانتظار تھا ،اورآپ کے فتاویٰ کا مجموعہ موسوم''ارشادالمفتین '' جلداول جوکہ کتاب العقائد پر مشتمل ہے چھپ کرمنظرعام پرآچکی ہےاورعوام وخواص میں مقبولیت حاصل کرچکی ہے،اب بھی محض اللہ کے فضل وکرم سے''ارشادالمفتین '' جلددوم جس میں بقیہ کتاب العقائداورکتاب الطہارۃ کے مسائل ہیں کمپوزنگ،تصحیح وتخریج کے مراحل سے گزرکر چھپنے کے لیے تیار ہے،اللہ رب العزت سے دعاہے کہ استاذمحترم کا سایہ عاطفت تادیرصحت وعافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے،اورہمیں بھی ان کے فقہی فیض سے حظِ وافرنصیب فرمائے اورمحض اپنے فضل وکرم سے جلدازجلداس فتاویٰ کوپایہ تکمیل تک پہنچائے (آمین)

آخرمیں ''من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ'' کے تحت شکرگزارہوں ان تمام حضرات کا جنھوں نے کسی بھی درجہ میں اس فتاویٰ میں تعاون فرمایا،خصوصاً میرے اساتذہ کرام مفتی عارف اللہ خان صاحب جنھوں نے اس کام میں بھرپورسرپرستی فرمائی اور ہرموقع پر ہرممکن تعاون فرمایانیزمفتی رئیس احمدسروہی صاحب،مفتی حبیب نوازسعدی صاحب،مفتی محمدفہیم صاحب،مفتی محمدحنیف جوہرآبادی صاحب،قاری سیف اللہ ناصرصاحب،جنھوں نے اس فتاویٰ کومرتب کرنے میں انتھک محنت اورکوشش کی ،اوران کی کی ہوئی محنت ہی میرے لیے مشعل راہ بنی،اوروہ بنیادبنی جس پرآج یہ عمارت کھڑی ہے،اورمولانازاہداقبال صاحب اورمفتی دین محمدصاحب جنھوں نے اس فتاویٰ کی پروف ریڈنگ کی ، یہ تمام حضرات بھی اس کارخیرمیں برابرکے شریک ہیں ،اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کواپنی شایان شان اجرجزیل عطافرمائے ،اوران تمام حضرات کی محنت کواپنی بارگاہ الٰہی میں قبول فرماکر دنیاوآخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائے ،اورہم سب کواخلاص کی دولت نصیب فرماکرتادم آخردین متین کی خدمت کے لیےقبول فرمائے (آمین بجاہ النبی الکریم)

والسلام

دعاؤں کا طلب گار

محمدحامدعلی نفیسی

یکےازتلامذہ وخادمین حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہ

خادم ومدرس جامعۃ الحمیدعظیم آبادرائیونڈروڈلاہور

بقیہ کتاب العقائد

(مسائل شتیٰ)

عقائد اسلامی کے منکر شخص کا حکم؟

مسئلہ نمبر(۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مندرجہ ذیل عقائد کا حامل ہے۔

(۱) حدیث سے جو علم ہوتا ہے وہ کبھی درجہ یقین کو نہیں پہنچتا اس لیے دین میں ان سے کسی عقیدہ وعمل کا اضافہ بھی نہیں ہوتا۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور نزول کا بھی منکر ہے۔

(۳) قیامت کے دن شفاعت بالاذن کے وقوع کا بھی انکاری ہے۔

(۴) معراجِ جسمانی کا بھی منکر ہے۔

(۵) تقدیرِ الٰہی کا بھی منکر ہے۔

(۶) قرآن مجید کی ایک قراءت کا قائل ہے باقی قراءت متواترہ کا بھی منکر ہے۔

(۷) تین طلاقوں کے وجود کا بھی منکر ہے، صرف دو طلاقوں کے وجود کا قائل ہے۔

(۸) عورتوں کے پردے کا بھی منکر ہے۔

مذکورہ بالا نظریات کا حامل شخص آٹھ دس سال سے تقریر وتدریس کے ذریعے اپنے عقائد کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہے، ایک معتد بہ جماعت اس کی ہمنوا ہو چکی ہے، لہٰذا از روئے شرع بتائیں کہ مذکورہ بالا عقائد کے حامل وداعی اور اس کے متبعین کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کے ساتھ سلام کرنا اور ان سے نکاح کرنا اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنا اور ان کے درس میں شریک ہونا اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا اور ان کی میت پر نماز جنازہ پڑھنا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز کچھ لوگ ایسے ہیں جو مذکورہ بالا عقائد کے حاملین کے ساتھ ہر غمی وخوشی میں شریک ہوتے ہیں اور آٹھ دس سال سے ان کے درس وبیان میں شریک ہوتے ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز اداء کرتے ہیں جب کہ قریب میں اہل حق کی مسجد بھی موجود ہے لیکن ہمیں کہتے ہیں کہ ہم مذکورہ بالا عقائد کے حامل وداعی کے ہمنوا اور ہم مذہب نہیں ہیں، جب ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ تم پھر اس کی اقتداء میں نماز اور اس کے درس میں کیوں شریک ہوتے ہو تو جواباً کہتے ہیں کہ ہماری بیٹی اس کے نکاح میں ہے ہم اس کے درس اور اس کے پیچھے نماز اس لیے پڑھتے ہیں تا کہ

ہماری بیٹی کو تکلیف یا طلاق نہ دے دے اور یہ نکاح مذکورہ بالا عقائد کے اظہار سے پہلے ہوا تھا، لہذا ازروئے شرع تفصیل کے ساتھ بتائیں کہ اس ثانی قسم کے لوگوں کے ساتھ کیا رویہ رکھنا چاہیے، اس ثانی قسم کے لوگوں سے رشتہ لینا اور دینا محض اس بناء پر رکا ہوا ہے کہ ہمارے لیے لڑکی ان کے نکاح میں دینا اور ان کی لڑکی اپنے نکاح میں لینا جائز ہے یا نہیں؟ لہذا حق بات کی طرف ہماری رہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) صورت مسئولہ میں اگران الفاظ سے اس کی مراد انکار حدیث ہے تو وہ کافر ہے اور اگر اس سے مقصد تاویلیں کرنا ہے تو پھر وہ تاویل مسلمات دینیہ میں ہوگی یا مسلمات دینیہ میں نہیں ہوگی، اگر مسلمات دینیہ میں کرے تو بھی کافر ہے اور اگر مسلمات دینیہ میں نہیں تو کافر نہیں ہے۔

”یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ “......(النساء: ۵۹)

”وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا “......(الحشر :۷)

”مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْاَطَا عَ اللّٰہَ “......(النساء : ۸۱)

”وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ،اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی“......(النجم :۳)

”فَلَاوَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَبَیْنَھُمْ ثُمَّ لَایَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجاً مِّمَّاقَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً، وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی ان من ردّشیئا من اوامراللّٰہ تعالی اواوامر رسول اللّٰہ ﷺ فھوخارج من الاسلام سواء ردہ من جھۃ الشک فیہ اومن جھۃ ترک القبول والامتناع من التسلیم وذلک یوجب صحۃ ما ذھب الیہ الصحابۃ فی حکمھم بارتداد من امتنع من اداء الزکاۃ وقتلھم وسبی ذراریھم لانّ اللّٰہ تعالی حکم بان من لم یسلم للنبی ﷺ قضاءہ وحکمہ فلیس من اھل الایمان “......(احکام القرآن للجصاص: ۲/۳۰۲)

(۲تا۵) حیات عیسیٰ علیہ السلام اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا منکر اور تقدیر الٰہی کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

”عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من انکرخروج المھدی فقدکفر بماانزل علی محمد ﷺ ومن انکر نزول عیسی ابن مریم

علیہ السلام فقد کفر ومن انکرخروج الدجال فقد کفر ومن لم یؤمن بالقدر خیرہ وشرہ من اللّٰہ عزوجل فقد کفر فانّ جبریل اخبرنی بانّ اللّٰہ تعالی یقول من لم یؤمن بالقدر خیرہ وشرہ من اللّٰہ فلیتخذ ربا غیری ‘‘......(مجموعہ رسائل الکشمیری:۳/۲۴۲)

’’عن کعب الاحبار رحمہ اللّٰہ قال لما رأی عیسیٰ علیہ السلام قلۃ من اتبعہ وکثرہ من کذبہ شکا ذلک الی تعالی فاوحی اللّٰہ الیہ انّی متوفّیک ورافعک الی ولیس من رفعتہ عندی میتا وانی سابعثک علی الاعور الدجال فتقتلہ ثم تعیش بعدذلک اربعاً وعشرین سنۃً ثم امیتک میتۃ الحی قال کعب وذلک یصدق حدیث رسول اللہ ﷺ حیث قال کیف تہلک امۃ انا فی اوّلھا وعیسیٰ فی آخرھا ‘‘......(مجموعہ رسائل الکشمیری: ۳/۲۴۶)

(۳) قیامت کے دن شفاعت بالاذن کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جن کا قدر مشترک تواتر کو پہنچتا ہے لہذا اس کا منکر کافر ہے۔

’’وشفاعۃ الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام حق ای عموما فی المقصود وشفاعۃ نبینا ﷺ ای خصوصاً فی المقام المحمود واللواء الممدود والحوض المورود للمؤمنین المذنبین ای من اھل الصغائر المستحقین للعقاب ولاھل الکبائر منھم المستوجبین للعقاب حق ثابت فقد وردشفاعتی لاھل الکبائر فی امتی ،رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن حبان والحاکم عن انس والترمذی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم عن جابر والطبرانی عن ابن عباس والخطیب عن ابن عمر وعن کعب بن عجرۃ رضی اللّٰہ فھوحدیث مشھور فی المبنی بل الاحادیث فی باب الشفاعۃ متواترۃ المعنی ومن الادلۃ علی تحقیق الشفاعۃ قولہ تعالی وَاسۡتَغۡفِرۡلِذَنۡبِکَ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنَاتِ ومنہ قولہ سبحانہ وتعالی فَمَا تَنۡفَعُھُمۡ شَفَاعَۃُ الشَّافِعِیۡنَ اذ مفھومہ انھا تنفع المؤمنین ‘‘ ......(شرح فقہ الاکبر :۹۴)

(۴) معراج جسمانی سے انکار کرنے والا اگر مکہ سے بیت المقدس تک کا انکار کرنے والا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر وہ بیت المقدس سے آسمان تک کی معراج کا منکر ہے تو وہ مبتدع اور گمراہ ہے۔

"وخبر المعراج ای بجسد المصطفی ﷺ یقظة الی السماء ثم الی ماشاء اللّٰہ تعالی من المقامات العلی حق ای حدیثه ثابت بطرق متعددة فمن رده ای ذلک الخبر ولم یؤمن بمقتضی ذلک الاثر فهو ضال مبتدع ای جامع بین الضلالة والبدعة وفی کتاب الخلاصة من انکر المعراج ینظر ان انکر الاسراء من مکة الی بیت المقدس فهو کافر ولو انکر المعراج من بیت المقدس لایکفر وذلک لانّ الاسراء من الحرم الی الحرم ثابة بالأیة وهی قطعیة الدلالة والمعراج من بیت المقدس الی السماء ثبت بالسنة وهی ظنیة الروایة والدرایة"......(شرح فقه الاکبر: ۱۱۱)

(٦) قرآن مجید کی جو قرأتیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں تو ان میں سے کسی ایک کا یا سب کا انکار کرنا کفر ہے۔

"من انکر المتواتر فقد کفر ومن انکر المشهور یکفر عندالبعض"......(فتاوی الهندیة: ۲/۲۶۵)

"تتمة القرآن الذی تجوز به الصلاة بالاتفاق هو المضبوط فی مصاحف الائمة التی بعث بها عثمان رضی الله عنه الی الامصار وهو الذی اجمع علیه الائمة العشرة وهذا هو المتواتر جملة وتفصیلا فمافوق السبعة الی العشرة غیر شاذ وانما الشاذ ماوراء العشرة وهو الصحیح وتمام تحقیق ذلک فی فتاوی العلامة قاسم"......(فتاوی شامی: ۱/۳۵۹)

(۷) جو آدمی تین طلاق کا علی الاطلاق منکر ہو کہ طلاقیں صرف دو ہی ہیں یعنی تیسری کے وجود کا ہی منکر ہے تو یہ آدمی قرآن کی نص قطعی کا منکر ہے اور قرآن کی ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے اور اگر دفعۃً تین طلاق کو ایک ہی قرار دیتا ہے تو یہ گمراہ ہے کافر نہیں ہے۔

"اذاانکر آیة من القرآن اوسخر بایة من القراٰن وفی الخزانة اوعاب فقد کفر"......(فتاوی التاتارخانیة: ۵/۳۳۳)

”اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ اشارۃ الی الطلاق المفہوم من قولہ تعالی وبعولتھن احق بردھن وھو الرجعی وھوبمعنی التطلیق الذی ھو فعل الرجل کالسلام بمعنی التسلیم لانہ الموصوف بالوحدۃ والتعدد دون ماھووصف المرءۃ ویؤید ذلک ماذکرماھومن فعل الرجل ایضا بقولہ تعالی فامساک بمعروف ای بالرجعۃ وحسن المعاشرۃ اوتسریح باحسان ای اطلاق مصاحب لہ من جبرالخاطر واداء الحقوق وذلک اما بان لایراجعھا حتی تبین اویطلقھا الثالثۃ وھوالمأثور فقداخرج ابوداؤد وجماعۃ عن ابی رزین الاسدی ان رجلا قال یا رسول اللّٰہ انی اسمع اللّٰہ تعالی یقول الطلاق مرتان فاین الثالثۃ فقال التسریح باحسان ھوالثالثۃ“......(روح المعانی : ۱۳۵/ ۲)

(۸) اگرعورتوں کے مطلق پردے کا منکر ہےتو کافر ہےاوراگرصرف چہرے کے پردے کا منکر ہےتو فاسق اور گمراہ ہے۔

”یٰاَیُّھَاالنَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ،(یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِن)خرج نساء من الانصار کان علی رؤسھن الغربان من اکسیۃ سود یلبسنھا قال ابوبکر فی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی ان المرءۃ الشابۃ مامورۃ بستروجھھا عن الاجنبیین واظھار الستر والعفاف عندالخروج لئلا یطمع اھل الریب فیھن“......(احکام القرآن : ۵۴۶/ ۳)

(۹) مذکورہ عقائد کا حامل شخص ان عقائد کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو چکا ہےاس لے اسے سلام کرنا،اس کے پیچھے نماز پڑھنا اوراس کے درس میں شریک ہونا جائزنہیں ہے۔

”قال المرغینانی تجوز الصلوۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ ولاتجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبھۃ ومن یقول بخلق القرآن وحاصلہ ان کان ھوی لایکفر بہ صاحبہ تجوز الصلوۃ خلفہ مع الکراھۃ والافلا ھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھوالصحیح ھکذافی البدائع “......(فتاوی الھندیۃ: ۸۴/ ۱)

(۱۰) ایسے عقائد رکھنے والوں کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے اوران کے ساتھ میل جول رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

"واما شرائط الزكاة فانواع ومنها ان يكون مسلما او كتابيا فلاتؤكل ذبيحة اهل الشرك والمرتد"......(فتاوى الهندية:۵/۲۸۵)

(۱۱) ایسے عقائد رکھنے والوں کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

"فنقول لايصلى على الكافر ....لان الصلوة على الميت دعاء واستغفار له والاستغفار للكافر حرام"......(المحيط البرهاني :۳/۸۲)

(۱۲) جن لوگوں نے مذکورہ عقائد کے حامل شخص کو اپنی لڑکی نکاح میں دی ہوئی ہے تو ان عقائد کی وجہ سے اس لڑکی سے نکاح خود بخود ختم ہو گیا اوراس کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازیں ان عقائد کے اظہار کے بعد وہ بھی دہرائیں گے۔

"وحرم نكاح الوثنية ......ويدخل فى عبد الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التى استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية فى شرح الوجيز وكل مذهب يكفر به معتقده "......(فتاوى شامى :۲/۳۱۳)

(۱۳) مذکورہ عقائد کے حامل شخص سے میل جول رکھنا اوران کی خوشی وغمی میں شریک ہونا اس کی اعانت کرنا ہے جو کہ جائز نہیں ہے اور ثانی قسم کے لوگ اگر مذکورہ عقائد کی تردید کرتے ہیں اوران کے عقائد مسلمانوں والے ہیں تو ان سے نکاح میں لڑکی لینا اور دینا دونوں جائز ہیں۔

"الاعانة على مالايجوز وكل مادى الى مالايجوز لايجوز"......(درمع الرد :۵/۲۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مختلف نظریات رکھنے والے شخص کا حکم؟

مسئلہ نمبر(۲) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ

(۱) اللہ کی سچی کتاب قرآن پاک کی سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ زمانے کی قسم کھا کر انسان کو گھاٹے سے بچنے کے لیے چار شرطیں بیان فرماتا ہے۔

☆ایمان　☆اعمال صالح　☆حق کی تلقین　☆صبر کی تاکید

(۲)　سورۃ النساء کی آیت ۵۹ میں اللہ تعالی فرماتے ہیں،

''اے ایمان لانے والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور جو تم میں سے صاحب امر ہوں اور اگر کسی شئ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو۔

گویا ان چاروں شرطوں کی وہ تشریح سب سے زیادہ قابل ترجیح ہے جو اللہ کے نبی ﷺ اور صحابہ کرام سے صحیح حدیث میں ملے۔

(۳)　قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالی نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، لہذا اس کی بات اٹل ہے۔

(۴)　احادیث چونکہ انسانوں سے انسانوں تک پہنچی ہیں اس لیے ان میں تحقیق کا حق ہے جو مسلمان جس حدیث کو بشرط اہلیت اپنی تحقیق یا کسی دوسرے محقق کی تحقیق کے مطابق صحیح سمجھے اس پر عمل کرے، کسی حدیث کو صحیح مان کر اس کے خلاف عمل کرنے کا حق کسی فرد، طبقے، گروہ، علماء اور ائمہ تو کیا صحابہ کرام کو بھی حاصل نہیں۔

(۵)　جو چیز نہ قرآن میں ملتی ہو اور نہ حدیث میں ملتی ہو اس کے لیے اجتہاد کیا جاتا ہے، اجتہاد چونکہ انسانی عقل کے تابع ہے اس لیے کسی بھی مجتہد سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، اس میں رواداری برتنی چاہیئے، جو جس کے اجتہاد کو بہتر سمجھے اس پر عمل کرے تو انسان دین و دنیا کے گھاٹے سے بچ سکتا ہے۔

کیا زید کی یہ سب باتیں درست ہیں؟ یا کون سی باتیں درست اور کون سی باتیں غلط ہیں؟ جو باتیں غلط ہیں ان کے بجائے درست بات قرآن وحدیث کے حوالے سے تحریر فرمائیں۔

انتہائی مشکور رہوں گا، اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر سے نوازے (آمین)

الجواب باسم الملک الوھاب

زید نے جو باتیں کی ہیں ان میں سے پہلی بات درست ہے اور دوسری بات بھی درست ہے لیکن اس میں قدرے تفصیل ہے، ایک تو یہ کہ اللہ اور رسول اللہ اور صاحب امر کی اطاعت صرف ان چار امور میں نہیں ہوگی بلکہ تمام دین اور دینی مسائل میں ان کی اطاعت لازم ہے، نیز اولی الامر سے صرف صحابہ کرام مراد نہیں بلکہ مجتہدین، فقہاء، حاکم، لشکروں کے امیر وغیرہ، افراد بھی اس میں داخل ہیں اور اس میں اور بھی کچھ احتمالات ہیں، تو فقہاء مجتہدین کی تشریحات جو انہوں نے تمام دین کے متعلق فرمائی ہیں وہ بھی معتبر ہیں، اور زید کی تیسری بات بالکل صحیح ہے اور یہ

اعتقاد رکھنا مومن ہونے کے لیے ضروری ہے اور زید کی چوتھی بات کہ احادیث چونکہ انسانوں سے انسانوں تک پہنچی ہیں اس لیے ان میں تحقیق کا حق ہے یہ درست نہیں ہے اور اس بنیاد پر کسی حدیث کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

صحابہ کرام سب انسان تھے اس کے باوجود پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن قطعی ہے اس کا منکر کافر، حالانکہ حدیث کی طرح قرآن بھی انسانوں سے انسانوں تک پہنچا ہے اسی طرح حدیث بھی قطعی ہے مطلق حدیث کا منکر کافر ہے، ہاں البتہ حدیث کے آگے مختلف درجات ہیں خبر مشہور، خبر متواتر، خبر واحد وغیرہ اور تحقیق کا یہ حق ہر شخص اور ہر فرد کو حاصل نہیں ہے کہ وہ احادیث کی اور محدثین کی چھان بین کرتا پھرے بلکہ یہ حق صرف ان لوگوں کو حاصل ہے جو ماہرین فن اور مجتہد ہیں، راویوں کے حالات سے واقفیت رکھتے ہیں، علم شغف رکھتے ہیں، یعنی جرح وتعدیل کے فن کے ماہر ہیں، ہر شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے، جیسا کہ زید کہتا ہے کہ جو مسلمان جس حدیث کو بشرط اہلیت اپنی تحقیق یا کسی دوسرے محقق کی تحقیق کے مطابق صحیح سمجھے اور اس پر عمل کرے۔

واضح رہے کہ زید کی مراد اگر اہلیت سے اجتہاد ہو تو اجتہاد کی شرائط اس دور میں کسی شخص میں پایا جانا تکوینی طور پر مفقود ہیں اور اگر اجتہاد مراد نہ ہو تو مجتہدین کے طے شدہ مسائل میں عام اہلیت قابل اعتماد نہیں، اور خصوصاً ان فقہاء کرام کی رائے کا زیادہ اعتبار ہے جو خیر القرون میں رہے ہیں، اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل عملی شکل میں دیکھ چکے ہیں۔

اور زید کی پانچویں بات کہ جو چیز نہ قرآن میں ملتی ہو اور نہ حدیث میں ملتی ہو اس کے لیے اجتہاد کیا جاتا ہے، اس میں کچھ تفصیل کی ضرورت ہے کہ جو مسئلہ یا جو حکم قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور نہ ہو تو قرآن وحدیث کے اصول اور قواعد وضوابط کی روشنی میں اس کے لیے اجتہاد کیا جاتا ہے، اور زید کا یہ قول کہ اجتہاد چونکہ انسانی عقل کے تابع ہے زید کی یہ بات سراسر غلط ہے، اس لیے کہ اجتہاد کا مدار عقل پر نہیں ہے بلکہ قرآن وسنت میں مہارت پر ہے، عقل صرف آلہ کے طور پر استعمال ہوتی ہے صرف قرآن وسنت کے پڑھنے پر نہ اجتہاد کا حق حاصل ہے اور نہ ہی تحقیق کا حق حاصل ہے لیکن اس بناء پر کسی بھی مجتہد سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا، دوسرا مجتہد تو دلائل کی روشنی میں اختلاف کر سکتا ہے لیکن ایک عامی آدمی اس طرح نہیں کر سکتا، اسی طرح جو جس کے اجتہاد کو بہتر سمجھے اس پر عمل کرے یعنی پھر تمام مسائل میں وہ اس کے اجتہاد کا پابند ہوگا، ایک مسئلہ ایک مجتہد کا اور دوسرا مسئلہ دوسرے مجتہد کا لینا اور پہلے کو چھوڑ دینا جائز نہیں ہے، یہ تلفیق ہے جو بالاجماع باطل ہے۔

’’اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ای خسر ان فی متاجرهم ومساعیهم وصرف اعمارهم فی مباغیهم التی لاینتفعون بها فی الآخرة بل ربما تضر بهم اذاحلفوا الساهرة والتعریف للاستغراق بقرینة الاستثناء والتنکیر قیل للتعظیم ای فی خسر عظیم ویجوز ان یکون للتنویع ای نوع من الخسر غیر مایعرفه الانسان (اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ) فانهم فی تجارة لن تبور حیث باعوا الفانی الخسیس واشتروا الباقی النفیس واستبدلوا الباقیات الصّالحات بالغادیات الرائحات فیالها من صفقة مأأربحها ومنفعة جامعة للخیر مااوضحها والمراد بالموصول کلّ من اتصف بعنوان الصلة لا علی کرم الله تعالی وجهه وسلمان الفارسی رضی الله تعالی عنه فقط کمایتوهم مثل ذلک اقتصاره ابن عباس رضی الله عنهما فی الذکرعلیهما بل هما داخلان فی ذلک دخولا اولیاومثل اقتصاره فی الانسان الخاسر علی ابی جهل وهوظاهر وهذا بیان لتکمیلهم لانفسهم وقوله تعالی وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ بیان لتکمیلهم لغیرهم ای وصی بعضهم بعضا بالامر الثابت الذی لاسبیل الی انکاره ولازوال فی الدار ین لمحاسن آثاره وهوالخیر کلّه من الایمان باللّٰه عزّوجلّ واتباع کتبه ورسله علیهم السلام فی کل عقد وعمل وتواصوا بالصبر عن المعاصی التی تشتاق الیها النفس بحکم الجبلة البشریة وعلی الطاعات التی یشق علیها اداؤها وعلی مایبتلی اللّٰه تعالی به عباده من المصائب والصبر المذکور داخل فی الحق وذکر بعده مع اعادة الجار والفعل المتعلق هوبه لا براز کمال العنایة به ویجوز ان یکون الاول عبارة رتبة العبادة التی هی فعل مایرضی اللّٰه تعالی والثانی عبارة رتبة العبودیة التی هی الرضا بما فعل اللّٰه تعالی فان المرادبالصبر لیس مجرد حبس النفس عماتتوق الیه من فعل اوترک بل هوتلقی ماورد منه عز وجل بالجمیل والرضا به باطناً وظاهراً ‘‘......(تفسیر روح المعانی : ۳۰/۲۲۹)

”یٰاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بعد ماامر سبحانه ولاة الامور بالعموم اولخصوص باداء الامانة والعدل فی الحکومة امر الناس باطاعتهم فی ضمن اطاعته عزّوجلّ واطاعة رسوله ﷺ حیث قال عزمن قائل(اَطِیۡعُوۡاللّٰہَ)ای الزموا طاعته فیماامرکم به ونهاکم عنه (وَاَطِیۡعُوۡا الرَّسُوۡلَ)المبعوث لتبلیغ احکامه الیکم فی کل مایامرکم به وینهاکم عنه ایضاً وعن الکلبی انّ المعنی (اَطِیۡعُوۡاللّٰہَ)فی الفرائض (وَاَطِیۡعُوۡا الرَّسُوۡلَ)فی السنن والاول اولی واعادالفعل وان کانت طاعة الرسول مقترنة بطاعة اللّٰہ تعالی اعتناما بشانه علیه الصلوة والسلام وقطعالتوهم انه لایجب امتثال مالیس فی القرآن وایذانا بان له ﷺ استقلالا بالطاعة لم یثبت لغیره ومن ثم لم یعدفی قوله سبحانه (واولی الامر منکم) ایذانا بانهم لااستقلال لهم فیها استقلال الرسول ﷺ واختلف فی المراد بهم ....وقیل المرادبهم اهل العلم وروی ذلک غیرواحد عن ابن عباس وجابر بن عبدالله ومجاهد والحسن وعطاء وجماعة واستدل علیه ابوالعالیة بقوله تعالی (وَلَوۡرَدُّوۡہُ اِلَی الرَّسُوۡلِ وَاِلٰی اُوۡلِیۡ الۡاَمۡرِ مِنۡھُمۡ لَعَلِمَہُ الَّذِیۡنَ یَسۡتَنۡبِطُوۡنَہٗ مِنۡھُمۡ) فانّ العلماء هم المستنبطون المستخرجون للاحکام وحمله کثیر ولیس ببعید علی مایعم الجمیع لتناول الاسم لهم لان للامراء تدبیر امر الجیش والقتال وللعلماء حفظ الشریعة ومایجوز ممالایجوزواستشکل ارادة العلماء بقوله تعالی(فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ)فان الخطاب فیه عام للمؤمنین مطلقا والشئ خاص بامرالدین بدلیل مابعده والمعنی فان تنازعتم ایهاالمؤمنون انتم واؤلوالامر منکم فی امر من امورالدین (فَرُدُّوۡہُ) فراجعوا فیه (اِلَی اللّٰہِ) ای الی کتابه(وَالرَّسُوۡلِ)ای الی سنته ولاشک ان هذا انما یلائم حمل أولی الامر علی الامراء دون العلماء لانّ للناس والعامة منازعة الامراء فی بعض الامور ولیس لهم منازعة العلماء اذا المراد بهم المجتهدون والنّاس ممن سواهم لاینازعونهم فی احکامهم“......(روح المعانی : ۵/۶۶)

’’باب فی طاعة أولی الامر قال الله تعالی(یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ)قال ابوبکر اختلف فی تاویل أولی الامر فروی عن جابر بن عبدالله وابن عباس روایة والحسن وعطاء ومجاهد انهم أولوالفقه والعلم وعن ابن عباس روایة وابی هریرة انهم امراء السرایا ویجوز ان یکونوا جمیعا مرادین بالآیة لانّ الاسم یتناولهم جمیعا لانّ الامر اء یلون امر تدبیر الجیوش والسرایا وقتال العدو والعلماء یلون حفظ الشریعة ومایجوز وممالایجوزفامرا لنّاس بطاعتهم والقبول منهم ماعدل الامراء والحکام وکان العلماء عدولا مرضین موثوقا بدینهم وأمانتهم فیمایؤدّون ‘‘ ......(احکام القرآن للجصاص :۲/۲۹۸)

’’باب وجوب طاعة الرسول ﷺ قا ل الله تعالی(اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ)وقال تعالیٰ (وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّالِیُطَا عَ بِاِذْنِ اللّٰہِ)وقال تعالیٰ (وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَا عَ اللّٰہَ)وقال تعالیٰ (فَلَاوَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَایَجِدُوْافِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجاًمِّمّاقَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً) فاکد جل وعلا بهذه الآیات وجوب طاعة رسول الله ﷺ وابان انّ طاعته طاعة الله ....وفی هذه الآیة دلالة علی انّ من ردّشیئامن اوامراللّٰه تعالی اواوامر رسوله ﷺ فهوخارج من الاسلام سواء رده من جهة الشک فیه اومن جهة ترک القبول والامتناع من التسلیم وذلک یوجب صحة ماذهب الیه الصحابة فی حکمهم بارتداد من امتنع من اداء الزکاة وقتلهم وسبی ذراریهم لانّ اللّٰه تعالی حکم بانّ من لم یسلم للنبی ﷺ قضاؤه وحکمه فلیس من اهل الایمان ‘‘......(احکام القرآن للجصاص: ۲/۳۰۲)

’’انا نحن نزلنا الذکر عن لانکارهم واستهزاء هم ولذلک اکّده بوجوه وانا له لحفظون من التحریف والزیادة والنقصان ولایتطرق الیه الخلل ابداً وهذا دلیل علی کونه منزلًا من اللّٰه دون غیره اذلوکان من عندغیراللّٰه لتطرق الیه الزیادة والنقصان وقدرالاعداد علی لطن فیه ویل للرافضة حیث قالوا

قدتطرق الخلل الی القرآن وقالوا ان عثمان وغیرہ حرقوہ القوہ منه عشرة اجزاء وقیل الضمیر فی له ﷺ یعنی انا لمحمدحافظون ممن ارادہ بسوء نظیرہ قوله تعالیٰ (واللہ یعصمک من الناس"......(تفسیر مظھری : ۵/۱۵۶)

"انا نحن نزلنا الذکر ردلانکارھم واستھزائھم فی قولھم یایھا الذی نزل علیه الذکر (الحجر)ولذلک قال انا نحن فاکد علیھم انه ھوالمنزل علی القطع والبتات وانه ھوالذی بعث به جبرئیل الی محمد ﷺ وبین یدیه ومن خلفه رصد حتی نزل وبلغ محفوظا من الشیاطین وھوحافظه فی کلّ وقت من کل زیادة ونقصان وتحریف وتبدیل بخلاف الکتب المتقدمة فانه لم یتول حفظھا وانما استحفظھا الربانین والاحبار فاختلفوا فیما بینھم بغیا فکان التحریف ولم یکل القرآن الی غیر حفظه فان قلت فحین کان قوله "انا نحن نزلناالذکر)ردا لانکارھم واستھزائھم فکیف اتصل به قوله وانا له لحفظون قلت قدجعل ذلک دلیلا علی انه منزل من عندہ آیة لانه لوکان من قول البشر اوغیر آیة لتطرق علیه الزیادة والنقصان کمایتطرق علی کل کلام سواہ وقیل الضمیر فی له لرسول اللہ ﷺ کقوله تعالی واللہ یعصمک "......(تفسیرالکشاف : ۲/۵۳۶،۵۳۵)

"فلاوربک معناہ فوربک کقوله تعالی فوربک لنسألنھم،ولامزیدة لتأکید معنی القسم کمازیدت فی لئلاّ یعلم ،لتأکید وجود العلم ولایؤمنون جواب القسم فان قلت ھلازعمت انھا زیدت لتظاھر لا فی لایؤمنون ؟قلت یابی ذلک استواء النفی والاثبات فیه وذلک قوله فلااقسم بماتبصرون ومالاتبصرون انّه لقول رسول کریم فیما شجر بینھم فیما اختلف بینھم واختلط ومنه الشجر لتداخل اغصانه حرجا ضیقا ای لاتضیق صدورھم من حکمک وقیل شکا لان الشاک فی ضیق من امرہ حتی یلوح له الیقین ویسلمواوینقادوا ویزعنوا لما تاتی به من قضائک لایعارضوہ بشئ من

قولک سلم الامر واسلم له وحقیقة سلم نفسه له واسلمها اذاجعلها سالمة له خالصة وتسلیما تاکید للفعل بمنزلة تکریره کانّه قیل وینقادلحکمة انقیادا لاشبهة فیه بظاهرهم وباطنهم "......(تفسیر کشاف : ۱/۵٦۰)

"فلاوربّک ای فوربّک ولامزیدة لتاکیدمعنی القسم لا لتاکیدالنفی فی جوابه اعنی قوله تعالی لایؤمنون لانّها تزاد فی الاثبات ایضاً کقوله تعالی فلااقسم بمواقع النجوم وهذا مااختاره الزمخشری ومتابعوه فی لا التی تذکر قبل القسم وقیل انها ردلمقدرای لایکون الامر کما زعمتم واختاره الطبرسی وقیل مزیدة لتاکید النفی فی الجواب ولتاکید القسم ان لم یکن نفی وقال ابن المنیر الظاهر عندی انها ههنا لتوطئة النفی المقسم علیه والزمخشری لم یذکر مانعا من ذلک سوی مجیئهالغیر هذا المعنی فی الاثبات وهولایابی مجیئها فی النفی علی الوجه الآخرمن التوطئة علی انها لم ترد فی القرآن الامع صریح فعل القسم ومع القسم بغیرالله تعالی مثل لااقسم بهذا البلد ، لااقسم بیوم القیامة "......(تفسیر روح المعانی: ۵/۷۰)

"وانّ الحکم الملفق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقلید بعدالعمل باطل اتفاقا وهوالمختار فی المذهب"......(فتاوی شامی : ۱/۷۵)

"قوله وان الرجوع الخ صرح بذلک المحقق ابن الهمام فی تحریره ومثله فی اصول الآمدی وابن الحاجب وجمع الجوامع وهومحمول کماقال ابن حجر والرملی فی شرحیها علی المنهاج وابن قاسم فی حاشیته علی ماذا بقی من آثار الفعل السابق اثریوذّی الی تلفیق العمل بشئ لایقول به من المذهبین"......(درمع الرد: ۱/۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر مسعود الدین اور جماعت المسلمین کے عقائد ونظریات کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی اور اس کے جماعتی لٹریچر سے نیز جماعت المسلمین کے لٹریچر سے مندرجہ ذیل عقائد ونظریات ثابت ہیں۔

(۱) نزول عیسی علیہ السلام کا انکار، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں، اب وہ دوبارہ نہیں آئیں گے، ان کے نزول کا عقیدہ رکھنا قرآن کے خلاف ہے۔

(۲) امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کا صاف انکار کرتے ہیں۔

(۳) دجال کے خروج کا انکار کرتے ہیں۔

(۴) زمینی قبر کا انکار کرتے ہیں۔

(۵) عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں۔

(۶) شہداء کی قبر کی حیات کا انکار کرتے ہیں۔

(۷) حیات انبیاء علیہم السلام کا انکار ہی نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کے محفوظ ہونے کا بھی انکار کرتے ہیں۔

(۸) اعادہ روح کا انکار کرتے ہیں۔

(۹) قبر کی وسعت اور تنگی کا انکار کرتے ہیں۔

(۱۰) خواب میں آپ علیہ السلام کی زیارت کا انکار کرتے ہیں۔

(۱۱) کرامات کا انکار کرتے ہیں۔

(۱۲) ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں۔

(۱۳) ہر قسم کے تعویذات کو شرک کہتے ہیں۔

(۱۴) وسیلہ کو شرک کہتے ہیں۔

(۱۵) باقی انبیاء علیہم السلام پر آپ ﷺ کی افضلیت کا انکار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ کسی نبی کو کسی نبی پر فضیلت نہیں دینی چاہیئے۔

(۱۶) تمام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

(۱۷) موجودہ جو دین دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث کے پاس ہے اس کا اصل دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۱۸) تقلید کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس کو شرک قرار دیکر تمام مقلدین (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کو مشرک قرار دیتے ہیں۔

(۱۹) اجماع اور قیاس کا انکار کرتے ہیں۔

(۲۰) آیات واحادیث کی تفسیر وتشریح محض رائے سے کرتے ہیں۔

(۲۱) علماء ربانیین مثلاً امام احمد بن حنبلؒ، ابراہیم بن ادہمؒ، شاہ ولی اللہؒ، بختیار کاکیؒ، جنید بغدادیؒ، اشرف علی تھانویؒ کی تکفیر کرتے ہیں۔

(۲۲) جوان کے عقائد ونظریات کو نہ مانے اس کو کافر اور مشرک جانتے ہیں۔

(۲۳) مطلقاً امور شرعیہ پر اجرت کو حرام قرار دیتے ہیں۔

(۲۴) اللہ کے علاوہ کسی کو مولا کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں۔

(۲۵) مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حرام سمجھتے ہیں۔

(۲۶) مسلمانوں کے جنازوں میں شرکت کو حرام سمجھتے ہیں۔

اہم بات یہ ہے کہ یہ ان چیزوں کا انکار ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے ماننے کو شرک کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ مندرجہ بالا عقائد ونظریات کے حامل لوگ مسلمان ہیں یا کافر؟ نیز جو مسلمان ان عقائد ونظریات کو مان لے تو کیا وہ مرتد سمجھا جائے گا یا نہیں؟

نیز ایسے لوگوں سے کس حد تک تعلقات کی گنجائش ہے، برائے مہربانی جواب بے غبار دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ سوالات میں غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان میں سے کچھ ایسے عقائد ہیں جن کی وجہ سے ان عقائد کی حامل جماعت دائرہ اسلام سے خارج اور زندیق ہے، اوران سے تعلقات رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے، نیز جو شخص ان کے عقائد کو مان لے اوران کو اچھا سمجھے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

”والثانی انه قدتواتر وانعقد الاجماع علی نزول عیسی ابن مریم علیه السلام فتاویل هذه وتحریفه کفر ایضاً وقدقال فی روح المعانی وهومن محقق المتأخرین انّ من لم یقل بنزوله فقداکفره العلماء وعلی القاعدة فی انکار ماتواترفی الشرح“......(اکفار الملحدین : ۱۱)

”قال التفتازانی فی قصدالطالبین فی اصول الدین الکافران اظهر الایمان خص باسم المنافق وان کفر بعدالاسلام فبالمرتد وان قال بتعددالآلهة فبالمشرک وان تدین ببعض الادیان فبالکتابی وان اسندالحوادث الی الزمان واعتقده قدمه فبالدهری وان نفی الصانع فبالمعطل وان ابطن عقائد هی کفر بالاتفاق فبالزندیق ....وقال فی شرحه وان کان مع اعترافه بنبوة النبی ﷺ واظهار شعائرالاسلام ببطن عقائد هی کفر بالاتفاق خص باسم الزندیق وهوفی الاصل منسوب الی الزند اسم کتاب اظهر مزدک فی ایام قباد وزعم انه تاویل کتاب المجوسی الّذی به زرادشت الذی یزعمون انه نبیهم ......قوله المعروف فان الزندیق یموه یکفره ویروج عقیدته الفاسدة ویخرجها فی الصورة الصحیة وهذا معنی ابطان الکفر فلاینافی اظهاره الدعوی الی الضّلال وکونه معروفاً بالاضلال اه“......(اکفارالملحدین :فی ضروریات الدین : ۱۲)

”وذکرشیخ الاسلام فی شرح السیر انّ الرضا بکفرالغیر انمایکون کفرا اذاکان یستجیز الکفر ویستحسنه“......(فتاوی التاتارخانیة:۵/۳۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیک آواز اجتماعی ذکر بالجہر کرنے کا حکم؟

مسئلہ نمبر(۴) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خانقاہی نظام میں ذکر اللہ کی جو مجالس صدیوں سے رائج ہیں جو کبھی اجتماعی، کبھی انفرادی، کبھی ایک آواز سے اور کبھی اپنے شیخ کی متابعت میں آواز ملا کر ذکر کیا جاتا ہے، زید کا کہنا ہے کہ ترتیبات سنت سے ثابت نہیں ہیں، بالخصوص بیک آواز اجتماعی ذکر کسی صورت جائز نہیں بلکہ بدعت ہے، خالد کا کہنا ہے کہ یہ ساری ترتیبیں تعلیم وعلاج کے لیے ہیں سنت سمجھ کر نہیں کی جاتیں، بزرگوں کے تجربات سے محبتِ الٰہی اور حصولِ تقویٰ کے لیے مفید ثابت ہوئی ہیں، جیسا کہ علوم ظاہرہ کے لیے مدارس میں درجات کی ترتیب، نصاب کا تعین اور اوقات کی تقسیم کسی حدیث سے ثابت نہیں بلکہ علماء کے تجربے سے یہ ترتیب مفید معلوم ہوئی، لہٰذا جس طرح تعلیمی ترتیبات بدعت نہیں ہیں اسی طرح حصولِ تزکیہ وتقویٰ کے لیے صدیوں سے

اولیاء اللہ کے ہاں جاری شدہ ترتیبات بھی بدعت نہیں ہوسکتیں، بالخصوص ہمارے اکابر دیوبند کے ہاں بھی یہ ترتیبات رہی ہیں، مثلاً حضرت لاہوریؒ، حضرت زاہد الحسینیؒ، حضرت شیخ الحدیثؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت بہلویؒ، وغیرہم رحمہم اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ کے سلاسل آج تک جاری وساری ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس بات میں فیصلہ صادر فرمائیں کہ ان دونوں دوستوں میں سے کس کی بات اقرب الی الصواب ہے تاکہ ہم سب کے لیے تشفی واطمینان کا ذریعہ بن سکے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ذکر بالجہر کرنا جائز ہے بشرطیکہ جہر مفرط نہ ہو اور نماز پڑھنے والوں کی نماز میں اور کسی کے آرام میں خلل انداز نہ ہو۔

”عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکۃ یطوفون فی الطرق یلتمسون اھل الذکر فاذا وجدوا قوما یذکرون اللہ تنادوا ھلموا الی حاجتکم فیحفون باجنحتھم الی السماء الدنیا قال فیسئلھم ربّھم وھواعلم منھم مایقول عبادی قال یقول یسبّحونک ویکبّرونک ویحمدونک ویمجّدونک قال فیقول ھل رأونی قال فیقولون لا واللہ مارأوک قال فیقول کیف لو رأونی قال یقولون لورأوک کانوا اشدّ لک عبادۃ واشدلک تمجیداً واکثر لک تسبیحاً قال یقول فمایسئلون قالوا یسئلونک الجنۃ قال یقول و ھل رأوھا قال یقولون لا واللہ یارب مارأو ھا قال یقول فکیف لوانھم رأوھا قال یقولون لوانھم رأوھا کانوا اشدعلیھا حرصاً واشد لھا طلباً واعظم فیھا رغبۃً قال فمم یتعوذون قال یقولون من النار قال یقول وھل رأوھا قال یقولون لاواللہ یارب مارأوھا قال یقول فکیف لورأوھا قال فیقولون لورأوھا کانوا اشد منھا فرارًا اواشد لھامخافۃً قال فیقول فانّی اشھدکم انی قدغفرت لھم قال یقول ملک من الملائکۃ فیھم فلان لیس منھم انماء جاء لحاجۃ قال ھم الجلساء لایشقی جلیسھم “......(صحیح البخاری: ۲/۹۴۸)

’’وفی شرف اصحاب الاذکار واھل التصوف الذین یلازمونھا ویواظبون علیھا ‘‘......(حاشیة علی صحیح البخاری :۲/۹۴۸)

’’وفی الحدیث فضل مجالس الذکر والذاکرین وفضل الاجتماع علی ذلک‘‘......(فتح الباری :۱۱/۲۵۵)

’’وفی ھذاالحدیث فضیلة الذکر وفضیلة مجالسه والجلوس مع اھله وان لم یشارکھم وفضل مجالسة الصالحین وبرکتھم ‘‘......(شرح النووی علی المسلم : ۲/۳۴۴)

مسلم شریف کےحاشیہ پرعلامہ نووی رحمہ اللہ نےترجمۃ الباب یوں لکھاہے۔

’’باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر ‘‘......(صحیح مسلم : ۲/۳۴۵)

’’عن ابی ھریرة وابی سعید الخدری انّھما شھداعلی النبی ﷺ انه قال لایقعد قوم یذکرون اللہ عزوجل اّلاحفتھم الملائکة وغشیتھم الرحمة ونزلت علیھم السکینة وذکرھم اللہ فیمن عندہ ‘‘......(صحیح مسلم : ۲/۳۴۵)

’’واما رفع الصوت بالذکر فجائز‘‘......(حاشیة الحموی علی الاشباہ : ۳/۱۹۱)

’’وقدذکر الشیخ عبدالوھاب الشعرانی فی کتابه المسمی ببیان ذکرالذاکر للمذکور والشاکر للمشکور مانصه واجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر اللہ جماعة فی المساجد و غیرھا من غیر نکیر اّلاان یشوش جھرھم بالذکر علی نائم اومصلّ اوقاری کماھو مقررفی کتب الفقه وقدشبه الغزالی ذکرالانسان وحدہ وذکرالجماعة باذان المفردواذان الجماعة قال فکما انّ اصوات المؤذنین جماعة تقطع جرم الھوی اکثر من صوت مؤذن واحد کذالک ذکرالجماعة علی قلب واحد اکثرتاثیرا فی رفع الحجب الکثیفة من ذکر شخص واحد‘‘......(حاشیة الحموی علی الاشباہ : ۳/۱۹۱)

”اقول وبالله التوفيق ومنه الوصول الى التحقيق هذه عبارات اصحابنا فانظر كيف اضطربت آراء هم واختلفت اقوالهم فمن تجوز ومن عدم ومن قائل انه بدعة ومن قائل انه مكروه والاصح هوالجواز مالم يجاوز الحد كمااختاره خيرالرملی“......(سباحة الفكر فی الجهر بالذكر ،رسائل اللكهنوی: ۳/۴۷۱)

”وفی تعليق الانوار حاشية الدرالمختار قوله ورفع الصوت بذكر الله لماروی عن عبدالله بن مسعود انّه رأی قوماً يهللون برفع الصوت فی المسجد فقال مااراكم الّا مبتدعين وامر باخراجهم لكن قال العلامة الحضنی فی رسالة فضل التسبيح والتهليل مانقل عن ابن مسعود غيرثابت بدليل مافی كتاب الزهد بالسند الی ابی وائل وانه قال هؤلاء يزعمون انّ عبدالله بن مسعود كان ينهی عن الذكر ماجلسته مجلسا الّاذكرالله ای جهراً“......(سباحة الفكر فی الجهربالذكر ،رسائل اللكهنوی :۳/۴۶۷)

”ونص الشعرانی فی ذكر الذاكر للمذكور والشاكر للمشكور مالفظه واجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذكرالله تعالی جماعة فی المساجد وغيرها من غيرنكير الاان يشوش جهرهم بالذكر علی نائمٍ اومصلٍ اوقارئٍ القرآن كماهومقررفی كتب الفقه“......(حاشية الطحطاوی علی المراقی الفلاح :۳۱۸)

ان اکابر کی تصریحات وتشریحات کے بعد موجودہ دور کے بے ہودہ لوگوں کی طرف بالکل توجہ نہیں دینی چاہیئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جاوید احمد غامدی کے عقائد ونظریات اور اس کا حکم:(۱)

مسئلہ نمبر(۵) مکرم ومحترم جناب حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب رئیس دارالافتاء جامعۃ الحمید لاہور مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

دین اسلام کامل و مکمل دین اور ربانی ضابطہ حیات ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ بزرگ و برتر نے اپنے ذمہ لی ہے ،اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں بہت سے فتنوں نے جنم لیا اور اسلامی عمارت کو ڈھانے کی بھرپور کوشش کی لیکن اللہ تعالی نے علمائے امت کے ہاتھوں ان فتنوں کے تارو پود بکھیر دیے اور حق کو بالکل واضح کر دیا، اسی طرح کا ایک فتنہ گزشتہ ڈیڑھ سو برس سے مغرب سے مرعوبیت کے زیر اثر جدت پسند الحادی فکر کا پیدا ہوا ہے، جس کی کوکھ سے بے شمار فتنے معرض وجود میں آرہے ہیں ،اور اگر فی زمانہ اس فتنے کو ''ام الفتن'' کہا جائے تو بے جانہ ہوگا، ٹی وی کے ایک اسکالر جناب جاوید احمد غامدی صاحب آج کل اسی تجدد پسندی الحادی فکر کے علم بردار ہیں ،موصوف کی آراء وافکار نے ایک مستقل مکتب فکر یا نئے مذہب کی شکل اختیار کر لی ہے، جس کا بنیادی مقصد امت مسلمہ کو اس کے قابل فخر، قابل رشک اور مضبوط ماضی سے کاٹنا اور اسے دین اسلام کی چودہ سو سالہ متفقہ اور متوارث تعبیر سے محروم کرنا ہے، یہ فتنہ شاید اس قدر پروان نہ چڑھتا اگر بعض علماء بھی جدت پسندی کی اس پرفریب وادی میں نہ اترتے ،اب چونکہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اس طرز فکر کی بے جا پذیرائی کے سبب یہ فتنہ ہمارے دروازہ پر آکھڑا ہوا ہے، بلکہ سادہ لوح عوام پے در پے اس کا شکار ہوتے جارہے ہیں، اس لیے آپ حضرات کے سامنے غامدی صاحب کے چند بنیادی افکار و آراء باحوالہ پیش خدمت ہیں، براہ کرم ہمیں یہ بتایا جائے کہ یہ باتیں اسلام یا اہل سنت والجماعت کے عقائد کے موافق ہیں یا مخالف؟

(۱) قرآن کی صرف ایک ہی قراءت ہے، باقی قراءتیں قرآن نہیں، بلکہ فتنہ عجم کی باقیات ہیں۔

''قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں امت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس وقت تلاوت کر رہی ہے، یہ تلاوت جس قراءت کے مطابق کی جاتی ہے اس کے سوا کوئی دوسری قراءت نہ قرآن ہے اور نہ اسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے'' (میزان، ص 27، ناشر المورد طبع پنجم فروری 2010ء طابع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

یہ بات بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قراءت ہے جو ہمارے مصحف میں ثبت ہے اس کے علاوہ اس کی جو قراءتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی یا پڑھائی جاتی ہے یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں وہ سب انہیں فتنوں کی باقیات ہیں جن کے اثرات سے ہمارے علوم کا کوئی شعبہ افسوس ہے کہ محفوظ نہیں رہ سکا'' (میزان، ص 32 بحوالہ بالا)

(۲) حدیث سے قرآن کے نسخ اور اس کی تحدید و تخصیص کا مسئلہ محض سوء فہم اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔

’’حدیث سے قرآن کے نسخ اور اس کی تحدید و تخصیص کا مسئلہ محض سوءِ فہم اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے، اس طرح کا کوئی نسخ یا تحدید و تخصیص سرے سے واقع ہی نہیں ہوئی کہ اس سے قرآن کی یہ حیثیت کہ وہ میزان اور فرقان ہے کسی لحاظ سے مشتبہ قرار پائے‘‘، (میزان، ص:35، حوالہ بالا)

(۳) جانوروں کی حلت اور حرمت کا معیار انسانی عقل و فطرت ہے۔

’’خدا کی شریعت نے بھی ان جانوروں کی حلت و حرمت کو اپنا موضوع نہیں بنایا، بلکہ صرف یہ بتا کر کہ تمام طیبات حلال اور تمام خبائث حرام ہیں انسان کو اس کی فطرت ہی کی رہنمائی پر چھوڑ دیا ہے، چنانچہ شریعت کا موضوع اس باب میں صرف وہ جانور اور ان کے متعلقات ہیں جن کی حلت و حرمت کا فیصلہ تنہا عقل و فطرت کی رہنمائی میں کر لینا انسان کے لیے ممکن نہ تھا......لوگوں کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اسے بیان فطرت کی بجائے بیان شریعت سمجھا‘‘ (میزان، ص:37,36، حوالہ بالا)

(۴) سنت خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتی اس کا ماخذ امت کا اجماع ہے:

جس طرح قرآن خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح سنت بھی اس سے ثابت نہیں ہوتی، لہذا قرآن ہی کی طرح سنت کا ماخذ بھی امت کا اجماع ہے‘‘ (میزان، ص:60، حوالہ بالا)

(۵) اخبار آحاد سے دین میں کسی عقیدہ وعمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا:

’’نبی ﷺ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کی روایتیں جو زیادہ تر اخبار آحاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں اور جنہیں اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ وعمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا‘‘ (میزان، ص:61، حوالہ بالا)

(۶) معروف و منکر کا معیار انسانی فطرت ہے:

’’قرآن کی دعوت اس کے پیش نظر جن مقدمات سے شروع ہوتی ہے وہ یہ ہیں (۱) فطرت کے حقائق (۲) دین ابراہیمی کی روایت (۳) نبیوں کے صحائف، پہلی چیز کا تعلق ایمان اور اخلاق کے بنیادی حقائق سے ہے اور اس کے ایک بڑے حصے کو وہ اپنی اصطلاح میں معروف و منکر سے تعبیر کرتا ہے، یعنی وہ باتیں جو انسانی فطرت میں خیر و شر کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہیں اور وہ جن سے فطرت ابا کرتی ہے اور انہیں برا سمجھتی ہے‘‘ (میزان، ص:45، حوالہ بالا)

(۷) کسی کو کافر قرار دینا پیغمبر کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں:

''کسی کو کافر قرار دینا ایک قانونی معاملہ ہے، پیغمبر اپنے الہامی علم کی بنیاد پر کسی گروہ کی تکفیر کرتا ہے، یہ حیثیت اب کسی کو حاصل نہیں'' (ماہنامہ اشراق، ص: 55,54، دسمبر 2000ء)

(۸) کسی چیز کو زکوۃ سے مستثنیٰ قرار دینے یا زکوۃ کا کوئی بھی نصاب مقرر کرنے کا ریاست کو اختیار ہے:

''ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز کو زکوۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے اور جن چیزوں سے زکوۃ وصول کرے، ان کے لیے دستور کے مطابق کوئی نصاب بھی مقرر کر سکتی ہے'' (میزان، ص: 351، حوالہ بالا)

(۹) ارباب حل وعقد اگر چاہیں تو دیت کو نئے سرے سے مرتب کر سکتے ہیں۔

''قرآن کا حکم یہی ہے کہ دیت معاشرے کے دستور اور رواج کے مطابق ادا کی جائے ...... چنانچہ اس نے اس معاملے میں معروف کی پیروی کا حکم دیا ہے، قرآن کے اس حکم کے مطابق ہر معاشرہ اپنے ہی معروف کا پابند ہے ...... کسی معاشرے کے ارباب حل وعقد اگر چاہیں تو اپنے اجتماعی مصالح کے لحاظ سے انہیں نئے سرے سے مرتب کر سکتے ہیں'' (میزان، ص: 621,620، حوالہ بالا)

(۱۰) مرتد کے قتل کی سزا زمانہ رسالت کے مشرکین کے لیے خاص ہے:

''یہی وہ ارتداد ہے جس کے بارے میں رسول ﷺ نے فرمایا ''**من بدل دينافاقتلوه**'' نبی ﷺ کے اس حکم میں ''**من**'' اسی طرح زمانہ رسالت کے مشرکین کے لیے خاص ہے، جس طرح اوپر ''**امرت ان اقاتل الناس**'' میں ''**الناس**'' ان کے لیے خاص ہے...... ہمارے فقہاء کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے ''**الناس**'' کی طرح اسے قرآن میں اس کی اصل سے متعلق کرنے اور قرآن وسنت کے باہمی ربط سے اس حدیث کا مدعا سمجھنے کی بجائے اسے عام ٹھہرا کر ہر مرتد کی سزا موت قرار دیا اور اس طرح اسلام کے حدود وتعزیرات میں ایک ایسی سزا کا اضافہ کر دیا جس کا وجود ہی اسلامی شریعت میں ثابت نہیں ہے'' (البرہان، ص: 143,142، ناشر: المورد، طبع ششم، فروری 2009ء طابع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

(۱۱) کنوارے زانیوں کی طرح شادی شدہ زانیوں کی اصل سزا بھی سو کوڑے ہی ہے:

''امام حمید الدین فراہی کی اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ زانی کنوارا ہو یا شادی شدہ، اس کی اصل سزا تو سورۃ نور میں قرآن کے صریح حکم کی بناء پر سو کوڑے ہی ہے، لیکن اگر مجرم زنا بالجبر کا ارتکاب کرے یا بدکاری کو پیشہ بنا لے یا کھلم کھلا اوباشی پر اتر آئے یا اپنی آوارہ منشی، بدمعاشی اور جنسی بے راہ روی کی بناء پر شریفوں کی عزت وناموس کے لیے خطرہ بن جائے یا مردہ عورتوں کی نعش قبروں سے نکال کر ان سے بدکاری کا مرتکب ہو یا اپنی دولت اور اقتدار کے نشے میں غرباء کی بہو بیٹیوں کو سر بازار برہنہ کرے یا کم سن بچیاں بھی اس کی درندگی سے محفوظ نہ رہیں تو مائدہ کی اس آیت

محاربہ کی رو سے اسے رجم کی سزا بھی دی جاسکتی ہے......زنا کی سزا کے بارے میں اپنا جو نقطہ نظر ہم نے اوپر بیان کیا ہے، اس سے یہ حقیقت بالکل مبرہن ہو جاتی ہے کہ کنوارے زانیوں کی طرح شادی شدہ زانیوں کی سزا بھی قرآن مجید کی رو سے ضرب تازیانہ ہی ہے'' (البرہان، ص: 92,91، حوالہ بالا)

(۱۲) اولاد میں صرف لڑکیاں ہوں تو سارا ترکہ انہیں دیا جائے گا:

''اولاد میں صرف لڑکے یا لڑکیاں ہوں تو سارا ترکہ دونوں میں سے جو موجود ہوگا اسے دیا جائے گا''

(میزان، ص: 517، حوالہ بالا)

(۱۳) والد کو حصہ دینے کے بعد اولاد میں اگر تنہا لڑکیاں ہی ہوں، تو بچے ہوئے ترکے ہی کا دوتہائی یا آدھا دیا جائے گا:

''اس وجہ سے یہ ضروری ہے کہ ابا کا حصہ پہلے دیا جائے اور باقی جو کچھ بچے وہ اس کے بعد بچوں میں تقسیم کیا جائے......اسی طرح میت کی اولاد میں اگر تنہا لڑکیاں ہی ہوں تو انہیں بھی اس بچے ہوئے ترکہ ہی کا دوتہائی یا آدھا دیا جائے گا، ان کے پورے ترکے میں سے کسی حال میں ادا نہ ہوں گے'' (میزان، ص: 520، حوالہ بالا)

(۱۴) ظہور مہدی اور مسیح علیہ السلام کا آسمان سے نزول محل نظر ہے:

''ظہور مہدی اور مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نزول کو بھی قیامت کی علامات میں شمار کیا جاتا ہے، ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ظہور مہدی کی روایتیں محدثانہ تنقید کے معیار پر پوری نہیں اترتیں، ان میں کچھ ضعیف ہیں اور کچھ موضوع ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ بعض روایتوں میں جو سند کے لحاظ سے قابل قبول ہیں ایک فیاض خلیفہ کے آنے کی خبر دی گئی ہے، لیکن دقت نظر سے غور کیا جائے تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا مصداق سیدنا عمر بن عبدالعزیز تھے جو خیر القرون کے آخری خلیفہ بنے......نزول مسیح کی روایتوں کو اگرچہ محدثین نے بالعموم قبول کیا ہے، لیکن قرآن مجید کی روشنی میں دیکھیے تو وہ بھی محل نظر ہیں'' (میزان، ص: 178,177، حوالہ بالا)

(۱۵) منکرین حق کے خلاف جنگ اور مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انہیں محکوم بنانا اب ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے:

''یہ بالکل قطعی ہے کہ منکرین حق کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انہیں محکوم اور زیر دست بنا کر رکھنے کا حق اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے، قیامت تک کوئی شخص اب دنیا کی کسی قوم پر اس مقصد سے حملہ کر سکتا ہے اور نہ کسی مفتوح کو محکوم بنا کر اس پر جزیہ عائد کرنے کی جسارت کر سکتا ہے، مسلمانوں کے لیے قتال کی ایک ہی صورت باقی رہ گئی ہے اور وہ ظلم و عدوان کے خلاف جنگ ہے، اللہ کی راہ میں قتال اب یہی ہے'' (میزان، ص: 599، حوالہ بالا)

(۱۶)　خدا، آخرت پر یقین اور اچھے اعمال کرنے والا کسی بھی مذہب کو ماننے والا ہو وہ جنت کا حق دار ہے:

''جنت میں جانے کا معیار قرآن میں بیان ہے، خدا اور آخرت پر یقین، اچھے اعمال کرنا اور جرائم سے دور رہنا، خواہ اب وہ مسلمان ہو، یہودی ہو، یا کسی بھی مذہب کو ماننے والا جنت کا حق دار ہے'' (سالانہ مجلّہ مصعبی، سال 2008ء2009ء ص:15، لاہور)

(۱۷)　ڈاڑھی رکھنا دین کا کوئی حکم نہیں ہے:

''اسے باعث سعادت سمجھنا چاہیئے لیکن یہ دین کا کوئی حکم نہیں ہے، لہذا اگر کوئی شخص ڈاڑھی نہیں رکھتا تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی فرض یا واجب کا تارک ہے، یا اس نے کسی حرام یا ممنوع فعل کا ارتکاب کیا ہے'' (مقامات، ص:139,138 ناشر: المورد طبع اول، نومبر 2008ء طابع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

یہ جناب غامدی صاحب کے مشتے نمونہ از خروارے چند بنیادی نظریات وافکار کی نشاندہی ہے، جوانہوں نے جدید دین کی تعبیر میں ذکر کیے ہیں اور ان کے شاگرد وفیض یافتہ تو اس معاملہ میں ان سے دس قدم آگے ہیں، لہذا اب سوال یہ ہے کہ:

(۱)　آیا یہ افکار ونظریات قرآن وسنت کی روشنی میں درست ہیں؟

(۲)　جوان نظریات کا حامل ہو اس کا کیا حکم ہے؟

(۳)　مذکورہ بالا نظریات کے حاملین اور غامدی صاحب کے پیروکاروں سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

(۴)　ان لوگوں سے نکاح کرنا، ان کی خوشی وغمی میں شریک ہونا درست فعل ہے؟

(۵)　اس قسم کے نظریات کے حامل شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

(۶)　غامدی صاحب اور ان سے متاثر نام نہاد تحقیق والے اسکالرز کے لٹریچر کی نشر واشاعت کرنا جائز ہے؟

(۷)　عوام کے لیے ان لوگوں کی تحریر وتقریر کا پڑھنا سننا کیسا ہے؟

(۸)　غامدی فتنہ کی تردید کے لیے علماء کرام پر کیا ذمے داری عائد ہوتی ہے؟

مذکورہ بالا باتوں یا دیگر ان کے فاسد عقائد وباطل نظریات سے متعلق اگر مواد کی تفصیل مطلوب ہو تو درج ذیل ویب سائٹس کو دیکھا جاسکتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com

www.ghajidi,net

www.al-mawrid.org pages download -books,php
www,al-mawrid .org

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال یہ شخص زندیق ہےاوراس کی کتابوں کامطالعہ کرنا ناجائز ہے۔

”الثانی انه قدتواتر وانعقد الاجماع علٰی نزول عیسی بن مریم علیه السلام فتاویل هذه وتحریفه کفرایضاً وقدقال فی روح المعانی وهومن محققی المتاخرین ......ان من لم یقل بنزوله فقداکفره العلماء وهوعلی القاعدة فی انکاره ماتواترفی الشرع“......(اکفارالملحدین فی ضروریات الدین: ۱ ۱)

”قال التفتازانی فی مقاصد الطالبین فی اصول الدین الکافر ان اظهر الایمان خصّ باسم المنافق وان کفر وان تدین ببعض الادیان فبالکتابی وان اسند الحوادث الی الزمان واعتقد قدمه فبالدهری وان نفی الصانع فبالمعطل وان ابطن عقائد هی بالاتفاق فبالزندیق ......وقال فی شرحه قدظهر انّ الکافر اسم لمن لاایمان له فان اظهر الایمان خصّ باسم المنافق وان طرء کفره بعدالاسلام خصّ باسم المرتد لرجوعه عن الاسلام وان قال بالٰهین اواکثر خصّ باسم المشرک لاثباته الشریک فی الالوهیة وان کان متدیناً ببعض الادیان والکتب المنسوخة خصّ باسم الکتابی کالیهودی والنّصرانی وان کان یقول بقدم الدهر واسنادالحوادث الیه خصّ باسم الدهری وان کان لایثبت الباری تعالی خص باسم المعطل وان کان مع اعترافه بنبوة النبیﷺ واظهار شعائرالاسلام یبطن عقائدهی کفربالاتفاق خص باسم الزندیق وهوفی الاصل منسوبٌ الی الزند اسم کتاب اظهر مزدک فی ایام قباد وزعم انه تاویل کتاب المجوس الذی جاء به زرادشت الّذی یزعمون انّه نبیهم قوله المعروف اه فانّ الزندیق یموه کفره ویروج عقیدته الفاسدة ویخرجها فی الصورة الصحیحة وهذا معنی ابطان الکفر فلاینافی اظهاره الدعوی الی

الضلال و کونہ معروفاً بالاضلال اہ“......(اکفار الملحدین فی ضروریات الدین : ۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جاوید احمد غامدی کے عقائد ونظریات اور اس کا حکم: (۲)

مسئلہ نمبر(۶) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین جاوید احمد غامدی کے بارے میں، جس کے مذکورہ ذیل عقائد وخیالات ہیں اور ان کی دعوت واشاعت میں ہمہ تن مصروف ہے، شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی رو سے اس کا کیا حکم ہے؟

(۱) حیات ونزول عیسیٰ کا منکر ہے، کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں۔(میزان، علامات قیامت، ص: ۱۷۸، طبع مئی ۲۰۱۴)

(۲) ظہور مہدی کا بھی منکر ہے، کہتا ہے کہ قیامت کے قریب کوئی مہدی نہیں آئے گا، اگر کوئی مہدی تھا تو وہ عمر بن عبد العزیز تھے جو گزر گئے۔(میزان، علامات قیامت، ص: ۱۷۷، طبع مئی ۲۰۱۴)

(۳) مرزا غلام احمد قادیانی، غلام احمد پرویز سمیت کسی کو بھی کافر تسلیم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ کسی بھی امتی کو کسی کی تکفیر کا حق نہیں ہے۔(اشراق، اکتوبر ۲۰۰۸ ص: ۶۷، جنوری ۲۰۱۰ء ص، ۶۳)

(۴) حجیت حدیث کا منکر ہے، اس کا کہنا ہے کہ حدیث سے دین میں کسی عمل یا عقیدے کا اضافہ بالکل نہیں ہوسکتا حدیث شریف اور سنت رسول سے قرآن پاک کی تخصیص وتحدید کا بھی منکر ہے، کہتا ہے کہ حدیث مبارکہ میں جو چیز (اس کے) علم وعقل کے مسلمات کے خلاف ہو وہ ناقابل قبول ہے۔(میزان، ص: ۱۵، ۶۱، ۶۲، طبع مئی ۲۰۱۴ء)

(۵) سنت کے قبول کے لیے بھی قرآن پاک کی طرح تواتر کی شرط لگاتا ہے، اس کے نزدیک سنتوں کی کل تعداد صرف ۲۷ ہے، باقی تمام سنتوں کا منکر ہے، مثلاً آپ ﷺ کے مختلف اعمال، نفلی عبادات، مرغوب طعام، لباس وغیرہ کی سنیت کا منکر ہے۔(میزان، ص، ۱۴، ۲۵، ۵۷، ۵۸، ۶۰)

(۶) ڈاڑھی کو سنت اور دین کا حصہ نہیں مانتا (مقامات، ص: ۱۳۸، طبع نومبر ۲۰۰۸)

(۷) اجماع کا منکر ہے اور اسے ”دین میں بدعت کے اضافے“ سے تعبیر کرتا ہے (اشراق، اکتوبر ۲۰۱۱، ص، ۲)

(۸) مرتد کی شرعی سزا کا بھی منکر ہے، کہتا ہے وہ صرف نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص تھی (اشراق، اگست ۲۰۰۸ء، ص: ۵۹)

(۹) محصن زانی کے لیے رجم کو، شراب نوشی کی شرعی سزا کو حد تسلیم نہیں کرتا (برہان،ص:۳۵ تا ۱۴۶،طبع فروری ۲۰۰۹ء)

(۱۰) کہتا ہے کہ اسلام میں فساد فی الارض اور قتل نفس کے علاوہ کسی بھی جرم کی سزا قتل نہیں ہوسکتی (برہان ص:۱۴۶،طبع فروری ۲۰۰۹ء)

(۱۱) قرآن پاک کی صرف ایک قرآت مانتا ہے، باقی قراءتوں کو عجم کا فتنہ قرار دیتا ہے (میزان،ص:۳۲طبع اپریل ۲۰۰۲ء......بحوالہ تحفہ غامدی از مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم)

(۱۲) تمام فقہاء کرام کی آراء کو اپنے علم وعقل کی روشنی میں پرکھنے کا قائل ہے (سوال وجواب،ہٹس ۷۲۷، ۱۹ جون ۲۰۰۹ء)

(۱۳) ہر آدمی کو اجتہاد کا حق دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اجتہاد کی اہلیت کی کوئی شرائط متعین نہیں ہیں جو سمجھے کہ اسے تفقہ فی الدین حاصل ہے وہ اجتہاد کرسکتا ہے (سوال وجواب،ہٹس ۶۱۲،تاریخ اشاعت: ۱۰ مارچ ۲۰۰۹ء)

(۱۴) غلبہ دین کے لیے اقدامی جہاد کا منکر ہے، کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے بعد غلبہ دین کی خاطر جہاد ہمیشہ کے لیے ختم ہے (اشراق، اپریل ۲۰۱۱ء،ص:۲))

(۱۵) تصوف کو عالمگیر ضلالت قرار دیتا ہے اور اسے اسلام سے متوازن ایک الگ دین کہتا ہے (برہان،ص:۱۸۱ تا ۲۱۰،طبع ششم فروری،۲۰۰۰ء)

(۱۶) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور یزید کو بہت متحمل مزاج اور عادل بادشاہ کہتا ہے، نیز واقعہ کربلا کو سو فیصد افسانہ قرار دیتا ہے۔(بحوالہ غامدیت کیا ہے؟ از مولانا عبدالرحیم چاریاری)

(۱۷) مسلم وغیر مسلم اور مرد وعورت کی گواہی میں فرق کا قائل نہیں ہے، سب کی گواہی کو یکساں کہتا ہے (برہان، ص:۲۵ تا ۳۴،طبع ششم،فروری ۲۰۰۹ء)

(۱۸) کہتا ہے کہ زکوۃ کے نصاب میں ریاست کو تبدیلی کا حق حاصل ہے (اشراق، جون ۲۰۰۸ء،ص:۷۰)

(۱۹) یہود ونصاری کے لیے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کو ضروری قرار نہیں دیتا کہ اس کے بغیر بھی ان کی بخشش ہوجائے گی (ایضاً)

(۲۰) موسیقی کو فی نفسہ جائز کہتا ہے (اشراق،فروری ۲۰۰۸ء ص:۶۹ ...... جولائی، ۲۰۰۸ء،ص:۶۷ ...... مارچ، ۲۰۰۹ء،ص:۶۹)

(۲۱) بت پرستی کے لیے بنائی جانے والی تصویر یا مجسمے کے علاوہ ہر قسم کی تصویروں کو جائز کہتا ہے (اشراق، مارچ، ۲۰۰۹ء، ص: ۶۹)

(۲۲) بیمہ کو جائز قرار دیتا ہے (اشراق، جون ۲۰۱۰ء، ص: ۲)

(۲۳) یتیم پوتے کو دادے کی وراثت کا حقدار کہتا ہے، مرنے والی کی وصیت کو ایک ثلث تک محدود نہیں مانتا، نیز وارثوں کے حق میں بھی وصیت کو درست مانتا ہے (اشراق، مارچ ۲۰۰۸ء ص: ۶۳...... جون، ۲۰۱۱ء، ص: ۲...... مقامات، ص: ۱۴۰، طبع نومبر ۲۰۰۸)

(۲۴) سور کی نجاست کو صرف گوشت تک محدود کرتا ہے اس کے بال، ہڈیوں، کھال وغیرہ سے دیگر فوائد اٹھانے کو جائز کہتا ہے (اشراق، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص: ۷۹...... بحوالہ: غامدیت کیا ہے؟)

(۲۵) غامدی کا یہ بھی نظریہ ہے کہ سنت صرف دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جن کو نبی کریم ﷺ نے دین کی حیثیت سے جاری فرمایا، اور یہ قرآن سے مقدم ہے (لہذا اگر کہیں قرآن کا ٹکراؤ دین ابراہیمی کی اس روایت سے ہو جائے تو قرآن کی بجائے اسی کو ترجیح ہوگی، اور دین ابراہیمی کی روایت سے غامدی کی مراد یہود ونصاری کا متواتر فکر و عمل ہے (ناقل، میزان، ص: ۱۴، ۴۷، طبع مئی ۲۰۱۴ء)

(۱) جاوید غامدی کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ مسلمان ہے یا کافر...... اگر مسلمان ہے تو اہل سنت میں سے ہے یا ضال ومضل؟

(۲) اس کو مذہبی ودینی پیشوا بنانا اور اس سے شرعی احکام کے متعلق سوالات کرنا کیسا ہے؟

(۳) اس کے نظریات وخیالات کی تائید یا ترویج واشاعت کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟

(۴) اس کے گروہ میں شمولیت اور اس کے ادارے کی رکنیت حاصل کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۵) عوام الناس کے لیے اس کے بیانات سننا یا اس کی اور اس کے تلامذہ ومتبعین کی تحریریں پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی...... حافظ محمد عدیل عمران، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

جاوید احمد غامدی جو اپنے مخصوص خیالات وافکار اور معتقدات کے داعی ہیں، جن کی ترجمانی ان کا ادارہ ''المورد'' اور اس کے تحت پرنٹڈ والیکٹرانک میڈیا کے مختلف شعبے ''اشراق'' اور ''رینی رساں'' نامی اردو وانگریزی رسالے، ویب سائٹ، ان کی کتب (میزان، برہان، مقامات اور الاسلام وغیرہ) اور بعض ٹی وی چینل مسلسل کر رہے ہیں، ان کے تلامذہ اور ادارے کے اراکین اپنی تحریرات وتقریرات میں ہر فورم پر ماحول وصورتحال کے پیش نظر مختلف

ناموں سے ان کے افکار کی اشاعت کر رہے ہیں، مختلف قومی روزناموں، ویب سائٹس، فیس بک اکاؤنٹس اور ٹی وی چینلوں سے لے کر، ماہانہ رسالوں، مختصر کتابچوں اور ضخیم کتابوں تک ہر صورت میں ان کے خیالات کو مختلف انداز وتعبیرات میں پھیلایا جا رہا ہے، حالات سے واقفیت رکھنے والے علماء تو ان کے الحاد وزندقہ سے واقف ہیں، لیکن عوام الناس بلکہ بعض ضعیف الفکر خواص بھی آئے دن ان کے خیالات سے متاثر اور ان کے افکار کے گرویدہ ہوتے جا رہے ہیں، اس لیے عوام وخواص سب کی آگاہی کے لیے حضرات علماء کرام سے مندرجہ ذیل استفتاء کیا جاتا ہے۔

ملحوظ رہے کہ غامدی صاحب اپنی تحریروں کی مختلف اشاعتوں (ایڈیشن) میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں، کسی قابل اعتراض بات پر کوئی اہل علم گرفت کرتا ہے تو اگلے ایڈیشن میں اسی مفہوم کو دوسرے الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں، اور ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ ان کا مفہوم بھی ادا ہو جائے اور کسی قسم کا کوئی شرعی حکم بھی ان کے اوپر نہ لگ سکے، اور اکثر ایسا کرتے ہیں کہ بغیر رجوع وتوبہ اور اعتراف غلطی کے بالکل خاموشی سے کسی بات کو حذف کر دیتے ہیں، اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک کتاب پر گرفت ہوئی تو پوری کی پوری کتاب فوراً مارکیٹ سے اٹھوا لی اور پھر نئے انداز سے شائع کر کے اسی پر ''طبع اول'' لکھ دیا، اس قسم کے طرز عمل کے نمونے ملاحظہ کرنے کے لیے ماہنامہ ''بینات'' میں مطبوعہ جناب خالد جامعی صاحب کا مضمون ' جناب جاوید غامدی صاحب کی دین فہمی......اور ان کے خود ساختہ اصول دیکھا جا سکتا ہے۔

آئندہ اوراق میں درج ذیل مسائل سے متعلق غامدی صاحب کے موقف کے حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں۔

(۱)......حیات عیسیٰ علیہ السلام (۲)......ظہوری مہدی علیہ الرضوان (۳)......مسئلہ تکفیر (۴)......حجیت حدیث (۵)......تصور سنت (۶)......ڈاڑھی (۷)......اجماع (۸)......مرتد کی شرعی سزا (۹)......رجم اور شراب نوشی کی شرعی سزا (۱۰)......سزائے قتل (۱۱)......قرأت قرآن (۱۲)......فقہاء کرام کی آراء (۱۳)......اجتہاد (۱۴)......اقدامی جہاد (۱۵)......تصوف (۱۶)......حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی توہین (۱۷)......مسلم وغیر مسلم اور مرد وعورت کی گواہی (۱۸)......زکوۃ کے نصاب میں تبدیلی کا حق (۱۹)...... نبی کریم ﷺ پر ایمان (۲۰)......موسیقی (۲۱)......تصویر (۲۲)......بیمہ (۲۳)......یتیم پوتے کی وراثت اور وصیت کی تعمیم (۲۴)......سور کی نجاست (۲۵)......سنت۔

حوالہ جات

استفتاء میں جاوید احمد غامدی صاحب کے جو نظریات وخیالات ذکر کیے گئے ہیں ان کی پوری تفصیل تو غامدی

صاحب کی کتب ورسائل ہی میں مل سکتی ہے ،قدرے تفصیل کے ساتھ مختلف حوالہ جات ہم نے جمع کر کے یہاں غامدی صاحب یاان کے تلامذہ کے اصل الفاظ نقل کردیے ہیں، تاکہ مفتیان کرام ان کے موقف سے پوری طرح آگاہ ہوسکیں ،ان حوالہ جات میں غامدی صاحب کی کتب میزان، برہان، مقامات، ان کے رسالہ ''اشراق'' اوران کی ویب سائٹ ''المورد'' سے اکثر حوالہ جات بندہ نے بذات خود نقل کیے ہیں ،بعض حوالہ جات مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب کی کتاب ''غامدیت کیا ہے؟'' سے اور بعض مفتی عبدالواحد مدظلہم کے رسالہ ''تحفہ غامدی'' سے لیے ہیں، جہاں جہاں ان دو سے حوالہ لیا ہے وہاں ان کا حوالہ دیدیا ہے، باقی سب بندہ ناچیز نے اپنی گناہ گار آنکھوں سے دیکھ کر خود لکھے ہیں۔

(عدیل عمران، لاہور)

(ا)......حیات عیسیٰ علیہ السلام:

(ا) سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ قرآن مجید سے میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کی روح قبض کی گئی ......اوراس کے فوراً بعدان کا جسد مبارک اٹھالیا گیا تاکہ یہوداس کی بے حرمتی نہ کریں، یہ میرے نزدیک ان کے منصب رسالت کا ناگزیر تقاضا تھا چنانچہ قرآن مجید نے اسے اسی طرح بیان کیا ہے، اس میں دیکھ لیں ''توفی'' وفات کے لیے اور ''رفع'' اس کے بعد جسم کے لیے بالکل صریح ہے (ماہنامہ اشراق، اپریل ۱۹۹۵ء صفحہ ۴۵، ......بحوالہ تحفہ غامدی از مفتی عبدالواحد مدظلہم''

(۲) حضرت مسیح کو یہود نے صلیب چڑھانے کا فیصلہ کرلیا تو فرشتوں نے ان کی روح ہی قبض نہیں کی ان کا جسم بھی اٹھا کرلے گئے کہ مبادا یہ سرپھری قوم اس کی توہین کرے (اشراق جولائی ۱۹۹۴ء صفحہ ۳۲......بحوالہ ''تحفہ غامدی'' ازمولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم ص ۵۸)

(۳) ان کے علاوہ ظہور مہدی اور مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نزول کو بھی علامات قیامت میں شمار کیا جاتا ہے ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ نزول مسیح کی روایتوں کو اگرچہ محدثین نے بالعموم قبول کیا ہے لیکن قرآن کی روشنی میں دیکھیے تو وہ بھی محلِ نظر ہیں۔

اولاً اس لیے کہ مسیح علیہ السلام کی شخصیت قرآن مجید میں کئی پہلوؤں سے زیر بحث آئی ہے، ان کی دعوت اور شخصیت پر قرآن نے جگہ جگہ تبصرہ کیا ہے، روز قیامت کی ہلچل بھی قرآن کا خاص موضوع ہے، ایک جلیل القدر پیغمبر کا زندہ آسمان سے نازل ہوجانے کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے، لیکن موقع بیان کے باوجود اس واقعے کی طرف کوئی ادنیٰ اشارہ بھی قرآن کے بین الدفتین کسی جگہ مذکور نہیں ہے، علم وعقل اس خاموشی پر مطمئن ہوسکتے ہیں؟ اسے باور کرنا آسان نہیں ہے۔

ثانیاً اس لیے کہ سورۃ مائدہ میں قرآن کریم نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک مکالمہ نقل کیا ہے جو قیامت کے دن ہوگا، اس میں اللہ تعالیٰ ان سے نصاریٰ کی اصل گمراہی کے بارے میں پوچھیں گے کہ کیا تم نے یہ تعلیم انہیں دی تھی کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود بناؤ، اس سوال کے جواب میں دوسری باتوں کے ساتھ یہ بھی کہیں گے کہ میں نے تو ان سے وہی بات کہی تھی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا اور جب تک میں ان کے اندر موجود رہا، اس وقت تک دیکھتا رہا کہ وہ کیا کررہے ہیں، لیکن آپ نے مجھے اٹھالیا تو میں نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا بنایا اور کیا بگاڑا ہے، اس کے بعد تو آپ ہی ان کے نگران رہے ہیں، اس میں دیکھ لیجئے مسیح علیہ السلام اگر ایک مرتبہ پھر دنیا میں میں آچکے ہیں تو یہ آخری جملہ کسی طرح موزوں نہیں ہے، اس کے بعد تو انہیں کہنا چاہیئے کہ میں ان کی گمراہی کو اچھی طرح جانتا ہوں اور ابھی کچھ دیر پہلے انہیں اس پر متنبہ کر کے آیا ہوں۔ فرمایا ہے

”مَاقُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَااَمَرْتَنِىْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ ج وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًامَّادُمْتُ فِيْهِمْ ج فَلَمَّاتَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ط وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ“......(المائدة:١١٧)

ترجمہ: میں نے تو ان سے وہی بات کہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی، اور میں ان پر گواہ رہا، جب تک میں ان کے اندر موجود رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگران رہا ہے اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

ثالثاً، اس لیے کہ سورۃ آل عمران کی ایک آیت میں قرآن نے مسیح علیہ السلام کے بارے میں قیامت تک کا لائحہ عمل بیان فرمایا ہے، یہ موقع تھا کہ قیامت تک کے الفاظ کی صراحت کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ وہ چیزیں بیان کررہے تھے جو ان کے اور پیروؤں کے ساتھ ہونے والی ہیں تو یہ بھی بیان کردیتے کہ قیامت سے پہلے میں ایک مرتبہ پھر تجھے دنیا میں بھیجنے والا ہوں، مگر اللہ نے ایسا نہیں کیا، سیدنا مسیح کو آنا ہے تو یہ خاموشی کیوں ہے؟ اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، آیت یہ ہے:

”اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ج ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ “......(آل عمران :٥٥)

ترجمہ: میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا اور (تیرے) ان منکروں سے تجھے پاک کروں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت کے دن تک ان منکروں پر غالب رکھوں گا پھر تم سب کو بالآخر

میرے پاس آنا ہے ،سواس وقت میں تمہارے درمیان ان چیزوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔(میزان،علامات قیامت،ص:۱۷۸/طبع مئی ۲۰۱۴ء)

(۴) عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا قرآن مجید میں دومقامات پر ذکر موجود ہے ......ان دونوں آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے ہرگز قتل نہیں کیا تھا، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے ، البتہ اللہ نے انہیں وفات دی تھی اور پھر اللہ نے ان کے بے جان جسم کو یہود کے ہاتھوں سے بچانے کے لیے اپنے پاس اٹھالیا تھا، چنانچہ یہی بات صحیح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں (اشراق،مئی ۲۰۰۸ء،ص:۶۷ ......محمد رفیع مفتی)

(۲)......ظہور مہدی:

(۱) ان کے علاوہ ظہور مہدی اور مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نزول کو بھی علامات قیامت میں شمار کیا جاتا ہے ، ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ظہور مہدی کی روایتیں محدثانہ تنقید کے معیار پر پوری نہیں اترتیں، ان میں کچھ ضعیف اور کچھ موضوع ہیں ، اس میں شبہ نہیں کہ بعض روایتوں میں جو سند کے لحاظ سے قابل قبول ہیں ایک فیاض خلیفہ کے آنے کی خبر دی گئی ہے ، لیکن دقت نظر سے غور کیا جائے تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا مصداق سیدنا عمر بن عبدالعزیز تھے جو خیر القرون کے آخر میں خلیفہ بنے ، رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی ان کے حق میں حرف بہ حرف پوری ہو چکی ہے اس لیے کسی مہدی موعود کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے (میزان،ص:۱۷۷،طبع ۲۰۱۴ء)

(۲) سوال: قرآن وحدیث میں کیا کہیں امام مہدی کے نزول کا ذکر ملتا ہے؟

جواب: قرآن مجید میں نزول مہدی کے بارے میں اشارۃً بھی کوئی ذکر نہیں ہے، اسی طرح صحیح حدیثیں بھی اس طرح کے تذکرے سے یکسر خالی ہیں، البتہ بعض دوسرے درجے کی ایسی روایات ملتی ہیں جن میں قیامت کے قریب اس طرح کی ایک شخصیت کے پیدا ہونے کا ذکر ملتا ہے، لیکن ان میں بھی ایسی باتیں کہی گئی ہیں کہ جو نہ علمی لحاظ سے درست ہیں اور نہ عقلی لحاظ سے ، میرا رجحان اس معاملے میں یہ ہے کہ یہ روایتیں درحقیقت اگر کچھ تھیں بھی تو سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں تھیں، ان کے زمانے کے لوگوں نے اس کا مصداق پالیا اور وہ تاریخ میں اپنا کام مکمل کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اس موضوع پر بعض محققین نے بہت اچھی چیزیں اس زمانے میں لکھ دی ہیں، ان کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ محض ایک افسانہ ہے جو مسلمانوں کے مابین، افسوس ہے کہ بہت رائج کر دیا گیا ہے اور اب امت مسلمہ اسی انتظار میں بیٹھی ہے کہ کوئی امام مہدی آئے گا ، اور ایک مرتبہ پھر ان کی خلافت دنیا میں قائم کر دے گا۔(جون ۲۰۰۴ء)(سوال وجواب،ہٹس ۸۸۸،تاریخ اشاعت ۲۸ فروری ۲۰۱۰......جاوید احمد غامدی)

(۳) قیامت کے قریب کوئی امام مہدی نہیں آئے گا۔ (ماہنامہ اشراق، ص ۶۰، جنوری ۱۹۹۶ء......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

(۳)......پرویز پر کفر کا فتویٰ درست نہیں ہے:

سوال: جاوید احمد غامدی علامہ پرویز صاحب کی قرآن فہمی سے کس حد تک متفق ہیں؟ علمائے کرام نے پرویز صاحب پر کفر کے بہت فتوے لگائے تھے، غامدی صاحب کی پرویز صاحب کے بارے میں کیا رائے ہے؟ کیا وہ صحیح تھے یا غلط؟ (صفدر اقبال)

جواب: معاملہ یہ ہے کہ غامدی صاحب اور پرویز صاحب کی قرآن فہمی میں کوئی اتفاق نہیں ہے، ان دونوں حضرات کے قرآن فہمی کے اصولوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے......غامدی صاحب کے نزدیک قرآن فہمی کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کے الفاظ کے وہی معنی لیے جائیں جو نزول قرآن کے زمانے میں عربوں کے مستعمل تھے، جب کہ پرویز صاحب کے نزدیک کسی لفظ کے معنی اس کے مادے سے طے کیے جائیں گے۔

ہمارے نزدیک کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا درست نہیں ہے، ہم دوسرے کی آراء سے اختلاف کر سکتے ہیں، اس کے خیالات کو غلط قرار دے سکتے ہیں لیکن کسی کو کافر کہنے کا حق ہمیں حاصل نہیں (اشراق، اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص: ۶۷......محمد رفیع مفتی)

......کسی کو کافر قرار دینا:

(۱) کسی کو کافر قرار دینا ایک قانونی معاملہ ہے، پیغمبر اپنے الہامی علم کی بنیاد پر کسی گروہ کی تکفیر کرتا ہے یہ حیثیت اب کسی کو حاصل نہیں ہے (ماہنامہ، اشراق، ص ۵۴، ۵۵، دسمبر 2000ء......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

(۲) سوال: کیا اسلامی شریعت کے مطابق ہم کسی کو کافر قرار دے سکتے ہیں؟

جواب: اسلامی شریعت کے مطابق کسی شخص کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا حتی کہ کوئی اسلامی ریاست بھی کسی کی تکفیر کا حق نہیں رکھتی، وہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتی ہے کہ اسلام سے واضح انحراف کی صورت میں کسی شخص یا گروہ کو غیر مسلم قرار دیدے، کافر قرار دینے کا حق اس کو بھی نہیں ہے۔

دین کی اصطلاح میں کافر قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص پر اللہ کی حجت پوری ہوگئی ہے اور یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اس نے ضد، عناد اور ہٹ دھرمی کی بنیاد پر دین کا انکار کیا ہے، دین کی کامل وضاحت جس میں غلطی کا کوئی شائبہ نہ ہو صرف اللہ کا پیغمبر اور ان کے تربیت یافتہ صحابہ ہی کر سکتے تھے، اس وجہ سے اتمام حجت کے بعد تکفیر کا حق دین نے انہی کو دیا ہے، ان کے بعد دین کی کامل وضاحت چونکہ کسی فرد یا اجتماع کے بس کی بات نہیں ہے، اس لیے

اب تکفیر کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے، ہم لوگوں کو اب اس کی جسارت بھی نہیں کرنی چاہیئے، اگر ہم کسی عقیدے کو باطل یا کفر سمجھتے ہیں تو ہمیں پوری دردمندی کے ساتھ اسے نصیحت کرنی چاہیئے اور دلائل اور حکمت کے ساتھ اس غلطی کو واضح کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ،اس سے زیادہ ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے ،(سوال وجواب، ہنس، ۹۰۱، تاریخ اشاعت ۲۵ ستمبر ۲۰۰۹......جاوید احمد غامدی)

......کافر اور غیر مسلم میں فرق:

کافر سے مراد وہ شخص ہے جو جان بوجھ کر حق کا انکار کرتا ہے یعنی جس کے سامنے اسلام پیش کیا گیا یا اس نے خود اسے پڑھا اور قرآن وغیرہ کا مطالعہ کیا اور اسے بات کی سمجھ آ گئی کہ یہ حق ہے اور اسے قبول کرنا اس کے لیے ضروری ہے لیکن اس نے جان بوجھ کر اس حق کو جھٹلا دیا اور اسے نہیں مانا تو یہ شخص خدا کے نزدیک کافر شمار ہوگا، لیکن ہم چونکہ اس کے دل میں جھانک کر یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ اس نے جان بوجھ کر جھٹلایا ہے یا وہ معذور تھا اس لیے ہم کافر نہیں کہہ سکتے جبکہ غیر مسلم سے وہ شخص مراد ہے جو مسلمان نہیں ہے، اس نے جان بوجھ کر کسی حق کا انکار کیا ہے یا نہیں؟ یہ ہم نہیں جانتے، چنانچہ قیامت کے دن خدا اس کا فیصلہ کرے گا (اشراق، جنوری ۲۰۱۰ء ص: ۶۳......محمد رفیع مفتی)

(۴)......حجیت حدیث:

نبی ﷺ کے قول وفعل اور تقریر کی روایتیں جو زیادہ تر اخبار آحاد کے طریقہ پر نقل ہوئی ہیں اور جنہیں اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے ان کے بارے میں یہ دو باتیں ایسی واضح ہیں کہ کوئی صاحب علم انہیں ماننے سے انکار نہیں کر سکتا، ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی حفاظت اور تبلیغ واشاعت کے لیے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا، دوسری بات یہ ہے کہ ان سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ کبھی علم یقین کے درجے تک نہیں پہنچتا۔ (میزان، حصہ دوم، ص ۶۸، طبع اپریل 2002ء لاہور......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

دین لاریب انہی دو صورتوں میں ہے، ان کے علاوہ کوئی چیز دین ہے نہ اسے دین قرار دیا جا سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل اور تقریر وتصویب کے اخبار آحاد جنہیں بالعموم ''حدیث'' کہا جاتا ہے ان کے بارے میں یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ ان کی تبلیغ وحفاظت کے لیے آپ ﷺ نے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا بلکہ سننے اور دیکھنے والوں کے لیے چھوڑ دیا ہے کہ چاہیں تو انہیں آگے پہنچائیں اور چاہیں تو نہ پہنچائیں، اس لیے دین میں ان سے کسی عقیدہ وعمل کا اضافہ بھی نہیں ہوتا۔ (میزان، ص: ۱۵، طبع ۲۰۱۴ء)

حدیث کے تدبر کے اصول:

نبی کریم ﷺ کے قول وفعل اور تقریر وتصویب کی روایتیں جو زیادہ تر اخبار آحاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں

اورجنہیں اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے،ان کے بارے میں یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ وعمل کا اضافہ نہیں ہوتا۔(ص:٦١)

ہرانسانی کام کی طرح حدیث کی روایت میں بھی جوفطری خلااس کے باوجود باقی رہ گئے ہیں ان کے پیش نظر یہ دوباتیں اس کے متن میں بھی لازماً دیکھنی چاہئیں(١) ایک یہ کہ اس میں کوئی چیز قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو (٢) دوسری یہ کہ علم وعقل کے مسلمات کے خلاف نہ ہو(ص:٦٢)

(۵)......سنت:

سنت سے ہماری مراددین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدیدواصلاح کے بعداوراس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایاہے،اس ذریعے سے جودین ہمیں ملاہے وہ یہ ہے۔

''عبادات'' (١) نماز(٢) زکوٰۃ اورصدقہ فطر(٣) روزہ اوراعتکاف (۴) حج وعمرہ (۵) قربانی اورایام تشریق کی تکبیریں۔

''معاشرت'' (١) نکاح وطلاق اوران کے متعلقات(٢) حیض ونفاس میں زن وشوہرکے تعلق سے اجتناب۔

''خوردونوش'' (١)سؤر،خون،مرداراورخداکے سواکسی اور کے نام پر ذبح کیے گئے جانورکی حرمت(٢) اللہ کانام لے کرجانوروں کاتزکیہ۔

''رسوم وآداب'' (١) اللہ کانام لے کراوردائیں ہاتھ سے کھاناپینا(٢) ملاقات کے موقع پرالسلام علیکم اوراس کاجواب(٣) چھینک آنے پر الحمدللہ اور اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا (۴) مونچھیں پست رکھنا (۵) زیرناف بال کاٹنا(٦) بغل کے بال صاف کرنا (٧) بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا (٨) لڑکوں کا ختنہ کرنا (٩) ناک،منہ اوردانتوں کی صفائی (١٠) استنجاء(١١) حیض ونفاس کے بعدغسل (١٢) غسل جنابت(١٣) میت کاغسل(١۴) تجہیزوتکفین(١۵) تدفین(١٦) عیدالفطر(١٧) عیدالاضحیٰ۔(میزان،ص:١۴،طبع ٢٠١۴ء)

سنت یہی ہے اوراس کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اعتبارسے اس میں اورقرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے،وہ جس طرح صحابہ کے اجماع اورقولی تواترسے ملاہے،یہ اسی طرح ان کے اجماع اورعملی تواتر سے ملی ہے اورقرآن ہی کی طرح ہردورمیں مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہوتی ہے،لہذااس کے بارے میں کسی بحث ونزاع کی گنجائش نہیں ہے(ایضاً)

تدبر قرآن کے اصول......میزان اور فرقان:

قرآن مجید اس زمین پر حق و باطل کے لیے ''میزان'' اور ''فرقان'' اور تمام سلسلہ وحی پر ایک ''مہیمن'' کی حیثیت سے نازل ہوا ہے۔

......جو باتیں قرآن کے بارے میں بطور اصول ماننی چاہئیں، وہ یہ ہیں۔

پہلی یہ ہے کہ قرآن سے باہر کوئی وحی خفی یا جلی، یہاں تک کہ خدا کا وہ پیغمبر بھی جس پر یہ نازل ہوا، اس کے کسی حکم کی تحدید و تخصیص یا اس میں کوئی ترمیم و تغیر نہیں کرسکتا، دین میں ہر چیز کے ردو قبول کا فیصلہ اس کی آیات بینات کی روشنی میں ہوگا، ایمان و عقیدہ کی ہر بحث اس سے شروع ہوگی اور اسی پر ختم کردی جائے گی۔

دوسری یہ کہ اس کے الفاظ کی دلالت اس کے مفہوم پر بالکل قطعی ہے، یہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے پوری قطعیت کے ساتھ کہتا ہے اور کسی معاملے میں بھی اپنا مدعا بیان کرنے سے ہرگز قاصر نہیں رہتا، اس کا مفہوم وہی ہے جو اس کے الفاظ قبول کرلیتے ہیں وہ نہ اس سے مختلف ہے نہ متبائن، اس کے شہرستان معانی تک پہنچنے کا ایک ہی دروازہ ہے اور وہ اس کے الفاظ ہیں۔

یہ دونوں باتیں قرآن کے میزان اور فرقان ہونے کا لازمی تقاضا ہیں، ان کے بارے میں دورائیں نہیں ہوسکتیں۔(میزان، ص:۲۵، طبع ۲۰۱۴ء)

......حدیث سے قرآن کے نسخ اور اس کی تحدید و تخصیص کا یہ مسئلہ محض سوء فہم اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔(ص، ۳۵)

یہ دور حاضر میں امام حمید الدین فراہی کے بعد قرآن کے سب سے بڑے عارف (امین احسن اصلاحی) کا بیان اور زندگی بھر کا تجربہ ہے۔(ص:۴۳)

تدبر سنت کا پہلا اصول:

سنت صرف وہی چیز ہوسکتی ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے دین ہو، چنانچہ یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ میں تیر، تلوار، اور اس طرح کے دوسرے اسلحے استعمال کیے ہیں، اونٹوں پر سفر کیا ہے، مسجد بنائی ہے تو اس کی چھت کھجور کے تنوں سے پاٹی ہے، اپنے تمدن کے لحاظ سے بعض کھانے کھائے ہیں اور ان میں سے کسی کو پسند اور کسی کو ناپسند کیا ہے، ایک خاص وضع قطع کا لباس پہنا ہے جو عرب میں اس وقت پہنا جاتا تھا اور جس کے انتخاب میں آپ ﷺ کے شخصی ذوق کو بھی دخل تھا، لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی سنت نہیں ہے اور نہ کوئی صاحب علم اسے سنت کہنے کے لیے تیار ہوسکتا ہے(ص:۵۷)

دوسرا اصول:

سنت کا تعلق تمام تر عملی زندگی سے ہے یعنی وہ چیزیں جو کرنے کی ہیں، علم وعقیدہ، تاریخ، شان نزول اور اس طرح کی دوسری چیزوں کا سنت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے (ص:۵۸)

تیسرا اصول:

عملی نوعیت کی وہ چیزیں بھی سنت نہیں ہوسکتیں جن کی ابتداء پیغمبر کی بجائے قرآن سے ہوئی ہے نبی ﷺ کے بارے میں معلوم ہے کہ آپ نے چوروں کے ہاتھ کاٹے ہیں، زانیوں کو کوڑے مارے ہیں، اوباشوں کو سنگسار کیا ہے، منکرین حق کے خلاف تلوار اٹھائی ہے، لیکن ان میں سے کسی چیز کو بھی سنت نہیں کہا جاتا (ص:۵۸)

چوتھا اصول:

سنت پر بطور تطوع عمل کرنے سے بھی وہ کوئی سنت نہیں بن جاتی، ہم جانتے ہیں کہ نبی ﷺ نے شب وروز کی پانچ نمازوں کے ساتھ نفل نمازیں بھی پڑھی ہیں، رمضان کے روزوں کے علاوہ نفل روزے بھی رکھے ہیں، نفل قربانی بھی کی ہے، لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی اپنی اس حیثیت میں سنت نہیں ہے۔ (ص:۵۹)

پانچواں اصول:

وہ چیزیں جو محض بیان فطرت کے طور پر آئی ہیں وہ بھی سنت نہیں ہیں، پالتو گدھے کا گوشت کھانے کی ممانعت سے متعلق نبی ﷺ کے ارشادات اسی قبیل سے ہیں (ص:۵۹)

چھٹا اصول:

وہ چیزیں بھی سنت نہیں ہوسکتیں جو نبی ﷺ نے لوگوں کی رہنمائی کے لیے انہیں بتائیں تو ہیں لیکن اس رہنمائی کی نوعیت ہی پوری قطعیت کے ساتھ واضح کر دیتی ہے کہ انہیں سنت کے طور پر جاری کرنا آپ کے پیش نظر ہی نہیں ہے، اس کی ایک مثال نماز میں قعدے کے اذکار ہیں (ص:۶۰)

ساتواں اصول:

جس طرح قرآن خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا اسی طرح سنت بھی اس سے ثابت نہیں ہوتی (ایضاً)

(۶)......ڈاڑھی:

(۱) ڈاڑھی مرد رکھتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ڈاڑھی رکھی ہوئی تھی، آپ کے ماننے والوں میں کوئی شخص اگر آپ کے ساتھ تعلق خاطر اظہار کے لیے یا آپ کی اتباع کے شوق میں ڈاڑھی رکھتا ہے تو اسے باعث سعادت سمجھنا چاہیئے لیکن یہ دین کا کوئی حکم نہیں ہے، لہذا کوئی شخص اگر ڈاڑھی نہیں رکھتا تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی فرض وواجب کا تارک

ہے یا اس نے کسی حرام یا ممنوع فعل کا ارتکاب کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے تطہیر اخلاق کے مقصد سے فرمایا ہے، ڈاڑھی سے متعلق آپ کی نصیحت کا صحیح محمل یہی تھا مگر لوگوں نے اسے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم سمجھا اور اس طرح سے ایک ایسی چیز دین میں داخل کر دی جو اس سے کسی طرح متعلق نہیں ہو سکتی۔

یہی معاملہ ٹخنوں سے نیچے ازار کا ہے، تہ بند کے بارے میں یہ بات البتہ کہی جا سکتی ہے کہ اسے ٹخنوں سے نیچے لٹکتا چھوڑ دیا جائے تو متکبرین کی اس وضع سے ایک نوعیت کی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے لٹکانے کی وجہ تکبر نہ بھی ہو تو احتیاط کرنی چاہیئے، یہ بات کہی جا سکتی ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ مشابہت تہ بند ہی میں ہوتی ہے، ہماری شلوار، پاجامے اور پتلون سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے (۲۰۰۸) (مقامات، ص ۱۳۸، طبع اول نومبر ۲۰۰۸) (۲) دین میں ڈاڑھی کے بارے میں استاذ گرامی جناب جاوید احمد غامدی کے دو قول ہیں، قول جدید کے مطابق یہ ان کے نزدیک کوئی دینی نوعیت رکھنے والی چیز نہیں (اشراق، جنوری ۲۰۱۱ء ص: ۴۵)

(۷) اجماع:

دین کا تنہا ماخذ رسالت مآب ﷺ کی ذات والا صفات ہے، آپ سے دین آپ کے صحابہ کے اجماع اور قولی و عملی تواتر سے منتقل ہوا اور دو صورتوں میں ہم تک پہنچا ہے، ایک قرآن، دوسری سنت، آپ ﷺ کے بعد اب یہ انہی دو چیزوں سے اخذ کیا جاتا ہے، ان کے علاوہ تبعاً اگر کوئی چیز خدا کے منشا تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتی ہے تو وہ اجتہاد ہے، آپ ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ و تابعین نے یہ روایت قائم رکھی لیکن فقہاء کا دور شروع ہوا تو اس کے ساتھ ایک چوتھی چیز کا اضافہ کر دیا گیا، یہ مسلمانوں کا اجماع ہے، اس کے بعد سے اب تک بالعموم مانا جاتا ہے کہ اسلامی شریعت کا ایک مصدر یہ اجماع بھی ہے، دین کے ماخذ میں یہ اضافہ یقیناً ایک بدعت ہے، قرآن وسنت کے نصوص میں اس کے لیے کوئی بنیاد تلاش نہیں کی جا سکتی۔ (اشراق، اکتوبر ۲۰۱۱ء ص: ۳۰، جاوید احمد غازی)

(۸)......اسلام میں ارتداد کی سزا:

(۱) سوال: اسلام میں ارتداد کی سزا قتل کیوں ہے؟ جب کہ دوسرے کسی مذہب میں ایسا نہیں ہے (عائشہ خان)

جواب: کسی قوم میں جب کوئی رسول اتمام حجت کر دیتا ہے تو پھر اس کے لیے ایمان لانا لازم ہو جاتا ہے، اگر وہ ایمان نہیں لاتی تو پھر اس پر خدا کا عذاب آ جاتا ہے اور صرف وہی لوگ بچتے ہیں جو ایمان لائے ہوتے ہیں جیسا کہ قوم نوح، قوم لوط، قوم صالح، اور قوم ہود پر عذاب آئے تھے، اور ان میں صرف صالح مسلمان ہی بچے تھے، یہ خدا کی سنت ہے ان قوموں میں سے اگر کوئی ایمان لانے کے بعد دوبارہ کفر کو اختیار کر لے تو وہ پھر خدا کے

عذاب کا شکار ہو جاتا ہے، نبی علیہ وسلم کی قوم میں عذاب کی شکل یہ تھی کہ اسے قتل کر دیا جائے گا، چنانچہ ہمارے خیال میں مرتد کے لیے قتل کی سزا صرف رسول کے براہ راست مخاطبین تک ہی محدود تھی، آج اس کا اطلاق کرنا غلط ہوگا (اشراق، اگست ۲۰۰۸ء، ص:۵۹......محمد رفیع مفتی)

(۲) لیکن فقہاء کی یہ رائے (کہ ہر مرتد کی سزا قتل ہے) محل نظر ہے، رسول اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم (کہ جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو) تو بے شک ثابت ہے مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی حکم عام نہ تھا بلکہ صرف انہی لوگوں کے ساتھ خاص تھا جن میں آپ کی بعثت ہوئی اور جن کے لیے قرآن مجید میں ''امیین یا مشرکین'' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے (برہان، ص ۱۴۰، طبع چہارم، جون 2006ء......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

(۱۰/۹)......حدود و تعزیرات، سزائے قتل:

......رجم کی سزا:

زنا کی سزا کے بارے میں جو قطعی حکم قرآن مجید کی سورۂ نور میں بیان ہوا ہے اس میں بالصراحت فرمایا گیا ہے کہ زانی مرد ہو یا عورت ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارے جائیں گے، اس میں شبہ نہیں کہ قرآن مجید کا یہ حکم اپنے اسلوب کے اعتبار سے بہت کچھ شرح و وضاحت کا متقاضی ہے، لیکن ہمارے فقہاء نے اس کے ساتھ جو طرفہ معاملہ کیا ہے اس کی رو سے احناف کے نزدیک یہ سزا صرف کنوارے زانیوں کے لیے ہے، شادی شدہ زانیوں کی سزا سنت نے مقرر کی ہے اور وہ رجم یعنی سنگ ساری ہے، شادی شدہ زانیوں کی سزا کے بارے میں یہی رائے شوافع اور مالکیہ کی ہے، رہے غیر شادی شدہ زانی تو امام شافعی، امام احمد، امام داؤد، اسحٰق بن راہویہ، سفیان ثوری، حسن بن صالح اور ابن ابی لیلیٰ ان کی سزا بھی سنت ہی سے اخذ کرتے ہیں اور ان کی رائے کے مطابق مرد و عورت ہر دو کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، امام مالک اور امام اوزاعی بھی کنوارے مرد کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کے قائل ہیں، امام احمد، اسحٰق بن راہویہ اور داؤد ظاہری شادی شدہ زانیوں کے معاملے میں بھی ان حضرات سے متفق نہیں ہیں، ان کی تحقیق کے مطابق شادی شدہ زانیوں کو قرآن مجید کی رو سے سو کوڑے مارنے کے بعد سنت کی پیروی میں سنگ ساری کی سزا دی جائے گی۔

زنا کی سزا کے بارے میں ہمارے فقہاء کے ان مسالک پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان حضرات نے قرآن مجید کی بیان کردہ سزا میں سنت کے ذریعے سے اضافہ کر دیا ہے یا اسے کنوارے یا کنواری کے ساتھ خاص قرار دے دیا ہے، فقہاء کے ایک گروہ کے نزدیک یہ تخصیص ہے اور دوسرا اسے نسخ سے تعبیر کرتا ہے۔

بہرحال اسے نسخ کہیے یا تخصیص، اس کی دلیل چونکہ سنت سے دی جاتی ہے اس وجہ سے یہ سوال فطری طور پر پیدا ہوتا ہے کہ سنت کیا قرآن کریم کے کسی حکم میں اس نوعیت کا تغیر تبدل کر سکتی ہے؟ اصطلاحات کے فرق سے قطع نظر کر لیا جائے تو یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ہمارے فقہاء نے اس سوال کا جواب مطلق اثبات میں دیا ہے، برسوں کے مطالعہ اور فکر و تدبر کے بعد ہم اس عقیدت و احترام کے باوجود ان حضرات کے علمی خدمات کے لیے ہمارے دل میں ہے، یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اپنے اس موقف کی تائید میں جتنے دلائل انہوں نے پیش فرمائے ہیں، وہ سب منطقی مغالطیوں پر مبنی اور بے حد کمزور ہیں، اس وجہ سے ہمارے نزدیک یہ اصول کہ سنت قرآن مجید کے احکام میں کسی نوعیت کا تغیر و تبدل کر سکتی ہے عقل و نقل دونوں اعتبار سے صحیح نہیں ہے (برہان ،ص: ۳۵ تا ۱۳۶، طبع ششم فروری ۲۰۰۹ء جاوید احمد غامدی)

شراب نوشی اور ارتداد کی سزا:

اسلامی شریعت میں جرائم کی سزاؤں سے متعلق اپنا جو نقطہ نظر ہم نے اپنی کتاب ''میزان'' میں بیان کیا ہے، اس سے واضح ہے کہ یہ صرف پانچ جرائم (زنا، قذف، قتل و جراحت، محاربہ اور چوری) ہیں جن کی سزا شریعت میں مقرر کی گئی ہے، ان کے علاوہ باقی سب جرائم کا معاملہ اسلامی ریاست کے ارباب حل وعقد سے متعلق ہے حدود و تعزیرات کے باب میں شریعت اتنی ہی ہے جتنی ہم نے وہاں بیان کر دی ہے، اس کے علاوہ کوئی چیز شریعت نہیں ہے، لیکن اس معاملے میں رائج تصورات کی رو سے یہ چار سوالات پیدا ہو سکتے ہیں:

ایک یہ کہ شراب نوشی کی سزا اسی کوڑے کیا شریعت کی رو سے مقرر نہیں ہے؟

دوسرا یہ کہ کیا ارتداد کی سزا بھی شریعت میں قتل بیان نہیں ہوئی؟

تیسرا یہ کہ شریعت کے علاوہ باقی جرائم میں ارباب حل وعقد کیا موت کی سزا بھی کسی مجرم کو دے سکتے ہیں؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ سزا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسلمانوں کے حکمران کی حیثیت سے ان کے ارباب حل وعقد کے ساتھ مشورے سے مقرر کی ہے، اس سے واضح ہے کہ یہ شریعت ہرگز نہیں ہو سکتی، اس زمین پر قیامت تک کے لیے یہ حق صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے کہ وہ کسی چیز کو شریعت قرار دیں، اور جب ان کی طرف سے کوئی چیز شریعت قرار پا جائے تو پھر صدیق و فاروق بھی اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کر سکتے، لہذا یہ بالکل قطعی ہے کہ حضور ﷺ نے اگر شراب نوشی کے مجرموں کو پٹوایا تو شارع کی حیثیت سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے حکمران کی حیثیت سے پٹوایا، چنانچہ ہم پورے اطمینان کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ یہ کوئی حد نہیں، بلکہ محض تعزیر ہے جسے مسلمانوں کا نظم اجتماعی اگر چاہے تو برقرار رکھ سکتا ہے اور چاہے تو اپنے حالات کے لحاظ سے اس میں تغیر و تبدل کر سکتا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ارتداد کی سزا کا یہ مسئلہ محض ایک حدیث کا مدعا نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، ہمارے فقہاء اسے بالعموم ایک حکم عام قرار دیتے ہیں جس کا اطلاق ان سب لوگوں پر ہوتا ہے جو زمانہ رسالت سے لے کر قیامت تک اس زمین پر کہیں بھی اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کریں گے، ان کی رائے کے مطابق ہر وہ مسلمان جو اپنی آزادانہ مرضی سے کفر اختیار کرے گا اسے اس حدیث کی رو سے لازماً قتل کر دیا جائے گا۔

لیکن فقہاء کی یہ رائے محل نظر ہے، رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم تو بے شک ثابت ہے، مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی حکم عام نہ تھا بلکہ صرف انہی لوگوں کے ساتھ خاص تھا جن پر آپ نے براہِ راست اتمامِ حجت کیا اور جن کے لیے قرآن مجید میں ''مشرکین'' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

ہمارے فقہاء کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے ''الناس'' کی طرح اسے قرآن میں اس کی اصل سے متعلق کرنے اور قرآن وسنت کے باہمی ربط سے اس حدیث کا مدعا سمجھنے کی بجائے اسے عام ٹھہرا کر ہر مرتد کی سزا موت قرار دی اور اس طرح اسلام کے حدود وتعزیرات میں ایک ایسی سزا کا اضافہ کر دیا جس کا وجود ہی اسلامی شریعت میں ثابت نہیں ہے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ موت کی سزا قرآن مجید کی رو سے قتل نفس اور فساد فی الارض کے سوا کسی جرم میں بھی نہیں دی جاسکتی (برہان، ص: ۱۳۷، تا ۱۴۶، طبع ششم فروری ۲۰۰۹ء، جاوید احمد غامدی)

سورۂ نور میں زنا کے عام مرتکبین کے لیے ایک متعین سزا ہمیشہ کے لیے مقرر کر دی گئی ہے، زانی مرد ہو یا عورت اس کا جرم اگر ثابت ہو جائے تو اس کی پاداش میں اسے سو کوڑے مارے جائیں گے (میزان، ص ۲۹۹، ۳۰۰، طبع دوم، اپریل 2002ء......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

(۱۱)......قرءآت قرآن:

(۱) قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں امت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس وقت تلاوت کر رہی ہے، یہ تلاوت جس قرات کے مطابق کی جاتی ہے اس کے سوا کوئی دوسری قرات نہ قرآن ہے اور نہ اسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ (میزان، ص ۵۲ تا ۶۲ طبع دوم، اپریل 2002ء لاہور......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟ از مولانا عبدالرحیم چار یاری)

(۲) یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قرأت ہے، اس کے علاوہ سب قراتیں فتنۂ عجم کی باقیات ہیں۔ (میزان، ص ۳۲، طبع دوم، اپریل 2002ء ......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟ از مولانا عبدالرحیم چار یاری وتحفہ غامدی، از مفتی عبدالواحد صاحب)

(۳) سوال: کیا یہ بات درست ہے کہ جاوید احمد غامدی صاحب قرآن مجید کی صرف ایک ہی قرأت کے قائل ہیں حالانکہ ساری امت قرآن مجید کی سات یا دس بلکہ اس سے بھی زیادہ قرأت کی قائل ہے؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو انہوں نے امت سے ہٹ کر یہ نقطہ نظر کیوں اختیار کیا ہے؟ کیا امت سے ہٹ کر نقطۂ نظر اختیار کرنا گمراہی نہیں ہے؟ (رشید احمد)

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری امت میں یہ نقطۂ نظر بھی پایا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی بہت سی قرأتیں نبی ﷺ سے ثابت ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے کہ امت میں بس ایک یہی نقطۂ نظر موجود ہے، صحیح بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی قرأت کے حوالے سے ہماری امت میں دو نقطۂ ہائے نظر موجود ہیں، ایک یہ کہ قرآن مجید کی مختلف قرأت ہیں، بہر حال مختلف قرأتوں کے اس تصور کو قبول کرنے کے بعد یہ خیال غلط قرار پاتا ہے کہ خدا کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے الفاظ میں ایک زیر، زبر اور ایک شوشے کا بھی فرق نہیں ہے، اور مزید یہ کہ بعض قرأتوں سے معنی و مفہوم میں فرق واقع ہو جاتا ہے، بلکہ بعض جگہ شریعت کا حکم بھی بدل جاتا ہے۔

اس سلسلے میں دوسری رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایک قرأت ہے، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام اسی کے مطابق تلاوت فرماتے تھے، غامدی صاحب ان آراء میں سے دوسری رائے کے قائل ہیں (اشراق، اکتوبر ۲۰۰۹ء، ص:۶۱......محمد رفیع مفتی)

(۱۲)......فقہاء کی آراء کو اپنے ''علم و عقل'' کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا:

سوال: آپ کے مکتبۂ فکر کے بارے میں مجھے کچھ شکوک اور شبہات پیش آرہے ہیں، کیونکہ آپ لوگ ان بہت سی چیزوں کا انکار کرتے ہیں یا انہیں غیر دینی قرار دیتے ہیں جو صدیوں سے چلی آرہی ہیں، ٹی وی پر آنے والے پروگرامز میں آپ کے حلقے کے اسکالرز کو سننے کے بعد جب میں دوسری اسلامی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں تو وہ مجھے مشکوک لگتی ہیں کیونکہ آپ لوگ بہت سی مستند اور قدیم باتوں سے اختلاف و انکار کرتے ہیں، مجھے اس سلسلے میں وضاحت مطلوب ہے (حسیب احمد)

جواب: اسلام کے نام پر ہمارے معاشرے میں دو طرح کی چیزیں رائج ہیں، ایک وہ دین جو اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ نے دنیا کو دیا تھا، اس میں وہ تمام عقائد، عبادات، اخلاقیات اور قوانین شامل ہیں جو قرآن و سنت میں پائے جاتے ہیں، معاشرے میں رائج دوسری چیز بعد میں آنے والے اہل علم اور فقہاء کے اجتہادات اور ان کا فہم دین ہے۔

ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دین تو بس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دی ہوئی ہدایات کا نام ہے، اس کے بعد ہر رائے کو ہم توجہ اور غور سے سنیں گے، وہ ہمیں دین کے تقاضوں کے مطابق ایک معقول بات محسوس ہوئی تو اسے سر آنکھوں پر رکھیں گے، اور اگر ایسا نہ ہوا تو احترام کے ساتھ قبول کرنے سے انکار کر دیں گے۔

ہمارا نقطۂ نظر بالکل واضح ہے کہ اختلاف صرف اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ نہیں ہوسکتا، باقی ہر رائے کو دین، علم اور عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھا جائے گا (سوال وجواب، ہٹس ۲۷۷، ۱۹ جون ۲۰۰۹ ......ریحان احمد یوسفی)

(۱۳)...... ہر کسی کو اجتہاد کا حق حاصل ہے:

سوال: کیا آج اجتہاد کا دروازہ بند ہے؟ اگر اجتہاد بند نہیں تو کیا شرائط پر پورا اترنے والا ہر مجتہد از خود اجتہاد کرنے کا مجاز ہوگا؟ اگر ہر مجتہد از خود اجتہاد کرنے کا مجاز نہیں تو کس دلیل سے؟ اگر مجاز ہے تو کیا ایک ملک میں بیک وقت کئی مجتہد ہو سکتے ہیں؟ اگر ایک سے زیادہ مجتہد نہیں ہو سکتے تو واجدین شرائط میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دینے کا جواز کیا ہوگا؟ اگر کئی مجتہد ہو سکتے ہیں تو ایک ہی مسئلہ کے کئی حل ہو سکتے ہیں جو باہم متضاد بھی ہو سکتے ہیں اس صورت میں امت کئی فقہی مسالک میں بٹ کر پارہ پارہ ہو جائے گی۔

جواب: اجتہاد کا مطلب ہے کہ کسی مسئلہ میں اللہ کی منشاء کو معلوم کرنا، یہ کام ہر مسلمان کی شب وروز کی ضرورت ہے، یہ کسی صورت میں بند نہیں ہوسکتا، وہ لوگ بھی اجتہاد کرتے ہیں جو اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا قائل ہیں۔

ہمارے دین میں اجتہاد کی اجازت دینے کا کوئی طریقہ نہیں بتایا گیا، مجتہد کے لیے شرائط کا معاملہ بھی عقل پر مبنی ہے، ظاہر ہے کسی معاملے میں کلام کرنے کا مجاز وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس معاملے سے واقف ہو، تمام علوم وفنون میں یہ اصول جاری ہے، دین کا علم بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، جو آدمی بھی دین میں تفقہ کی اہلیت پیدا کر لیتا ہے وہ اجتہاد کرنے کا بھی مجاز ہوتا ہے۔

دین میں بصیرت رکھنے والا دینی علوم سے بہرہ مند آدمی ہمارے نزدیک اجتہاد کا مجاز ہے، اگر ایک ملک میں کئی افراد نے یہ اہلیت پیدا کر لی ہے تو سب اجتہاد کے مجاز ہوں گے، جب ایک سے زیادہ لوگ کسی ایک متن یا کلام پر غور کرتے ہیں تو مختلف اسباب کے تحت ان میں اتفاق یا اختلاف بھی ہوتا ہے، علمی اختلاف تفرقے کا باعث نہیں ہے، باقی رہا اجتماعی زندگی کا معاملہ تو اس میں اگر اکثریت کی رائے کے قانون بننے کا طریقہ اختیار کر لیا جائے تو وہاں بھی انتشار کی راہ روکی جاسکتی ہے (سوال وجواب، ہٹس ۶۱۲، تاریخ اشاعت ۱۰ مارچ ۲۰۰۹ ......طالب محسن)

(۱۴)......اقدامی جہاد:

(۱) رسولوں کی طرف سے اتمامِ حجت کے بعد اگر ان کو اور ان کے ساتھیوں کو کسی خطۂ ارض میں اقتدار حاصل ہو جائے تو خدا کا فیصلہ ہے کہ ان کے منکرین کے لیے دو ہی صورتیں ہیں، ان میں مشرکین ہوں گے تو قتل کر دیے جائیں گے اور کسی نہ کسی درجے میں توحید کے ماننے والے ہوں گے تو محکوم بنا لیے جائیں گے، بقرہ، انفال اور توبہ میں اللہ تعالیٰ نے جس قتل کی ہدایت فرمائی اور مشرکینِ عرب کے جس قتل کا حکم دیا ہے وہ اسی فیصلے کا نفاذ ہے، اس کا شریعت اور اس کے احکام سے کوئی تعلق نہیں ہے چنانچہ اپنی کتاب ''میزان'' میں ہم نے لکھا ہے۔

''یہ محض قتال نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا جو اتمامِ حجت کے بعد سنتِ الٰہی کے عین مطابق اور فیصلۂ خداوندی کی حیثیت سے پہلے عرب کے مشرکین اور یہود و نصاریٰ پر اور اس کے بعد عرب سے باہر قوموں پر نازل کیا گیا، لہٰذا یہ بالکل قطعی ہے کہ منکرین حق کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انہیں محکوم بنا کر رکھنے کا حق اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے، قیامت تک کوئی شخص اب نہ دنیا کی کسی قوم پر اس مقصد سے حملہ کر سکتا ہے اور نہ کسی مفتوح کو محکوم بنا کر اس پر جزیہ عائد کرنے کی جسارت کر سکتا ہے، مسلمانوں کے لیے قتال کی ایک ہی صورت باقی رہ گئی ہے اور وہ ظلم و عدوان کے خلاف جنگ ہے، اللہ کی راہ میں قتال اب یہی ہے، اس کے سوا کسی مقصد کے لیے بھی دین کے نام پر جنگ نہیں کی جا سکتی''(۵۹۹)(اشراق، اپریل ۲۰۱۱ء، ص:۲،......جاوید احمد غامدی)

(۲) انہیں (نبی اور آپ کے صحابہ کو) قتال کا جو حکم دیا گیا اس کا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے قانون اتمام حجت سے ہے (میزان، ص۲۶۴، طبع اپریل، 2002ء لاہور......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟

(۱۵)......اسلام اور تصوف:

ہمارے خانقاہی نظام کی بنیاد جس دین پر رکھی گئی ہے اس کے لیے ہمارے ہاں تصوف کی اصطلاح رائج ہے، یہ اس دین کے اصول و مبادی سے بالکل مختلف ایک متوازی دین ہے جس کی دعوت قرآن مجید نے بنی آدم کو دی ہے۔

اس باب میں قرآن مجید کی اس صراط مستقیم سے انحراف کے بعد جس میں نہ ممکن کے لیے وجود کا اثبات کوئی شرک ہے اور موجود یا مشہود صرف اللہ ہی کو قرار دینا توحید کا کوئی مرتبہ ہے، اہل تصوف نے جو راہ اختیار کی ہے یہ سب اسی کے احوال و مقامات ہیں۔

توحید کے باب میں یہی نقطۂ نظر اپنشدوں کے شارح شری شنکر اچاریہ، شری رام نوج اچاریہ، حکیم فلوطین اور اسپنوزا کا ہے، مغرب کے حکماء میں سے لائبنز، فختے، ہیگل، شوپن ہاور اور بریڈلے بھی اسی سے متاثر ہیں، ان میں سے شری شنکر، فلوطین اور اسپنوزا، وجودی، اور رام نوج اچاریہ ''شہودی'' ہیں، گیتا میں شری کریشن نے بھی یہی تعلیم دی ہے، اپنشد، برہم سوتر، گیتا اور فصوص الحکم کو اس دین میں وہی حیثیت حاصل ہے جو نبیوں کے دین میں تورات، زبور، انجیل اور قرآن کو حاصل ہے، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اللہ کی ہدایت، یعنی اسلام کے مقابلے میں تصوف وہ عالم گیر ضلالت ہے جس نے دنیا کے ذہین ترین لوگوں کو متاثر کیا ہے۔

قرآن کریم کی رو سے نبوت محمد عربی ﷺ پر ختم ہوگئی ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ اب نہ کسی کے لیے وحی والہام اور مشاہدۂ غیب کا کوئی امکان ہے اور نہ اس بناء پر کوئی عصمت وحفاظت اب کسی کو حاصل ہوسکتی ہے۔

اہل تصوف کے دین میں یہ سب چیزیں اب بھی حاصل ہوسکتی ہیں، ان کے نزدیک وحی اب بھی آتی ہے فرشتے اب بھی اترتے ہیں، عالم الغیب کا مشاہدہ اب بھی ہوتا ہے اور ان کے اکابر اللہ کی ہدایت اب بھی وہیں سے پاتے ہیں جہاں سے جبرئیل امین اسے پاتے اور جہاں سے یہ کبھی اللہ کے نبیوں نے پائی تھی، (ص:۱۹۳)

اس کے بعد وہ آگے بڑھتے ہیں اور حریم نبوت میں یہ نقب لگانے کے بعد یزداں بہ کمند آورا ے ہمت مردانہ، کا نعرۂ مستانہ لگاتے ہوئے لامکاں کی پنہائیوں میں داخل ہوجاتے ہیں (ص:۱۹۹)

چنانچہ خدا کی بادشاہی میں وہ اس شان سے اس کے شریک ہوجاتے ہیں کہ خامۂ تقدیر کو لوحِ محفوظ پر لکھتے ہوئے ہر لحظہ دیکھتے، دل کے خیالات کو جانتے، اس عالم کو صبح وشام تھامتے، سنبھالتے اور عالمِ امر میں ذاتِ خداوندی کا آلہ بن جاتے ہیں (ص:۲۰۱)

یہی وہ مقام ہے جس پر پہنچنے کے بعد پھر وہ کہتے ہیں، اے جماعت انبیاء تمہیں صرف نبی کا لقب دیا گیا اور ہمیں وہ کچھ دیا گیا جس سے تم محروم ہی رہے، (ص:۲۰۳)

اہل تصوف کے دین میں اللہ تعالیٰ کی یہ ساری ہدایت جو قرآن وسنت میں بیان ہوئی ہے، درحقیقت لوگوں کی اصلاح کے لیے ایک عمومی ضابطہ ہے جس سے زیادہ سے زیادہ اگر کوئی چیز حاصل کی جاسکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ظلم اور آخرت کے عذاب سے نجات پالیں، رہا اس سے آگے خواص اور اخص الخواص کے مراتب فناء وبقاء اور تمکین تام تک پہنچنے کا طریقہ تو یہ ہدایت نہ اس کے لیے آئی ہے، اور نہ اس طرح کی کوئی چیز اس میں کسی شخص کو کبھی تلاش کرنی چاہیئے (ص:۲۰۶)

چنانچہ اس تصور کے تحت اوراد واشغال اور چلوں اور مراقبوں کی ایک پوری شریعت ہے جو خدا کی شریعت سے آگے اور قرآن وسنت سے باہر، بلکہ ان کے مقاصد کے بالکل خلاف ان اہل تصوف نے طریقت کے نام سے رائج کرنے کی کوشش کی ہے، اوراس کے بارے میں وہ برملا کہتے ہیں کہ اس کا علم جس طرح ہمارے مشائخ سے تعلق پیدا کر کے حاصل کیا جاسکتا ہے، اس طرح کسی دوسرے طریقے سے اس کا حصول اب لوگوں کے لیے آسان نہیں رہا (ص:۲۰۹)

یہ چند بنیادی نکات ہیں، ہماری یہ تحریر اس موضوع پر کسی مفصل بحث کے لیے نہیں ہے تاہم ان چند نکات ہی سے پوری طرح واضح ہے کہ تصوف فی الواقع ایک متوازی دین ہے جسے دینِ خداوندی کی روح اور حقیقت کے نام سے اس امت میں رائج کرنے کی کوشش کی گئی ہے (ص:۲۱۰، طبع ۱۹۹۳)

(برہان، ص:۱۸۱ تا ۲۱۰، طبع ششم فروری ۲۰۰۹ء جاوید احمد غامدی)

(۱۶)......حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی توہین

نواسہ رسول ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اقدامِ خروج کے متعلق سوال کے جواب میں غامدی صاحب فرماتے ہیں (یزیدی) حکومت نے ایسے عفو ودرگزر سے کام لیا جس کی مثال نہیں ملتی (بحوالہ ماہنامہ ''ساحل'' کراچی، ص ۶۲، ۶۳، مئی 2007ء......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ان کے ساتھ کے لوگوں نے حملہ کردیا تھا (ایضاً......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ اب تک سنا کہا گیا ہے وہ لوگوں کا مکروہ پروپیگنڈہ ہے جو تحقیق کے کسی معیار پر پورا نہیں اترتا، جس میں افسانہ تراشی کی گئی ہے (ایضاً......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بغاوت کرکے آئے تھے (ایضاً......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

شہداء کربلا اور شہادت حسین رضی اللہ عنہ سو فیصد افسانہ تراشی ہے (ایضاً......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

(۱۷) مرد وعورت کی گواہی:

(۱) ثبوتِ جرم کے لیے قرآن مجید نے کسی خاص طریقے کی پابندی لازم نہیں ٹھہرائی، اس لیے یہ بالکل قطعی ہے کہ اسلامی قانون میں جرم ان سب طریقوں سے ثابت ہوتا ہے جنہیں اخلاقیاتِ قانون میں مسلمہ طور پر ثبوتِ جرم کے طریقوں کی حیثیت سے قبول کیا جاتا ہے، اور جن کے بارے میں عقل تقاضا کرتی ہے کہ ان سے اسے ثابت ہونا چاہیئے، چنانچہ حالات، قرائن، طبی معائنہ، پوسٹ مارٹم، انگلیوں کے نشانات، گواہوں کی شہادت، مجرم کے اقرار، قسم، قسامہ اور اس طرح کے دوسرے تمام شواہد سے جس طرح جرم دنیا میں ثابت ہوتے ہیں، اسلامی شریعت کے جرائم بھی ان سے بالکل اسی طرح ثابت قرار پاتے ہیں۔

اس سے مستثنیٰ صرف دوصورتیں ہیں۔

اول یہ کہ کوئی شخص کسی ایسے شریف اور پاک دامن مرد یاعورت پر زنا کی تہمت لگائے جس کی حیثیت عرفی بالکل مسلم ہو،اس صورت میں قرآن کااصرار ہے کہ اسے ہرحال میں چار عینی گواہ پیش کرنا ہوں گے۔

دوم یہ کہ کسی معاشرے میں اگرقحبہ عورتیں ہوں تو ان سے نمٹنے کے لیے قرآن مجید کی روسے یہی کافی ہے کہ چار مسلمان گواہ طلب کیے جائیں، جو اس بات کی گواہی دیں کہ فلاں فی الواقع زنا کی عادی ایک قحبہ عورت ہے۔

ان دومستثنیات کے سوااسلامی شریعت ثبوتِ جرم کے لیے عدالت کو ہرگز کسی خاص طریقے کا پابندنہیں کرتی، لہذا حدود کے جرائم ہوں یاان کے علاوہ کسی جرم کی شہادت، ہمارے نزدیک یہ قاضی کی صوابدید پر ہے کہ وہ کس کی گواہی قبول کرتاہےاورکس کی گواہی قبول نہیں کرتا،اس میں عورت اور مرد کی تخصیص نہیں ہے،عورت اگراپنے بیان میں الجھےبغیرواضح طریقے پر گواہی دیتی ہے تو اسے محض اس وجہ سے ردنہیں کردیاجائے گا کہ اس کے ساتھ کوئی دوسری عورت یامرد موجودنہیں۔

یہ واضح رہے کہ ہمارے فقہاء کا استدلال، ہمارے نزدیک دووجوہ سے محلِ نظر ہے۔

ایک یہ کہ واقعاتی شہادت کے ساتھ اس آیت کا سرے سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ دستاویزی شہادت کے متعلق ہے۔

دوسری یہ کہ آیت کے موقع ومحل اوراسلوب بیان میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اسے قانون وعدالت سے متعلق قرار دیا جائے، اس میں عدالت کومخاطب کرکے یہ بات نہیں کہی گئی،اس کے مخاطب ادھار کالین دین کرنے والے ہیں۔

اس زمانے میں بعض لوگوں نے فقہاء کے اسی موقف کے حق میں سورۂ نور کی آیت ۱۴،اورسورۂ نساء کی آیت ۱۵بالترتیب ''اربعةشهداء او اربعة منكم '' سے بھی استدلال کیاہے، یہ بظاہرعربیت کے قواعد پرمبنی ایک دلیل ہےلیکن حقیقت یہ ہے کہ علم واستدلال کی دنیا میں عربیت سے اس قدراجنبی کوئی چیزشاید ہی کسی شخص نے کبھی دیکھی ہو (۱۹۸۷ء)(برہان،ص:۲۵تا۳۴طبع ششم فروری ۲۰۰۹ء)

(۲) سوال: غامدی صاحب کےنزدیک حدود آرڈیننس کانیابل شرعاً صحیح ہے یانہیں؟(عاقب خلیل خان)

جواب: غامدی صاحب اس بل سے متفق نہیں ہیں ان کے نزدیک اس بل میں شریعت کی رہنمائی سے شدیدانحراف موجود ہے، وہ اس بل میں موجود جن باتوں کوشریعت کی رہنمائی سے مختلف محسوس کرتے ہیں ان میں سے چنددرج ذیل ہیں۔

(۱) اس بل میں مسلم اور غیر مسلم کی گواہی اور مرد وعورت کی گواہی میں فرق کیا گیا ہے،ان کے خیال میں یہ چیز شریعت سے ثابت نہیں ہے۔

(۲) اس بل کے مطابق زنا کی سزا سو کوڑے اور زنا بالجبر کی سزا موت ہے، جب کہ غامدی صاحب کے نزدیک جرم کی دونوعیتیں ہیں ،ایک اس کی سادہ شکل ہے، جیسے زنا یا چوری اور دوسری وہ شکل ہے جس میں مجرم قانون کے خلاف قوت سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے،اس صورت میں زنا،زنا بالجبر کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور چوری،ڈاکے کی شکل اختیار کرلیتی ہے(اشراق،فروری ۲۰۰۹ء،ص:۶۹......محمد رفیع مفتی)

(۱۸)......نصاب زکوٰۃ میں تبدیلی کا حق:

(۱) ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز کو زکوۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے،اور جن چیزوں سے زکوٰۃ وصول کرے ان کے لیے عام دستور کے مطابق کوئی نصاب بھی مقرر کرسکتی ہے(قانون عبادات،ص ۱۱۹،طبع اپریل،2005ء......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

(۲) سوال: کیا ریاست زکوٰۃ کے نصاب میں تبدیلی کرسکتی ہے؟(اے کے فریدی)

جواب: استاد محترم غامدی صاحب کی تحقیق کے مطابق زکوٰۃ کے نصاب میں ریاست اجتہاد کرسکتی ہے، لہٰذا ریاست جو نصاب بھی طے کردے گی،اس سے کم مال یا پیداوار پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی ،وہ اپنی کتاب ''قانون عبادات'' میں زکوٰۃ کے حوالے سے بعض غلط فہمیوں کے دور کرنے کے لیے یہ لکھتے ہیں کہ

چند باتیں مزید واضح رہنی چاہیئیں ،ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے اور جن چیزوں سے زکوٰۃ وصول کرے ،ان کے لیے عام دستور کے مطابق کوئی نصاب بھی مقرر کرسکتی ہے،روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے اسی مقصد سے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ نہیں لی اور مال مواشی اور زرعی پیداوار میں اس کا نصاب مقرر فرمایا، یہ نصاب درج ذیل ہے،

مال میں ۵ اوقیہ/۶۴۲ گرام چاندی پیداوار میں ۵ وسق/۶۵۳ کلوگرام کھجور مواشی میں ۵ اونٹ،۳۰ گائیں اور ۴۰ بکریاں

آپ کا ارشاد ہے ''قد عفوت عن الخیل والرقیق''(میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کردی ہے)اسی طرح فرمایا ہے۔

''لیس فیما دون خمسة اوسق من التمر صدقة ،ولیس فیمادون خمس اواق من الورق صدقة ،ولیس فیمادون خمس ذودمن الابل صدقة''

......(المؤطا،رقم ۵۷۸)

۵ وسق سے کم کھجور میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے ۵ اوقیہ سے کم چاندی میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے اور ۵ سے کم اونٹوں میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے (۱۳۰، ۱۳۱)

نبی ﷺ سے یہ الفاظ واضح طور پر یہ بتارہے ہیں کہ یہ نصاب نبی کریم ﷺ نے اللہ کا رسول ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ عرب کی ریاست کا فرماں روا ہونے کی حیثیت سے مقرر فرمایا تھا، چنانچہ اگر ریاست محسوس کرے تو وہ اس میں تبدیلی کرسکتی ہے (اشراق، جون ۲۰۰۸ء ص: ۶۴...... محمد رفیع مفتی)

(۱۹)...... یہود و نصاریٰ کے لیے نبی کریم ﷺ پر ایمان:

سوال: سورۂ بقرہ آیت ۶۲ اور سورۂ مائدہ کی آیت ۶۹، جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان، عیسائی، یہودی اور صابی جو بھی اللہ پر ایمان رکھے گا، یومِ حساب سے ڈرے گا اور نیک کام کرے گا، اس کے لیے اس کے رب کے پاس اجر ہوگا اور وہ ایسی زندگی میں ہوگا جس میں نہ کوئی خوف ہوگا، اور نہ کوئی غم، ان آیات سے کیا مراد ہے؟ کیا یہود و نصاریٰ اور صائبین یا کسی بھی غیر مسلم کے لیے نبی ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے؟ (غلام یاسین)

جواب: یہ دونوں آیات دراصل، ایک ہی بات بیان کررہی ہیں اور وہ یہ کہ انسان کے لیے بخشش کا اصل معیار اللہ اور آخرت پر ایمان اور عمل صالح ہے، اگر کوئی شخص ان پر پورا اترتا ہے اور اس نے کوئی ایسا جرم بھی نہیں کیا جو اس کے ایمان کے لازمی تقاضے کے خلاف ہو تو پھر اس کی بخشش ہوجائے گی (اشراق، جون ۲۰۰۸ء، ص: ۷۰...... محمد رفیع مفتی)

(۲۰/۲۱)

سوال: غامدی صاحب نے موسیقی کے بارے میں کہا تھا کہ یہ کوئی برا عمل نہیں ہے کہ اگر اسے صحیح استعمال کیا جائے، ایک تو انہوں نے موسیقی اور شاعری کو ایک ہی پیمانے میں ڈال دیا، پھر مجھے یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ موسیقی کا صحیح استعمال کیا ہے؟ (طارق بن یامین)

جواب: موسیقی کے حوالے سے آپ کا اشکال یہ ہے کہ موسیقی کا صحیح استعمال کیا ہے، گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ موسیقی کی رائج صورتوں میں تو قباحت ہی قباحت نظر آتی ہے، یہ درست ہے کہ گانوں کی شکل میں جو موسیقی ہر جگہ سنی سنائی جارہی ہے، اسے ناقابل قبول قرار نہیں دیا جاسکتا، ہمارے نزدیک بھی اس طرح کی موسیقی سے پرہیز ہی کرنا چاہیئے، لیکن دین کے ایک عالم کو اصولی بات بھی بتانا پڑتی ہے، اصولاً موسیقی کو ناجائز قرار دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے، البتہ موسیقی کے عمومی استعمال میں قباحت موجود ہے، اسے سامنے رکھتے ہوئے استاد محترم ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ اگر استعمال درست نہ ہو تو یہ گناہ ہے، جائز موسیقی کی بعض صورتیں ہمارے ہاں بھی موجود ہیں، جیسے جنگی اور ملی ترانے،

حمدیہ اور نعتیہ کلام، اچھے مضامین کی حامل غزلیں اور نظمیں جنہیں آلات موسیقی کے ساتھ فن موسیقی کے مطابق گایا جاتا ہے، موسیقی کے صحیح استعمال کی مثالیں ہیں۔(اشراق، فروری ۲۰۰۸ء ص:۶۹......طالب محسن)

اسلام میں موسیقی:

سوال: کیا اسلام میں موسیقی حرام ہے؟ (عبدالرحمٰن میمن)

جواب: اسلام میں موسیقی حرام نہیں ہے، البتہ اگر موسیقی کے ساتھ کچھ حرام چیزیں (شراب، وکباب اور فحش رقص وسرور وغیرہ) شامل ہو جائیں تو پھر وہ حرام ہوگی، اسی طرح اگر موسیقی کی دھن ہی ایسی ہے کہ وہ انسان کے اندر سفلی جذبات پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے تو ایسی موسیقی بھی اپنی دھن کی شناعت کے درجے کے مطابق مکروہ یا حرام ہوگی، اگر معاملہ یہ ہے کہ نہ موسیقی کی دھن وغیرہ میں کوئی خرابی ہے اور نہ اس کے ساتھ کسی حرام چیز ہی کی آمیزش ہے تو پھر اس صورت میں موسیقی جائز ہوگی، لیکن اس جائز موسیقی کا بھی ایک مسئلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں زیادہ اشتغال انسان کے تزکیے کے عمل کو خراب کرتا ہے اور اسے خدا سے غافل کرتا ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ موسیقی میں اشتغال کو اشتغال بالادنی (کم درجے کی چیز میں مشغول ہونا) سے تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ موسیقی جائز تو ہے، لیکن اس درج بالا ساری بات کے مطابق ہی موسیقی کے جواز کا مفہوم طے کرنا چاہیئے۔(اشراق، جولائی ۲۰۰۸ء ص:۶۷......محمد رفیع مفتی)

اسلام میں تصویر اور موسیقی:

سوال: تصویر اور موسیقی کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر کیا ہے؟ (عدنان اکرم)

جواب: اسلام میں تصویر اور موسیقی بذات خود حرام نہیں ہیں، البتہ ان کے ساتھ اگر کوئی آلائش لگی ہوئی ہو تو وہ انہیں مکروہ یا حرام بنا دیتی ہے، مثلاً فحش تصاویر بنانا حرام ہے، مشرکانہ تصاویر اور مجسمے بنانا حرام ہے، اسی طرح وہ موسیقی جو سفلی جذبات پیدا کرتی ہے یا وہ جس کے ساتھ شراب وکباب کی محفلیں برپا ہوتی ہیں وہ حرام ہے، تصویر اور موسیقی کے بارے میں حدیثوں میں جو کچھ آیا ہے وہ اسی حوالے سے آیا ہے۔(اشراق، مارچ ۲۰۰۹ء ص:۶۹......محمد رفیع مفتی)

(۲۲)......بیمہ:

بیمہ یا انشورنس ایک نوعیت کا عقد معاونت ہے جس میں لوگ ایک متعین رقم بالاقساط اس لیے ادا کرتے ہیں کہ ان میں کسی کے جان ومال کو کوئی نقصان پہنچے تو لوگوں کی جمع شدہ رقوم سے ایک مقررہ قاعدے کے مطابق اس کے نقصان کا ازالہ کر دیا جائے، یہ رقوم کبھی واپس نہیں کی جاتیں، بلکہ جو افراد یا ادارے یہ ذمہ داری اٹھاتے ہیں، انہیں

اس عقد معاونت کے شرکاء یہ حق بھی دیتے ہیں کہ اپنی اس خدمت کے معاوضے میں ان کی جمع شدہ رقوم کو وہ جس طرح چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔

یہ ایک غیر معمولی سکیم ہے جو نقصانات کے ازالے اور مشکل حالات میں لوگوں کی معاونت کے لیے مرتب کی گئی ہے، اس کی افادیت اب ہر جگہ تسلیم کی جاتی ہے، اس میں بظاہر کوئی قباحت نظر نہیں آتی، لیکن علماء بالعموم اسے حرام قرار دیتے ہیں، ان کی طرف سے جو تین اعتراضات اس اسکیم پر کیے گئے وہ یہ ہیں:

(۱) یہ سود ہے اور سود اسلامی شریعت میں ممنوع ہے۔

(۲) یہ جوا ہے اور جوا بھی اسلامی شریعت میں ممنوع ہے۔

(۳) اس میں غرر، غبن، اور جہالت ہے جن کے ساتھ کوئی معاہدہ جائز نہیں۔

یہ تینوں اعتراضات، غور کیجئے تو بالکل بے بنیاد ہیں (اشراق، جون ۲۰۱۰ء، ص:۲...... جاوید احمد غامدی)

(۲۳)...... میراث، وصیت:

سوال: ہم چار بھائی اور چار بہنیں ہیں، میری بڑی بہن (نسرین) آٹھ سال کی عمر میں ۱۹۴۶ء میں فوت ہوگئیں، میرا سوال یہ ہے کہ کیا سلیمہ، سلمان اور عدنان کا میرے باپ کی جائیداد میں حصہ ہے اور اگر ہے تو کتنا؟ (شاہد افضال)

جواب: آپ کا سوال سادہ لفظوں میں یہ ہے کہ جو بیٹا والد کی موجودگی میں فوت ہو جائے کیا اس کی اولاد دادا کی وراثت کی حقدار ہے؟

قرآن مجید میں جب وراثت کا حکم بیان ہوا تو اس میں اولاد، والدین، بیوی شوہر اور بہن بھائیوں کے حصے بیان ہوئے ہیں، ان حصوں کو بیان کرنے کے لیے انہی الفاظ کے عربی مترادفات آئے ہیں، میری مراد یہ ہے کہ یتیم پوتے کی وراثت کا براہ راست ذکر نہیں ہے، ہمارے نزدیک اس کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ یہ پوتا اپنے والد کے حصے کا حقدار نہ ہو، آپ نے جو صورت حال لکھی ہے، اس سے غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انہیں وراثت کے اس مال کی ضرورت نہیں ہے، یا آپ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ باقی لوگ ان کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہیں، معاملہ کچھ بھی ہو اس سے قانون وراثت کا کوئی تعلق نہیں ہے، ہمارے نزدیک آپ کے بھتیجے اور بھابھی آپ کے والد کی وراثت میں اپنے والد یعنی آپ کے بھائی کے حصے کے حقدار ہیں۔ (اشراق، مارچ ۲۰۰۸ء ص:۶۳...... طالب محسن)

یتیم پوتے کی وراثت:

اولاد کے معاملے میں ایک صورت یہ بھی پیدا ہوجاتی ہے کہ ایک یا چند بچے آدمی کی زندگی میں مرجائیں اور ایک یا چند بچے اس کے مرنے کے بعد زندہ ہوں، فقہاء کا اجتہاد یہ ہے کہ اس صورت میں جو بچے مرگئے ہوں، ان کی اولاد کو دادا کی میراث نہیں پہنچے گی، اپنے چچاؤں کے ہوتے ہوئے وہ اس سے محروم کردیے جائیں گے، الا یہ کہ دادا ان کے حق میں وصیت کرے، دورحاضر میں بعض اہل علم نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ فقہاء کا یہ اجتہاد درست معلوم نہیں ہوتا، پوتا بمنزلہ اولاد ہے، اس لیے بیٹے کی وفات کے بعد اس کو وہ حصہ ملنا چاہیئے جو اس کا باپ زندہ ہوتا تو اسے ملتا، ہمارے نزدیک یہی رائے صحیح ہے۔ (اشراق، جون ۲۰۱۱ء، ص:۲...... جاوید احمد غامدی)

وصیت کا حق:

تقسیم وراثت کا جو قانون قرآن میں بیان ہوا ہے اس میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ یہ تقسیم اس وصیت کے بعد ہے جو مرنے والا کسی کے لیے کرتا ہے، اس پر دو سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ وصیت کے لیے کوئی حد مقرر کی گئی ہے یا آدمی جس کے لیے جتنی چاہے وصیت کرسکتا ہے؟

دوسرا یہ کہ وصیت کیا ان لوگوں کے حق میں بھی ہوسکتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے میت کا وارث ٹھہرایا ہے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ میں کسی تحدید کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے علی الاطلاق فرمایا ہے کہ یہ تقسیم مرنے والے کی وصیت پوری کرنے کے بعد کی جائے گی، زبان و بیان کے کسی قاعدے کی رو سے اس اطلاق پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو بالکل قطعی ہے کہ ان کے لیے وصیت بربنائے رشتہ داری نہیں ہوسکتی، مگر انہی وارثوں کی کوئی ضروریات یا ان میں سے کسی کی کوئی خدمت یا اسی نوعیت کی کوئی دوسری چیز تقاضا کرے تو وصیت یقیناً ہوسکتی ہے، اس میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ (۲۰۰۸ء) (مقامات، ص ۱۴۰، طبع اول نومبر ۲۰۰۸ء)

ii۔ فقہاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ لڑکیوں کے حصے بہرصورت پورے ترکے میں سے دیے جائیں گے، ان حضرات کی یہی غلطی ہے جس کی وجہ سے انہیں عول کا وہ عجیب و غریب قاعدہ ایجاد کرنا پڑا ہے جس کو ماہرین فقہ و قانون کی بوالعجبیوں میں قیامت تک بلندترین مقام حاصل رہے گا، کسی شخص نے کبھی علمی دنیا کے اعجوبوں کی تاریخ مرتب کرنا شروع کی تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارے علم میراث کی یہ یادگار اس میں سرفہرست ہوگی۔

حیرت ہوتی ہے کہ اسلوب بیان کی نزاکتوں کو سمجھنے اور آیات پر غور و تدبر کرنے کی بجائے ان حضرات نے یہ

چیستان اللہ تعالیٰ سے منسوب کردیا ہے،اوراس کی دریافت کا سہرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر باندھا ہے (میزان:50، نیاایڈیشن......بحوالہ عمار خان کا نیا اسلام،ص:۱۴)

(۲۴)......سور:

ان علاقوں میں جہاں سور کا گوشت بطور خوراک استعمال نہیں کیا جاتا وہاں اس کی کھال اور دوسرے جسمانی اعضاء کو تجارت اور دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کرنا ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا۔(ماہنامہ اشراق،ص ۷۹،شمارہ اکتوبر 1998ء......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

یہ سب چیزیں (خون،مردار،سور کا گوشت اور غیراللہ کے نام کا ذبیحہ) جس طرح کہ قرآن کی ان آیات میں واضح ہے صرف خوردونوش کے لیے حرام ہیں، رہے ان کے دوسرے استعمالات تو وہ بالکل جائز ہیں (میزان،ص ۳۲۰،طبع دوم،اپریل 2002ء......بحوالہ غامدیت کیا ہے؟)

(۲۵)......سنت:

سنت دینِ ابراہیمی کی وہ روایت جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید واصلاح کے بعداوراس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے (میزان،ص:۱۴،طبع مئی ۲۰۱۴ء)

یعنی مشرکینِ مکہ اور یہود ونصاریٰ کے طریقے،اس کی وضاحت اگلی عبارت میں موجود ہے (ناقل) قرآن کے بعد نہیں بلکہ قرآن سے مقدم ہے،(یعنی یہود ونصاری کے طریقے قرآن پر حاکم ہیں (ناقل) اس لیے وہ لازماً اس کے حاملین کے اجماع وتواتر ہی سے اخذ کی جائے گی،یعنی دین کو مشرکین مکہ اور یہود ونصاریٰ سے اخذ کیا جائے گا (ناقل) قرآن میں اس کے جن احکام کا ذکر ہوا ہے،،ان کی تفصیلات بھی اسی اجماع وتواتر پر مبنی روایت یعنی یہود ونصاریٰ اور مشرکین کی روایت (ناقل) سے متعین ہوں گی،انہیں قرآن سے براہ راست اخذ کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی (میزان،ص:۴۷،طبع مئی ۲۰۱۴ء)

مطلب یہ ہوا کہ اگر قرآن میں کوئی ایسی بات آگئی جو مشرکین یا یہود ونصاریٰ کے فکر وعمل کے خلاف ہے تو قرآن کی بناء پر ان کفار کے فکر وعمل کو نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ ان کفار کے فکر وعمل کی بناء پر قرآن کو چھوڑ دیا جائے گا (ناقل)

غامدی صاحب کے کچھ مزید خیالات:

اسلام میں پردے کا حکم:

سوال: پردے کے بارے میں صحیح نقطہ نظر کیا ہے؟ (صبیحہ خان)

جواب: بالغ عورت کے لیے پردے کا وہ تصور جو ہمارے ہاں پایا جاتا ہے یہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ یہ بات غلط ہے کہ عورت کو نامحرموں سے اپنا چہرہ، ہاتھ اور پاؤں لازماً چھپانا چاہیئے، صحیح بات یہ ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ان کے میل جول کے موقعوں کے حوالے سے کچھ ضروری آداب سکھائے گئے ہیں، ان آداب کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ نور میں موجود ہے، ان میں غض بصر، شرم گاہوں کی حفاظت اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کرنے کا حکم تو موجود ہے، لیکن نامحرموں سے اپنے چہرے ڈھانکنے کا حکم موجود نہیں ہے۔

چنانچہ ایک مسلمان خاتون نامحرموں کے سامنے اپنا چہرہ اور ہاتھ پاؤں کھلے رکھ سکتی ہے، اس کے علاوہ وہ ایسا لباس اور چادر وغیرہ پہنے گی جس سے اس کی زینتیں ہرگز ظاہر نہ ہوں، چہرہ کھلا رکھنے کا مطلب بھی یہ نہیں ہے کہ عورت کو چہرے کی زینتیں جان بوجھ کر نمایاں کرنے اور دکھانے کی اجازت دے دی گئی ہے، نہیں بلکہ جس چیز کی اجازت دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں وغیرہ کی حد تک جو زینت عام طور پر ظاہر ہو جایا کرتی ہے، اسلام میں اس کو روا رکھا گیا ہے، چنانچہ کوئی عورت چہرے کی زینت کو بھی جان بوجھ کر ظاہر نہیں کر سکتی۔

سورۂ نور کے علاوہ سورۂ احزاب میں نبی کریم ﷺ کی ازواج کے حوالے سے بعض احکام دیے گئے ہیں، ان میں یہ بات موجود ہے کہ اگر کسی کو ان سے کوئی چیز مانگنی ہے تو وہ پردے کی اوٹ سے مانگے، لیکن یہ اور اس طرح کے کچھ اور احکام اصلاً آپ کی ازواج ہی کے ساتھ خاص تھے، جیسا کہ سورۂ احزاب کے اپنے الفاظ سے پتا چلتا ہے، اسی سورۂ نور میں مدینے میں موجود منافقین کی شرارتوں سے بچنے کی غرض سے مسلمان عورتوں کو باہر نکلتے ہوئے اپنے اوپر بڑی چادر لینے کا حکم دیا گیا، سورۃ کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ یہ حکم اسی صورت حال سے نبٹنے کے لیے ایک حل کے طور پر دیا گیا تھا، اسے سورۂ نور میں موجود احکام کی طرح شریعت کا مستقل حصہ نہیں بنایا گیا تھا، پردے کے معاملے میں علمائے امت میں اختلاف اس وجہ سے پیدا ہوا کہ انہوں نے ان سب احکام کو بالواسطہ طور پر پوری امت سے متعلق سمجھ لیا ہے۔(اشراق، اگست ۲۰۰۸ء، ص:۵۹......محمد رفیع مفتی)

پردہ:

سوال: اسلام میں عورتوں کے حجاب کے حوالے سے کیا تصور پایا جاتا ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ وہ نامحرم افراد سے اپنے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں کو چھپائیں اور ان کے ساتھ درشتی سے بات کیا کریں؟ (محمد کامران)

جواب: بالغ عورت کے لیے پردے کا وہ تصور جو ہمارے ہاں پایا جاتا ہے، یہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ یہ بات غلط ہے کہ عورت کو نامحرموں سے اپنا چہرہ، ہاتھ اور پاؤں لازماً چھپانا چاہیئے، اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے کہ عورت کو مردوں کے ساتھ درشتی سے بات کرنی چاہیئے، مزید تفصیل کے لیے آپ غامدی صاحب کی

تصنیف ''میزان'' کے باب ''قانون معاشرت'' میں مرد وزن کا اختلاط کی بحث کا مطالعہ کر سکتے ہیں (اشراق، اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص: ۶۳......محمد رفیع مفتی)

اسلام میں پردے کے احکام:

سوال: اسلام میں پردے کے اصل احکام کیا ہیں؟

جواب: میں پردے کی بجائے آداب کا لفظ زیادہ موزوں سمجھتا ہوں، یعنی اختلاط مرد وزن کے کچھ آداب ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں، پردے کا لفظ نہ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے اور نہ ہی حدیث میں، البتہ یہ ازواج مطہرات کے بارے میں ضرور استعمال ہوا ہے اور ان کے لیے اس کے بالکل الگ احکام ہیں جو سورۂ احزاب میں بیان ہوئے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت رسالت مآب ﷺ کے گھرانے کے لیے جو صورت حال پیدا کر دی گئی تھی، اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ خصوصی احکام دیے، انہی احکام کو بالعموم لوگ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، لیکن قرآن نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ ان احکام کا عام مسلمان عورتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

عام مسلمان عورتوں کے لیے جو احکام دیے گئے ہیں، وہ سورۂ نور میں بڑی تفصیل سے بیان ہوئے ہیں، یہاں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی بات: مردوں اور عورتوں دونوں کو الگ الگ خطاب کر کے یہ بات کہی گئی ہے کہ اپنی نگاہوں پر پہرہ بٹھاؤ، عام حالات میں تو ہم جب کوئی حکم دیتے ہیں تو بس مذکر کے صیغے استعمال کر دیتے ہیں، وہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہوتا ہے، لیکن قرآن مجید نے وہاں اہتمام کیا اور یہ کہا کہ ''قل للمؤمنین، قل للمؤمنات'' اے پیغمبر آپ مسلمان مردوں سے یہ کہہ دیں، اے پیغمبر! آپ مسلمان عورتوں سے یہ کہہ دیں۔

دوسری بات: یہ ہے کہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو، یعنی ان کے اندر ایک دوسرے کے لیے کوئی میلان پیدا نہیں ہونا چاہیئے، لباس کا تمہیں خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ اعضاء کو نمایاں کرنے والا نہ ہو۔

تیسری بات: یہ کہی ہے کہ عورتوں کو اپنے سینوں کو بھی اچھی طرح ڈھانپ کر رکھنا چاہیئے۔

چوتھی بات: اور آخری بات بھی عورتوں ہی سے متعلق ہے اور وہ یہی ہے کہ عورتیں زیب وزینت کرتی ہیں، زیورات پہنتی ہیں، اگر وہ یہ پہنے ہوئے ہوں تو پھر ان کو چھپا کر رکھیں، صرف ہاتھ پاؤں اور چہرے کی زیبائش اس سے مستثنیٰ ہے، یہ بہت ہی قابلِ عمل اور بڑے ہی سادہ احکام ہیں، اگر آپ ان پر غور کریں تو ان میں ایک شرافت ہے جو پیدا کرنا مقصود ہے، یہی بات ہے جو قرآن میں بیان ہوئی ہے، اور رسالت مآب ﷺ نے حدیثوں میں بھی اسی کو بیان کیا ہے، اس سے زائد کوئی بات حدیث کے پورے ذخیرے میں نہیں ملتی (اشراق، نومبر ۲۰۰۹ء، ص: ۳۴......جاوید احمد غامدی)

تین طلاق:

سوال: استمداد اور قربانی و نذر اور پکار (لغیر اللہ استغاثہ) دفعۃً تین طلاقوں کا تین ہونا، ہدہد اور نملہ کے لیے مرفوع احادیث بیان کریں (پرویز قادر)

جواب: تین طلاقوں کا ایک طلاق ہونا ایک فقہی بحث ہے، اس میں استدلال کا مدار کن روایات پر ہے، اس کا خلاصہ ابن رشد نے اپنی کتاب ''بدایۃ المجتہد'' میں بخوبی بیان کیا ہے، میں اسے آپ کے لیے نقل کر دیتا ہوں۔

ان کے استدلال کی بنیاد حضرت ابن عباسؓ کی حدیث پر بھی ہے، جس کی تخریج امام مسلم (رقم ۱۴۷۲) اور امام بخاری نے کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں حضرت ابوبکر صدیق کے دور میں اور حضرت عمر فاروق کی خلافت کے دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی قرار دی جاتی تھیں، حضرت عمر فاروق نے تینوں کو نافذ کر دیا، ان حضرات کے استدلال کی بنیاد ابن اسحاق کی روایت پر بھی ہے جو انہوں نے عکرمہ سے بواسطہ ابن عباس بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیں اور اس پر انہیں شدید قلق ہوا اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے طلاق کس طرح دی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیں ہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ تو ایک ہی طلاق ہے تم اس سے رجوع کرلو (ابوداؤد، رقم ۲۲۰۶: ابن ماجہ، رقم ۲۰۵۱) (اشراق، مئی ۲۰۰۸ء، ص: ۵۶...... طالب محسن)

غصہ میں دی گئی طلاق ثلاثہ:

سوال: میں نے اپنی بیوی کو شدید غصہ کی حالت میں تین طلاقیں دے دی ہیں، اب میں بہت پریشان ہوں کہ میں کیا کروں؟ از راہ مہربانی آپ اس کے بارے میں اپنی رائے دیں۔ (محمد عمیر فیاض)

جواب: استاذ محترم جاوید احمد صاحب غامدی کے نزدیک غصہ سے مغلوب ہو کر دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''لا طلاق ولا عتاق فی غلاق'' (ابوداؤد، رقم ۱۲۹۳) غصے سے مغلوب ہو کر دی ہوئی طلاق مؤثر ہوتی ہے اور نہ غلام کی آزادی کا فیصلہ۔ (اشراق، جولائی ۲۰۰۸ء، ص: ۶۰...... محمد رفیع مفتی)

حج میں محرم کی شرط:

استاذ محترم غامدی صاحب کے نزدیک اس زمانے میں چونکہ عورت کے لیے سفر محفوظ ہو گیا ہے، لہٰذا غیر محفوظ سفروں کے زمانے میں محرم کے ساتھ ہونے کی جو ہدایت دی گئی تھی، ان حالات میں اب اس کا اطلاق نہیں ہوتا (اشراق، جولائی ۲۰۰۸ء، ص: ۶۸...... محمد رفیع مفتی)

دوران نماز اردو میں تسبیحات:

رکوع اور سجدے میں اردو زبان میں دعائیں کی جاسکتی ہیں۔(اشراق ،نومبر ۲۰۰۸ء،ص:۶۵......محمد رفیع مفتی)

اپنی زبان میں نماز پڑھنا:

وہ اذکار اور دعائیں جو امام اور مقتدی اپنے طور پر پڑھتے ہیں وہ استاذ محترم جاوید احمد غامدی صاحب کی رائے کے مطابق اپنی زبان میں پڑھی جاسکتی ہیں۔(اشراق،جنوری ۲۰۱۰،ص:۶۴......محمد رفیع مفتی)

وتر کا طریقہ:

وتر کی نماز کی رکعات لازماً طاق ہوتی ہیں،اس کی ادائیگی کا بہترین وقت تہجد ہی کا وقت ہوتا ہے، پڑھنے کا طریقہ کوئی خاص مختلف نہیں ہے،آپ تہجد کے نوافل چار، چھ، آٹھ، جتنے بھی پڑھنا چاہتے ہیں وہ پڑھیں،اس کے بعد وتر کی ایک، تین، یا جتنی طاق رکعتیں بھی آپ پڑھنا چاہیں وہ عام طریقے سے پڑھیں،سوائے اس کے کہ آخری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قرآن کی آیات کی تلاوت کے بعد تکبیر دوبارہ کہہ کر دوبارہ ہاتھ باندھیں اور دعائے قنوت پڑھیں، پھر رکوع میں چلے جائیں۔(اشراق،نومبر ۲۰۰۸ء،ص:۶۵......محمد رفیع مفتی)

مرد وعورت کے مابین تفریق:

سوال: کیا دین نے عورتوں اور مردوں کے احکام میں فرق کیا ہے؟بعض معاشروں میں عورتوں کے ساتھ تفریق کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے مثلاً سعودی عرب میں عورتیں گاڑی نہیں چلاسکتیں۔

جواب: اگر آپ، رسالت مآب ﷺ کے دور کا مطالعہ کریں تو ہمیں وہاں ایسی کوئی تفریق نظر نہیں آتی،اس طرح کی کوئی چیز نہ تورات میں ہے، نہ زبور وانجیل میں اور نہ ہی قرآن میں،قرآن مجید میں یہ بات کہیں بھی موجود نہیں کہ عورت گاڑی نہیں چلاسکتی یا اس کو اگر باہر شاپنگ کے لیے جانا ہے تو اسے کسی کے ساتھ لے جانے والے کا اہتمام کرنا ہوگا۔(اشراق،نومبر ۲۰۰۹ء،ص:۳۱......جاوید احمد غامدی)

تبلیغی جماعت:

تبلیغی جماعت کئی پہلوؤں سے مفید اور کارآمد خدمات سرانجام دے رہی ہے،تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ کئی پہلوؤں سے تبلیغی جماعت کے کام میں بہتری لانے کی ضرورت ہے ،ہمارے نزدیک اس میں سب سے اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ تبلیغی جماعت جس نصاب کی بنیاد پر عام لوگوں تک دین کی دعوت پہنچاتی ہے اس کا بڑا حصہ ضعیف اور موضوع روایات پر مشتمل ہے،اس سے بڑھ کر یہ کہ قرآن کریم کی شکل میں جو عظیم ترین نعمت ہمیں حاصل

ہے،اس کو بنیاد بنا کر یہ کام نہیں کیا جا رہا، ہمارے نزدیک قرآن کریم جب کسی دینی دعوت کی بنیاد نہ ہو تو ایسے دعوتی کام میں افراط وتفریط کا پیدا ہو جانا لازمی ہو جاتا ہے، جہاں ان لوگوں کا سوال ہے جو ٹی وی چینلز کو ذریعہ بنا کر دین کے حوالے سے کام کر رہے ہیں تو ان کو بھی غلط نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔(اشراق، جنوری ۲۰۱۱ء، ص: ۵۰......ریحان احمد یوسفی)

مرد وعورت کی دیت میں عدم تفریق:

دیت کا جو قانون قرآن میں بیان ہوا ہے، اس کے متعلق یہ دو سوالات اس زمانے میں بہت کچھ موضوع بحث رہے ہیں۔

ایک یہ کہ کیا دیت کی کوئی مقدار شریعت میں مقرر کر دی گئی ہے اور اس کے مطابق کیا مرد کے مقابلہ میں عورت کی دیت فی الواقع نصف ہے؟

دوسرا یہ کہ دیت کی حقیقت کیا ہے؟ یہ کیا اس معاشی نقصان کا بدل ہے جو مجرم کی طرف سے مقتول کے وارثوں یا خود مجروح کو پہنچتا ہے یا جان یا عضو کی قیمت ہے یا اس کے سوا کوئی تیسری چیز ہے؟

اس بحث سے یہ حقیقت پوری طرح مبرہن ہو جاتی ہے کہ اسلام نے دیت کی کسی خاص مقدار کا ہمیشہ کے لیے تعین کیا ہے نہ عورت اور مرد، غلام اور آزاد اور کافر اور مومن کی دیتوں میں کسی فرق کی پابندی ہمارے لیے لازم ٹھہرائی ہے، اس کی مقدار، نوعیت اور دوسرے تمام امور میں قرآن کا یہی حکم ہے کہ معروف یعنی معاشرے کے دستور اور رواج کی پیروی کی جائے (برہان، ص: ۹ تا ۲۴، طبع ششم، فروری ۲۰۰۹ء)

طلاق کا حق:

جس طرح یہ ذمہ داری مرد پر عائد ہو جاتی ہے کہ عورت اور اس کے بچوں کی تمام معاشی ضرورتیں اب وہ پوری کرے گا، اسی طرح عورت بھی پابند ہو جاتی ہے کہ اگر خدانخواستہ نباہ نہ ہو سکے تو علیحدگی کا کوئی اقدام وہ مرد سے معاملہ کیے بغیر نہ کرے، چنانچہ طلاق کی نوبت آ جائے تو وہ طلاق دے گی نہیں بلکہ طلاق کا مطالبہ کرے گی، عام حالات میں توقع یہی ہے کہ ہر شریف النفس آدمی نباہ کی کوئی صورت نہ پا کر یہ مطالبہ مان لے گا، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو عورت کیا کرے؟ اس سوال کا کوئی جواب شریعت نے نہیں دیا بلکہ زندگی کے دوسرے معاملات کی طرح اسے ہمارے اجتہاد کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ ریاست کی سطح پر یہ قانون بنا دینا چاہئے کہ مطالبۂ طلاق کے بعد اگر شوہر نوے دن کے اندر طلاق نہیں دیتا تو نکاح آپ سے آپ فسخ ہو جائے گا، اور اموال وملک سے متعلق اگر کوئی نزاع ہے تو فریقین

عدالت سے رجوع کریں گے، دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اس وقت جو نکاح نامہ رائج ہے اس میں حق طلاق کی تفویض کا کالم ختم کر کے درج ذیل عبارت نکاح نامہ کی ابتداء میں درج کر دی جائے:

''یہ نکاح اس شرط کے ساتھ منعقد ہوا ہے کہ بیوی اگر کبھی تحریری طور پر طلاق کا مطالبہ کرے گی تو شوہر نوے دن کے اندر اندر اسے طلاق دینے کا پابند ہوگا، وہ اگر ایسا نہیں کرے گا تو یہ مدت گزر جانے کے بعد اس کی طرف سے بیوی پر آپ سے طلاق واقع ہو جائے گی (مقامات، ص ۱۴۷، طبع اول نومبر ۲۰۰۸ء)

سر کی اوڑھنی:

اس سے واضح ہے کہ سر کے معاملہ میں بھی پسندیدہ بات یہی ہونے چاہیئے اور بناؤ سنگھار نہ بھی کیا ہو تو عورتوں کو دوپٹا سر پر اوڑھ کر رکھنا چاہیئے، یہ اگرچہ واجب نہیں ہے لیکن مسلمان عورتیں جب مذہبی احساس کے ساتھ جیتی اور خدا سے زیادہ قریب ہوتی ہیں تو وہ یہ احتیاط لازماً ملحوظ خاطر رکھتی ہیں اور کبھی پسند نہیں کرتیں کہ کھلے سر اور کھلے بالوں کے ساتھ اجنبی مردوں کے سامنے ہوں۔ (مقامات، ص ۱۵۰، طبع اول نومبر ۲۰۰۸ء)

نیل پالش:

عورتیں اپنے ناخن کسی نہ کسی چیز سے رنگتی رہی ہیں، ہمارے زمانے میں اس کے لیے مختلف اقسام کی نیل پالش ایجاد ہوگئی ہے، مہندی وغیرہ کے برعکس اس کی موٹی تہ چونکہ ناخن پر جم جاتی ہے اس لیے یہ سوال پیدا ہوا کہ اس کے ساتھ وضو کا کیا کیا جائے؟ اس کے تین جواب دیے گئے ہیں۔

تیسرا یہ کہ اسے جرابوں کے مسح پر قیاس کرنا چاہیئے، چنانچہ نیل پالش اگر وضو کر کے لگائی گئی تو اتارنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے اوپر ہی وضو کر لیا جائے گا، لیکن وضو کے بغیر لگائی ہے تو اس کو اتار کر وضو کرنا چاہیئے۔

ہمارے نزدیک یہی تیسرا مسلک قابل ترجیح ہے، یہ احتیاط کا مسلک ہے (مقامات، ص ۱۵۱، طبع اول نومبر ۲۰۰۸ء)

صحیح مسالک:

سوال: دین کے اعتبار سے کون کون سے مسالک صحیح ہیں؟

جواب: دین کے بارے میں جو مسالک، مکاتب فکر یا نقطہ ہائے نظر اس وقت موجود ہیں انہیں انسانوں ہی نے اپنے فہم کی روشنی میں قائم کیا ہے، ان میں سے کسی مکتب فکر کی ضروری نہیں کہ ہر بات صحیح ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر بات غلط ہو، علم و فکر کے اعتبار سے کسی بھی انسانی کاوش کو بالکلیہ صحیح نہیں کہا جا سکتا، میں جو دین آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اس کے بارے میں یہ دعویٰ ہرگز نہیں کر سکتا کہ یہ سارے کا سارا لازماً صحیح ہوگا، میری اپنی تاریخ

مجھے بتاتی ہے کہ میں نے اپنی قائم کی ہوئی بہت سے آراء سے رجوع کیا ہے، اب سے پہلے کسی رائے کو میں اپنے علم وعقل کے مطابق صحیح سمجھتا تھا اور پورے یقین کے ساتھ اس کو بیان کرتا تھا، آج میں اپنے علم وعقل کی روشنی میں اس رائے کو غلط سمجھتا ہوں، میرے ایمان ویقین کا معاملہ اصل میں میرے فہم کے ساتھ وابستہ ہے، اس معاملے میں صحیح رویہ یہی ہے کہ ہمیں ہر وقت اپنے دل ودماغ کو کھلا رکھنا چاہیئے اور اپنی رائے کے تعصب میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے، چنانچہ مکاتب فکر کے بارے میں یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ فلاں مکتب فکر حقیقت کے زیادہ قریب ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں مکتب فکر سرتاپا حق ہے، حق کی حتمی حجت کی حیثیت صرف اور صرف اللہ کے پیغمبر کی بات کو حاصل ہے، اس کو معیار بنا کر آپ کسی بات کے رد یا قبول کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ (سوال وجواب، ہٹس ۱۹۹۶، تاریخ اشاعت ۲۵ ستمبر ۲۰۰۹ء...... جاوید احمد غامدی)

دین اسلام کا غامدی ایڈیشن:

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، کم وبیش ربع صدی کے مطالعہ وتحقیق سے میں نے اس دین کو جو کچھ سمجھا ہے وہ اپنی اس کتاب میں بیان کردیا ہے، اس کی ہر محکم بات کو پروردگار کی عنایت اور میرے جلیل القدر استاذ امام امین احسن اصلاحی کے رشحات فکر سے اخذ واستفادہ کا نتیجہ سمجھیے، اس میں کوئی کمزور بات نظر آئے تو اس کو میری کوتاہی علم پر محمول کیجئے، (جاوید، المورد لاہور ۱۰/ اپریل ۱۹۹۰ء، میزان، ص:۱۱، طبع ۲۰۱۴)

دین کا تنہا ماخذ:

دین اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جو اس نے پہلے انسان کی فطرت میں الہام فرمائی اور اس کے بعد اس کی تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ اپنے پیغمبروں کی وساطت سے انسان کو دی ہے، اس سلسلہ کے آخری پیغمبر محمد ﷺ ہیں، چنانچہ دین کا تنہا ماخذ اس زمین پر اب محمد ﷺ کی ذات والا صفات ہے، صرف انہی کی ہستی ہے کہ جس سے قیامت تک بنی آدم کو ان کے پروردگار کی ہدایت میسر ہوسکتی ہے، اور یہ صرف انہی کا مقام ہے کہ اپنے قول وفعل اور تقریر وتصویب سے وہ جس چیز کو دین قرار دیں وہی اب رہتی دنیا تک دینِ حق قرار پائے۔ (میزان، ص:۱۳، طبع ۲۰۱۴ء)

توہینِ رسالت کی سزا:

توہینِ رسالت کی سزا کا جو قانون ریاست پاکستان میں نافذ ہے، اس کا کوئی ماخذ قرآن وحدیث میں تلاش نہیں کیا جاسکتا، اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ قانون کہاں سے اخذ کیا گیا؟ اس سوال کے جواب میں بعض اہل علم نے فرمایا کہ یہ سورۂ مائدہ کی آیات ۳۳، ۳۴ سے ماخوذ ہوسکتا ہے، ان کا یہ ارشاد ہے کہ مائدہ کی ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ

نے محاربہ اور فساد فی الارض کی سزا بیان فرمائی ہے اور اس کے رسول کی توہین وتحقیر بھی محاربہ ہی کی ایک صورت ہے، آیات کا ترجمہ یہ ہے۔

’’جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑیں گے اور زمین پر فساد برپا کرنے کی کوشش کریں گے، ان کی سزا پھر یہی ہے کہ عبرت ناک طریقے سے قتل کردیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں بے ترتیب کاٹ دیے جائیں، یا انہیں علاقہ بدر کردیا جائے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے ایک بڑا عذاب ہے، مگر ان کے لیے نہیں جو تمہارے قابو پانے سے پہلے توبہ کرلیں، سو (ان پر زیادتی نہ کرو) اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ بخشنے والا ہے اس کی شفقت ابدی ہے‘‘۔

اس قانون کے ماخذ سے متعلق دوسرے نقطہ ہائے نظر کی طرح یہ رائے بھی ہمارے نزدیک محلِ نظر ہے۔

اول اس لیے کہ آیت میں ’’یحاربون‘‘ کا لفظ ہے، یہ لفظ تقاضا کرتا ہے کہ آیت میں جو سزائیں بیان ہوئی ہیں وہ اسی صورت میں دی جائیں جب مجرم سرکشی کے ساتھ توہین پر اصرار کرے، فساد انگیزی پر اتر آئے، دعوت وتبلیغ، تلقین ونصیحت اور بار بار کی تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے، بلکہ مقابلہ کے لیے کھڑا ہوجائے، آدمی الزام سے انکار کرے یا اپنی بات کی وضاحت کردے اور اس پر اصرار نہ کرے تو لفظ کے کسی مفہوم میں بھی اسے محاربہ یا فساد قرار نہیں دیا جاسکتا۔

ثانیاً اس لیے کہ اقرار واصرار کے بعد بھی مجرم قانون کی گرفت میں آنے سے پہلے توبہ اور رجوع کرلے تو قرآن کا ارشاد ہے کہ اس پر حکم کا اطلاق نہیں ہوگا، چنانچہ فرمایا کہ توبہ کرنے والوں کو یہ سزائیں نہیں دی جاسکتیں، اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ کاروائی سے پہلے انہیں توبہ واصلاح کی دعوت دینی چاہیئے اور بار بار توجہ دلانی چاہیئے کہ وہ خدا اور رسول کے ماننے والے ہیں تو اپنی عاقبت برباد نہ کریں اور ان کے سامنے سرِتسلیم خم کردیں، اور ماننے والے نہیں ہیں تو مسلمانوں کے جذبات کا احترام کریں اور اس جرمِ شنیع سے باز آجائیں۔

ثالثاً اس لیے کہ آیت کی رو سے یہ ضروری نہیں کہ انہیں قتل ہی کیا جائے، اس میں یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ جرم کی نوعیت اور مجرم کے حالات تقاضا کرتے ہوں تو عدالت اسے کم تر سزا بھی دے سکتی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ اس طرح کے مجرموں کو علاقہ بدر کردیا جائے۔

اس وقت جو قانون نافذ ہے، ان میں سے کوئی بات بھی اس میں ملحوظ نہیں رکھی گئی، وہ مجرد شہادت پر سزا دیتا ہے، اس میں انکار یا اقرار کو بھی وہ اہمیت نہیں دی گئی جس کا آیت تقاضا کرتی ہے، سرکشی اور اصرار بھی ضروری نہیں ہے، دعوت وتبلیغ اور اس کے نتیجے میں توبہ اور اصلاح کی بھی گنجائش نہیں ہے، اس کی رو سے قتل کے سوا کوئی

دوسری سزا بھی نہیں دی جا سکتی، علماء اگر آیت محاربہ کو قانون کا ماخذ مان کر اس کے مطابق ترمیم کے لیے راضی ہو جائیں تو اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے؟ اس کے نتیجہ میں وہ تمام اعتراضات ختم ہو جائیں گے جو اس وقت اس قانون پر کیے جا رہے ہیں، قرآن اس معاملہ میں بالکل واضح ہے کہ موت کی سزا کسی شخص کو دو ہی صورتوں میں دی جا سکتی ہے، ایک یہ کہ وہ کسی کو قتل کر دے، دوسرے یہ کہ ملک میں فساد برپا کرے اور لوگوں کی جان، مال و آبرو کے لیے خطرہ بن جائے، آیت محاربہ کے مطابق ترمیم کر دی جائے تو قرآن کا یہ تقاضا پورا ہو جائے گا، پھر یہی نہیں، قانون بڑی حد تک اُس نقطہ نظر کے قریب بھی ہو جائے گا جو فقہ اسلامی کے جلیل القدر امام ابو حنیفہ اور جلیل القدر محدث امام بخاری نے اختیار فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک یہی نقطۂ نظر اس معاملے میں قرینِ صواب ہے، ریاست پاکستان میں احناف کی اکثریت ہے، لیکن باعث تعجب ہے کہ قانون سازی کے موقع پر ان کی رائے یکسر نظر انداز کر دی گئی ہے، چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ موجودہ قانون قرآن کے بھی خلاف ہے، حدیث کے بھی خلاف ہے اور فقہائے احناف کی رائے کے بھی خلاف ہے، اسے لازماً تبدیل ہونا چاہیئے، یہ پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا باعث بن رہا ہے۔

(۲)

توہینِ رسالت کی سزا کے جو واقعات بالعموم نقل کیے جاتے ہیں، ان کی حقیقت بھی سمجھ لینی چاہیئے، ابورافع ان لوگوں میں سے تھا جو غزوۂ خندق میں قبائل کو مدینہ پر چڑھا لانے کا مجرم تھا، ابن اسحاق کے الفاظ میں **"فیمن حزب الاحزاب علی رسول الله ﷺ"** کعب بن اشرف کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد اس نے مکہ جا کر قریش کے مقتولین کے مرثیے کہے جن میں انتقام کی ترغیب تھی، مسلمان عورتوں کا نام لے کر تشبیب لکھی اور مسلمانوں کو اذیت پہنچائی، رسول اللہ ﷺ کی حکومت میں رہتے ہوئے آپ کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ بعض روایتوں کے مطابق آپ کو دھوکے سے قتل کر دینا چاہا، عبداللہ بن خطل کو رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کی تحصیل کے لیے بھیجا، اس کے ساتھ ایک انصاری اور ایک مسلمان خادم بھی تھا، راستے میں حکم عدولی پر اس نے خادم کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا، پھر یہی نہیں، یہ تینوں خدا کے رسول کی طرف سے اتمام حجت کے باوجود آپ کی تکذیب پر مصر رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ قانون قرآن میں جگہ جگہ بیان فرمایا ہے کہ رسولوں کے براہ راست مخاطبین عذاب کی زد میں ہوتے ہیں، چنانچہ معاندات پر اتر آئیں تو قتل بھی کیے جا سکتے ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ یہ محض توہین کے مجرم نہیں تھے، بلکہ ان سب جرائم کے مرتکب بھی ہوئے تھے، لہٰذا انہی کی پاداش میں قتل کیے گئے، عبداللہ بن خطل ایک خونی مجرم تھا، اس کے بارے میں اسی بناء پر حکم دیا گیا کہ کعبے کے پردوں میں بھی چھپا ہوا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔

اسی طرح کے مجرم تھے جن کا ذکر سورۂ احزاب میں ہوا ہے، خدا کے پیغمبر سے مسلمانوں کو برگشتہ اور بدگمان کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کی اخلاقی ساکھ بالکل برباد کردینے کے لیے یہ ان کی خانگی زندگی کے بارے میں افسانے تراشتے، بہتان لگاتے اور اسکینڈل پیدا کرتے تھے، ازواج مطہرات سے نکاح کے ارمان ظاہر کرتے تھے، مسلمانوں میں گھبراہٹ پھیلانے اور ان کے حوصلے پست کرنے کے لیے طرح طرح کی افواہیں اڑاتے تھے، مسلمان عورتیں جب رات کی تاریکی میں یا صبح منہ اندھیرے رفع حاجت کے لیے نکلتی تھیں، تو ان کے درپے آزار ہوتے اور اس پر گرفت کی جاتی تو اس طرح کے بہانے تراش کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے تھے کہ ہم نے تو فلاں اور فلاں لونڈی سمجھ کر ان سے فلاں بات معلوم کرنا چاہی تھی، ان کے بارے میں یہ سب چیزیں قرآن کے اشارات سے بھی واضح ہیں اور روایتوں میں بھی صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہی، چنانچہ فرمایا کہ مسلمان عورتیں اپنی کوئی چادر اوپر ڈال کر باہر نکلیں تا کہ لونڈیوں سے الگ پہچانی جائیں اور ان کو ستانے کے لیے یہ اس طرح کے بہانے نہ تراش سکیں، نیز فرمایا کہ یہ اشرار بھی متنبہ ہو جائیں کہ ان حرکتوں سے باز نہ آئے تو عبرت ناک طریقے سے قتل کردیے جائیں گے۔

یہ منافق اگر (اس کے بعد بھی) اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور وہ بھی جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ بھی جو مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے ہیں، تو ہم ان کے خلاف تمہیں اٹھا کھڑا کریں گے، پھر وہ مشکل ہی سے تمہارے ساتھ رہ سکیں گے، ان پر پھٹکار ہوگی، جہاں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور عبرت ناک طریقے سے قتل کردیے جائیں گے۔ (۳۳، ۶۰، ۶۱)

ان کے علاوہ جو واقعات سنائے جاتے ہیں، وہ اگرچہ سند کے لحاظ سے نا قابلِ التفات ہیں، لیکن بالفرض ہوئے ہوں تو ان کی نوعیت بھی یہی سمجھنی چاہیئے کہ منکرین کے سب وشتم سے ان کی معاندت پوری طرح ظاہر ہوجانے کے بعد رسولوں کی تکذیب کا وہ قانون ان پر نافذ کردیا گیا جو قرآن میں ایک سنت الٰہی کی حیثیت سے مذکور ہے، بعض مقتولین کے خون کو ہدر قرار دینے کی وجہ بھی یہی تھی "**لا یقتل مسلم بکافر**" اسی کا بیان ہے، علماء ان حقائق سے واقف ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کا اصرار ہے کہ ان واقعات سے وہ توہینِ رسالت کا قانون اخذ کریں گے۔

یہاں ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اس قصے سے بھی استدلال کرنا چاہے جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا فیصلہ تسلیم نہ کرنے پر انہوں نے ایک شخص کی گردن اڑا دی تھی، ہمارے علماء منبروں پر یہ واقعہ سناتے اور لوگوں کو بالواسطہ ترغیب دیتے ہیں کہ توہینِ رسالت کے مرتکبین کے ساتھ وہ بھی یہی سلوک کریں

گے، مگر حقیقت یہ ہے کہ حدیث کے پہلے، دوسرے، یہاں تک کہ تیسرے درجے کی کتابیں بھی اس واقعے سے خالی ہیں، ابن جریر طبری ہر طرح کی تفسیری روایتیں نقل کر دیتے ہیں، مگر انہوں نے بھی اسے قابل اعتناء نہیں سمجھا، یہ ایک غریب اور مرسل روایت ہے جسے بعض مفسرین نے اپنی تفسیروں میں نقل ضرور کیا ہے، لیکن جن لوگوں کو علم حدیث سے کچھ بہرہ حاصل ہے انہوں نے وضاحت کر دی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی سند بالکل واہی ہے، اور ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم کی سندوں میں اس کا راوی ابن لہیعہ ضعیف ہے، اس کے بارے میں یہ بات بالکل غلط ہے کہ مفسرین سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۵ کی شان نزول کے طور پر یہی واقعہ بیان کرتے ہیں، نساء کی آیت اگرچہ کسی شان نزول کی محتاج نہیں ہے، تاہم جو واقعہ امام بخاری اور دوسرے ائمہ محدثین نے اس کے شان نزول کے طور پر بیان کیا ہے اور جسے مفسرین بالعموم نقل کرتے ہیں، وہ اس کے برخلاف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر کا ایک انصاری سے پانی پر اختلاف ہو گیا، معاملہ حضور کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ زبیر اپنے کھیت کو سیراب کر کے باقی پانی اس کے لیے چھوڑ دیں گے، اس پر نصاریٰ نے فوراً کہا، یا رسول اللہ! اس لیے نا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں؟ یہ صریح بے انصافی اور اقرباء پروری کا اتہام اور انتہائی گستاخی کی بات تھی، چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، مگر آپ نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اپنی بات مزید وضاحت کے ساتھ دہرا دی اور فرمایا کہ کھیت کے منڈیر تک پانی روک کر باقی اس کے لیے چھوڑ دیا جائے۔

علماء کو حسن انتخاب کی داد دینی چاہیئے کہ رسول اللہ ﷺ کے عفو و درگذر اور رأفت و رحمت کی یہ روایت تو انہوں نے نظر انداز کر دی ہے، دراں حالیکہ یہ بخاری و مسلم میں مذکور ہے اور حضرت عمر کے گردن مار دینے کی ضعیف اور نا قابل التفات روایت ہر جگہ نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سنا رہے ہیں۔

(۳)

توہین رسالت کے بارے میں جمہور فقہاء کی رائے کیا خاص اس سزا سے متعلق قرآن وحدیث کے کسی حکم پر مبنی ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں، مسلمانوں کے لیے اس کی بنا ارتداد اور ذمیوں کے لیے نقض عہد پر قائم کی گئی ہے، فقہاء یہ کہتے ہیں کہ مسلمان اگر توہین رسالت کا ارتکاب کرے گا تو مرتد ہو جائے گا اور مرتد کی سزا قتل ہے، اسی طرح غیر مسلم ذمی اس کا مرتکب ہوگا تو اس کے لیے عقد ذمہ کی امان ختم ہو جائے گی اور اس کے نتیجے میں اسے بھی قتل کر دیا جائے گا، اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ سورۂ توبہ کی آیت ۲۹ میں غیر مسلم اہل کتاب کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے محکوم اور زیر دست بن کر رہنے کے لیے تیار نہ ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے، چنانچہ اگر کوئی

ذمی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سب وشتم کا رویہ اختیار کرتا ہے تو اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ سرکشی پر اتر آیا ہے، اور وہ محکوم اور زیردست بن کر رہنے کے لیے تیار نہیں ہے، فقہ اسلامی میں اس استدلال کی ابتداء غالباً عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس رائے سے ہوئی، ان کا ارشاد ہے،

جو مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر یا نبیوں میں سے کسی دوسرے نبی پر سب وشتم کرے گا، وہ رسول اللہ کی تکذیب کا مرتکب ہوگا، یہ ارتداد ہے جس پر اس سے توبہ کا تقاضا کیا جائے، اگر رجوع کر لیتا ہے تو چھوڑ دیا جائے گا اور اگر نہیں کرتا تو قتل کر دیا جائے گا، اسی طرح غیر مسلم معاہدین میں سے کوئی شخص اگر معاند ہو کر اللہ یا اللہ کے کسی پیغمبر پر علانیہ سب وشتم کرتا ہے تو عہد ذمہ کو توڑنے کا مجرم ہوگا تم اسے بھی قتل کر دو گے۔ (زادالمعاد، ابن قیم ۴/ ۳۷۹)

فقہاء کے نزدیک سزا کی بنیاد یہی ہے، لیکن قرآن وحدیث پر تدبر سے واضح ہو جاتا ہے کہ دور صحابہ کے بعد یہ بنیاد ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی ہے، ہم نے اپنی کتابوں ''میزان'' اور ''برہان'' میں پوری طرح مبرہن کر دیا ہے کہ ارتداد کی سزا انہی لوگوں کے ساتھ خاص تھی جن پر رسول اللہ ﷺ نے براہِ راست اتمام حجت کیا اور آپ پر ایمان لانے کے بعد وہ کفر کی طرف پلٹ گئے، ان کے بارے میں خدا کا فیصلہ یہی تھا کہ اگر کفر پر قائم رہیں گے تو اس کی سزا بھی موت ہے اور ایمان لے آنے کے بعد دوبارہ کفر اختیار کریں گے تو اس کی سزا بھی موت ہے، رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ ''من بدّل دیناً فاقتلوہ'' (جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو) انہی سے متعلق ہے، ان کے لیے یہ سزا اس سنت الٰہی کے مطابق مقرر کی گئی تھی جو قرآن میں رسولوں کے براہ راست مخاطبین سے متعلق بیان ہوئی ہے، زمانہ رسالت کے بعد پیدا ہونے والے مسلمانوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

نقض عہد کا معاملہ بھی یہی ہے، اب دنیا میں نہ کوئی ذمی ہے نہ کسی کو ذمی بنایا جا سکتا ہے، سورۃ التوبہ کی آیت ۱۲۹ اتمام حجت کے اسی قانون کی فرع ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے، چنانچہ منکرین حق کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انہیں محکوم اور زیردست بنا کر رکھنے کا حق بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے، قیامت تک کوئی شخص اب نہ دنیا کی کسی قوم پر اس مقصد سے حملہ کر سکتا ہے اور نہ کسی مفتوح کو محکوم بنا کر اس پر جزیہ عائد کرنے کی جسارت کر سکتا ہے، مسلمان ریاستوں کے غیر مسلم شہری نہ اصلاً مباح الدم ہیں، نہ ذمی ہیں اور نہ کسی امان کے تحت رہ رہے ہیں جس کے اٹھ جانے کی صورت میں ان کے بارے میں قتل کا حکم دیا جائے، یہ سب چیزیں اب قصہ ماضی ہیں، انہیں کسی لحاظ سے بھی بناء استدلال نہیں بنایا جا سکتا۔

اس کے بعد دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں، ایک یہ کہ اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کو سامنے رکھ کر قانون سازی کی جائے اور تعزیر کے طور پر سزا مقرر کر دی جائے، دوسرے یہ کہ سورۃ المائدہ کی آیات ۳۳، ۳۴، کو قانون

سازی کی بنیاد بنایا جائے، یہی دوسری صورت ہے جس کے بارے میں ہم بیان کر چکے ہیں، سورۃ المائدہ کی ان آیتوں کو بنیاد بنا کر قانون سازی کی جائے گی تو یہ تین چیزیں لازماً ملحوظ رکھنا ہوں گی، قرآن کے الفاظ اس کا تقاضا کرتے ہیں۔

(۱) توہین کے مرتکب کو توبہ واصلاح کی دعوت دی جائے گی اور بار بار توجہ دلائی جائے گی کہ وہ خدا اور رسول کا ماننے والا ہے تو اپنی عاقبت برباد نہ کرے، اور ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے، اور اگر ماننے والا نہیں ہے تو مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرے اور جرمِ شنیع سے باز آ جائے۔

(۲) اس کے خلاف مقدمہ صرف اس صورت میں قائم کیا جائے جب وہ توبہ اور رجوع سے انکار کر دے، سرکشی کے ساتھ توہین پر اصرار کرے، فساد انگیزی پر اتر آئے، دعوت وتبلیغ، تلقین ونصیحت اور بار بار کی تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے، بلکہ مقابلہ کے لیے کھڑا ہو جائے۔

(۳) سزا میں گنجائش رکھی جائے گی کہ جرم کی نوعیت اور مجرم کے حالات تقاضا کرتے ہوں تو قتل جیسی انتہائی سزا کی بجائے اسے کوئی کم تر سزا بھی دی جا سکتی ہے (اشراق، مارچ تا مئی ۲۰۱۱ء...... جاوید احمد غامدی)

بغیر نیت، الفاظ طلاق:

سوال: میں نے اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑے کے دو مختلف موقعوں میں سے ہر موقع پر محض اسے دبانے اور چپ کرانے کے لیے دوبار طلاق طلاق کے الفاظ بولے ہیں جس کے نتیجے میں اس وقت وہ جھگڑا ختم ہو گیا، میرا سوال یہ ہے کہ کیا اس صورت میں جب کہ میں نے طلاق دینے کی نیت سے طلاق کے الفاظ بولے ہی نہیں تھے، میرے ان الفاظ سے طلاق واقع ہو گئی تھی؟ (عبدالستار، جاپان)

جواب: آپ نے جو بات لکھی ہے، اگر وہ واقعۃً ایسے ہی ہے تو پھر ہمارے نزدیک ان الفاظ سے کوئی ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوئی، البتہ ان الفاظ کا اس طرح بولنا شدید غلطی ہے، یہی الفاظ اگر آپ قاضی کی عدالت میں کھڑے ہو کر بولیں گے تو وہ آپ سے نیت پوچھے بغیر طلاق واقع کر دے گا، کیونکہ ان الفاظ کا ایک سنجیدہ مطلب اور طے شدہ مقصد ہے، اس مقصد کے بغیر انہیں بولنا ہرگز درست نہیں، بہر حال ہمارے خیال میں آپ کے طلاق کی نیت کے بغیر یہ الفاظ بولنے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ آپ کو اپنی اس غلطی پر سچے دل سے توبہ واستغفار کرنی چاہیئے، طلاق کے لفظ کی جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے، ایک قانونی حیثیت ہے، چنانچہ ان الفاظ کو کسی اور مقصد کے لیے استعمال کرنا کسی صورت بھی درست نہیں، لہٰذا آپ یہ عہد کریں کہ آپ آئندہ ان الفاظ کو کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کریں گے۔ (اشراق، جون ۲۰۰۸ء، ص: ۶۵...... محمد رفیع مفتی)

الجواب باسم الملک الوہاب

بشرط صحت سوال یہ شخص زندیق ہے اور اس کی کتابوں کا مطالعہ کرنا ناجائز ہے۔

''الثانی انّہ قدتواتر وانعقد الاجماع علی نزول عیسی بن مریم علیہ السلام فتاویل ھذہ وتحریفہ کفرایضاً وقدقال فی روح المعانی وھومن محققی المتاخرین ......انّ من لم یقل بنزولہ فقداکفرہ العلماء وھوعلی القاعدۃ فی انکارہ ماتواترفی الشرع''......(اکفارالملحدین فی ضروریات الدین: ۱۱)

''قال التفتازانی فی مقاصد الطالبین فی اصول الدین الکافر ان اظھر الایمان خص باسم المنافق وان کفر وان تدین ببعض الادیان فبالکتابی وان اسند الحوادث الی الزمان واعتقد قدمہ فبالدھری وان نفی الصانع فبالمعطل وان ابطن عقائد ھی بالاتفاق فبالزندیق ......وقال فی شرحہ قدظھر ان الکافر اسم لمن لاایمان لہ فان اظھر الایمان خص باسم المنافق وان طرء کفرہ بعدالاسلام خص باسم المرتد لرجوعہ عن الاسلام وان قال بالٰھین اواکثر خص باسم المشرک لاثباتہ الشریک فی الالوھیۃ وان کان متدینا ببعض الادیان والکتب المنسوخۃ خص باسم الکتابی کالیھودی والنصرانی وان کان یقول بقدم الدھر واسنادالحوادث الیہ خص باسم الدھری وان کان لایثبت الباری تعالی خص باسم المعطل وان کان مع اعترافہ بنبوۃ النبی ﷺ واظھار شعائرالاسلام یبطن عقائدھی کفربالاتفاق خص باسم الزندیق وھوفی الاصل منسوب الی الزند اسم کتاب اظھر مزدک فی ایام قباد وزعم انہ تاویل کتاب المجوس الذی جاء بہ زرادشت الذی یزعمون انہ نبیھم قولہ المعروف اھ فان الزندیق یموہ کفرہ ویروج عقیدتہ الفاسدۃ ویخرجھا فی الصورۃ الصحیحۃ وھذا معنی ابطان الکفر فلاینافی اظھارہ الدعوی الی الضلال وکونہ معروفا بالاضلال اھ''......(اکفار الملحدین فی ضروریات الدین: ۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رسول اکرم ﷺ کے والدین کا مذہب کیا تھا؟

مسئلہ نمبر (۷) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) رسول کریم ﷺ کے والدین کا مذہب کیا تھا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کو ان کی وفات کے بعد زندہ کیا گیا تھا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے، باقی صحیح بات یہی ہے کہ اس سلسلے میں توقف کیا جائے یعنی خاموشی اختیار کی جائے، اور آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی اور بے ادبی سے زبان کو محفوظ رکھا جائے۔

"فی الدر المختار، ولایقال انّ فیه اساء ة ادب لاقتضائه کفر الابوین الشریفین مع انّ اللّٰه تعالی احیاهما له وا ٰ منّا به کماورد فی حدیث ضعیف......وبالجملة کما قال بعض المحققین انه لاینبغی ذکر هذه المسئلة الامع مزید الادب ولیست من المسائل التی یضر جهلهاویسئل عنها فی القبر اوفی الموقف فحفظ اللسان عن التکلم فیها الّابخیر اولی واسلم اه"......(فتاوی شامی: ۲/۴۱۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

"ان الله خلق آدم علی صورته" کا مفہوم:

مسئلہ نمبر (۸) باسمہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے سٹوڈنٹس کو لیکچر دیتے ہوئے ایک حدیث پیش کی کہ "ان اللـه خلق آدم علـی صورتـه" کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے، اس کے بعد وائٹ بورڈ پر لفظ اللہ کو لکھا، پھر کہنے لگے کہ اللہ کو الٹ کرو تو انسان بن جاتا ہے، پھر اللہ کے لفظ کو الٹا کر کے انسانی شکل بنا دی۔

براہ کرم مفتی صاحب! قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسے شخص کے بارے میں وضاحت فرمائیں کہ اسلام کی نظر میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں شخص مذکور نے اللہ تعالیٰ کے نام کا استہزاء نہیں کیا بلکہ حدیث کی تشریح میں غلطی ہوئی ہے، چونکہ یہ تشریح کا اہل نہیں تھا لہذا توبہ واستغفار ضروری ہے، اس حدیث کی صحیح تشریح درج ذیل ہے۔

(۱)　حدیث میں ”علی صورتہ“ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت ہے جو دوسرے انسانوں سے جدا ہے، دوسرے انسانوں کی پیدائش پہلے نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر جنین پھر بچہ پھر آدمی پھر اس کا قد مکمل ہوتا ہے، جب کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ابتداءً ہی کامل مکمل ساٹھ ہاتھ قد کا انسان بنایا دوسرے انسانوں کی طرح مختلف مراحل سے نہیں گزرنا پڑا۔

(۲)　”علی صورتہ“ سے مراد صفات بھی ہوسکتی ہیں، یعنی اللہ نے اپنی چند صفات پر پیدا کیا، زندہ، جاننے والا، سننے والا، دیکھنے والا، بولنے والا۔

(۳)　”علی صورتہ“ سے مراد اعزاز ہے جیسے بیت اللہ، روح اللہ۔

”قوله على صورته اى على صورة آدم لانه اقرب اى خلقه فى اوّل الامر بشراً سويا كامل الخلقة طويلًا ستين ذراعاً كماهو المشاهد بخلاف غيره فانه يكون اولاً نطفة ثم علقةً ثم مضغةً ثم جنيناً ثمّ طفلاً ثم رجلاً حتّٰى يتم طوله فله اطوار“......(عمدة القارى: ۲۲/۳۵۸)

”فمعنى الصورة اى الصفة كمايقال عرفنى صورة هذه الامر اى صفة يعنى خلق آدم على صفته اى حياً، عالماً، سميعاً، بصيراً، متكلماً اوهو اضافة تشريفية نحوبيت الله وروح الله“......(عمدة القارى: ۲۲/۳۵۸)

”وفى الخلاصة وغيرها اذاكان فى المسئله وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتى ان يميل الى الوجه الّذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم“......(البحر الرائق: ۵/۲۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی عامل کا قرآن کریم کو الٹا لکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان عظام دریں مسئلہ کہ ایک شخص (عامل) جوکہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، لوگوں میں اس بات کا پرچار کرتا ہے کہ اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے سورۃ الفاتحہ یا قرآن مقدس کی دوسری آیات کا الٹا عمل کرے اور اپنی بات کی وضاحت یوں کرتا ہے، سورۃ الفاتحہ الٹی لکھنا شروع کریں یعنی ''ولا الضالین'' سے ''الحمد'' تک مثلاً ''نیلا ضلاو'' یہ ''ولا الضالین'' کا الٹ ہے۔

آیا ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں، اگر غلط ہے تو ایسے عمل کا بتانے والا اور اسے کرنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے کہ وہ مسلمان ہے یا مرتد ہے اور ایک اسلامی ملک میں اس طرح کی باتوں کو شائع کرنے والے کی کیا سزا ہونی چاہیئے، براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت کریں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

قرآن پاک کو رسم الخط عثمانی کے مطابق لکھنا ضروری ہے، اس کے خلاف کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اور اس کی ترتیب کو ایسے بدل دینا کہ اس کے معنی بگڑ جائیں تو یہ کفر ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہوگا اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ گیا، حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ایسے شخص کو شرعی سزا دے تا کہ دوسروں کے لیے عبرت ہو، قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''وان من نقص منه حرفا قاصدا بذالک اوبدله بحرف آخر مکانه اوزاد فیه حرفا الی ان قال انه کافر ''......(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ)

''فصل القاعدة العربية ان اللفظ يكتب بحروف هجائية مع مرعاة الابتداء به والوقف عليه،وقدمهد النحاة له اصولا وقواعد وقد خالفها فی بعض الحروف خط المصحف الامام،وقال اشهب سئل مالک هل یکتب المصحف علی ماحدثه الناس من الهجاء؟فقال لا الاعلی الکتبة الاولی،رواه الدانی فی المقنع ثم قال ولامخالف له من علماء الامة وقال فی موضع آخر سئل مالک عن الحروف فی القرآن مثل الواو والالف اتری ان یّغیر من المصحف اذوجد فی کذلک قال لا قال ابوعمرو یعنی الواو والالف المزیدتین فی الرسم المعدومتین فی اللفظ نحو اولوا وقال الامام احمدیحرم مخالفة مصحف الامام فی واوٍاویاءٍ اوالفٍ اوغیرذٰلک وقال البیهقی فی

شعب الایمان من یکتب مصحفاً فینبغی ان یحافظ علی الهجاء الذی کتبوا به هذه المصاحف ولا یخالفهم فیه، ولا یغیر مما کتبوه شیئاً فانهم کانوا اکثر علماً، واصدق قلباً ولساناً، واعظم امانةً منا، فلا ینبغی ان نظن بانفسنا استدراکاً علیهم"......(الاتقان فی علوم القرآن: ۲/۳۲۹)

"وجمع عثمان کان لما کثر الاختلاف فی وجوه القراءة حتیٰ قرؤوه بلغاتهم علی اتساع اللغات، فادّٰی ذٰلک بعضهم الی تخطئه بعض فخشی من تفاقم الامر فی ذلک فنسخ تلک الصحف فی مصحف واحد مرتبا لسوره واقتصر من سائر اللغات علی لغة قریش"......(الاتقان فی علوم القرآن، ۱۲۰، ۱/۱۲۱)

"فقال عثمان، کان رسول الله ﷺ تنزل علیه السور ذوات العدد، فکان اذا نزل علیه الشئ دعا بعض من کان یکتب، فیقول ضعوا هؤلاء الآیات"......(الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۲۲)

"اذا انکر آیة من القرآن اوسخر بآیة من القرآن وفی الخزانة اوعاب فقد کفر"......(فتاوی تاتارخانیة: ۵/۳۳۳)

"اذا انکر الرجل آیةً من القرآن اوتسخر بآیة من القرآن وفی الخزانة اوعاب کفر"......(فتاوی الهندیة: ۲/۲۶۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن مجید کے رسم الخط میں خط عثمانی کی اتباع واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۱۰)　کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قرآن کریم قدرت اللہ کمپنی نے شائع کیا ہے جس میں انہوں نے چند سورتوں کے ایسے نام لکھے ہیں جو ہم نے پہلے کبھی نہیں سنے تھے اور بعض جگہ رسم الخط بھی عام قرآن مجید جو کہ ہمارے ملک میں رائج ہیں سے ہٹ کر اختیار کیا گیا ہے، عوام اس سلسلے میں بہت تشویش کا شکار ہیں، قرآن کریم کا نسخہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے، اس کو دیکھ کر ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

سوال میں ذکر کردہ قدرت اللہ کمپنی کا چھپا ہوا قرآن مجید نمبر ۵۷ کو میں نے بغور بعض جگہوں سے دیکھا جن سورتوں کے نام مرتب نے تبدیل کیے ہیں روایات سے انکا ثبوت تو اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن یہ ہمارے ملک میں غیر معروف ہیں جس کی وجہ سے عوام میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اور مزید فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ ہے، یہ تو کر سکتے تھے کہ معروف نام لکھ کر بین القوسین غیر معروف نام ذکر کر دیے جاتے، لیکن مرتب نے ایسا نہیں کیا، نیز یہ کہ رسم الخط میں خط عثمانی کی اتباع بالاجماع واجب ہے، حضور ﷺ نے بھی باوجود دلی خواہش اور جائز ہونے کے خانہ کعبہ کی تعمیر نو نہیں فرمائی کہ کہیں امت میں فتنہ برپا نہ ہو، لہذا اسداً للفتنہ مذکورہ قرآن مجید کی اشاعت پاکستان میں فی الفور بند کی جائے یا اس کی اصلاح کی جائے۔

”فصل ،قدیکون للسورة اسم واحد وھو کثیر وقدیکون لھااسمان فاکثر من ذلک “......(الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۰۶)

”فصل وکماسمیت السورة الواحدة باسماء سمیت سور باسم واحد کالسور المسماة (الم)او(الر)علی القول بان فواتح السور اسماء لھا “......(الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۱۱۳)

”خاتمہ قسم القرآن الی اربعة اقسام وجعل لکل قسم منہ اسم اخرج احمدوغیرہ من حدیث واثلة بن الاسقع انّ رسول اللہ ﷺ قال واعطیت مکان التوراة السبع الطول واعطیت مکان الزبور المئین واعطیت مکان الانجیل المثانی،وفصلت بالمفصل وفی جمال القرآن قال بعض السلف فی القرآن میادین،بساتین ومقاصیر وعرائس ودیابیج ورياض فمیادینہماافتتح ب (الم)وبساتینہ ماافتتح ب(الر)ومقاصیرہ الحامدات وعرائسہ المسبحات ودیابیجہ آل عمران ورياضہ المفصل وقالوا الطواسیم والطواسین وآل حم والحوامیم قلت واخرج الحاکم عن ابن مسعود قال الحوامیم دیباج القرآن قال السخاوی وقوارع القرآن الآیات التی یتعوذ بھا ویتحصن سمیت

بذلک لانها تقرع الشیطان وتدفعه وتقمعه کآیة الکرسی والمعوذتین ونحوها قلت وفی مسند احمدمن حدیث معاذبن انس مرفوعا آیة العزالحمدلله الذی لم یتخذ ولدا (الاسراء،۱۱۱)......(الاتقان فی علوم القرآن:۱۱۴،۱۱۵/۱)

"فصل وقال اشهب سئل مالک هل یکتب المصحف علی مااحدثه النّاس من الهجاء فقال لا الاعلی الکتبة الاولی رواه الدانی فی المقنع ثم قال ولامخالف له من علماء الامة وقال فی موضعٍ آخر سئل مالک عن الحروف فی القرآن مثل الواو والالف المزید تین فی الرسم المعدومتین فی اللفظ نحو (أولوا)وقال الامام احمد یحرم مخالفة مصحف الام فی واواویاء اوالف اوغیرذلک وقال البیهقی فی شعب الایمان من یکتب مصحفا فینبغی ان یحافظ علی الهجاء الّذی کتبوا به هذه المصاحف ولایخالفهم فیه ولایغیر ممّا کتبوه شیئاً فانّهم کانوا اکثرعلماً وادق قلباً ولساناً واعظم امانةً منا فلاینبغی ان نظنّ بانفسنا استدراکاً علیهم"......(الاتقان فی علوم القرآن:۳۲۸،۳۲۹/۲)

"وجمع عثمان کان لماکثرالاختلاف فی وجوه القراءة حتی قرؤوه بلغاتهم علی اتساع اللغات فادی ذالک بعضهم الی تخطئة بعض فخشی من تفاقم الامر فی ذلک فنسخ تلک الصحف فی مصحف واحد مرتباً لسوره واقتصر من سائر اللغات علی لغة قریش محتجا بانّه نزل بلغتهم، وان کان قد وسع قراءته بلغة غیرهم،دفعاًللحرج والمشقة فی ابتداء الامر فرأی انّ الحاجة الی ذلک قدانتهت فاقتصر علی لغة واحدة "......(الاتقان فی علوم القرآن:۱۲۰،۱۲۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وفات کے دوسرے، تیسرے روز مجلس منعقد کرنے کا شرعی حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ پھول نگر تحصیل پتوکی قصور میں تنظیم الائمہ واہل مدارس کے نام سے موسوم علماء ائمہ کے اتحاد کی خوبصورت انجمن ہے جس کا ماہانہ اجلاس ہوتا ہے اور دسیوں علماء اور ائمہ شرکت کرتے ہیں اپریل 2014ء کے اجلاس میں ایک خداترس عالم نے صدر محترم سے اپیل کی کہ ہمارے علاقہ وضیافت کے دوسرے تیسرے روز مخصوص مجلس منعقد ہوتی ہے، (جیسے قل خوانی یا پھر ایصال ثواب کی مجلس کہا جاتا ہے) وہاں بجائے اس کے کہ اہل بدعۃ شرکت کریں ہمیں شرکت کرنا چاہیئے، اور موت کی یاد ہدایت اور خیر کی بات کرنا چاہیئے، اس پر صدر محترم سے اپیل کی گئی کہ اس کی شرعی حیثیت واضح فرمادیں تو حضرت صدر محترم اور ان کی تائید سے جو اعلامیہ جاری ہوا وہ یہ تھا کہ اس میں ہرگز ہرگز شرکت نہ کرنا چاہیئے یہ اہل بدعت کا شعار ہے، اور اس میں شرکت کرنے والے مسلک ومشرب سے مخلص نہیں، چوں چراں ہونے لگا تو طے یہ پایا کہ فیصلہ اپنے بڑوں سے اور بڑے مدارس سے کروایا جائے اور جو فیصلہ آئے، سب اس پر اتفاق رکھیں، اب آپ ہی فیصلہ فرمادیں کہ مروجہ قرآن خوانی یا ایصال ثواب کی مجلس یا کسی اور نام سے وفات کے پہلے دوسرے تیسرے یا پھر چوتھے پانچویں روز مجلس منعقد کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس میں شرکت کرنا، اس کو ایصال ثواب کا ذریعہ جاننا کیسا ہے؟ مزید یہ کہ اس میں شرکت کرنے والوں کو بشارات بخشش سنانے کی حیثیت کیا ہے؟ اس موقع پر عوام اور علماء کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک نفس ایصال ثواب عقلاً ونقلاً دونوں طرح ثابت ہے، خود حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اور تمام اکابرین امت سے قولاً وعملاً ثابت ہے، خواہ وہ قرآن پاک کی تلاوت ہو یا ذکرواذکار یا نوافل پڑھ کر ایصال ثواب کیا جائے، یعنی جو بھی نیک عمل کرے اس کا ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے، صرف مردوں کے ساتھ ایصال ثواب خاص نہیں بلکہ زندہ لوگوں کو بھی اپنے کسی عمل کا ثواب بخش سکتے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک عبادات مالیہ کے ثواب پہنچانے اور ایصال ثواب کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے جیسا کہ صدقہ، عتق۔

اختلاف علماء کے درمیان عبادات بدنیہ مثلاً صوم، صلوۃ اور دعاء واستغفار اور قبر کے پاس دعاء مغفرت وقرأت وغیرہ میں ہے لیکن اس میں بھی محققین علماء کے نزدیک فتویٰ جواز کا ہے۔

صورت مسئولہ میں اگر یہ مجلس بدعات وغیرہ پر مشتمل ہو اور آپ لوگ اس کے روکنے پر قادر نہ ہوں تو پھر آپ کے لیے اس میں شرکت کرنا جائز نہیں، اور اگر یہ مجلس منکرات پر مشتمل نہ ہو یا مشتمل ہو لیکن آپ لوگ اس کے روکنے پر قادر ہوں، تو پھر ایسے لوگوں کے لیے اس مجلس میں جانا اور شرکت کرنا نہ یہ کہ صرف جائز ہے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وجہ سے ضروری ہے بشرطیکہ یہ قرآن خوانی وغیرہ صرف اللہ کی رضاء کے لیے ہو۔

"فان من صام اوصلّی اوتصدّق وجعل ثوابه لغيره من الاموات اوالاحياء جازويصل ثوابها اليهم عندا هل السنة والجماعة وقدصحّ عن رسول اللّٰه ﷺ انه ضحى بكبشين املحين احدهما عن نفسه والآخر عن امّته ممّن آمن بوحدانية الله وبرسالته ﷺ وروى عن سعدبن ابى وقاص رضى الله عنه سأل رسول الله ﷺ فقال يارسول الله! انّ امّى كانت تحبّ الصدقة افاتصدق عنها فقال النبى ﷺ تصدق وعليه عمل المسلمين من لدن رسول الله ﷺ الى يومنا هذا من زيارة القبور وقراء ة القرآن عليها والتكفين والصدقات والصوم والصلوة وجعل ثوابها للاموات ولاامتناع فى العقل ايضالان اعطاء الثواب من الله تعالىٰ افضال منه لااستحقاق عليه فله ان يتفضل على من عمل لاجله بجعل الثواب له كماله ان يتفضل باعطاء الثواب من غيرعمل رأسا"......(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع: ۲/۴۵۴)

"وسئل عن قراءة اهل الميت تصل اليه؟والتسبيح والتحميد والتهليل والتكبير اذا اهداه الى الميّت يصل اليه ثوابها ام لا؟فاجاب يصل الى الميت قراءة اهله وتسبيحهم وتكبيرهم وسائر ذكرهم للّٰه تعالى اذااهدوه الى الميت وصل اليه والله اعلم"......(مجموعه فتاوى شيخ الاسلام احمدابن تيميه: ۲۴/۳۲۴)

"مات فاجلس وارثه من يقرء القرآن لابأس به اخذبعض المشائخ"......(الفتاوى البزازية الموضوع على هامش الهندية: ۴/۸۱)

"لوقرء طمعاً فى الدنيا فى المجالس يكره وان قرأ لوجه الله تعالىٰ لايكره

وقدکان اصحاب رسول الله ﷺ واصحابه اذا اجتمعوا امرواحدهم ان يقرأ سورة من القرآن“......(فتاوى الهندية: ٥/٣١٦)

”وسئل عن الختمة التى تعمل على الميت والمقرئين بالاجرة هل قراء تهم تصل الى الميت؟وطعام الختمة يصل الى الميت ام لا؟وان كان ولدالميت يداين لاجل الصدقة الى الميسور تصل الى الميت؟فاجاب ،استئجار الناس ليقرأوا ويهدوه الى الميت ليس بمشروع ولااستحبه احدمن العلماء فان القرآن الذى يصل ماقرىء لله فاذاكان قداستوجر للقراء ة لله والمستأجر لم يتصدق عن الميت بل استأجر من يقرأ عبادة لله عزوجل لم يصل اليه ،لكن اذاتصدق عن الميت على من يقرء القرآن وغيرهم ينفعه ذلك باتفاق المسلمين وكذلك من قرء القرآن محتسبا واهداه الى الميت نفعه ذلك والله اعلم“......(مجموع فتاوى شيخ الاسلام احمد بن تيمية: ٢٤/٢٩٩،٣٠٠)

”ذكر الفقيه فى كتاب البستان انّ الامر بالمعروف على وجوه ان كان يعلم باكبررأيه انه لوامر بالمعروف يقبلون ذلك منه ويمتنعون عن المنكر فالامر واجب عليه ولايسعه تركه ولوعلم باكبررأيه انّه لوامرهم بذلك قذفوه وشتموه فتركه افضل وكذٰلك لوعلم انّهم يضربونه ولايصبر علٰى ذلك ويقع بينهم عداوة ويهيج منه القتال فتركه افضل ولوعلم انهم لوضربوه صبرعلى ذلك ولايشكوالى احدفلابأس بان ينهى عن ذلك......وهومجاهد ولوعلم انهم لايقبلون منه ولايخاف منه ضرباً ولاشتماً فهوبالخيار والامرافضل“......(فتاوى الهندية: ٥/٣٥٢،٣٥٣)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مذاق میں کلمہ کفر کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس شخص کے بارے میں کہ جس نے دورانِ گفتگو یہ کہا کہ حضور ﷺ اور آپ کی امت بھی جہنم میں گر گئی (معاذ اللہ) بعد میں جب اس شخص سے وضاحت طلب کی تو اس نے کہا کہ میں نے تو مذاق میں کہا تھا، ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور مسلمانوں کو ایسے شخص کے بارے میں کیا رویہ رکھنا چاہیئے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اس کو توبہ کرنا اور اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنا لازم ہے، مذاق میں بھی کلمہ کفر کہنا جائز نہیں، لہذا اس کی یہ تاویل باطل ہے۔

”وفی المحیط من شتم النبی ﷺ واهانه اوعابه فی امور دینه اوفی شخصه اوفی وصف من اوصاف ذاته سواء کان الشاتم مثلاً من امته اوغیرها وسواء کان من اهل الکتاب اوغیره ذمیاً اوکان حربیاً سواء کان الشتم اوالاهانة اوالعیب صادراعنه عمداً اوسهواً اوغفلةً اوجداًاوهزلاً فقد کفر خلودا بحیث ان تاب لم یقبل توبته ابداالاّعندالله ولاعند الناس وحکمه فی الشریعة المطهرة عندمتاخرین المجتهدین اجماعا وعندالمتقدمین القتل قطعا ولایداهن السلطان ونائبه فی حکم قتله وفی شرح الطحاوی کلّ من سبّ رسول الله ﷺ اوینقصه کان فیه ردة“......(خلاصة:الفتاویٰ: ۴/۳۸۶)

”وفیهامانقص مقام الرسالة بقوله بان سبّه ﷺ اوبفعله بان بغضه بقلبه قتل حدا کما مرالتصریح به لکن صرح فی آخرالشفاء بان حکمه کالمرتد ومفاده قبول التوبة کمالایخفی قوله لکن صرح فی آخرالشفاء الخ واظهر مارواه عنه الولیدفهذا کلام الشفاء صریح فی ان مذهب ابی حنیفة واصحابه القول بقبول التوبة کماهوروایة الولید عن مالک وهوایضاقول الثوری واهل الکوفة والاوزاعی فی المسلم ،قوله ومفاده قبول التوبة اقول بل هوصریح ونص فی ذلک کماعامته“......(درمع الرد : ۳/۳۱۸،۳۱۹)

”قوله من هزل بلفظ كفر اى تكلّم به باختياره غيرقاصد معناه وهذا لاينافى مامرّمن انّ الايمان هوالتصديق فقط اومع الاقرار لانّ التصديق وان كان موجودا حقيقة لكنّه زائل حكماًلانّ الشارع جعل بعض المعاصى امارة على عدم وجوده كالهزل المذكور وكما لوسجد لصنم اووضع مصحفاً فى قاذورة فانه يكفر وان كان مصدقا لان ذلک فى حكم التكذيب كماافاده فى شرح العقائد واشارالى ذلک بقوله للاستخفاف فان فعل ذٰلک استخفافاً واستهانة بالدين فهوامارة عدم التصديق“......(فتاویٰ شامی: ۳/۳۱۰)

”وفى شرح الوهبانية للشرنبلالى مايكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولادزنا ومافيه خلاف يؤمربالاستغفار والتوبة وتجديدالنكاح قوله والتوبة اى تجديد الاسلام قوله وتجديدالنكاح اى احتياطا كمافى الفصول العمادية“......(درمع الرد:۳/۳۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سنی لڑکی کا شیعہ لڑکے سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۳) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، دین مبین (فقہ حنفی) کی روشنی میں مندرجہ ذیل استفتاء پرفتویٰ جاری فرما کرمشکورفرمادیں۔

(الف) ایک سنی عقیدہ فقہ حنفی سے تعلق رکھنے والی لڑکی کا برضاورغبت ایک شیعہ مسلک کےلڑکے کے ساتھ شادی کرنا کیسا ہے؟ کیا یہ شادی دومسلمانوں کے درمیان ہوگی؟

(ب) اگر یہ شادی وقوع پذیرہوجاتی ہےتواس کے بعداس لڑکی کی ہمارے دین مبین میں کیا حیثیت رہ جائے گی؟

(ج) اس شادی کے بعد ہونے والی اولاد کس دین پر ہوگی؟

(د) اس متوقع شادی کے بعد اس لڑکی سے حنفی مسلک کے رشتہ داروں کا مثلاً ماں، بہن، ماموں، خالہ وغیرہ وغیرہ کا تعلق رکھنا دین میں کیسا ہے؟ جائز ہے؟ کیا ان کو اس شادی میں شریک ہونا دین میں جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

چونکہ شیعہ کے اکثر عقائد کفریہ ہیں مثلاً حضرت عائشہ پر تہمت لگانا اور تحریف قرآن کا قائل ہونا وغیرہ، کفریہ عقائد رکھنے والے شیعہ کا سنی مسلمان لڑکی سے نکاح نہ ہوگا، اس لڑکی کو سمجھایا جائے باوجود سمجھانے کے اگر لڑکی نہ مانے تو تمام رشتہ دار اس سے قطع تعلق کریں، واضح رہے کہ اس شادی میں شرکت اور کسی قسم کا تعاون جائز نہیں کیونکہ یہ تعاون علی الاثم ہے۔

"فان كان احدالزوجين مسلمافالولد على دينه فكذلك ان اسلم احدهماوله ولدصغير صارولده مسلماباسلامه لان فى جعله تبعاله نظراله"......(هدايه اولين: ٣٦٥)

"اذاكانت المرءة مسلمة فلايجوز انكاح المؤمنة الكافرولان فى نكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع الفتفنة فى الكفرلانّ الزوج يدعوها الى دينه والنساء فى العادات يتبعن الرجال فيما يؤثروان من الافعال ويقلدونهم فى الدين اليه وقعت الاشارة فى آخرالآية بقول عزوجل(أولئک يدعون الى النّار) لانّهم يدعون المؤمنات الى الكفر والدعاء الى الكفر دعاء الى النّار لانّ الكفر يوجب النارفكان نكاح الكافر المسلمة سبباً داعياً الى الحرام فكان حراماً والنص وان ورد فى المشركين لكن العلة وهى الدعاء الى النار يعم الكفرة اجمع فيتعمم الحكم بعموم العلة ......(ولن يّجعل اللّٰه للكافرين على المؤمنين سبيلاً)فلوجازا نكاح الكافر المؤمنة لثبت له عليها سبيل وهذا لايجوز "......(بدائع الصنائع: ٢/٥٥٤)

"وينبغى ان من اعتقد مذهبايكفربه ان كان قبل تقدم الاعتقاد الصحيح فهومشرک وان طرء عليه فهومرتد وبهذا ظهر ان الرافضى ان كان ممن يعتقد الالوهية فى على اوان جبريل غلط فى الوحى اوكان ينكرصحبة الصديق اويقذف السيدة الصديقة فهوكافرلمخالفتة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة "......(فتاوىٰ شامى: ٢/٣١٤)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چکڑالوی اور پرویزی فرقہ کے نظریات کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء کرام

چکڑالوی فرقہ اور پرویزی فرقہ (یعنی مسٹر غلام احمد پرویز کے نظریات کے بارے جو کسی اہل علم سے مخفی نہیں، کیا قرآن وحدیث کی روشنی میں اہل اسلام کے ہاں کافر ہیں یا کچھ اور؟

سوال نمبر(۲) ایک شخص طلوع اسلام یعنی پرویزی ادارہ میں پرویزیت کی تشہیر اور پرویزی لٹریچر وغیرہ کی ترسیل کرتا ہے یا ترسیل کنندہ جماعت کا اہم ذمہ دار ہے اس نے اپنی بستی میں مذکورہ بالا ادارہ کی طرف سے سکول کی تعلیم کے لیے ایک ادارہ کھول رکھا ہے، جس سے اہل اسلام کو تشویش ہے کیا اس کا فعل جو مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کر رہا ہے جائز ہے؟ کیا مسلمان اسے ٹھنڈے پیٹ ہضم کر جائیں؟ یا قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس کا انسداد کریں؟ مسلمانوں پر ایسا کرنا مستحب، سنت یا فرض ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) اہل اسلام کے ہاں غلام احمد پرویز کے نظریات کے حامل تمام فرقے بلاشبہ کافر ہیں۔

(۲) سوال میں ذکر کردہ تحریر اگر حقیقت پر مبنی ہے تو اس صورت میں اہل علاقہ پر لازم ہے کہ وہ شرعی قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے حتی الوسع اس کا انسداد کریں۔

"واذاروی رجل حدیثا عن النبی ﷺ وردّہ آخر قال بعض مشائخنا انه یکفر ومن المتاخرین من قال ان کان متواترا یکفر وکذلک لوقال بطریق الاستخفاف سمعناه کثیرا یکفر وفی الظهیریة ومن انکر المتواتر فقد کفر ومن انکر المشهور یکفرعندالبعض ،وقال عیسی بن ابان یظلل ولایکفر وهوالصحیح"......(فتاویٰ تاتارخانیة:۵/۳۲۷)

"فان الاخبارالمرویة عنه ﷺ علی ثلاث مراتب بینته کمافی شرح النخبة ونخبة هنا انه امامتواتر وهومارواه جماعة عن جماعة لایتصور تواطؤهم علی الکذب فمن انکر یکفر اومشهور وهوماروا ه واحدعن واحد ثمّ جمع عن جمع لایتصور توافقهم علی الکذب فمن انکر کفرعندالکل الاعیسی ابن ابان فان عنده یضلل ولایکفر وهوالصحیح اواخبر الواحد وهوان یرویه

واحدعن واحد فلایکفر جاحده غیرانه یاثم بترک القبول اذاکان صحیحاً اوحسناًوفی الخلاصة من ردّحدیثا قال بعض مشائخنا یکفر وقال المتاخرون ان کان متواترا کفراقول هناهوالصحیح الاّاذاکان ردّحدیثا الاحاد من الاخبار علی وجه الاستخفاف والاستحقاق والانکار وفی الفتاوی الظهیریة من روی عنده عند النبی ﷺ انّه قال مابین بیتی ومنبری اومابین قبری ومنبری روضة من ریاض الجنة فقال الآخراری المنبروالقبرولاأریٰ شیئا انه یکفر وهومحمول علی انه ارادبه الاستهزاء والانکار“......(الفقه الاکبر:۱۶۶)

”رجل اظهرالفسق فی داره ینبغی ان یتقدم الیه ابلاء للعذر فان کفّ عنه لم یتعرض له وان لم یکف عنه فالامام بالخیار ان شاء حبسه وان شاء زجره وان شاء ادّبه اسواطا وان شاء ازعجه عن داره وعن عمر انّه اخرق بیت الخمار وعن الامام الزائدالصفار انه اسر بتخریب دارالفاسق بسبب الفسق“......(فتاوی الهندیة:۵/۳۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اسلام بالجبر اور نکاح بالجبر کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ دین دریں مسئلہ کہ میاں بیوی عیسائی ہوں،کوئی مسلمان مرد عیسائی عورت سے جوکہ شادی شدہ تھی زبردستی اسلام قبول کروا کر نکاح بالجبر کرے،دس بارہ دن بعد وہ عیسائی عورت مسلمان مرد سے بھاگ کر اپنے عیسائی خاوند کے پاس آئی اور کہتی ہے کہ مجھے زبردستی مسلمان کر کے زبردستی نکاح کیا گیا جب کہ میں بدستور عیسائی ہوں اور تمہاری ہی بیوی ہوں،آپ فرمائیں کہ اسلام بالجبر اور نکاح بالجبر کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ نکاح اور اسلام قبول کرنا جائز ہے یا ناقابلِ اعتبار ہے،اس میں وضاحت فرمائیں۔

ان تمام مراحل کے بعد کوئی آدمی ان عیسائی میاں بیوی کو اسلام لانے کی ترغیب دیتے ہیں اب وہ دونوں اسلام لانے کے لیے راضی ہیں،اب وہ کیا کریں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

کسی غیر مسلم کو زبردستی مسلمان کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، "لقولہ تعالیٰ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ" اور اگر خاتون اپنی مرضی سے مسلمان ہوئی تھی تو اس کے بعد اس کا مذہب اسلام کو چھوڑنا جائز نہیں ہے، اور اگر خدانخواستہ وہ مذہب اسلام کو اپنے ارادہ سے چھوڑتی ہے (العیاذ باللہ) تو وہ اس وجہ سے مرتدہ ہو جائے گی اور عورت اگر (العیاذ باللہ) مرتدہ ہو جائے تو اس کو جیل میں رکھا جائے گا اگر وہ ارتداد سے سچے دل سے توبہ کر لیتی ہے اور اسلام دوبارہ قبول کر لیتی ہے تو اس کو جیل سے رہا کر دیا جائے گا اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں تا دم آخر جیل میں ہی رکھا جائے گا۔

اگر شوہر کافر ہو اور اس کی بیوی مسلمان ہو جائے تو خاوند پر عدالت میں اسلام پیش کیا جائے گا، اگر وہ اسلام قبول کر لے تو دونوں بدستور میاں بیوی ہی رہیں گے، اور اگر خاوند اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے تو دونوں کا نکاح ٹوٹ کر ختم ہو جائے گا، اور عدت کے بعد عورت کسی اور جگہ شادی کرنا چاہے تو کر سکے گی، بناء بریں مسلمان کا نکاح مذکورہ بہ عورت کے ساتھ جائز نہیں تھا، لہذا اپنے عمل پر توبہ واستغفار اس کے ذمہ ضروری ہے۔

"واما المرءۃ فلا یباح دمها اذا ارتدت ولا تقتل عندنا ولکنّها تجبر علی الاسلام واجبارها علی الاسلام ان تحبس وتخرج فی کلّ یوم فتستتاب ویعرض علیها الاسلام فان اسلمت والاّ حبست ثانیا هکذا الی ان تسلم اوتموت"......(بدائع الصنائع: ۶/۱۱۹)

"ولا تقتل المرتدة بل تحبس حتّٰی تسلم وتضرب فی کل ثلاثة ایام مبالغة فی الحمل علی الاسلام"......(فتاوی الهندیة: ۲/۲۵۴)

"واذا اسلمت المرءۃ وزوجها کافر عرض القاضی علیه الاسلام فان اسلم فهی امرءته وان ابی فرق بینهما وکان ذالک طلاقا عندابی حنیفة ومحمد وان اسلم الزوج وتحته مجوسیة عرض علیها الاسلام فان اسلمت فهی امرءته وان ابت فرّق القاضی بینهماولم تکن الفرقة بینهماطلاقاً وقال ابویوسف لایکون الفرقة طلاقاً فی الوجهین"......(الهدایة: ۲/۳۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن مجید، مقدس اوراق اور کلمہ طیبہ کی توہین کرنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۶) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

کہ پہلے تو یہود ونصاریٰ اور قادیانی وغیرہ قرآنی آیات کی بے حرمتی اور توہین رسالت کا ارتکاب کرتے تھے، کبھی کپڑوں پر اور کبھی جوتوں کے تلووں کے نیچے قرآنی آیات، کلمہ طیبہ، مقدس اسماء گرامی لکھوا کر اپنی بددیانتی کا ثبوت دیتے تھے، لیکن اب خود کو مسلمان کہلانے والے قرآن مجید کی بے حرمتی، مقدس اسماء گرامی اور کلمہ طیبہ کی توہین کا ارتکاب کررہے ہیں، اس گھناؤنے کاروبار میں تین قسم کے لوگ ملوث ہیں۔

(۱) پریس والے۔ (۲) کباڑیئے۔ (۳) خرادیے۔

جو کہ قرآنی آیات، اللہ اور رسول کے مقدس اسماء گرامی اور کلمہ طیبہ جن پر لکھا ہوا ہوتا ہے ان کے شیشوں کے ڈھکن وغیرہ تیار کر کے توہین رسالت کا ارتکاب کررہے ہیں، لیکن قصور کی ایک دکان محمد اشرف خرادیے جو کہ جستی چادروں کے شیشوں کے ڈھکن وغیرہ بنا رہا تھا پکڑا گیا، تمام ثبوت حاضر ہیں، اس کا اس نے اعتراف بھی کیا ہے، کیا قرآن شریف کی بے حرمتی، اللہ اور رسول کے مقدس اسماء گرامی اور کلمہ طیبہ کی توہین کرنے والوں کو معافی دینے کا کوئی شخص مجاز ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کے خلاف کاروائی طے کی جائے، معاف کردیا جائے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی معاف کر دیتے ہیں اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایسے لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے یہ کام کررہے ہیں ان کو معافی نہیں دینی چاہیئے، لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمایا جائے کہ کیا ایسے ملزمان کو معافی دی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ تحریر اگر حقیقت پر مبنی ہے جیسا کہ منسلکہ ثبوت سے ظاہر ہے تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں کسی مسلمان کا دانستہ اور جانتے ہوئے ایسا کرنا ایک بہت بڑا جرم ہے اس لیے حکومتِ وقت اور انتظامیہ پر لازم ہے کہ وہ اپنی پوری ذمہ داری اور احتیاط سے اس معاملہ کا جائزہ لے اور اس سلسلے میں غفلت اور کوتاہی کے مرتکب ہونے والے افراد سے سخت باز پرس کریں اور مناسب سزادیں اور آئندہ کے لیے ایسے اقدامات کریں جس سے لوگ اس مجرمانہ غفلت اور کوتاہی کے مرتکب نہ ہوں، اور عوام ملکی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے پر مجبور نہ ہوں۔

"الاصل فی وجوب التعزیر انّ کلّ من ارتکب منکرا او اذیٰ مسلماً بغیر حق بقوله او بفعله یجب التعزیر"......(فتاوی الهندیة: ۲/۱۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حضور ﷺ کو حاضر و ناظر اور مختار کل ماننے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

سائل مسلک دیوبند سے تعلق رکھتا ہے اور سائل نے احسن الفتاویٰ کا مطالعہ کیا ہے، اس میں لکھا ہوا ہے کہ بریلوی مسلک کا آدمی قربانی کے حصہ میں شامل نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ مشرک ہے اور ان کے عقائد یہ ہیں کہ وہ حضور ﷺ کو نور اور حاضر و ناظر مانتے ہیں اور مختار کل، علم غیب اور نذر وغیرہ مانتے ہیں اور ایک بریلوی مسلک کے آدمی سے حصے میں شامل ہونے کی وجہ سے گفتگو ہوئی اور اس نے یہ کہا کہ ہم حضور ﷺ کی ہر چیز عطائی مانتے ہیں، حضور ﷺ کے نور کو اللہ تعالیٰ کے حسن کی پہلی تجلی مانتے ہیں، اور اختیار عطائی مانتے ہیں اور روحانی طور پر ہر جگہ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں، جسمانی طور پر اگر چاہیں تو متعدد مقامات پر تشریف لے جاسکتے ہیں، ما کان و ما یکون کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر اتنا بھی نہیں ہے جتنا ایک سمندر میں سے ایک قطرے کا کروڑواں حصہ، ایسے عقائد رکھنے والا بریلوی مشرک کہلائے گا یا صحیح العقیدہ کہلائے گا؟ اور نذر کے بارے میں پوچھا تو یہ جواب دیا کہ ہم جو نذر رکھتے ہیں اس میں ہمارا عقیدہ اور نظریہ یہ ہوتا ہے کہ یا اللہ ہمارا یہ کام پورا فرما دے، ہم آپ کے نام پر ایک دیگ پکا کر خیرات کریں گے اور اس کا ثواب فلاں بزرگ کو پہنچائیں گے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

سوال میں ذکر کردہ تفصیلات کے ساتھ مذکورہ عقائد رکھنے والا شخص مشرک نہیں کہلائے گا۔

”قوله قيل يكفر لانّه اعتقد انّ رسول الله ﷺ عالم الغيب قال فى التتارخانية وفى الحجة ذكر فى الملتقط انه لايكفر لانّ الاشياء تعرض على روح النبى ﷺ وان الرسول يعرفون بعض الغيب قال تعالى عالم الغيب فلايظهر على غيبه احداً الاّمن ارتضىٰ من رّسول قلت بل ذكروا فى كتب العقائد انّ من جملة كرامات الاولياء الاطلاع على بعض المغيبات وردّوا على المعتزلة المستدلين بهذه الآية على نفسها بان المراد الاظهار بلاواسطة والمراد من الرسول الملك اوغيره“......(فتاویٰ شامی: ۲/۳۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فاطمہ اور اویس نام رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد تقویٰ (مجاہد آباد، کشمیر کالونی راولپنڈی) کے خطیب مولوی اسلم جو کہ روزانہ بعد نمازِ عشاء درسِ قرآن دیتے ہیں درسِ قرآن کے دوران انہوں نے کہا کہ ''فاطمہ'' اور ''اویس'' نام رکھنا نامناسب ہے درس قرآن کے اگلے دن موبائل فون پر دوبارہ اس بات کو پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں یہی فرمایا کہ ''فاطمہ'' اور ''اویس'' نام رکھنا بالکل نامناسب ہے، اور ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ صرف میری بات نہیں بلکہ سرحد کے مفتی زرولی کا بھی یہی کہنا ہے کہ ''فاطمہ'' اور ''اویس'' نام رکھنا بالکل نامناسب ہے، اس بات کے گواہ درس قرآن میں بیٹھنے والے شخص شعیب بٹ نے عاطف بٹ کے سامنے یہ بات کہی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ (ا) (الف) کیا ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کا نام فاطمہ نامناسب رکھا (ب) کیا ہمارے نبی ﷺ لفظ فاطمہ اور اویس کے معانی کو مولوی اسلم سے زیادہ نہیں مانتے تھے (ج) اگر اویس نام نامناسب ہے تو نبی نے اپنی زندگی میں اور ان کے بعد خلفائے راشدین میں سے کسی نے افضل ترین تابعی اویس قرنی کے نام کو کیوں نہیں بدلا۔

(۲) ایسے مولوی کے درس قرآن میں بیٹھنا اور اس کے پیچھے نماز یا جمعہ ادا کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) ایسے مولوی کی جو لوگ حمایت کرتے ہیں ان کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) اس واقعہ کے بعد ایسے مولوی کو مسجد کا خطیب رکھے رکھنا انتظامیہ کے لیے جائز ہے یا ناجائز؟

(۵) اس معاملے میں اہل محلّہ کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی سے جواب عنایت فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

ان مولوی صاحب کا فتوی ہی نامناسب ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل مبارک، امت میں بہت کثرت سے یہ دونوں نام مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں، کسی نے ان کو نامناسب نہیں کہا، لہذا جو ان کو نامناسب کہتا ہے اس کا کہنا نامناسب ہے، تعامل امت کے خلاف نہ کہنا چاہیئے، باقی صرف اس وجہ سے ان کو مسجد سے نکالنا وغیرہ بھی مناسب نہیں بلکہ ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

''التسمية باسم لم يذكره الله تعالى فى عباده ولا ذكره رسوله ﷺ ولا يستعمله المسلمون تكلموا فيه والاولى ان لا يفعل وروى اذا ولد لاحدكم

ولدٌ فمات فلایدفنه حتّٰی یسمیه وان کان ذکر باسم الذکر وان کان انثیٰ فباسم انثٰی وان لم یعرف فباسم یصلح لهما ولوکنی ابنه الصغیر بابی بکر وغیره کرهه بعضهم وعامتهم لایکره لانّ النّاس یریدون به التفاؤل‘‘......(فتاویٰ شامی: ۵/۲۹۶)

’’التسمیة باسم لم یذکره الله تعالی فی عباده ولاذکره رسول الله ﷺ ولااستعمله المسلمون تکلموافیه والاولی ان لایفعل کذافی المحیط‘‘......(فتاوی الهندیة: ۵/۳۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیارزق کاتعلق ہماری عبادت سے ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۹) کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے رزق کا ہماری عبادت سے کوئی تعلق ہے؟ میں نے ایک تبلیغی بیان میں پڑھا ہے کہ جو اعمال آپ سارادن کرتے ہیں اگلے دن نظر ڈالیں تو ایسا آدمی جونماز تک نہیں پڑھتا اس کے حالات نمازی اور عابد سے زیادہ بہتر ہوتے ہیں، میرا خیال یہ ہے کہ آپ نے میرا مخمصہ سمجھ لیا ہوگا، اور جواب عطا فرما کر میرے دل کی صفائی کا اہتمام فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اس سے مراد مالی حالات نہیں ہیں بلکہ امت مسلمہ کے عمومی حالات مراد ہیں اور چونکہ آج کل امت مسلمہ عمومی طور پر بداعمالیوں میں مشغول ہے اس وجہ سے ان کی عمومی حالت بدتر ہوتی جارہی ہے جیسا کہ آج کل ظاہر ہے۔

اوراس سے اطمینان قلب اور سکون بھی مراد لے سکتے ہیں، ہم اس کا روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ نیک اعمال والاشخص اگرچہ اس کے پاس مال زیادہ نہ بھی ہوتب بھی مطمئن اور پُرسکون ہوتا ہے اور بداعمال شخص باوجود کثرتِ مال کے پریشان رہتا ہے اس کا دل مطمئن نہیں ہوتا۔

’’من عمل صالحامن ذکر اوانثٰی وهومؤمن فلنحیینّه حیوةً طیبةً،(سورة النحل)(فلنحیینه حیوة طیبة) قال غیرواحدهی حیاة فی الدنیا وارید بهاحیاة تصحبها القناعة والرضا بماقسمه الله تعالی وقدّره وقال ابوبکر الورّاق هی

حیاة تصحبها حلاوة الطاعة واولی الاقوال علی تقدیر ان یکون ذلک فی الدنیا تفسیرها بمایصبحه القناعة قال الواحدی انّ تفسیرها بذلک حسن مختار فانه لایطیب فی الدنیا الا عیش القانع واماالحریص فانه ابدافی الکدوالعناء وقال الامام ان عیش المؤمن فی الدنیااطیب من عیش الکافر لوجوه ،الاوّل انه لماعرف انّ رزقه انماحصل بتدبیرالله تعالیٰ وانه سبحانه محسن کریم لایفعل الاالصواب کان راضیاً بکلّ ماقضاه وقدره وعرف انّ مصلحته فی ذلک واماالجاهل فلایعرف هذه الاصول فکان ابداًفی الحزن والشقاء ،الثانی انّ المؤمن یستحضر ابدافی عقله انواع المصائب والمحن ویقدر وقوعها ویجدنفسه راضیة بذلک فعندالوقوع لایستعظمها بخلاف الجاهل فانه غافلٌ عن تلک المعارف فعندوقوع المصائب یعظم تاثیرها فی قلبه،الثالث انّ المؤمن منشرح بنورمعرفة الله والقلب اذاکان مملوء ابالمعرفة لم یتسع للاحزان الواقعة بسبب احوال الدنیا واماالجاهل فقلبه خالٍ عن المعرفة متفرغ للاحزان من المصائب الدنیویة ، الرابع انّ المؤمن عارف ان خیرات الحیات الجسمانیة خسیسة فلایعظم فرحه بوجدانها ولاغمه بفقدانها والجاهل لایعرف سعاده اخری تغایرها فیعظم فرحه بوجدانها وغمه بفقدانها،والخامس ان المؤمن یعلم ان خیرات الدنیا واجبة التغیر سریعة الزوال ولولاتغیرها وانقلابها ماوصلت الیه فعند وصولها الیه لایتعلق بهاقلبه ولایعانقها معانقة العاشق فلایحزنه فواتها والجاهل بخلاف ذلک‘‘......(روح المعانی :۱۴/۲۲۷)

’’ومن اعرض عن ذکری فان له معیشةً ضنکاً الآیة ،والمتبادران تلک المعیشة له فی الدنیا وروی ذلک عن عطاء وابن جبیر ووجه ضیق معیشة الکافر المعرض فی الدنیا انّه شدیدالحرص علی الدّنیا متهالک علی ازدیادهاخائف من انتقاصها غالب علیه الشح بهاحیث لاغرض له سواها بخلاف المؤمن الطالب الآخرة وقیل الضنک مجازعمّالاخیر فیه ووصف

معیشة الکافر بذلک لانّها وبالٌ علیه وزیادةٌ فی عذابه یوم القیامة کمادلّت علیه الآیات وهوماخوذ مماخرجه ابن ابی حاتم عن ابن عباس انه قال فی الآیة یقول کلّ مال اعطیته عبدامن عبادی قل اوکثر لایتقینی فیه فلاخیرفیه وهوالضنک فی المعیشة‘‘......(روح المعانی :۱۶/۲۷۷)

’’ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا الخ ،و قال عکرمة هوالحرام وقال الضحاک الکسب الخبیث وعن ابن عباس قال الشقاء قلت وانمااطلق الضنک علی الحرام والکسب الخبیث والشقاء لکونها مفضیة الی ضیق المقام فی القبر اوالنار قال اللّٰه تعالی فی اهل النار ،اذاالقوا منهامکاناًضیّقاًمقرنین ،وروی عن ابن عباس انّه قال کلّ مال اعطی العبد قل اوکثر فلم یتق فیه فلاخیرفیه وهوالضنک فی المعیشة وانّ قوماً اعرضوا عن الحق وکانوااولی سعة من الدنیا مکثرین فکانت معیشتهم ضنکا وذلک انهم یرون اللـه لیس بمخلف علیهم معائشهم من سوء ظنهم باللّٰه عزّوجلّ وقال سعید بن جبیرمعناه نسلبه القناعة حتی لایشبع وحاصل هذین القولین انّ من اعرض عن ذکرالله تعالی کان مجامعاهمه ومطامح نظره الی اعراض الدنیا متهالکا علی ازدیادها خائفاً علی انتقاضها بخلاف المؤمن الطالب للآخرة فانّه قانع علی مااعطاه اللّٰه شاکر علیه متوکل علی اللّٰه فتکون حیاته فی الدنیا طیبة قلت وعلی هذا التاویل لیس المراد بمن اعرض عن ذکرالله الکافر المعرض عن الایمان بل المعرض عن الاکثار ذکرالله فان عامة المؤمنین منهمکون فی طلب الدنیا خائفون علی انتقاصها فمن اعرض عن اکثار ذکرالله وجعل همته فی اعراض الدنیا اظلم علیه وقته وتشویش علیه رزقه‘‘......(تفسیرالمظهری: ۶/۱۰۱)

’’ظهرالفساد فی البروالبحربماکسبت ایدی الناس ، ظهرالفسادفی البروالبحر کالجرب والموتان وکثرة الحرق والغرق والقتال والجدال ومحق البرکات والظم وکثرة المضاروالامراض والضلال والریاح المفسدة

فی البحار ومصادمہ الدواب فی البحار بماکسبت ایدی الناس ای بشؤم معاصیھم اوبکسبھم ایاہ ‘‘......(تفسیر مظہری: ۷/۲۲۴)

’’ظھرالفسادفی البروالبحر کالجدب والموتان وکثرۃ الحرق والغرق واخفاق الصیادین والغاصۃ ومحق البرکات من کل شیئ وقلۃ المنافع فی الجملۃ وکثرۃ المضار بماکسبت ایدی الناس ای بسبب مافعلہ الناس من المعاصی والذنوب وشؤمہ کقولہ تعالی وماصابکم من مصیبۃ فبماکسبت ایدیکم وھوعلی التفسیر الاوّل للفساد ظاھر وامّاعلیٰ تفسیرہ بالمعاصی فالمعنی ظھرت المعاصی فی البر والبحر بکسب الناس ایّاھا وفعلھم لھا ومعنی قولہ تعالی لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلّھم یرجعون، علی الاول ظاھر وھوانّ اللہ تعالیٰ قدافسد اسباب دنیاھم ومحقھا وبال بعض اعمالھم فی الدنیا قبل ان یعاقبھم بجمیعھا فی الآخرۃ لعلھم یرجعون عماھم علیہ واماعلی الثانی فاللام مجازعلی معنی انّ ظھورالمعاصی بسببھم مما استوجبوا بہ ان یذیقھم اللّٰہ تعالی وبال اعمالھم ارادۃ الرجوع فکانّھم انمافسدوا وتسببوا لفشو المعاصی فی الارض لاجل ذلک (روح المعانی :۲۱/۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن مجید کو آگ لگادوں گا کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۰) کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے بعض باتوں کی وجہ سے طیش میں آکر کہا کہ میں اپنے بچوں کو چھت سے گراکر ہلاک کردوں گا، اورسب دینی کتابوں کو نیچے پھینک دوں گا اورقرآن مجید کو آگ لگادوں گا، ان کلمات کے کہنے والے کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا یہ کلمات دینی کتابوں اورقرآن مجید کی گستاخی ہے یانہیں؟ اورایسے امام صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال قرآن پاک کو آگ لگانا یابچوں کو ہلاک کرنے کی دھمکی وغیرہ دینا جائز نہیں ہے اور جب تک یہ شخص خوب علی الاعلان توبہ نہ کرے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے، اوراگر ان باتوں سے خوب توبہ کرے تو اس کی

امامت بلا کراہت جائز ہے، واضح رہے کہ یہ شخص اگر توبہ اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح کر چکا ہے تو اس کو مزید پریشان کرنا جائز نہیں، نیز تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم علی سبیل الاحتیاط پہلے بھی دیا گیا ہے اور اب بھی علی سبیل الاحتیاط یہ حکم دیا جاتا ہے، کیونکہ مذکورہ الفاظ اگر توہین قرآن کی نیت سے کہے ہوں تو وہ کافر ہوا ہے۔

"اذاانکر اٰیة من القرآن اوسخربآیة من القرآن وفی الخزانة اوعاب فقد کفر"......(التاتارخانیة: ۵/۳۳۳)

"وفی الذخیرة المصحف اذاصار خلقا وتعذر القراء ة منه لایحرق بالنار الیه اشارمحمد وبه ناخذ"......(فتاویٰ شامی: ۵/۲۹۹)

"یکفر ان قصد به الاستخفاف بالدین وان لم یرد به الاستخفاف بالدین لایکفر"......(بزازیه علی هامش الهندیة: ۶/۳۳۷)

"القی الفتویٰ علی الارض ای اهانة کماتشیر الیه عبارة الالقاء اوقال ماذاالشرع هذاکفر"......(شرح فقه الاکبر: ۱۷۳)

"ومن تاب عن کبیرةٍ صحت توبته مع الاصرار علی کبیرة اخری ولایعاقب بهاای علی الکبیرة الّتی تاب عنها"......(شرح فقه الاکبر: ۱۵۶)

"ان مایکون کفراًاتفاقاً یبطل العمل والنکاح ومافیه خلاف یؤمر بالاستغفاروالتوبة وتجدیدالنکاح وظاهره انه امراحتیاط"......(فتاویٰ شامی: ۳/۳۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنت میں صرف مسلمان ہی کیوں جائیں گے؟

مسئلہ نمبر (۲۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بیچ اس مسئلہ کے۔

سوال یہ ہے کہ جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہو سکیں گے یا یہودی اور عیسائی، بدھ مت، سکھ اور دوسرے مذاہب والے بھی جنت میں جا سکتے ہیں؟ اگر صرف مسلمان جنت میں جائیں تو کیوں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ آج کل یہ جو فیشن شو ہو رہے ہیں اس میں خواتین تقریباً برہنہ ہوتی ہیں، اس طرح سے

کپڑوں کی نمائش کرنا، اس کا اہتمام کرنا اور اس کام پر روپے صرف کرنا درست ہے یا کہ نہیں؟ اگر غلط ہے تو اس کا گناہ کس قدر ہے؟ اس کا جواب عنایت فرمائیں، ہم ممنون ہوں گے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) جنت میں داخلہ کی شرط ایمان واسلام ہے لہٰذا صرف مسلمان ہی جنت میں جائیں گے، غیر مسلم جنت میں نہیں جاسکتے۔

(۲) سوال میں ذکرکردہ قباحتوں کی وجہ سے فیشن شوکروانا اوراس پر رقم خرچ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اور فیشن شوکئی گناہوں کا مجموعہ ہے اور گناہ بھی ایسے ہیں جن کا نقصان بھی اجتماعی ہے اور کئی معاشرتی خرابیاں اس سے جنم لیتی ہیں اسی کا اعتبار سے اس کا گناہ بھی بہت زیادہ ہے اور مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ گناہ والے کام سے صرف اللہ ہی کے خوف کی وجہ سے اجتناب کرتا ہے۔

”واعلم انّ مذهب اهل السنة والجماعة وماعليه اهل الحق من السلف والخلف ان من مات موحدا دخل الجنة قطعاً على كل حال ......لايدخل الجنة احدمات على الكفر ولوعمل من اعمال البر“......(حاشية نووى على هامش المسلم: ۱/۴۱)“

”وقوله تعالىٰ وقرن فى بيوتكن ،كن اهل وقار وهدوء وسكينة وفيه الدلالة على ان النساء مامورات بلزوم البيوت منهيات عن الخروج وقوله تعالىٰ(ولاتبرجن تبرج الجاهلية الاولىٰ)روى ابن ابى نجيح عن مجاهد قال كانت المرء ة تتمشى بين ايدى القوم فذالک تبرج الجاهلية وقال سعيدعن قتادة ولاتبرجن تبرج الجاهلية الاولىٰ يعنى اذا خرجتن من بيوتكن قال كانت لهن مشية وتكسر وتغنج فنهاهن الله عن ذلک“......(احكام القرآن للجصاص: ۳/۵۲۹)

”قوله تعالىٰ يٰايّهاالنّبى قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن الآية،قال ابوبكرفى هذه الآية دلالة على انّ المرء ة الشابة مامورة بستر وجهها عن الاجنبيين واظهارالستر والعفاف عندالخروج لئلايطمع اهل الريب فيهن“......(احكام القرآن للجصاص: ۳/۵۴۶)

”عن ابی ھریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ صنفان من اھل النار لم ارھما قوم معھم سیاط کاذناب البقریضربون بھاالناس ونساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤسھن کاسنمة البخت المائلة لایدخلن الجنة ولایجدن ریحھا وان ریحھا التوجد من مسیرة کذا وکذا ،الحدیث ،عاریات وقیل معناہ تستر بعض بدنھا وتکشف بعضه اظھارا لجمالھا ونحوہ وقیل معناہ تلبس ثوبارقیقا یصف لون بدنھا“......(صحیح مسلم مع حاشیة النووی:۲/۲۰۵)

”عن ابن عمررضی الله عنه ان النبی ﷺ قال لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة،متفق علیه“......(مشکوٰۃ المصابیح :۲/۳۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ڈاڑھی کی توہین کرنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری جامع مسجد فیصل آباد کے امام صاحب کا جھگڑا سعید نامی شخص سے ہوا،امام نماز جمعہ کے بعد اس جھگڑے کی تفصیل نمازیوں کو بتلا رہے تھے کہ اسی دوران سعید کا ماموں جو کہ گاؤں گا ماولد سردار علی کے نام سے مشہور ہے مسجد میں داخل ہوا،اور امام صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ مولوی اگر تم نے صحیح طریقے سے یہاں رہنا ہے تو رہو ورنہ تمہاری ڈاڑھی اکھاڑ کر تمہاری گانڈ میں دے دوں گا، (استغفراللہ) اس نے یہ الفاظ کہے اور وہاں سے بھاگ گیا،اس کے بعد گاؤں کے چند معزز افراد اس کے گھر گئے کہ مولوی صاحب سے معافی مانگ لو اور توبہ کرلو،لیکن جواباً اس نے کہا کہ میں نے جو کہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے، مجھے جو پھانسی دلوانی ہے دلوادو(حالانکہ امام صاحب کا اس کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہوا تھا) آنجناب سے گزارش ہے کہ اس شخص کے بارے میں شریعت اسلامیہ کیا حکم دیتی ہے؟ وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام میں سے کسی ادنیٰ سنت کا مذاق اڑانا یا اس کی توہین کرنا حضور ﷺ کا مذاق اور توہین ہے اور ڈاڑھی تو واجب ہے اس کی توہین بطریق اولیٰ کفر ہے، بنابریں اس شخص کے ذمہ

لازم ہے کہ توبہ کرے اور اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرے ورنہ مسلمان حاکم اس سے توبہ کروائے، توبہ نہ کرنے کی صورت میں اس پر شرعی سزا نافذ کی جائے۔

"وفی الظهیریة من قال لفقیه اخذشاربه مااعجب قبحا او اشدقبحاقص الشارب ولف طرف العمامة تحت الذقن یکفر،لانه استخفاف بالعلماء یعنی وهومستلزم لاستخفاف الانبیاء علیهم السلام لان العلماء ورثة الانبیاء علیهم السلام،وقص الشارب من سنن الانبیاء علیهم السلام فتقبیحه کفر بلااختلاف بین العلماء وفی الخلاصة من قال قصصت شاربک والقیت العمامة علی العاتق استخفافا یعنی بالعالم اوبعلمه فذلک کفر"......(فقه اکبر:۱۷۳

"ومنها مایتعلق بالانبیاء علیهم السلام من لم یقرببعض الانبیاء علیهم السلام اولم یرض بسنة من سنن المرسلین فقدکفر"......(فتاوی الهندیة:۲/۲۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والے کے ایمان کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

زید کا اپنی بیوی کے ساتھ چھوٹا سا تنازعہ ہوا جس پر وہ ناراض ہو کر میکے چلے گئی اس دوران ثالثین زید کے پاس آئے تو زید نے کہا کہ فاطمہ میری بیوی کی حیثیت سے اگر رہنا چاہے تو آسکتی ہے ورنہ میں اپنے لیے بندوبست کروں گا، جس کی شرعاً مجھے اجازت ہے، اللہ نے مرد کو چار شادیوں تک کی اجازت دی ہے، اس بات پر زید کے بیٹے نے اپنے تین بھائیوں کی موجودگی میں غصے میں آ کر مجھے اور اللہ کو ان الفاظ میں گالی دی کہ "میں تیری ماں چودھوں اور تیرے خدا کی بھی ماں چودھوں گا" (نعوذ باللہ من ذلک) اور ساتھ مجھے قتل کی دھمکی بھی دی ہے۔

مذکورہ تفصیل کے بعد اب سوال یہ ہے کہ،

(۱) ایسے بیٹے کے نکاح کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جو کہ شادی شدہ ہے۔

(۲) ایسے بیٹے کو اپنے گھر میں رکھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) ایسے بیٹے کی کمائی کا استعمال کرنا شرعاً میرے لیے جائز ہے؟

(۴) ایسا بیٹا شرعاً میراث کا حصہ دار بنتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) بشرط صحت سوال مذکورہ الفاظ صریح کفر ہیں، اس صورت میں نکاح ختم ہو جاتا ہے، مذکورہ شخص کو چاہیئے کہ توبہ کرے اور تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کرے۔

(۲) ایسے شخص کو جب تک توبہ نہ کرے الگ کر دینا چاہیئے، گھر میں نہیں رکھنا چاہیئے۔

(۳) کمائی سے بھی اجتناب کریں۔

(۴) ایسا بیٹا میراث سے محروم ہے، جب تک توبہ نہ کرے اور توبہ سے پہلے باپ یا کوئی رشتہ دار وفات پا جائے۔

”واذا وصف الله بما لايليق به اوسخر باسم من اسماء الله تعالیٰ اوبامر من اوامره وانكر وعده اووعيده يكفر“......(التاتارخانية: ۵/۳۱۴)

”الفرقة اذاارتداحدالزوجين ثم ان كانت الردة من المرءة كانت فرقة بغيرطلاق بالاتفاق،وان كانت من الرجل ففيه خلاف مذكور فى كتاب النكاح ولاترتفع هذه الفرقة بالاسلام“......(بدائع الصنائع: ۶/۱۲۰)

”وفى الخانية واجمع اصحابنا على ان الردة تبطل عصمة النكاح وتقع الفرقة بينهما بنفس الردة “......(التاتارخانية: ۵/۳۷۰)

”المرتدلايرث من مسلم ولامن مرتد مثله كذافى المحيط“......(فتاوى الهندية: ۶/۴۵۵)

”ويومربالتوبة والرجوع عن ذلک وتجديدالنكاح بينه وبين امرءته“ ......(التاتارخانية: ۵/۳۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سماعِ موتیٰ اور صلوۃ وسلام کے سماع کے منکر کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس شخص کے بارے میں کہ جو نبی کریم ﷺ کو نہ قبر میں زندہ مانے اور نہ نبی کریم ﷺ کے قبر میں سلام سننے کا قائل ہو اور نہ نبی کریم ﷺ کو حاضر وناظر مانے اور نہ نبی کریم کے صلوٰۃ وسلام مثلاً یہ جو پڑھتے ہیں ''الصلوة والسلام عليك يارسول الله'' کے سننے کا قائل ہو، مگر نماز کی حالت میں جب کوئی مومن ''السلام عليك ايهاالنبی ورحمة الله وبركاته'' چاہے زمین کی آخری تہہ میں کھڑے ہو کر کہے کے سننے کا قائل ہو اس کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حیات فی القبر اور سماع سلام عند القبر اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اور نماز کا سلام بذریعہ ملائکہ پہنچنا بھی اجماعی عقیدہ ہے، بنابریں جب یہ شخص اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے کہ حیات فی القبر کا منکر اور سماع سلام عند القبر کا منکر اور سلامِ نماز ہر جگہ سے براہ راست سننے کے قائل ہونا تو یہ اہل سنت سے خارج اور بدعتی خراب عقیدے والا ہے۔

''عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من صلی علی عندقبری سمعته ومن صلی علی نائیاابلغته رواه البيهقی فی شعب الايمان''......(مشكوٰة المصابيح: ۱/۸۸)

''ومماهومقررعندالمحققين انه صلى الله عليه وسلم حی يرزق ممتنع بجميع الملاذوالعبادات غيرانه حجب عن ابصارالقاصرين عن شريف المقامات ينبغی لمن قصدزيارة النبی ﷺ ان يكثرالصلاة عليه فانه يسمعها وتبلغ اليه''......(مراقی الفلاح شرح نورالايضاح: ۱۹۲)

''واماالمبتدع فهوصاحب البدعة وهی كمافی المغرب اسم من ابتدع الامر اذابتداء واحدثه كالرفقة من الارتفاق والخلفة من الاختلاف ثم غلبت علی ماهوزيارة فی الدين اونقصان منه اه وعرفها الشمنی بانهاماحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول الله ﷺ من علم اوعمل اوحال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويما وصراطاً مستقيما''......(البحرالرائق: ۱/۶۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

انبیاء اور اولیاء کے بارے میں مشکل کشا اور مختار کل کا عقیدہ رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور باقی فوت اولیاء اللہ اور شہداء اور پیر وغیرہ ہماری نداء اور پکار کو سنتے ہیں اور ہمارے حالات دیکھ رہے ہیں اور دیکھتے ہیں اور ہماری ہر مشکل سے واقف ہیں اور مشکل کو رفع کر سکتے ہیں، اور یہ عقیدہ بھی رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ کے نور میں سے نور ہیں اور یہ بھی کہ اللہ کے پلے میں سوائے وحدت کے اور دھرا کیا ہے؟ جو کچھ لینا ہے ہم لے لیں گے محمد سے

سب کن مکن ہے حاصل یا غوث تجھ کو — لے احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو

اسی طرح شرک اکبر فعلی بھی کرتا ہے، قبر پر سجدہ، طواف، چومنا چاٹنا، نذر و نیاز غیر اللہ کے نام پر دیتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ فوت شدہ بزرگ نفع اور نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں اور عالم الغیب بھی ہیں، مختار کل بھی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

کیا ایسے شخص کی امامت میں نماز پڑھنا جائز ہے، اس کے ساتھ قربانی کرنا، نکاح کرنا جائز ہے، اور کیا ایسے شخص کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام ہے؟ کیا یہ شخص مسلمان ہے یا مرتد ہے؟

قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرما کر ہماری اصلاح فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر سوال حقیقت پر مبنی ہے اور سوال میں کسی قسم کی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا گیا ہے تو مسئول عنہ کو امام بنانا قطعاً ناجائز ہے بلکہ ان کا تو دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا خطرہ ہے، اس کے ساتھ کسی مسلمان عورت کا نکاح کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے، قربانی اور ذبیحہ کا بھی یہی حکم ہے، واضح رہے کہ عام بریلوی حضرات کا حکم اس سے مختلف ہے، عام بریلوی مسلمان ہیں۔

"الاولیٰ بالامامة اعلمهم باحکام الصلوة هکذافی المضمرات ویجتنب الفواحش الظاهرة وان کان غیره اورع منه"......(فتاویٰ عالمگیری: ۱/۸۳)

"ویکره تقدیم المبتدع ایضالانه فاسق من حیث الاعتقاد وهواشدمن الفسق من حیث العمل الاان الفاسق من حیث العمل یعترف بانه فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف

مـایـعتقده اهل السنة والجماعة وانما یجوز الاقتداء به مع الکراهة اذالم یکن مـایـعتقده یؤدی الی الکفر عنداهل السنة امالوکان مؤدیا الی الکفر فلایجوز اصلاً......(حلبی کبیری: ۴۴۳)

”قـولـه وان کـان شـریک الستة نـصرانیااومریداللحم لم یجزعن واحدمنهم وکذا اذاکان عبدااومدبرا یریدالاضحیة لان نیته باطلة لانه لیس من اهل هذه القربة فکان نصیبه لحما فمنع الجواز اصلا“......(فتاویٰ شامی: ۵/۲۲۹)

”فـنـقـول اهـلیة الذبح من له ملة التوحید دعوی واعتقادا کالمسلم اودعوی لااعتقادا کالکتابی“......(المحیط البرهانی: ۸/۴۴۸)

”ومـنـهـاان یـکـون مسلمااوکتابیا فلاتؤکل ذبیحة اهل الشرک والمجوسی والـوثـنـی وذبیـحة الـمـرتـد امـاذبیـحة اهـل الشـرک فلقوله تعالیٰ(وماهل لغیرالله)“......(بدائع الصنائع: ۴/۱۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجد میں کسی کی تعظیم کے لیے کب کھڑا ہونا چاہیئے؟

مسئلہ نمبر(۲۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مساجد میں نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نمازی حضرات امام مسجد سے مصافحہ کرتے ہیں، اور آپس میں بھی مصافحہ اور معانقہ کرتے ہیں، امام مسجد مصلے پر بیٹھتا ہے اور لوگ مصافحہ کر لیتے ہیں، لیکن بعض احباب جو مسجد انتظامیہ سے تعلق رکھتے ہیں امام سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ امام کو کھڑے ہو کر ان لوگوں سے مصافحہ کرنا چاہیئے کیونکہ بڑے اور بزرگ لوگ بھی ہوتے ہیں، حالانکہ امام کا معمول ہے کہ وہ نماز کے بعد مصلے پر ہی کچھ ذکر اذکار میں مصروف ہوتا ہے اور کھڑے ہو کر مصافحہ کرنے میں حرج بھی محسوس کرتا ہے۔

اسی طرح بعض احباب نماز سے قبل جب مسجد میں آتے ہیں تو اس وقت بھی مصافحہ کر لیتے ہیں۔

آنجناب کی خدمت میں گزارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرما دیں کہ مسجد میں کب کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا چاہیئے اور کب کھڑا نہیں ہونا چاہیئے؟

اللہ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو کامل شریعت پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

الجواب باسم الملک الوہاب

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے اوراحادیث میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے،لیکن مخصوص نمازوں کے بعدسنت سمجھ کرکرناممنوع ہے، کیونکہ خیرالقرون میں ان مخصوص نمازوں کے بعدمصافحہ کرنے کے بارے میں محققین نے اس کے ثبوت کی نفی کی ہےخواہ امام کے ساتھ ہویاغیرامام کے ساتھ، ہاں مخصوص نمازوں کے علاوہ تعظیم کے لیے کھڑے ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ بزرگ لوگوں کے لیے تعظیماً کھڑے ہونے میں کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ ایسے لوگوں کے لیے کھڑاہونا مندوب ہے، جیسے عالم،والد،مسافراور استاد بلکہ مطلقاً دوسروں کے لیے کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ مسجد میں ہویاغیرمسجدمیں،البتہ اگراس نیت سے کھڑاہوتاہوکہ پھریہ میرے لیے کھڑاہوگاتویہ مکروہ ہے، ہاں کھڑے ہونے کے بارے میں جووعیدآئی ہے یہ ان کے لیے ہے جودوسروں کے لیے کھڑاہوناضروری سمجھتے ہیں ،لہذامسجدکی انتظامیہ والے اگرامام پر دوسروں کے لیے کھڑاہوناضروری سمجھتے ہیں تو یہ ٹھیک نہیں ہے،اوراگرامام بخوشی کھڑاہوتاہےتو کچھ حرج نہیں ہے۔

”اعلم ان المصافحة مستحبة عندکل لقاء امامااعتاده الناس من المصافحة بعدصلاة الصبح والعصر فلااصل له فی الشرع علی هذاالوجه ولکن لاباس به فان اصل المصافحة سنة وکونهم حافظوا علیها فی بعض الاحوال وفرطوا کثیرمن الاحوال اواکثرها لایخرج ذلک البعض عن کونه من المصافحة التی وردالشرع باصلها اه قال الشیخ ابوالحسن البکری وتقییده بمابعدالصبح والعصر علی عادة کانت فی زمنه والافعقب الصلوة کلهاکذلک کذافی رسالة الشرنبلالی فی المصافحة ونقل مثله عن الشمس الحانوتی وانه افتی به مستدلا بعموم النصوص الواردة فی مشروعیتها وهوالموافق لماذکره الشارح من اطلاق المتون لکن قدیقال ان المواظبة علیهابعدالصلوات خاصة قدیؤدی الجهلة الی اعتقاد سنیتها فی خصوص هذه المواضع وان لهاخصوصیة زائدة علی غیرهامع ان ظاهرکلامهم انه لم یفعله احدمن السلف فی هذه المواضع وکذا قالوا بسنیة قراء ة السورالثلاث فی الوتر مع الترک احیانالئلایعتقدوجوبها ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعداداء الصلوة بکل حال لان الصحابة رضی

اللہ عنہم ماصافحوا بعداداء الصلوۃ ولانہا من سنن الروافض اہ ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعیۃ انہابدعۃ مکروہۃ لااصل لہا فی الشرع وانہ ینبہ فاعلہا اولاویعزر ثانیا ثم قال وقال ابن الحاج من المالکیۃ فی المدخل انہامن البدع وموضع المصافحۃ فی الشرع انماہوعندلقاء المسلم لاخیہ لافی ادبارالصلوات فحیث وضعہا الشرع یضعہا فینہی عن ذلک ویزجرفاعلہا لماأتی بہ من خلاف السنۃ"......(ردالمحتار: ۵/۲۷۰)

"وقدصرح بعض علمائنا وغیرہم بکراہۃ المصافحۃ المعتادۃ عقب الصلوات مع ان المصافحۃ سنۃ وماذاک الالکونہا لم تؤثر فی خصوص ہذا الموضع فالمواظبۃ علیہافیہ توہم العوام بانہاسنۃ فیہ"......(ردالمحتار :۱/۶۶۰)

"وفی الوہبانیہ یجوزبل یندب القیام تعظیما للقادم کمایجوزالقیام ولوللقاری بین یدی العالم وسیجیء نظما(قولہ یجوزبل یندب القیام تعظیما للقادم الخ) ای ان کان ممن یستحق التعظیم قال فی القنیۃ قیام المجالس فی المسجد لمن دخل علیہ تعظیما وقیام قاری ء القرآن لمن یجیء تعظیما لایکرہ اذاکان ممن یستحق التعظیم وفی مشکل الآثار القیام لغیرہ لیس بمکروہ لعینہ انماالمکروہ محبۃ القیام لمن یقام لہ فان قام لمن لایقام لہ لایکرہ قال ابن وہبان اقول وفی عصرنا ینبغی ان یستحب ذلک ای القیام لمایورث ترکہ من الحقدوالبغضاء والعداوۃ لاسیما اذاکان فی مکان اعتیدفیہ القیام وماورد من التوعد علیہ فی حق من یجب القیام بین یدیہ کمایفعلہ الترک والاعاجم اہ قلت یؤیدہ مافی العنایۃ وغیرہا عن الشیخ الحکیم ابی القاسم کان اذادخل علیہ غنی یقوم لہ ویعظمہ ولایقوم للفقراء وطلبۃ العلم فقیل لہ فی ذلک فقال الغنی یتوقع منی التعظیم فلوترکتہ لتضرروالفقراء والطلبۃ انمایطمعون فی جواب السلام والکلام معہم فی العلم"......(الدرمع الرد: ۵/۲۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن مجید کے شہید اوراق کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلمائے عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کے شہید صفحات کو سنبھالنے کی کونسی صورت اختیار کریں تو گناہ نہ ہوگا، کیا ان کو جلا کر ان کی راکھ کو اونچی جگہ پر رکھ دیں؟ کیا ہم شہید صفحات کو دریا کے پانی میں بہادیں؟ کیا ہم انہیں قبرستان میں دفن کردیں؟ ان تین صورتوں میں سے کونسی صورت جائز ہے؟ جس کو کرنے سے ہم گناہ سے بچ جائیں، اگر کسی نے صفحات جلادیے ہیں تو وہ گناہ گار ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں دوسری اور تیسری صورت جائز ہے، لیکن دفن کرنا افضل ہے مگر قرآن مجید کو اسی طرح دفن کیا جائے جس طرح مردے کو بغلی قبر میں دفن کیا جاتا ہے، یا کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے تاکہ اوپر مٹی نہ پڑے۔

"المصحف اذاصار بحال لایقرء فیه یدفن کالمسلم" ......(الدرالمختار: ۱/۳۳)

"قال ابن عابدین تحت قوله یدفن ای یجعل فی خرقة طاهرة ویدفن فی محل غیر ممتهن لایؤطأ وفی الذخیرة وینبغی ان یلحدله ولایشق له لانه یحتاج الی اهالة التراب علیه وفی ذلک نوع تحقیر الااذاجعل فوقه سقف بحیث لایصل التراب الیه فهوحسن ایضا ولابأس بان تلقی فی ماء جار کماهی تدفن وهواحسن"......(ردالمحتار: ۱/۱۳۰)

"المصحف اذاصار خلقا لایقرأ منه ویخاف ان یضیع یجعل فی خرقة طاهرة ویدفن ودفنه اولی من وضعه موضعا یخاف ان یقع علیه النجاسة اونحوذلک ویلحدله لانه لوشق ودفن یحتاج الی اهالة التراب علیه وذلک نوع تحقیر الااذاجعل فوقه سقف بحیث لایصل التراب الیه فهوحسن"......(فتاوی الهندیة: ۵/۳۲۳)

"قوله یدفن ای فی محل غیرممتهن لایؤطأ بالارجل ولابأس بان تلقی فی ماء

جار کماھی اوتدفن وھواحسن کمافی الاشباہ‘‘......(الطحطاوی علی الدر: ۱/۱۰۰)

قرآن مجید کوجلانا جائزنہیں ہے۔

’’وفی الذخیرۃ المصحف اذا صارخلقا وتعذرالقراءۃ منہ لایخرق بالنار الیہ اشارمحمد وبہ ناخذ‘‘......(ردالمحتار: ۵/۲۹۹)

’’المصحف اذاصارخلقا وتعذرت القراءۃ منہ لایحرق بالنار اشارالشیبانی الی ھذا فی السیرالکبیر وبہ ناخذ‘‘......(فتاوی الھندیۃ: ۵/۳۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جان بوجھ کرمرزائی کا جنازہ پڑھنے والے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۸): کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرکوئی مسلمان کسی مرزائی کا عمداً نماز جنازہ پڑھےتواس کے لیےشریعت میں کیاحکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

قرآن وسنت واجماع امت کی روشنی میں مرزائی کافرہیں اوردائرہ اسلام سے خارج ہیں اورواضح رہے کہ کافرکومسلمان سمجھنے والاشخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتاہے ،بنابریں جس شخص نے مرزائی کومسلمان سمجھ کر نمازجنازہ پڑھی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوکرکافرہوگیااوراس پرتجدیدایمان اورشادی شدہ ہونے کی صورت میں تجدیدنکاح بھی ضروری ہے۔

اوراگرمرزائی کومسلمان سمجھ کرنہیں بلکہ کافرسمجھ کر نمازجنازہ پڑھی ہے توپھرنمازجنازہ پڑھنے والاشخص کافرتونہیں ہواالبتہ فاسق اورفاجرمداہن اوربہت بڑے گناہ کامرتکب ہواہےلہذاوہ سچے دل سےاللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اورآئندہ کسی بھی غیرمسلم کاجنازہ نہ پڑھے۔

’’سمعت بعضھم یقول اذالم یعرف الرجل ان محمداصلی اللہ علیہ وسلم اخرالانبیاء علیھم وعلی نبینا السلام فلیس بمسلم کذافی الیتیمۃ‘‘......(فتاویٰ الھندیۃ: ۲/۲۶۳)

”والاصل ان من اعتقدالحرام حلالا فان كان حراما لغيره كمال الغير لايكفر وان كان لعينه فان كان دليله قطعيا كفروالافلا،وقيل التفصيل فى العالم اماالجاهل فلايفرق بين الحلال والحرام لعينه ولغيره وانماالفرق فى حقه انما كان قطعيا كفربه والافلا فيكفر اذاقال الخمرليس بحرام “......

(البحرالرائق: ۵/۲۰۶،فتاوی الهندية: ۲/۲۳۲)

”ولاتصل على احدمنهم مات ابدا قال علماؤنا هذانص فى الامتناع من الصلوة على الكفار يؤخذ لانه علل المنع من الصلوة على الكفار“......(تفسيرقرطبی: ۴/۲۲۱)

”ان مايكون كفرااتفاقا يبطل العمل والنكاح ومافيه خلاف يؤمربالاستغفاروالتوبة وتجديدالنكاح“......(فتاویٰ شامی: ۳/۳۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کا ثبوت قرآن پاک سے نہیں ہے، یہ کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس شخص کے بارے میں جو یہ کہتا ہے کہ پانچ وقت نماز جومتواتر پوری امت میں پوری دنیا میں مکہ مدینہ میں ادا ہوتی چلی آ رہی ہے اس کا قرآن مجید میں ثبوت نہیں ہے،لہذا اس طریقہ سے نماز ادا کرنا منافقین کا طریقہ ہے مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے ،کیا یہ شخص مسلمان رہا یا کافر ہو گیا؟ کیا اس کا نکاح باقی ہے؟ یا کیا کرنا چاہیئے؟

اگر کوئی شخص امام ہو اور اس کی بیوی مذکورہ بالاعقیدہ رکھتی ہو اور امام صاحب کی تاویل یہ ہے کہ میری بیوی پاگل ہے،اور ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق یہ عورت پاگل نہیں ہے،کیا اس امام کی تاویل درست ہے؟ اب ہمیں اس امام صاحب کے بارے میں کیا کرنا چاہیئے؟ اور ان کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر امام صاحب کی بیوی کا یہ عقیدہ ہے کہ پانچ وقت نماز جومتواتر پوری امت میں ادا ہوتی چلی آ رہی ہے اس کا قرآن میں ثبوت نہیں ہے،لہذا اس طریقہ سے نماز ادا کرنا منافقین کا طریقہ ہے مسلمانوں

کا طریقہ نہیں ہے، اس عقیدہ کے رکھنے کی وجہ سے وہ کافرہ ہوگئی ہے، تجدید نکاح اور تجدید ایمان ضروری ہے، امام صاحب کے قول کے مطابق اگر واقعی حقیقت میں وہ پاگل ہے تو پھر کافر نہیں ہوئی ، کیونکہ جنون کبھی مستقلاً ہوتا ہے، اور کبھی درمیان میں مریض صحت مند ہوجاتا ہے، اس پر دورے کی کیفیت نہیں رہتی، اس حالت میں اگر ڈاکٹر اسے چیک کریں تو وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ صحت مند ہے، لہذا پوری تحقیق کریں جلد بازی اور جذبات کی رو میں فتویٰ نہیں لینا چاہیے۔

”ما کان فی کونه کفرا اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح و بالتوبة والرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط“......(فتاوی الهندیة: ۲/۲۸۳)

”ویکون الکفر بقول المریض لااصلی ابداجوابا لمن قال له صل وقیل لاو کذا قوله لااصلی حین امربها وقیل انما یکفر اذا قصدنفی الوجوب وفیه بترک الصلوۃ متعمدا غیرنا وللقضاء وغیرخائف من العقاب“ ......(البحر الرائق: ۵/۲۰۵)

”هی فرض عین علی کل مکلف ویکفر جاحدها لثبوتها بدلیل قطعی وتارکها عمدا مجانة ای تکاسلا فاسق“......(درمختار: ۱/۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

”هذاالکتاب“ کی جگہ ”ذلک الکتاب“ کیوں کہا گیا؟

مسئلہ نمبر(۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک کے شروع میں ”ھذا“ کی بجائے ”ذلک“ کا لفظ استعمال ہوا ہے جب کہ یہ کتاب یعنی قرآن حکیم ہمارے پاس موجود ہے، اس میں اشارہ قریب کی بجائے اشارہ بعید کا کیوں استعمال ہوا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

آیت مسئولہ میں جو اسم اشارہ بعید کے لیے استعمال کیا گیا ہے اس کے سمجھنے سے پہلے ایک تمہید کا جاننا ضروری ہے، وہ یہ کہ بُعد دو قسم پر ہے (۱) بعد حسی (۲) بعد رتبی۔

(۱) بعد حسی: (مکانی یا زمانی جو محسوس ہو رہا ہو) یہ ایسے بعد کو کہتے ہیں جو محسوس ہو رہا ہو یا نظر آرہا ہو جیسے کراچی بعید ہے راولپنڈی سے، یہ ایسا بعد ہے جو نظر آرہا ہے۔

(۲)　بعد رتبی: (مرتبہ کی بلندی) یہ کہتے ہیں ایسے بعد کو جو محسوس نہ ہو جیسے کتاب اللہ، یعنی کتاب اللہ مرتبہ کے اعتبار سے اتنی بعید ہے کہ کوئی مخلوق اس تک نہیں پہنچ سکتی۔

اس لیے ''ذلک'' اشارہ بعید لائے اس کتاب کا رتبہ بتانے کے لیے کہ یہ کتاب رتبے کے اعتبار سے بہت بلند و بعید ہے، کوئی کتاب اس مقام تک نہیں پہنچ سکتی، اگر اشارہ قریب ''ھذا'' لاتے تو یہ بعد رتبی حاصل نہ ہوتا، لہذا جو عظمت ''ذلک'' میں ہے وہ ''ھذا'' میں نہیں ہے۔

''والاشارة بذلک وھی للبعید تعظیما لشانه ''......(تفسیر المظھری : ۲۳/ ۱)

''ذلک ای ھذا الکتاب ....وجملة النفی خبر مبتدائه ذلک والاشارة به للتعظیم قوله ای ھذا آه اشاربذلک الی ان حق الاشارة ان یوتی بھا للقریب وانما اتی بمایدل علی البعید للتعظیم لکون القرآن مرفوع الرتبة وعظیم القدر ،صاوی''......(تفسیر جلالین : ۴/ ۱، وحاشیة نمبر ۱۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تنظیم فکر شاہ ولی اللہی کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱):　حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ صاحبان کو بخوبی علم ہوا ہوگا کہ ہمارے وطن میں تحریک فکر شاہ ولی اللہی کے نام سے ایک تنظیم ہمارے دینی مدارس میں نہایت تیزی سے بڑھتی چلی آرہی ہے، اس تنظیم پر دار العلوم ٹل کے مہتمم وبانی حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے تلمیذ رشید حضرت مولانا معز الحق صاحب رحمہ اللہ نے دہریت کا فتویٰ لگا دیا ہے، مگر جناب ہمارے علاقہ کے بعض لوگ خصوصاً سکول و کالج کے طلباء اور پروفیسر صاحبان اس فتویٰ پر اعتماد نہیں کرتے اور ہم نے مندرجہ بالا فتویٰ سے قوی ترین فتویٰ کا مطالبہ کرتے ہیں، حضرت جناب ان کی کتابوں میں کافی غیر شرعی باتیں موجود ہیں، اپنی ایک کتاب ''قرآنی دستور انقلاب'' اور رسالہ عزم میں ان کے غیر اسلامی تحاریر حاضر خدمت ہیں، جن میں سورۃ الماعون کا ترجمہ غلط انداز میں بیان ہوا ہے، اور یہ لوگ عوام کو غلط تصور دے رہے ہیں، نیز جہاد کا مقصد اور مساجد کی عظمت کو نوجوانوں کے دلوں سے مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

تنظیم فکرولی اللّٰہی معاشی مساوات کی علمبردار جماعت ہے اور جو بھی معاشی مساوات کے علمبردار ہوں وہ گمراہ ہیں، کفر کا فتویٰ اس پر اس لیے نہیں دیا جا سکتا ہے کہ وہ متاولین ہیں، نیز بعض افراد کی خرافات کیوجہ سے پوری جماعت پر کفر کا فتویٰ لگانا صحیح نہیں۔

"السابعة مافی البحر من باب المرتد نقلا عن الفتاوی الصغری الکفرشیء عظیم فلااجعل المؤمن کافرا وجدت روایة انه لایکفر انتهی ثم قال والذی تحرز انه لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی حمل حسن اوکان فی کفره اختلاف ولوروایة ضعیفة اه "......(رسائل ابن عابدین)

"وفی فتاوی الصغریٰ الکفر شیء عظیم فلااجعل المؤمن کافرا متی وجدت روایة انه لایکفر اه ....وفی الخلاصة وغیرها اذاکان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم ......والذی تحرر انه لایفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن اوکان فی کفره اختلاف ولوروایة ضعیفة"......(البحرالرائق: ۵/۲۱۰)

"یجب ان یعلم انه اذاکان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه اللذی یمنع التکفیر تحسیناللظن بالمسلم "......(فتاوی تاتارخانیة: ۵/۳۱۲)

"واعلم انه لایفتی بکفرمسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن اوکان فی کفره خلاف ولوکان ذلک روایة ضعیفة کماحرره فی البحر وعزاه فی الاشباه الی الصغریٰ وفی الدر وغیرها اذاکان فی المسئلة وجوه توجب الکفرو واحد یمنعه فعلی المفتی المیل لمایمنعه"......(درمع الرد : ۳/۳۱۶)

واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

’’کافر کافر شیعہ کافر‘‘ کا نعرہ لگانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) دور حاضر میں ’’کافر کافر شیعہ کافر‘‘ کا نعرہ لگانا کیسا ہے؟ جب کہ شیعہ حضرات جواب میں صحابہ کرام کے نام لے لے کر کافر کہتے ہیں، جب کہ قرآن کریم کی آیت ’’**ولاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ الخ**‘‘ سے اس کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے۔

(۲) شیعہ حضرات یوم حسین ۱۰ محرم الحرام کو مناتے ہیں، کیا اس کے مقابلہ میں ہم سنی حضرات کسی صحابی کا یوم منا سکتے ہیں؟

(۳) آیا علماء دیوبند کا متفقہ فیصلہ ہے کہ شیعہ کافر ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) شیعوں کے اکثر فرقے اگرچہ کافر ہیں مگر پھر بھی ’’کافر کافر شیعہ کافر‘‘ کہہ کر تبلیغ کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ خالص تفضیلی شیعہ کافر نہیں ہیں، اس لیے مطلق طور پر کافر کہنا درست نہیں ہے۔

(۲) اسلام میں کسی کی پیدائش یا وفات کے ایام منانے کا کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ اسلام کی تاریخ میں کوئی دن بھی ایسا نہیں ہے کہ جب کہیں کوئی اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جان قربان کرتے ہوئے دکھائی نہ دے، عمل و کردار سے شناخت ہوتی ہے نہ کہ دن منانے سے، ہونا یہ چاہیئے کہ سارا سال صحابہ کرام کے فضائل و مناقب بیان کیے جائیں۔

(۳) اس بات پر نہ صرف علماء دیوبند کا متفقہ فیصلہ ہے بلکہ بریلوی مکتبہ فکر سے مولانا احمد رضا خان بریلوی اور اہل حدیثوں میں سے علامہ احسان الٰہی ظہیر جیسے علماء کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شیعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کرے یا تحریفِ قرآن کا قائل ہو وہ کافر ہے۔

’’عن الخلاصة ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر وان کان یفضل علیا علیهما فهو مبتدع‘‘......(فتاوی شامی : ۳/۳۲۱)

پاکستان میں موجودہ شیعہ اثناء عشریہ جعفریہ من حیث الفرقۃ علی الاطلاق اپنے کفریہ عقائد کی وجہ سے کافر ہیں ان سے نکاح اور موالات حرام ہے، ان کے جنازے میں شرکت بھی حرام ہے، جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، اس مخصوص نعرہ لگانے سے چونکہ ان کی طرف سے گستاخی کا غالب گمان ہے، لہذا اس سلسلہ میں ہمیشہ حکمت و بصیرت سے کام لینا چاہیئے تاکہ فساد کم ہو۔

”ویجب اکفار الروافض فی قولهم برجع الاموات الی الدنیا وبانتقال الاموات وتناسخ الارواح وانتقال روح الاله الی الائمة وان الائمة آلهة ولقولهم فی خروج امام باطن وبتعطیلهم الامروالنهی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبریل غلط فی الوحی الی محمدﷺ دون علی ابن ابی طالب رضی الله عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامه احکام المرتدین“......(فتاویٰ تاتارخانیة: ۵/۳۶۵)

”من سب الشیخین اوطعن فیهما کفر، اقول نعم فی البزازیة عن الخلاصة ان الرافضی اذاکان یسب الشیخین ویلعنهما فهوکافر......نعم لاشک فی تکفیرمن قذف السیدة عائشة رضی الله عنهااوانکرصحبة الصدیق اواعتقد الالوهیة فی علی اوان جبریل غلط فی الوحی اونحوذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن “درمختارمع الشامی: ۳/۳۲۱)

”فلذا اجمع علماء الاعصارعلی اباحة قتلهم وان من شک فی کفرهم کان کافرا “......(رسائل ابن عابدین: ۱/۳۶۹)

”ولاتسبوا الذین یدعون من دون الله، الثانیة قال العلماء حکمهاباق فی هذه الامة علی کل حال فمتی کان الکافر فی منعة وخیف ان یسب الاسلام اوالنبیﷺ اوالله عزوجل فلایحل لمسلم ان یسب صلبانهم ولادینهم ولاکنائسهم ولایتعرض الی مایؤدی الی ذلک لانه بمنزلة البعث علی المعصیة “......(احکام القرآن للقرطبی: ۷/۶۱)

”قال فی تفسیرالمظهری تحت هذه الآیة، وفیه دلیل علی ان الطاعة اذاادت الی معصیة راجحة وجب ترکها لان مایؤدی الی الشرشر“......(تفسیرالمظهری: ۳/۳۰۱)

(۲)”البدعة هی الفعلة المخالفة للسنة سمیت البدعة لان قائلها ابتدعها من غیرمقال امام،وهی الامرالمحدث الذی لم یکن علیه الصحابة والتابعون ولم یکن ممااقتضاه الدلیل الشرعی “......(کتاب التعریفات:۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

درود ابراہیمی میں لفظ سلام کیوں نہیں ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن کریم میں فرمان خداوندی ہے

”ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاایھاالذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما“

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے صلوۃ (درود) بھیجتے ہیں نبی علیہ السلام پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر صلوۃ (درود) بھیجو۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں اس لیے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجو، اس کے بعد درود ابراہیمی پڑھا جاتا ہے جس میں صلوٰۃ (درود) ہے، سلام نہیں، یہ تضاد کیوں ہے؟ برائے کرم اس سوال کا جواب بذریعہ ڈاک روانہ کردیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ”ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاایھاالذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما“ اس آیت کریمہ کے بعد صرف درود پر اکتفاء کرنا اور سلام نہ پڑھنا اس میں تضاد نہیں ہے، کیونکہ ”سلموا“ سے مراد اکثر اہل علم کے نزدیک انقیاد لقضاء الرسول ﷺ ہے، اور دوسرا یہ بھی ہے کہ واؤ جمع کے لیے نہیں ہے حتی کہ درود کے ساتھ سلام پڑھنا واجب ہوجائے۔

”واما قولہ تعالیٰ وسلموا فالمراد منہ سلموا لقضائہ“......(طحطاوی: ۲/۱۲۰)

”والتسلیم فی الآیۃ یحتمل الانقیاد ولو سلم فلادلالۃ علی الجمع نحو اقیموا الصلوۃ واتوا الزکاۃ“......(نبراس شرح شرح العقائد: ۲)

”الحروف العاطفۃ وھی الواو والفاء وثم وحتی واو واما ......فالاربعۃ الاول للجمع اعم ان یکون مطلقا او مع ترتیب ......ولیس المراد اجتماع المعطوف والمعطوف علیہ فی الفعل فی زمان او مکان فقولک جاء نی زید وعمرو او فعمرو ای حصل الفعل من کلیھما لا من احدھما“......(شرح جامی: ۳۵۴)

نیز ان دونوں میں تضاد اس وجہ سے بھی نہیں ہے کہ آیت میں سلام سے مراد وہ سلام ہے جو تشہد میں ہے یعنی

"السلام علیک ایہا النبی" اورصلوۃ سے مراد درود پاک ہے، جب تشہد اور درود پڑھ لیا جائے گا تو"صلوا علیه"اور"سلموا"دونوں پرعمل ہو جائے گا۔

"وکذافی حدیث ابی سعید الخدری قیل یارسول الله اماالسلام علیک فقدعرفنا فکیف الصلاۃ قال قولوا اللهم صل علی محمد الی اٰخره ،یعنی قدعرفنا السلام فی التشهد وهوقوله السلام علیک ایهاالنبی ورحمة الله وبرکاته فکیف نصلی حینئذٍفعلم رسول الله ﷺ بقوله اللهم صل علی محمد الی اٰخره "......(تفسیر المظهری : ۷/۳۷۷)

"عن کعب بن عجرة قال لمانزلت ان الله وملائکته یصلون علی النبی یاایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما قال قلنایارسول الله قدعلمنا السلام فکیف الصلوۃ علیک قال قولوا اللهم صل علی محمد وعلی آل محمدالخ ومعنی قولهم اماالسلام علیک فقدعرفناه هوالّذی فی التشهد الّذی کان یعلمهم ایاه کمایعلمهم السورة من القرآن وفیه السلام علیک ایهاالنبی ورحمة الله وبرکاته "......(تفسیر ابن کثیر: ۵/۲۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نوری علم کے ذریعے کوئی کام کرنے اور کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) نوری علم اور کالے علم کا قرآن وحدیث میں کیا بیان ہے؟

(۲) نوری علم کروانا جائز ہے؟

(۳) بچے پر حاضری کروا کر غیب کے بارے میں بتانا جائز ہے؟

(۴) کیا نوری علم کسی صحیح کام کے لیے کرواسکتے ہیں؟

(۵) کیا نوری علم قرآن پاک کی آیات سے کیا جا سکتا ہے؟

اور کسی دینی کتاب کا نام لکھ دیں جس میں تمام سوالوں کا جواب مل سکے۔

الجواب باسم الملک الوہاب

(۱) نوری علم سے مراد اگر دم اور تعویذ کرنا ہے تو یہ فی نفسہ جائز ہے بشرطیکہ قرآنی آیات یا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ یا کسی ماثورہ دعا کے ساتھ ہو، اور اگر دم اور تعویذ غیر عربی زبان میں ہو اور معلوم نہ ہو کہ کیا چیز ہے تو پھر جائز نہ ہوگا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس میں جادو یا کفریہ کلمات ہوں۔

”ولاباس بالمعاذات اذاكتب فيهاالقرآن اواسماء الله تعالىٰ وانما تكره العوذة اذاكانت بغيرلسان العرب ولايدرى ماهوولعله سحر اوكفر اوغيرذلك واماماكان من القرآن اوشيء من الدعوات فلاباس به“ ...... (ردالمحتار المعروف بالشامی: ۵/۲۵۶)

(۲) مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

(۳) جائز نہیں ہے کیونکہ یہ کہانت ہے، اور کاہن کی غیب کی باتوں میں تصدیق کرنا کفر ہے۔

”ومنهاان تصديق الكاهن بمايخبره من الغيب كفر ثم الكاهن هوالذى يخبر عن الكوائن فى مستقبل الزمان ويدعى معرفة الاسرارفى المكان “......(شرح ملاعلى القارى على الفقه الاكبر : ۱۴۹)

(۴) مذکورہ بالا شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے کرواسکتے ہیں۔

(۵) جی ہاں نوری علم قرآن پاک کی آیات سے کیا جاسکتا ہے۔

”ان الرقى يكره منها ماكان بغيراللسان العربى وبغيراسماء الله تعالى وصفاته وكلامه فى كتبه المنزلة وان اعتقد ان الرقية نافعة لامحالة فيتكل عليها واياها ارادبقوله ماتوكل من استرقى ولايكره منهاماكان على خلاف ذلك كالتعوذ بالقرآن واسماء الله تعالى الرقى بالمروية لذلك قال ﷺ للذى رقى بالقرآن واخذعليه اجرا من اخذ برقية باطل فقداخذت برقية حق“......(مرقاة المفاتيح : ۸/۳۵۸)

”ان الرقى يكره منها ماكان بغيراللسان العربى وبغيراسماء الله تعالىٰ وصفاته وكلامه فى كتبه المنزلة وان يعتقد ان الرقية نافعة لامحالة فيتكل عليها واياها ارادبقوله ﷺ ماتوكل من استرقى ولايكره منهاماكان بخلاف ذلك

کالتعوذ بالقرآن واسماء الله تعالى والرقى المروية وفى مؤطا مالک ان ابابکر الصديق رضى الله عنه دخل على عائشة وهى تشتكى ويهودية ترقيها فقال ابوبكر ارقيها بكتاب الله يعنى بالتوراة والانجيل ''......(عمدة القارى : ۲۱/۳۹۰)

''قوله الكاهن قيل كالساحر، فى الحديث من اتى كاهنا اوعرافا فصدقه بمايقول فقد كفربماانزل على محمد اخرجه اصحاب السنن الاربعة وصححه الحاكم عن ابى هريرة والكاهن كمافى مختصر النهاية للسيوطى من يتعاطى الخبر عن الكائنات فى المستقبل ويدعى معرفة الاسرار والعراف المنجم وقال الخطابى هوالذى يتعاطى معرفة مكان المسروق والضالة ونحوهماه والحاصل ان الكاهن من يدعى معرفة الغيب باسباب وهى مختلفة فلذا انقسم الى انواع متعددة كالعراف والرمال والمنجم وهوالذى يخبر عن المستقبل بطلوع النجم وغروبه والذى يضرب بالحصى والذى يدعى انه له صاحبا من الجن يخبره عماسيكون والكل مذموم شرعا محكوم عليهم وعلى مصدقهم بالكفر وفى البزازية يكفر بادعاء علم الغيب وباتيان الكاهن وتصديقه وفى التتارخانية يكفربقوله اناعلم المسروقات اوانااخبرعن اخبارالجن اياى اه ''......(فتاوى الشامية: ۳/۳۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

اہل سنت لڑکی کا شیعہ لڑکے سے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری چچازاد بہن کی منگنی دوسال قبل اس کے والد کی طرف سے کزن کے بیٹے سے ہوئی، گزارش یہ ہے کہ لڑکے کا تعلق شیعہ جماعت سے ہے اور وہ کہتا رہا ہے کہ لڑکی اہل سنت ہے، اپنی زندگی اپنے طریقے سے گزارتی رہے اور میں اپنی فقہ کے مطابق گزاروں گا، لیکن اب جب کہ نکاح ہونے والا ہے تو لڑکے نے اپنی عزیزہ کے ذریعے کہا ہے کہ اس کی خواہش ہے کہ لڑکی اگر شیعہ ہو جائے گویا کہ زبردستی نہیں ہے، آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں ہمیں آگاہ کریں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

شیعہ کے بہت سے عقیدے کفریہ ہیں مثلاً

(۱)　تحریفِ قرآن کے قائل ہیں۔

(۲)　حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی خلافت اور صحابیت کے منکر ہیں۔

(۳)　حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا یا خدا کی صفات کا حامل قرار دیتے ہیں۔

(۴)　حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہیں۔

(۵)　کلمہ اسلام میں اضافہ کرتے ہیں۔

ان مذکورہ عقائد کی بناء پر ان سے کسی سنی کا نکاح نہیں ہوسکتا۔

"ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوھیة فی علی اوان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق اویقذف السیدة الصدیقة فھو کافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورة "......(فتاویٰ شامی : ۲/۳۱۴)

لہذا ان کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا، اگر لڑکا ان عقائد کا قائل ہو، اور اگر ان عقائد کا قائل نہ بھی ہو تو تب بھی اس سے نکاح نہیں کرنا چاہیئے۔

"نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللہ عنھا اوانکر صحبة الصدیق اواعتقد الالوھیة فی علی اوان جبریل غلط فی الوحی اونحو ذلک من الکفر الصریح المخالف القرآن "......(فتاویٰ شامی: ۳/۳۲۱)

"ویجب اکفار الروافض فی قولھم برجع الاموات الی الدنیا وبانتقال الاموات وتناسخ الارواح وانتقال روح الالہ الی الائمة وان الائمة آلھة وبقولھم فی خروج امام باطن وبتعطیلھم الامر والنھی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولھم ان جبرئیل غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وھؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامھم احکام المرتدین "......(فتاویٰ تاتارخانیة: ۵/۳۶۵)

"اگرچه صاحب ظهيريه وغيره حكم كفر بسبب سب شيخين وغيره داده اند مگر اصح خلاف آنست چنانچه ابو شكور سلمی وعلی قاری وغيره تصريح ماسازندحق ايں است كه من انكر ضروريات الدين كفر ومن لم ينكر لاپس اطلاق كفر بدون تحقيق اين امر كه آنكس آيامنكر ضروريات دين است يانه مناسب نيست آری وجه دوم صحيح است كه رافضی مبتدع وفاسق است وفاسق كفو صالحه نيست ونكاح باغير كفو نافذ نيست امافسق رافضی پس درشرح فقه اكبر علی القاری وفتح القدير وغيره مصرح است واماعدم كفاءت فاسق باصالحه پس نقابيه ومجمع البحرين وملتقی الابحر وغيره موجوداست بلكه جمهورفقهاء می نويسند الفاسق پس كفوء نيست صالح راماعدم نفاذ نكاح ازغير كفوپس دربحرالرائق ومجمع الانهر وغيره مرقوم است اه"......(مجموعۃ الفتاوی)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شرکیہ الفاظ سے عملیات اور دم تعویذ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چکوال روڈ پر ایک مدرسہ بمقام بھنگائی شریف ہے وہاں موجود پیر جابر حسین شاہ صاحب نے چند دن پہلے میرے ماموں کو کچھ تعویذ دیے تھے، اور کچھ گولیاں بھی دی ہیں کہ کسی قسم کی تکلیف کے موقع پر ان کا استعمال کرلیا جائے اور وہ تعویذ میری نظر سے گزرا تو مجھے کچھ شک سا معلوم ہوا کیونکہ ان تعویذوں کے اوپر یا علی یا حسن یا حسین وغیرہ لکھا ہوا تھا تو مجھے ان صاحب کے بارے میں ایمانی خطرہ ہوگیا وہ بریلوی قسم کے عقیدہ کے ہیں، ان کے والد بڑے بزرگ تھے ان کا نام جناب عبداللہ شاہ ہے، میں تعویذ ساتھ بھیج رہا ہوں اس تعویذ اور صاحب تعویذ کے بارے میں آگاہ کریں، ان کا سالانہ جلسہ بھی ہوتا ہے، روحانی اجتماع ودستار فضیلت دار العلوم بھنگائی شریف۔

الجواب باسم الملک الوھاب

عملیات اور تعویذات میں ایسے کلمات لکھنا پڑھنا جو شرکیہ الفاظ پر مشتمل ہوں یا ان کے اندر شرک کا شائبہ ہو جائز نہیں ہیں، آپ کے ارسال کردہ تعویذ میں چونکہ یا علی یا حسن یا حسین ایسے الفاظ ہیں جن کے اندر دونوں احتمال

موجود ہیں، لہذا اب شرکیہ تعویذات سے احتراز لازم ہے اوراس کی جگہ کسی متبع سنت صحیح العقیدہ صاحبِ نسبت بزرگ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، کیونکہ جواب میں مذکوراگردونوں احتمال صحیح نہ ہوں تو تیسرااحتمال جودرجہ یقین کے قریب ہے کہ یہ پیرصاحب نہ تو مشرک ہیں اور نہ ان کے الفاظ موہم شرک ہیں بلکہ یہ محض جہالت اور بے علمی اور بے دینی کا نتیجہ ہے، لہذا آیات قرآنیہ وغیرہ سے علاج کواختیارکیاجائے جوصرف آیات قرآنیہ سے متعلق ہوں اس کے علاوہ دوسری لایعنی اورشرکیہ عبارات والے تعویذات کے استعمال کوترک کرنالازم ہے، کیونکہ قرآن کریم سارے کاساراشفاء ہے،لقولہ تعالیٰ ''وننزل من القرآن ماهوشفاء ورحمة للمؤمنين'' لہذاایسےتعویذاستعمال کرناصحیح نہیں ہے۔

''ولاباس بالمعاذات اذاكتب فيها القرآن اواسماء الله تعالى ويقال رقاء الراقى رقيا اذااعوذه قالوا وانما تكره العوذة اذاكانت بغيرلسان العرب ولايدرى ماهو ولعله يدخله سحراوكفر اوغيرذلك واماماكان من القرآن اوشىء من الدعوات فلاباس به اه''......(فتاویٰ شامی: ۵/۲۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

توہین رسالت کے مرتکب کوقتل کرنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۷): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی آدمی (زید،بکروغیرہ) توہین رسالت اورتوہین صحابہ کرتاہے،توکیاوہ شخص واجب القتل ہے؟اس کاقتل جائزہے(جبکہ ذاتی دشمنی نہ ہو)فرض ہے؟ حرام ہے؟قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

توہین رسالت کفرہے جبکہ توہین صحابہ انتہائی درجہ کی ضلالت اورگمراہی اور بے دینی ہے،لیکن اگرواقعةً یہ ثابت ہوبھی جائے تو شرعی سزاؤں کانفاذحکومت وقت کا کام ہے،عوام اور عامة الناس میں سے کسی کوشرعاً کسی سزااورحدجاری کرنے کی اجازت نہیں ہے،لہذاکوئی بھی شخص رعایامیں سے قتل اوردیگرشرعی حدود میں سے کوئی سزاجاری نہیں کرسکتا،البتہ اگرکوئی مجرم شخص توہین رسالت کھلم کھلاکررہاہواوراسی حالت میں کوئی شخص اس مرتدوکافرکو قتل کردے توقاتل کوایساکرناحسب قدرت واستطاعت جائزہے،اورشرعاً اسی مقتول کے بدلہ میں قاتل کوقتل کرناجائزنہیں ہے۔

’’وقال ابویوسف رحمه الله وایما رجل مسلم سب رسول الله ﷺ او کذبه اوعابه اوتنقضه فقد کفربالله تعالى وبانت منه امرء ته فان تاب والاقتل وكذلك المرء ة الاان اباحنيفة قال لاتقتل المرء ة وتجبرعلى الاسلام انتهىٰ بلفظه ‘‘......(رسائل ابن عابدین : ۱/۳۲۴)

’’قوله وسب الرسول وفيه ان ساب الرسول ﷺ كافر قطعا ‘‘......(فتاوی شامی : ۱/۴۱۵)

’’ وسب احد من الصحابة وبغضه لايكون كفرالكن يضلل فان عليا رضى الله عنه لم يكفر شاتمه حتى لم يقتله ‘‘......(رسائل ابن عابدین : ۱/۳۶۰)

’’ وسب احدمن الصحابة وبغضه لايكون كفرا لكن يضلل‘‘......(ردالمحتار علی ھامش درالمختار: ۳/۳۲۱)

’’واماشرائط جواز اقامتها فمنها مايعم الحدود كلها ومنها مايخص البعض دون البعض امماالذى يعم الحدود كلهافهوالامامة وهوان يكون المقيم للحد هوالامام اومن ولاه الامام وهذا عندنا وعندالشافعى ‘‘......(بدائع الصنائع : ۵/۵۲۴)

’’وقال سحون المالكى اجمع العلماء ان شاتمه كافر وحكمه القتل ومن شك فى عذابه وكفره كفر قال الله تعالىٰ (ملعونين اينماثقفوا اخذوا وقتلوا تقتيلا) الاية ، وروى عبدالله بن موسى بن جعفر عن على بن موسى عن ابيه عن جده عن محمد بن على بن الحسين عن حسين بن على عن ابيه انه ﷺ قال من سب نبيا فاقتلوه ومن سب اصحابى فاضربوه،وامرﷺ بقتل كعب بن الاشرف بلاانذار وكان يؤذيه ﷺ وكذا امربقتل ابى رافع اليهودى وكذا امربقتل ابن اخطل لهذا وان كا ن متعلقا باستار الكعبة ‘‘......(رسائل ابن عابدین : ۱/۳۲۷،۳۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا سورج گرہن اور چاند گرہن کا اثر حمل پر ہوتا ہے؟:

مسئلہ نمبر(۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سورج یا چاند گرہن کا اثر دوران حمل بچہ پر ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بچوں کے معذور و غیر معذور ہونے کا سورج گرہن کے ساتھ شرعاً کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ کسی کو تندرست پیدا فرمائے یا معذور، لہذا اس کو مؤثر سمجھنا کہ گرہن کے وقت چلنے پھرنے سے بچہ معذور پیدا ہوگا، ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

"قال فی البحر و ماورد من خطبته علیه السلام یوم مات ابنه ابراهیم و کسفت الشمس فانما کان للرد علی من قال انها کسفت لموته لا لانها مشروعة له ولذا خطب علیه السلام بعدالانجلاء"......(ردالمحتار علی هامش درمختار: ۱/۶۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

لاعلمی میں قادیانی سے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک بیوی کا خاوند شادی کے بعد اپنا دین تبدیل کرلے اور مرزائی ہو جائے اور اس کے متعلق بیوی کو صحیح علم نہ ہونے پر وہ اس کے ساتھ 8 سال تک رہتی ہے اس سے اس کے چار بیٹے اور بیٹیاں ہیں (بڑا بیٹا ۹ سال کا ہے، پھر دو بیٹیاں ایک ۸ سال کی اور ایک ۷ سال کی اور سب سے چھوٹا بیٹا ۶ سال کا ہے) سب سے چھوٹے بیٹے کو اس نے اپنی جماعت کے لیے وقف کیا ہوا ہے، اب وہ مجھے یعنی اپنی بیوی کو مارتا ہے کہ میں بھی اسی کا مذہب اختیار کروں، اور اسی پر آمادہ کرنے کے لیے وہ مجھ سے میرے بچے بھی چھین کر لے گیا ہے،، میری شادی کے تین سال بعد یہ مرزائی ہو گئے تھے، کیا اب میرا ان کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسرا میں اپنا مذہب اسلام نہیں چھوڑنا چاہتی اور کوئی ایسی صورت ہے کہ میرے بچے مجھے واپس مل جائیں اور یہ بھی کہ کیا مجھے اس کے ساتھ رہنا چاہیئے، کیونکہ اب دماغی اور دلی طور پر میں نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ میرا اس کے ساتھ رہنا بھی محال ہے کیونکہ وہ مجھے اپنے مذہب اختیار کرنے پر مارنے پیٹنے بھی لگا ہے، برائے کرم مجھے اس کے بارے میں تحریری طور پر فتویٰ دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

قادیانی اوراس کے ماننے والے بالاجماع کافر مرتد اوردائرہ اسلام سے خارج ہیں،ان کے ساتھ کسی بھی مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا، بنابریں اگر یہ شخص نکاح سے پہلے ہی مرزائی تھا تو نکاح ہی نہیں ہوااور اگر بعد میں مرزائی ہواتواس کے مرزائی/مرتد ہوتے ہی نکاح ختم ہوگیا، جب تک یہ مرزائی ہےاس کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا اور جو آٹھ سال تک اس کے باوجود بطور میاں بیوی ایک ساتھ رہے ہیں وہ محض حرام کاری ہوئی ،اس سے خوب توبہ واستغفار کرنے کی ضرورت ہے، اور بچے جب تک نابالغ ہیں تو خیرالابوین کے تابع ہوں گے یعنی شرعاً والدہ کو مسلمان کہا جائے گا اور وہ اسی کو ملیں گے۔

”ولایجوزللمرتد ان یتزوج مرتدة ولامسلمة ولاکافرة اصلیة وکذلک لایجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط،ولایجوز تزوج المسلمة من مشرک ولاکتابی کذافی السراج الوهاج “......(فتاوی الهندیة: ۱/۲۸۲)

”ولایصلح ان ینکح مرتدا اومرتدة احدامن الناس مطلقا قوله مطلقا ای مسلما اوکافرا اومرتدا وهوتاکید لمافهم من النکرة فی النفی“......(فتاویٰ شامی : ۲/۴۳۰)

”ان الولد انمایتبع خیرالابوین دینا اواخفضهما شرافا “......(فتاوی شامی : ۲/۴۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ عیسائی ہوجانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) ایک شخص صوبے مسیح المعروف جیسمز صوبہ خان ولد انگ مسیح عرف انگوخان جوکہ مسیحی تھا،اس نے مورخہ 23-07-1986 کو بدست مولانا عبدالقادر آزاد صاحب خطیب بادشاہی مسجد لاہور اسلام قبول کیا اور اپنا اسلامی نام صوبہ خان رکھا جس کا قبولیت اسلام سرٹیفکیٹ کاپی نمبر 18 سند نمبر 3347 لف ہے،اور قبول اسلام کی اخباری خبریں بھی لف ہیں۔

(۲)　بعد میں جیمز صوبہ خان نے اسلام سے منحرف ہوکر مذہب اسلام ترک کر کے مذہب عیسائیت حال ہی میں اختیار کرلیا ہے، اوراب اس نے اپنا نام وہی پرانا رکھ لیا ہے، اورخود ہی ایک خودساختہ پادری اور ماڈریٹر لاہور چرچ کونسل کہلوانا شروع کردیا ہے، اور پادری بن کر اسلامی عقائد کے خلاف منفی پروپیگنڈا شروع کردیا ہے، کاپی لف ہے، اب سوال یہ ہے کہ آیا ایک شخص قبولیت اسلام کے بعد مذہب اسلام ترک کر کے اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اوراس کی کیا سزا ہونی چاہیئے؟ اوراس کی اب موجودہ حیثیت کیا ہے؟ کیا وہ مرتد بن گیا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر یہ شخص مسلمان ہونے کے بعد پھر عیسائی ہوگیا ہے تو شرعاً یہ مرتد ہے اور مرتد کا حکم یہ ہے کہ اس پر اسلام پیش کیا جائے اور اگر وہ تین دن کے اندر پھر مسلمان ہوجاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو قتل کردیا جائے گا "**لقوله عليه السلام، من بدل دينافاقتلوه**" لیکن سزا دینا حکومت کا کام ہے نہ عوام الناس کا، لہذا اس کو سزا دلوانے کے لیے عدالت سے رجوع کیا جائے۔

واضح رہے کہ اس شخص نے اسلام چھوڑ کر عیسائیت کو اختیار کیا ہے لہذا یہ شخص مرتد ہے اور مرتد واجب القتل ہے اور مرتد کسی کا وارث نہیں بن سکتا۔

"من ارتدعرض عليه الاسلام استحبابا على المذهب لبلوغه الدعوة ......فان اسلم فبها والاقتل لحديث من بدل دينا فاقتلوه"......(درمختار على هامش ردالمحتار: ۳۱۲،۳۱۳/ ۳)

" واماشرائط جوازاقامتها فمنها مايعم الحدود كلهاومنها مايخص البعض دون البعض اماالذى يعم الحدود كلهافهوالامامة وهوان يكون المقيم للحد هوالامام اومن ولاه الامام وهذاعندناوعندالشافعى"......(بدائع الصنائع: ۵/۵۲۴)

"منهااباحة دمه اذاكان رجلا حراكان اوعبدا لسقوط عصمته بالردة قال النبى ﷺ من بدل دينافاقتلوه وكذاالعرب لماارتدت بعدوفاة النبى ﷺ اجمعت الصحابة على قتلهم"......(بدائع الصنائع : ۶/۱۱۸)

"ومنهاانه لايرث من احدلانعدام الملةوالولاية"......(بدائع الصنائع: ۶/۱۲۰)

" المانع من الارث اربعة الرق وافرا كان اوناقصا والقتل الذى يتعلق به وجوب القصاص اوالكفارة واختلاف الدينين واختلاف الدارين "

......(السراجی: ۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زیارتوں پر جانا اور منت ماننے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زیارتوں پر جانا اور منتیں ماننا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس طرح دعا کرنا جائز ہے کہ اے اللہ! اپنے اس پیارے بندے کے وسیلے سے میری فلاں حاجت پوری کردے، میں تیرے نام کی فلاں چیز فلاں زیارت پر دوں گا، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زیارتوں پر جانا اور صاحب مزار کے وسیلہ سے دعا مانگنا جائز ہے، مگر اس کی خوشنودی کے لیے مزار پر بکرا وغیرہ چھوڑنا ناجائز ہے، البتہ ان بزرگوں کو ثواب پہنچانے کی غرض سے جانور گھر میں ذبح کر کے غریبوں کو کھلادیں اور اس کا ثواب صاحب مزار یا پوری امت کو بخش دیں تو یہ جائز ہوگا، میت کو مشکل کشا سمجھ کر اس سے حاجت مانگنا جائز نہیں، البتہ ان کے توسل سے دعا مانگنا جائز ہے۔

"قال فى البدائع ولاباس بزيارة القبور والدعاء للاموات ان كانوا مؤمنين من غيروطء القبور"......(بحرالرائق : ۲/۳۴۲)

" قوله وبزيارة القبوراى لاباس بهابل تندب كمافى البحر"......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کا صحیح استعمال:

مسئلہ نمبر(۴۲): محترم ومکرم جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ

(۱) انبیاء علیہم السلام کے نام کے ساتھ ہی صرف علیہ السلام کہنا چاہیئے، ان کے علاوہ کسی اور کے نام کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتے؟

(۲) غیر صحابہ کرام کے ساتھ رضی اللہ عنہ نہیں لکھ سکتے، (غیر صحابہ سے مراد تابعین ہیں جیسے امام ابوحنیفہؒ ہیں) جیسے حضرت علیؓ کو کچھ لوگ علیہ السلام کہتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) انبیاء اور ملائکہ کے علاوہ کسی پر صلوۃ (درود) بطریق الاستقلال جائز نہیں ہے۔

"ولایصلی علی غیر الانبیاء ولاغیر الملائکة الابطریق التبع "......(فتاویٰ شامی : ۵/۵۳۱)

اور سلام غیر نبی پر اگر اس میں شیعہ کے ساتھ قصد تشبیہ نہ ہو پھر جائز ہے ورنہ بصورت دیگر جائز نہیں ہے۔

"ثم اعلم ان التشبيه باهل الكتب لايكره فى كل شئ فانا ناكل ونشرب كما يفعلون انما الحرام هو التشبه فى ما كان مذموما وفيما يقصد به التشبيه"......(البحر الرائق: ۲/۱۸)

(۲) رضی اللہ عنہ صحابہ کے ساتھ اور رحمۃ اللہ علیہ تابعین اور علماء کے ساتھ مستحب ہے اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔

"ويستحب الترضى للصحابة والترحم للتابعين ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الاخيار وكذايجوزعكسه الترحم للصحابة والترضى للتابعين ومن بعدهم على الراجح"......(فتاویٰ شامی : ۵/۵۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا آپ ﷺ کا کسی کو بددعا دینا رحمۃ اللعالمین ہونے کے منافی ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

یقیناً حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، اللہ نے بنایا ہے، لیکن بعض مقامات میں حضور اکرم ﷺ سے بددعا بھی منقول ہے، مختلف قبائل پر جیسا کہ ترمذی جلد ثانی کے آخر میں مذکور ہے اور بعض مقامات میں اپنے نفس کے لیے بھی

بدعا کی ہے جیسا کہ بخاری کی روایات سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی کی منگنی کے سلسلے میں ابولہب کے بیٹے کو بددعا دی تھی، کہ خدا درندوں اور کتوں سے تم کو پھاڑ ڈالے، یہ اپنی ذات کے لیے ہوا ہے، لہذا یہ رحمۃ للعالمین کے منافی نظر آرہے ہیں اور عقل اس کو نہیں مانتی کہ رحمت اور زحمت ایک جگہ جمع ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

رحمت کا مفہوم خود حضور ﷺ نے جو بیان فرمایا ہے شرعاً وہی معتبر ہوگا، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "انا رحمة لهداية برفع قوم وخفض آخرين" کہ میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تا کہ (اللہ تعالیٰ کے حکم ماننے والی) ایک قوم کو سربلند کروں اور دوسری قوم (جو اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے والی نہیں ہے) ان کو پست کروں، اس سے معلوم ہوا کہ کفر وشرک کو مٹانے کے لیے کفار کو پست کرنا اور ان کے مقابلہ میں جہاد کرنا (اور یہ مذکورہ قبائل پر بددعائیں بھی اسی جہاد کا حصہ ہیں) بھی عین رحمت ہے، جس کے ذریعے سرکشوں کو ہوش آکر ایمان اور عمل صالح یا پابند ہوجانے کی امید کی جاسکتی ہے، لہذا یہ جہاد اور قنوت نازلہ وغیرہ پڑھنا رحمت کے منافی نہیں ہے، اور یہی حال ابولہب کے قصے کا ہے۔

"وما ارسلناک الا رحمة للعالمين قال سعيد بن جبير عن ابن عباس رضی الله عنه قال كان محمد ﷺ رحمة لجميع الناس فمن آمن به وصدق به سعد ومن لم يؤمن به سلم مما لحق الامم من الخسف والغرق قال ابن زيد اراد بالعالمين المؤمنين خاصة"......(احکام القرآن القرطبی: ۱۱/۳۵۰)

"والمعنى ان مابعثت به سبب لاسعادهم وموجب لصلاح معاشهم ومعادهم فمن لم يستعد به وابى من ان يصير مرحوما فهو ظالم على نفسه وذا لاينافى كونه رحمة وقال ابن عباس هو رحمة للكافر فى الدنيا بتاخير العذاب عليهم ورفع المسح والخسف والاستصال"......(تفسیر المظهری: ۴/۱۷۰)

"والظاهر ان المراد بالعالمين مايشمل الكفار ووجه ذلک عليه انه عليه الصلاة والسلام ارسل بما هو سبب لسعادة الدارين ومصلحة النشأتين الاان الكافر فوت على نفسه الانتفاع بذلک واعرض لفساد استعداده عما هنالک فلايضر ذلک فى كونه ﷺ ارسل رحمة بالنسبة اليه ايضا

کما لا یضر فی کون العین العذبة مثلاً نافعة عدم انتفاع الکسلان بها لکسله وھذا ظاھر‘‘......(روح المعانی : ۱۰۷/۱۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شیعہ کا نکاح پڑھنے اور پڑھانے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۴): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو کہ سنی ہے (امام ہے) اس نے شیعہ کا جنازہ پڑھایا ہے تو اس کے بارے میں شریعت کیا حکم نافذ کرتی ہے؟ اور جن مسلمانوں نے اس امام کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی ان کا کیا حکم ہے؟ میت کے شیعہ ہونے کا سب کو علم تھا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ کفار کی نماز جنازہ کا ممنوع ہونا نص قطعی سے ثابت ہے، لہذا صورت مسئولہ میں اگر وہ شیعہ غالی کفریہ عقائد (مثل تحریف قرآن، حلول علی، سب شیخین وعائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہ) رکھتا ہو اور جنازہ پڑھانے اور پڑھنے والوں کو اس کا علم بھی ہو اس کے باوجود وہ اپنے اس فعل کو جائز سمجھتے ہوئے اس کے مرتکب ہوئے تو یہ لوگ دائرہ ایمان سے خارج ہو گئے ہیں، اب تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے۔

اور اگر عدمِ علم کی وجہ سے شیعہ کا جنازہ پڑھا ہے یا اس فعل کو ناجائز سمجھتے ہوئے اس کا ارتکاب کیا ہے تو یہ لوگ کافر تو نہ ہوئے البتہ توبہ واستغفار لازم ہے کہ نص صریح کی مخالفت کی ہے۔

’’من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتویٰ‘‘......(در علی الرد: ۳/۳۲۱)

’’ولا تصل علی احد منھم مات ابدا، قال علماؤنا ھذا نص فی الامتناع من الصلوة علی الکفار‘‘......(تفسیر قرطبی: ۸/۲۲۱)

’’ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الخ اعلم انه تعالی لما بین من اول ھذه السورة الی ھذا الموضع وجوب اظھار البراءة عن الکفار والمنافقین من جمیع الوجوه، بین فی ھذه الآیة انه تجب البراءة عن

امواتھم وان کانوا فی غایة القرب من الانسان کالاب والام کمااوجبت البراء ة عن احیائھم "......(تفسیر کبیر: ۶/۱۵۷)

"ان مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح ومافیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجدیدالنکاح وظاهره انه امر احتیاط"......(فتاویٰ شامی: ۳/۳۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مرزائیوں سے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی (چھ سات برس پہلے) کسی اجنبی گھرانے میں بیاہی گئی تھی، اس وقت والدین نے تحقیق نہیں کی وہ لوگ عقیدتاً قادیانی نکلے، اور سارا گھرانہ ایک سے ایک بڑھ کر، شوہر اگرچہ کٹر قادیانی نہیں بلکہ خود کو مذہب سے آزاد کہتا ہے، لیکن اس کی ماں، بہن بھائی وغیرہ سب مل کر لڑکی کو قادیانی ہوجانے پر مجبور کرنے لگے ہیں، شوہر جس دن خود بھی قادیانیت پر سختی سے چل پڑا تو اس بے بسی اور مجبور سنی لڑکی کو زور، ضد اور تشدد سے دولت ایمان سے محروم کرسکے گا، وہ جابر اور بے اصول شخص ہے، شراب سے شغل رکھتا ہے، اندریں حالات مندرجہ ذیل امور پر راہنمائی فرمائیں۔

(۱) کیا والدین کا کیا ہوا نکاح قائم ہے یا فسخ ہو چکا ہے۔

(۲) انکی تین کم سن اولادیں بھی قادیانی ہیں۔

(۳) اگر نکاح فسخ ہو چکا ہے تو یہ لڑکی کیا چارہ کرے؟ والدین اپنی غلطی کی اصلاح کا بھی کوئی ارادہ نہیں رکھتے، کیوں کہ شوہر کی تنخواہ معقول ہے اور علیحدگی کی صورت میں لڑکی کا گھر دوبارہ آباد کرنا آسان نہیں لگتا بچے بھی ہیں۔

(۴) اگر شوہر اپنے قادیانی نہ ہونے کا اعلان کرنا چاہے تو اس کی کیا صورت ہوگی، مسجد میں جا کے اعلان کرے گواہوں کے سامنے اقرار کرے یا کوئی دینی راستہ ہوتا ہے۔

(۵) ایسے اعلان کے بعد کیا دوبارہ نکاح کرنا ہوتا ہے؟

لڑکی بہت مجبور اور بے بس ہے، تشدد سے خوفزدہ رہتی ہے، والدین بے حس اور ڈرپوک ہیں، ان حالات میں دین کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مرزائی کافر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان کے ساتھ کسی مرد وعورت کا نکاح نہیں ہوسکتا، بنابریں اگر یہ شخص (شوہر) نکاح سے پہلے مرزائی تھا تو نکاح ہوا ہی نہیں، اور اگر بعد میں مرزائی ہوا ہے تو مرزائی ہوتے ہی نکاح ٹوٹ گیا، اس عورت کو اس کے پاس رہنا شرعاً حرام ہے، اور اگر مسلمان ہونے کا اعلان کر دے اور یہ بھی اعلان کر دے کہ میں مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو کافر سمجھتا ہوں تو اس کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے، ورنہ عورت کو چاہیئے کہ فوراً علیحدگی اختیار کرے ورنہ ہر ہر منٹ کی حرام کاری کا گناہ ہوگا اور مناسب یہ ہے کہ اعلان اسلام آباد کی جامع مسجد کے خطیب کے پاس یا اسلام آباد ہی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں کرے اور پھر نکاح کی تجدید کرے۔

”واما الایمان بسیدنا علیه الصلوة والسلام فیجب بانه رسولنا فی الحال وخاتم الانبیاء والرسل فاذا آمن بانه رسول ولم یؤمن بانه خاتم الرسل لاینسخ دینه الی یوم القیامة لایکون مومنا “......(فتاویٰ بزازیه علی هامش الهندیة:۶/۳۲۷)

”قال فی اکفار الملحدین فی ضروریات الدین ولایبقی ادنی ریب فی اکفار المرزاغلام احمدالقادیانی وکفره وکفراتباعه واذنابه من المرزائیة واللاهوریة “......(مجموعه رسائل الکشمیری: ج،۳)

”(وحرم نکاح الوثنیة بالاجماع) وفی الفتح ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصورالتی استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنیة والاباحیة وفی شرحه الوجیز وکل مذهب یکفربه معتقده اه “......(فتاویٰ شامی: ۲/۳۱۳)

”لایجوز نکاح المجوسیات ولاالوثنیات وسواء فی ذلک الحرائر منهن والاماء کذافی السراج الوهاج ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصورالتی استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنیة والاباحیة و کل مذهب یکفربه معتقده کذافی فتح القدیر“......(فتاوی الهندیة: ۱/۲۸۱)

’’واذاارتداحدالزوجین وقعت الفرقۃ بینھما فی ظاھرالروایۃ فی الحال ولایتوقف علی قضاء القاضی سواء کانت المرءۃ مدخولابھا اولم تکن‘‘......(المحیط البرھانی: ۷/۴۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فرقہ گوہرشاہی کے عقائدونظریات کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۶): حضرت مفتی صاحب زید مجدہ

عرض ہے کہ آپ ان دو پوسٹروں میں غور فرمائیں جو گوہرشاہی نے چھاپے ہیں، ان میں گوہرشاہی نے اپنی اہمیت ظاہر کی ہے، کلمہ طیبہ میں نبی پاک ﷺ کے نام مبارک کی جگہ اپنا نام لکھا ہے، پوسٹر نمبر۲ میں اس تغیر کی تائید کے لیے اپنی تصویر اوراس کلمہ کی تصویر کو چاند اور سورج میں ثابت کیا ہے، آپ سے درخواست ہے کہ غور فرمائیں کہ گوہرشاہی کا کیا حکم ہے؟ آیااس نے بنیادی عقائد اسلام کو خراب کیا یا نہیں؟ نبی پاک ﷺ کی گستاخی کی یا نہیں؟ اگرایسا کیا ہے تواس کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

انجمن سرفروشان اسلام کا بانی اور قائدریاض احمد گوہرشاہی اپنے کفریہ عقائد کی وجہ سے کافر، مرتد، ملحد اورزندیق ہے اور جو بھی شخص ایسے عقائد رکھتا ہو یا صحیح جانتا ہواور مانتا ہو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے، ایسے لوگوں کے ساتھ کافر اورمرتد کا سا معاملہ کرنا لازم ہے، ان لوگوں سے لین دین، نکاح وغیرہ معاملات جائز نہیں ہیں، لہٰذ مسلمانوں کو ان سے کوئی شرعی معاملہ نہ کرنا چاہیئے۔

’’قولہ وقدصرح فی النتف الخ اقول ورأیت فی کتاب الخراج لابی یوسف مانصہ وایمارجل مسلم سب رسول اللہ ﷺ او کذبہ اوعابہ اوتنقصہ فقدکفرباللہ تعالی وبانت منہ امرء تہ فان تاب والاقتل‘‘......(فتاویٰ شامی: ۳/۳۱۹)

’’ولایصلح ان ینکح مرتدااومرتدۃ احدمن الناس مطلقا ای مسلما اوکافرا اومرتدا وھوتاکید لمافھم من النکرۃ فی النھی‘‘......(الدرمع الرد: ۲/۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قادیانی عورت کے جنازہ میں شریک ہونے والوں کے ایمان اور نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۷): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم

(۱) ہمارے گاؤں فاروق آباد میں ایک مرزائی عورت فوت ہوئی ہے جس کے جنازے میں چند مسلمانوں نے شرکت کی ہے اور نماز جنازہ بھی مسلمان مولوی صاحب نے پڑھایا ہے، اس کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

کیا وہ اسلام سے خارج ہوگئے ہیں؟ اور کیا ان کے نکاح ٹوٹ گئے ہیں؟

(۲) کچھ افراد نے ذہنی طور پر کافر سمجھتے ہوئے ویسے رسمی طور پر برادرانہ طور پر جنازہ میں شرکت کی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی آدمی مسلمان سمجھ کر جنازہ میں شرکت کرتا ہے مغفرت کے لیے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مندرجہ بالا سوالوں کے جوابات دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر کوئی مسلمان قادیانی کو مسلمان سمجھتے ہوئے اس کا نماز جنازہ پڑھے یا پڑھائے تو تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے، اگر کافر سمجھتے ہوئے رسماً شریک ہوا ہے تو اس کو بھی توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے، کیونکہ انہوں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔

”ولاتصل علی احدمنهم مات ابدا قال علماؤنا هذا نص فی الامتناع من الصلوة علی الکفار یؤخذ لانه علل المنع من الصلوة علی الکفار لکفرهم لقوله تعالی(انهم کفروا بالله ورسوله)فاذازال الکفر وجبت الصلوة “ ...... (تفسیر قرطبی: ۸/۲۲۱)

”ولاتصل المراد بالصلوة الدعاء والاستغفار للمیت فیشتمل صلوة الجنازة ایضالانهامشتملة علی الدعاء والاستغفار “......(تفسیر مظهری: ۴/۲۵۴)

”ان مایکون کفرااتفاقا یبطل العمل والنکاح ومافیه خلاف یؤمربالاستغفاروالتوبة وتجدیدالنکاح وظاهره انه امراحتیاط“......(فتاویٰ شامی: ۳/۳۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سنی لڑکے کا شیعہ لڑکی سے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سنی لڑکے نے ایک شیعہ لڑکی سے نکاح کیا ہے اور نکاح شیعہ عالم نے اپنے مسلک کے مطابق کیا ہے، اور علاوہ ازیں لڑکا جو کہ سنی ہے وہ اپنے سنی مسلک پر قائم ہے اور لڑکی جو کہ شیعہ ہے وہ بھی اپنے شیعہ مسلک پر قائم ہے، سوال یہ ہے کہ کیا شریعت کے مطابق یہ نکاح جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

شیعہ کے بہت سارے عقیدے کفریہ ہیں۔

(۱)　تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

(۲)　کلمہ اسلام میں اضافہ کرتے ہیں۔

(۳)　صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت وصحابیت کا انکار کرتے ہیں۔

(۴)　علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خدا یا خدائی صفات کا حامل قرار دیتے ہیں۔

(۵)　سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہیں۔

بنابریں ایسے عقیدے والے کے ساتھ کسی سنی مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا۔

"نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله عنها او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی رضی الله عنه او ان جبریل علیه السلام غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن"......(فتاویٰ شامی: ۳/۳۲۱)

"ومنها ان لاتکون المرء ة مشرکة اذا کان الرجل مسلما فلا یجوز للمسلم ان ینکح المشرکة لقوله تعالی ولاتنکحوا المشرکات حتی یومن"......(بدائع الصنائع: ۲/۵۵۲)

"ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوهیة فی علی او ان جبرئیل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدة الصدیقة فهو کافر

لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما اذا كان يفضل عليا اويسب الصحابة فانه مبتدع لا كافر"......(فتاویٰ شامی: ۲/۳۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سنی لڑکی کا شیعہ لڑکے سے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی جس کا تعلق اہلسنت والجماعت حنفی مذہب سے ہے اور اس کے گھر والے اس کی شادی اس کے چچا کے بیٹے سے کرنا چاہتے ہیں، اور منگنی بھی کردی گئی ہے لیکن اس لڑکے کا اور اس کے گھرانے کا تعلق شیعہ فیملی سے ہے اور وہ اہل تشیع کے عقائد کے حامل ہیں اور گھر والے زبردستی اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں، اور مذکورہ لڑکی بھی اس لڑکے سے اس وجہ سے شادی نہیں کرنا چاہتی، اب شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہماری دینی راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

جعفریہ بارہ امامیہ اہل تشیع کفریہ عقائد رکھنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور مسلمان لڑکی کا نکاح کافر مرد سے جائز نہیں ہے، لہٰذا مذکورہ سنی لڑکی کا نکاح شیعہ مسلک کے لڑکے کے ساتھ شرعاً جائز نہیں ہے، بشرطیکہ اس لڑکے کے عقائد بھی کفریہ ہوں۔

"ويكفر الرافضة الذين كفروا الصحابة وفسقوهم وسبوهم"......(مجموعه رسائل ابن عابدين: ۱/۳۵۸)

"نعم لاشك فى تكفير من قذف السيدة عائشة رضى الله عنها او انكر صحبة الصديق او اعتقد الالوهية فى على رضى الله عنه او ان جبريل عليه السلام غلط فى الوحى او نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن"......(فتاویٰ شامی: ۳/۳۲۱)

"ومنها اسلام الرجل اذا كانت المرءة مسلمة فلا يجوز انكاح المؤمنة الكافر لقوله تعالى ولاتنكحوا المشركين حتى يؤمنوا"......(بدائع الصنائع: ۲/۵۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جب سب کچھ تقدیر میں لکھا ہوا ہے تو پھر خودکشی حرام کیوں ہے؟

مسئلہ نمبر(۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزارش ہے کہ چند دن پہلے ہمارے ایک پڑوسی نے خودکشی کر لی ہے، اس سے اس کی موت واقع ہوگئی ہے، آپ سے یہ بات معلوم کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی سے لے کر موت تک کے تمام حالات لکھ دیے ہیں، انسان وہی کچھ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے، بلکہ اسی طرح اس کی موت کا وقت اور مقام اور ذریعہ بھی لکھ دیا ہے تو پھر خودکشی کو حرام کیوں کہا گیا ہے؟ مہربانی فرما کر آپ ہماری اس بات کا جواب دیں تا کہ جو ایک بات ہماری عقل میں نہیں آ رہی وہ ہم آپ کی مدد اور راہنمائی سے سمجھ سکیں، ہم آپ کے مشکور ہوں گے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

جس طرح دوسرے معاصی اور گناہ کے کام حرام ہیں اسی طرح خودکشی بھی حرام ہے، جس طرح دوسرے معاصی پر مواخذہ ہے اسی طرح اس پر بھی ہے، انسان اپنے افعال میں خودمختار اور کاسب ہے اور خودکشی کا فعل بھی چونکہ اس کے اپنے اختیار اور کسب سے ہوا ہے اس لیے قابلِ مواخذہ ہے، گو موت اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوئی ہے، باقی تقدیر کے مسئلہ پر زیادہ کھوج کرید کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ بسا اوقات اس سے ایمان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، یہ مسئلہ خط و کتابت سے حل ہونے والا نہیں ہے، ملاقات کے دوران کچھ نہ کچھ سمجھ جاؤ گے انشاء اللہ۔

”وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله من تردی من جبل فقتل نفسه فهوفی نار جهنم يتردی فيهاخالدامخلدا فيهاابدا ومن تحسی سمافقتل نفسه فسمه فی يده يتحساه فی نارجهنم خالدامخلدافيهاابدا ومن قتل نفسه بحديدة فحديدته فی يده يتوجأبها فی بطنه فی نارجهنم خالدامخلدا فيهاابدا متفق عليه“......(مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۳۰۸)

”قال فی شرح السنة الايمان بالقدر فرض لازم وهوان يعتقد ان الله تعالی خالق اعمال العباد خيرها وشرها وكتبافی اللوح المحفوظ قبل ان خلقهم والكل بقضائه وقدره وارادته ومشيئته غيرانه يرضی بالايمان والطاعة ووعدعليهما الثواب ولايرضی الكفروالمعصية واوعدعليهماالعقاب والقدرسر من اسرارالله تعالیٰ لم يطلع عليه ملكا مقربا ولانبيا مرسلا

ولایجوز الخوض فیہ والبحث عنہ بطریق العقل بل یجب ان یعتقد ان اللہ تعالی خلق الخلق فجعلھم فرقتین فرقۃ خلقھم للنعیم فضلا وفرقۃ للجحیم عدلا وسأل رجل علیا بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فقال اخبرنی عن القدر قال طریق مظلم لاتسلکہ واعادالسوال فقال بحرعمیق لاتلجہ فاعادالسؤال فقال سر اللہ قدخفی علیک فلاتفتشہ .

وللہ درمن قال

تبارک من اجری الامور بحکمہ — کماشاء لاظلما ارادولاھضما

فمالک شئ غیرمااللہ شاءہ — فان شئت طب نفساوان شئت مت کظما

(مرقاۃ المفاتیح : ۱/۲۴۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی مسلمان کا اپنے آپ کو ہندو ظاہر کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱): کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مسلم کسی برہنہ غیر مسلمہ عورت کو سمندر میں نہاتے ہوئے دیکھ لے تو وہ عورت ایسی برہنہ حالت میں اس موجودہ مسلم سے سوال کرے کہ تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو تو جواباً وہ کہے کہ انڈیا سے آیا ہوں اور اپنے آپ کو ہندو ظاہر کرے اس خوف سے کہ وہ کہے گی کہ تم مسلمان بھی برہنہ عورت کو دیکھتے ہو، اس شخص کے اسلام اور نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں شخص مذکورہ نے اگر صرف یہی جملہ کہا ہے کہ میں انڈیا سے آیا ہوں اور کچھ نہیں کہا ہے تو یہ جملہ توریہ ہے، نیز اسلام پر دھبہ نہ آنے کی نیت سے کہا ہے، لہذا اس جملہ کے کہنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا البتہ احتیاطاً استغفار پڑھ لیں۔

"التوریۃ ان یظھر خلاف ماضمرفی قلبہ اتقانی قال فی العنایۃ فجاز ان یرادبھاھنااطمینان القلب وان یراد الاتیان بلفظ یحتمل معنیین اہ وفیہ انہ قدیکرہ علی السجود للصنم اوالصلیب ولالفظ فالظاھر انھااضمار بخلاف

ماظھر من قول اوفعل لانھا بمعنی الاخفاء فھی من عمل القلب تامل‘‘......(فتاویٰ شامی : ۵/۹۲)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پیغمبر کے قتل کا واقعہ نقل کرنے سے کفر لازم نہیں آتا:

مسئلہ نمبر(۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ’’حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کو آرے کے ساتھ چیر کر قتل کیا گیا تھا‘‘ کلمہ کفر ہے اور پیغمبر کی توہین ہے۔

آپ قرآن وحدیث اور علماء کے اقوال کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو کس طریقے سے قتل کیا گیا ہے، اگر انہیں آرے ہی سے قتل کیا گیا ہے تو کیا ان کے بارے میں یہ کلمہ کہنا کفر ہے؟ وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

جن لوگوں نے کسی نبی کو قتل کیا یا ایذاء پہنچائی وہ کافر ہیں اور جو قتل کا واقعہ نقل کرتا ہے وہ کافر نہیں ہے اور نہ ہی یہ کلمہ کفر ہے، بلکہ قرآن پاک نے نقل فرمایا ہے کہ یہودیوں نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا’’**ویقتلون النبیین بغیر حق**‘‘، لہذا نہ کلمہ کفر ہے اور نہ اس کے کہنے والا کافر ہے، بلکہ اس کو کافر کہنے والا جاہل ہے، حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اور بعض دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کیا گیا، کما قالہ المفسر ون۔

’’قولہ تعالیٰ ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون ، فکان ممن کذبوہ عیسی ومحمد علیھما السلام وممن قتلوہ یحییٰ وزکریا علیھما السلام بانھم ای بسبب انھم کانوا یکفرون بایت الله ویقتلون النبیین کزکریا ویحییٰ بغیر الحق ای ظلما‘‘......(تفسیر جلالین : ۱/۱۱)

’’وقولہ تعالیٰ ان الّذین یکفرون بایت الله ویقتلون النبیین بغیر حق ویقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فبشرھم بعذاب الیم ، ھذا ذم من الله تعالی لاھل الکتاب فیما ارتکبوہ من المآثم والمحارم من تکذیبھم بآیات الله قدیما وحدیثا التی بلغتھم ایاھا الرسل استکبارا علیھم وعنادا لھم وتعاظما علی

الحق واستنکافا عن اتباعه ومع هذا قتلوا من قتلوا من النبیین حین بلغوهم عن الله شرعه بغیر سبب ولا جریمة منهم الیهم الا لکونهم دعوهم الی الحق“ ......

(تفسیر ابن کثیر : ۲/۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قادیانی کمپنی کی وساطت سے کیے ہوئے حج کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۳): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ ایک ٹریول ایجنسی ”موٹو ٹریول“ جو کہ قادیانیوں کی ہے اس کو پاکستان کے سابق وزیر اعظم شوکت عزیز نے حج کا کوٹہ دیدیا، چونکہ قادیانی حج یا عمرہ کا ویزہ حاصل نہیں کرسکتے ہیں، اس لیے انہوں نے ایک ملازم جس نے اپنے پاسپورٹ پر اپنا مذہب اسلام بتایا ہوا ہے (حقیقت میں وہ مسلمان ہے یا نہیں اللہ بہتر جانتے ہیں) اس کو حج گروپ کے ساتھ بھیجتے تھے، گزشتہ سال ہماری حج ایسوسیشن کے شور مچانے پر حکومت پاکستان نے انہیں اپنے چیف ایگزیکٹو اور ڈائریکٹر بدل کر مسلمان رکھنے کو کہا تو انہوں نے اپنے ملازموں کو جنہوں نے اپنے پاسپورٹ پر اپنا مذہب اسلام لکھوایا ہوا ہے (حقیقت میں ان کا مذہب کیا ہے اللہ بہتر جانتا ہے) ان کو اپنی کمپنی کے ڈائریکٹر نامزد کرلیا اور پھر حج گروپ لے گئے، کمپنی کی ملکیت کا تقریباً سارا حصہ قادیانیوں کا ہی ہے، کیونکہ ڈائریکٹر نامزد کرنے کے لیے بہت تھوڑے شیئرز کی ضرورت ہوتی ہے، اس معاملہ میں چند سوالات کے جوابات درکار ہیں۔

(۱) کیا کوئی غیر مسلم حج کمپنی کا مالک بن سکتا ہے جب کہ اس کے ملازم جو حاجیوں کے ساتھ حج پہ جاتے ہیں وہ مسلمان ہوں؟

(۲) ایسی کمپنی کے ساتھ حج کرنے والے کے حج کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

(۳) ایسے میں ایک مسلمان اور حج ایسوسیشن کا حصہ ہونے کے ناطے ہمارا کیا فرض بنتا ہے؟

(۴) جو ان قادیانیوں کے ملازم ہیں اگر وہ مسلمان ہیں تو ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جب کہ وہ مسلمان ہوتے ہوئے قادیانیوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) چونکہ قادیانی غیر مسلم اور زندیق بھی ہیں اس لیے خاص طور پر مسلم ملک میں حکومتِ اسلامیہ پر لازم ہے کہ وہ ان کو کسی بھی قسم کی کمپنی کی ملکیت نہ دے جب تک کہ انہوں نے اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہ کیا ہو۔

(۲) ان حضرات کی کمپنی میں حج کا سفر نہیں کرنا چاہیئے، تاہم اگر حج کرلیا گیا ہے تو حج اداء ہوگیا ہے۔

(۳) آپ حکومت اور سپریم کورٹ کو اس امر سے آگاہ کریں اور ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں۔

(۴) چونکہ قادیانی/مرزائی زندیق ہیں، اس لیے ان کے یہاں ملازمت جائز اور درست نہیں ہے۔

”واماالایمان بسیدناعلیه السلام فتجب انّه رسولنا فی الحال وخاتم الانبیاء والرسل فاذاامن بانه رسولٌ ولم یومن بانه خاتم الرسل لاینسخ دینه الی یوم القیامة لایکون مومناً“......(بزازیه علی هامش الهندیة:۶/۳۲۷)

”وامّافی اصطلاح الشّرع فالفرق اظهر لاعتبارهم فیه ابطان الکفر والاعتراف بنبوة نبینا ﷺ علی مافی شرح المقاصد (قوله المعروف) ای بالزندقة الداعی ای الّذی یدعواالنّاس الی زندقته اه فان قلت کیف یکون معروفا داعیاالی الضّلال وقداعتبر فی مفهومه الشرعی ان یبطن الکفر قلت لابعدفیه فان الزندیق یموه کفره ویروج عقیدة الفاسدة ویخرجهافی الصورة الصحیحة وهذامعنی ابطان الکفر فلاینافی اظهاره الدعوی الی الضلال وکونه معروفا بالاضلال اه لبن کمال“......(فتاویٰ شامی:۳/۳۲۵،۳۲۴)

”ومباعه اواشتراه اواعتقه اووهبه اورهنه اوتصرف فیه من امواله فی حال ردته فهوموقوف فان اسلم صحّت عقوده وان مات اوقتل اولحق بدارالحرب بطلت“......(هدایة:۲/۵۸۷)

”قوله تعالیٰ یاایّهاالذین اٰمنوا لاتتّخذوا الیهودوالنصاریٰ اولیاء بعضهم اولیاء بعض ،وفی هذه الآیة دلالةٌ علی انّ الکافرلایکون ولیاًللمسلم لافی التصرف ولافی النصرة ویدل علی وجوب البراء ة من الکفار والعداوة لهم لان الولایة ضدالعداوة فاذاامرنا بمعاداة الیهود والنصاری لکفرهم فغیرهم من الکفار بمنزلتهم ویدل علی انّ الکفرکلّه ملة واحدة “......(احکام القرآن للجصاص:۲/۶۲۲)

”قال اللّٰه تعالی واذارأیت الّذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنهم ،فامراللّٰه نبیّه بالاعراض عن الّذین یخوضون فی آیات اللّٰه وهی القرآن بالتکذیب

واظہار الاستخفاف اعراضاً یقتضی الانکار علیھم واظہار الکراھة لمایکون منھم الیٰ ان یترکوا ذٰلک ویخوضوا فی حدیث غیرہ وھذا یدلّ علی انّ علینا ترک مجالسة الملحدین وسائر الکفار عند اظہارھم الکفر والشرک ومالایجوز علی اللّٰہ تعالیٰ اذا لم یمکنا انکارہ وکنّا فی تقیة من تغیرہ بالید اواللّسان لانّ علینا اتباع النبی ﷺ فیما امرہ اللہ بہ الّا ان تقوم الدلالة علی انّہ مخصوص بشیء منہ "......(احکام القرآن للجصاص: ۵/۳)

"وحکی الکراشی عن سھل انہ قال من صحح ایمانہ واخلص توحیدہ فانہ لایانس الی مبتدع ولایجالسہ ولایواکلہ ولایشاربہ ولایصاحبہ ویظھر لہ من نفسہ العداوة والبغضاء ومن داھن مبتدعا سلبہ اللّٰہ تعالی حلاوة السنن ومن تحبب الی مبتدع یطلب عزّ الدنیا اوعرضاً منھا اذلّہ اللّٰہ تعالی بذلک العزّ وافقرہ بذلک الغنی ومن ضحک الی مبتدع نزع اللہ تعالی نور الایمان من قلبہ ومن لم یصدق فلیجرب انتھی"......(روح المعانی: ۲۸/۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا قبروں میں مردوں کو عذاب ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۵۴): محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

(۱) کیا قبر میں مردے کو عذاب ہوتا ہے؟

(۲) کیا جب کسی میت کو درندے کھا جائیں یا نذرِ آب ہوجائے تو اس کو عذاب دینا اور اس کے اعضاء کو جمع کرنا ممکن ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں مذکورہ سوالوں کے جواب کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) اہل السنة والجماعة کے عقیدے کے مطابق مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اور روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، جس کی وجہ سے مردہ عذاب کو محسوس کرتا ہے، اور یہ عقیدہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ متواترہ صحیحہ سے ثابت ہے۔

’’عن عائشة رضی اللّٰہ عنہا انّ یہودیة دخلت علیہا فذکرت عذاب القبر فقالت لہا اعاذک اللہ من عذاب القبر فسألت عائشة رسول اللہ ﷺ عن عذاب القبر فقالت نعم عذاب القبر حق قالت عائشة فمارأیت رسول اللہ ﷺ بعدصلّی صلوةً الاتعوذ من عذاب القبر زادغندرعذاب القبر حق ‘‘

’’عن انس رضی اللہ عنہ انہ حدثہم ان رسول اللہ ﷺ قال انّ العبداذاوضع فی قبرہ وتولّی عنہ اصحابہ انّہ لیسمع قرع نعالہم‘‘......(صحیح بخاری: ۱/۱۸۳)

’’ذکر مایستفاد منہ فیہ اثبات عذاب القبر وہومذہب اہل السنة والجماعة وانکرذلک ضراربن عمرو وبشرالمریسی واکثرالمتاخرین من المعتزلة وقالوا امامن جہة العقل فانانری شخصا یصلب ویبقی مصلوبا الی ان تذہب اجزاءہ ولانشاہد فیہ احیاء ومساء لة......وابلغ منہ من اکلة السباع والطیور وتفرقت اجزاءہ فی بطونہا وحواصلہا ......وابلغ منہ من احرق حتی یفتت وذری اجزاءہ المفتتة فی الریاح العاصفة شمالاًوجنوباًوقبولاًودبوراً فانّانعلم عدم احیائہ ومساء لتہ وعذابہ ضرورة ‘‘

’’ولناآیات ،احداہا: قولہ تعالی النّاریعرضون علیہا غدواً وعشیاً(غافر،۴۶)فہوصریح فی التعذیب بعدالموت ‘‘

’’الثانیة: قولہ تعالیٰ،ربّناامتنااثنتین واحییتنااثنتین (غافر،۱۱) فانّ اللّٰہ ذکرالموتة مرتین وہمالا تتحققان الّاان یکون فی القبرحیاة وموة حتّٰی تکون احدی الموتتین مایتحصل عقیب الحیاة فی الدّنیا والاخری مایتحصل عقیب الحیاة الّتی فی القبر‘‘

’’الثالثة:قولہ تعالیٰ ،ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشدالعذاب،عطف ہذاالعذاب الّذی ہوعذاب یوم القیامة علی العذاب الذی ہوعرض النار صباحاً ومساءً فعلم انّہ غیرہ ، ولنا ایضاً احادیث صحیحة واخبارمتواترة ......من شاء فلیراجع (عمدة القاری : ۸/۲۰۱)

''وفی الباب عن علی وزیدبن ثابت وابن عباس والبراء بن عاذب وابی ایوب وانس وجابر وعائشة وابی سعید کلّهم رووا عن النبی ﷺ فی عذاب القبر ''......(الجامع الترمذی: ۲/۳۳۲/۱)

''قال اهل السنة والجماعة عذاب القبر حق وسوال منکرونکیر وضغطة القبر حق لکن ان کان کافرا فعذابه یدوم الی یوم القیامة ویرفع عنه یوم الجمعة وشهررمضان فیعذّب اللحم متصلاًبالروح والروح متصلاً بالجسم فیتالم الروح مع الجسد وان کان خارجاً عنه والمؤمن المطیع لایعذّب بل له ضغطة یجدهول ذلک وخوفه والعاصی یعذب ویضغط لکن ینقطع عنه العذاب یوم الجمعة ولیلتها ثمّ لایعود وان مات یومها اولیلتها یکون العذاب ساعة واحدة وضغطة القبر ثم یقطع''......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۱۰)

''قال ابوالمعین فی اصوله ،قال اهل السنة والجماعة عذاب القبر وسؤال منکر ونکیر حق لکن ان کان کافراً فعذابه یدوم فی القبر الی یوم القیامة''......(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۵۲۴)

''قوله تقیدکل منهابالحیوة ، اماالضرب فلانه الاعم لفعل مؤلم یتصل بالبدن اواستعمال آلة التادیب فی محل یقبله والایلام والادب لایتحقق فی المیت ولایرد تعذیب المیت فی قبره لانّه توضع فیه الحیاة عندالعامة بقدرمایحس بالالم والبنیة لیست بشرط عنداهل السنة بل تجعل الحیاة فی تلک الاجزاء المتفرقة الّتی لایدرکها البصر ''......(فتاویٰ شامی: ۳/۱۴۳)

(۲)　ہاں اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت کاملہ حاصل ہے کہ میت کے اجزاء جہاں بھی منتشر ہوجائیں مثلاً درندے اور پرندے کھاجائیں اوراس کے اجزاءان کے پیٹوں میں جائیں یا کوئی میت نذرِآب ہوجائے یانذرِآتش ہوجائے توان تمام اجزاءکوجمع فرما کرعذاب دیں، یا بغیر جمع کرنے کے عذاب دیں عقلاً بعید ہے،لیکن نقلاً ثابت ہےاورنقلِ صحیح کے مقابلہ میں عقل کاماوراءالعقل اشیاء کے بارے میں اعتبارنہیں ہے۔

''قال الامام النووی مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر وقدتظاهرت علیه الادلّة من الکتاب والسنة قال تعالیٰ النّاریعرضون علیها غدواً وّعشیاً ویوم تقوم السّاعة ادخلوا آل فرعون اشدّالعذاب'' (غافر: ۴۶)

”واما الاحادیث فلاتحصی کثرة ولامانع فی العقل من ان یعیداللّٰہ الحیاة فی جزء من الجسد اوفی الجمیع علی خلاف بین الاصحاب فیثیبه ویعذبه ولایمنع من ذلک کون المیت قدتفرقت اجزاء ہ کمایشاھد فی العادة اواکلته السباع والطیور وحیتان البحر لشمول علم الله تعالی وقدرته، فان قیل نحن نشاھد المیّت علی حاله فکیف یسأل ویقعد ویضرب ولایظھراثر؟فالجواب انه ممکن وله نظیر فی الشاھدوھو النائم فانه یجدلذة الماً یحسه ولانحسه وکذایجد الیقظان لذة الما یسمعه ویتفکّر فیه ولایشاھد ذٰلک جلیسه وکذلک کان جبرئیل یاتی النّبی ﷺ فیوحی بالقرآن المجید ولایراہ اصحابه “......(مرقاة المفاتیح : ۱/۳۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مروجہ قل خوانی اور قرآن خوانی کا شرعی حکم:

مسئلہ نمبر(۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مروجہ قل خوانی وقرآن خوانی وختم شریف اور چالیسواں وغیرہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اوران کا مسجد میں اور خصوصاً دیوبندیوں کی مسجد میں انعقاد کیسا ہے؟ جبکہ قوی احتمال ہے کہ اس سے لوگوں کے لیے راہ کھلے گی، اور خصوصاً ایسے شخص کی طرف سے ان چیزوں کا اہتمام جس کی دینی حیثیت مقتدا ہونے کی ہے اور لوگ اس کی اتباع کرتے ہیں، برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

ایصال ثواب کا ثبوت قرآن وسنت میں موجود ہے جیسا کہ ابن ہمام نے اپنی مفصل کتاب فتح القدیر کے باب الحج عن الغیر میں اس کو بیان کیا ہے، اس لیے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کرنا چاہیئے، البتہ قرآن خوانی کا موجودہ مروجہ طریقہ کہ جس میں تعیینِ ایام کا عقیدہ ہوتا ہے اور اس کے بعد کھانے پینے اور پیسے دینے کا بطور اجرت کے انتظام کیا جاتا ہے اس کا ثبوت قرون اولیٰ میں نہیں ملتا، اور علاوہ ازیں جب کھانا کھلوا کر اور پیسے دے کر پڑھوایا جائے گا تو اس صورت میں پڑھنے والے کو ثواب نہیں ملے گا، تو جس کے لیے پڑھا جارہا ہو اس کو ثواب کیونکر پہنچے گا۔

البتہ اگر کھاناوغیرہ ایصالِ ثواب کی نیت سے ہوتو جائز ہے۔

’’باب الحج عن الغير ،الاصل فى هذاالباب ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً اوصوماً اوصدقةً اوغيرها عند اهل السنة والجماعة قوله له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة اوصوما عنداهل السنة والجماعة لايراد به ان الخلاف بيننا وبينهم فى ان له ذلك اوليس له كماهوظاهره بل فى انه يجعل بالجعل اوّلاًبل يلغوا جعله قوله اوغيرها كتلاوة القرآن والاذكار قوله عند اهل السنة والجماعة ليس المراد انّ المخالف لماذكرخارج عن اهل السنة والجماعة فان مالكاوالشافعى رضى الله عنهما لايقولان بوصول العبادات البدنية المحضة كالصلاة والتلاوة بل غيرها كالصّدقة والحجّ بل المراد انّ اصحابنا لهم كمال الاتباع والتمسک ماليس لغيرهم فعبرعنهم باسم اهل السنة فكانه قال عنداصحابنا غيران لهم وصفا عبرعنهم به......عن عائشة وابى هريرة رضى الله عنهما انه ﷺ كان اذاارادان يضحى يشترى كبشين عظيمين سمينين اقرنين املحين موجوأين فذبح احدهما عن امّته ممّن شهدلله بالوحدانية وله بالبلاغ وذبح الاخر عن محمد وآل محمّد......فقدروى هذا عن عدة من الصحابة وانتشرت مخرجوه فلايبعد ان يكون القدرالمشترک وهوانّه ضحى عن امته مشهورا يجوزتقييد الكتاب به بمالم يجعله صاحبه اوننظراليه والى مارواه الدارقطنى انّ رجلاًساله ﷺ فقال كان لى ابوان ابرهما حال حيوتهما فكيف لى ببرهما بعد موتهما فقال له ﷺ انّه قال من مرّعلى المقابر وقرأ قل هواللّٰه احد احدى عشر مرةً ثمّ وهب اجرها للاموات اعطى من الاجر بعددالاموات ‘‘......(الهداية مع فتح القدير:٦٥،٦٦/٣)

’’وقول النبى ﷺ لايصوم احدٌعن احدٍ ولايصلى احدٌعن احدٍ اى فى حق الخروج عن العهدة لافى حق الثواب فانّ من صام اوصلىّ اوتصدّق وجعل ثواب لغيره من الاموات اوالاحياء جازويصل ثوابها اليهم عنداهل السنة

والجماعة وقدصحّ عن رسول الله ﷺ انه ضحى بكبشين املحين احدهماعن نفسه والآخرعن امته ممن آمن بوحدانية الله تعالى وبرسالته ﷺ وروى انّ سعدابن ابى وقاص رضى الله عنه سأل رسول الله ﷺ فقال يارسول الله !انّ امّى كانت تحبّ الصّدقة افاتصدّق عنها فقال النّبى ﷺ تصدق وعليه عمل المسلمين عن لدن رسول الله ﷺ الى يومنا هذا من زيارة القبور وقراء ة القرآن عليها والتكفين والصدقات والصوم والصلوة وجعل ثوابها للاموات"......(بدائع الصنائع: ۲/۴۵۴)

"قال تاج الشريعة فى شرح الهداية انّ القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولاللقارئ وقال العينى فى شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا والآخذ والمعطى آثمان فالحاصل ان ماشاع فى زماننا من قراء ة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقراء ة واعطاء الثواب للآمر والقراء ة لاجل المال فاذالم يكن ثواب للقارى لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر ولولاالاجرة ماقرء احدٌلاحدٍ فى هذا الزّمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا انّا لله وانّا اليه راجعون اه ولايصح الاستئجار على القراءة و اهدائها الى الميت لانه لم ينقل عن احدمن الائمة الاذن فى ذلک وقدقال العلماء ان القارى اذاقرء لاجل المال فلاثواب له فاىّ شئ يهديه الى الميّت وانّما يصل الى الميت العمل الصالح والاستئجار على مجردالتلاوة لم يقل به احدمن الائمة وانما تنازعوا فى الاستئجار على التعليم (وبعداسطر)وحينئذ فقدظهر لک بطلان ماا کب عليه اهل العصر من الوصية بالختمات والتهاليل مع قطع النظر عمايحصل فيهامن المنكرات التى لاينكرها الّامن طمست بصيرته وقدجمعت فيهارسالة سميتها شفاء العليل وبل الغليل فى حكم الوصية بالختمات والتهاليل "......(فتاویٰ شامی: ۵/۴۰،۳۹)

"استئجار الناس ليقرأواويهدوه الى الميت ليس بمشروع ولااستحبه احدٌمن

العلماء فانّ القرآن الّذی یصل ماقرئ لله تعالی فاذاکان قداستوجر للقراء ة لله والمستاجر لم یتصدق عن المیت بل استاجر من یقرء عبادة للّٰہ عزّوجلّ لم یصل الیه لکن اذاتصدق عن المیت علی من یقرء القرآن اوغیرهم ینفعه ذلک باتفاق المسلمین وکذلک من قرء القرآن محتسبا واهداه الی المیت نفعه ذلک والله اعلم‘‘......(مجموع الفتاویٰ شیخ ابن تیمیه:۳۰۰/۲۴)

’’وباتخاذطعام لهم (قوله وباتخاذطعام لهم) قال فی الفتح ویستحب لجیران اهل المیت والاقرباء الاباعد تهیئة طعام لهم یشبعهم یومهم ولیلتهم لقوله ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقدجاء هم مایشغلهم حسّنه الترمذی وصحّحه الحاکم ولانه برو معروف ویلح علیهم فی الاکل لان الحزن یمنعهم من ذلک فیضعفون وقال ایضاً ویکره اتخاذالضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشروروهی بدعة مستقبحة روی الامام احمدوابن ماجه باسنادصحیح عن جریربن عبدالله قال کنا نعدالاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة وفی البزازیة ویکره اتخاذالطعام فی الیوم الاول والثالث وبعدالاسبوع اقول وفی الیوم العاشر والعشرین والاربعین وبعدستة اشهر وسنة کماهومروج فی الجهال بل هوبدعة مستقبحة لانه لااصل للتعیین بهذه الایام ولایعدهذاالطعام من الصدقات حتّٰی یترتّب علیه الثواب لانّ مصرف الصدقات الفقراء والغرباء وهذاانما یاکله الاقرباء والاصدقاء وفیهم الامراء والاغنیاء ویکره ایضاً نقل الطّعام الی القبر فی المواسم واتخاذالدعوة لقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقرآن للختم اولقراءة سورة الانعام والاخلاص والحاصل ان اتخاذالطعام عندقراء ة القرآن لاجل الاکل یکره وفیهامن کتاب الاستحسان من البزازیة وان اتخذطعاماً للفقراء کان حسنا‘‘......(الدرمع الرد:۱/۱۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قادیانی کے شریک ہونے سے قربانی کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۶): کیا فرماتے ہیں علماء دینِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گھر میں چھ صحیح العقیدہ مسلمان ہیں اور ساتواں آدمی مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد یا مسلمان سمجھتا ہے اور یہ چھ افراد اس ساتویں شخص کے ساتھ شریک ہوکر عیدالاضحیٰ کی قربانی کریں تو اس قربانی کا کیا حکم ہے؟ اور ان چھ مسلمانوں کی قربانی بھی ان کے ساتھ کیا حکم رکھتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مرزا غلام احمد قادیانی کو جو نبی اور مجدد مانتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کو قربانی میں شریک کرنا ناجائز ہے، اگر مشترکہ قربانی میں ایسا آدمی شریک ہوجائے تو قربانی کسی کی بھی صحیح نہیں ہوئی۔

"وان کان شریک الستة نصرانیاً اومریداًللحم لم یجز عن واحد منهم و کذا اذاکان عبدامدبرا یریدالاضحیة لانّ نیته باطلة لانّه لیس من اهل هذه القربة فکان نصیبه لحما فمنع الجوااصلا،بدائع"......(درمع الرد: ۵/۲۲۹)

"وان کان شریک الستة نصرانیاً اورجلًایرید اللحم لم یجز عن واحدمنهم ووجهه انّ البقرة تجوزعن سبعة لکن من شرطه ان یکون قصدا لکل القربة وان اختلفت جهاتها کالاضحیة والقران والمتعة عندنالاتحاد المقصود وهوالقربة وقدوجد هذا الشرط فی وجه الاول ولان النصرانی لیس من اهلها وکذاقصداللحم ینافیها واذا لم یقع البعض قربة والاراقة لاتتجزّاء فی حق القربة لم یقع الکلّ ایضا فامتنع الجواز"......(هدایه علی فتح القدیر: ۸/۴۳۵)

"ولوکان احدالشرکاء ذمیاً کتابیاًاوغیر کتابی وهویریداللحم اویریدالقربة فی دینه لم یجزئهم عندنا لانّ الکافر لایتحقق منه القربة فکانت نیته ملحقة بالعدم فکان یریداللحم"......(فتاوی هندیة: ۵/۳۰۴)

"قوله تعالی یاأیّهاالذین آمنوا لاتتّخذوا الیهود والنصاری اولیاء بعضهم اولیاء بعض،الآیة ،وفی هذه الآیة دلالة علی الکافر لایکون ولیاللمسلم لافی التصرف ولافی النصرة ویدل علی وجوب البراءة من الکفار والعداوة لهم

لان الولایة ضد العداوة فاذا امرنا بمعاداة الیهود والنصاری لکفرهم فغیرهم من الکفار بمنزلتهم ویدلّ علی انّ الکفر کله ملة واحدة"......(احکام القرآن للجصاص : ۲/۶۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز میں خشوع وخضوع کے بارے میں کہے ہوئے چند کلمات کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۷): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ ہمارے علاقہ کے مولوی صاحب نے ایک تبلیغی سلسلہ شروع کیا ہے، اس کی تحریر کے کچھ حصہ پہ علاقہ میں جھگڑا طول پکڑے ہوئے ہے، آپ درج ذیل عبارت ملاحظہ فرما کر شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

''صوفیاء نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا ہے اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا، نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہو سکتی ہیں، مثلاً زکوۃ ہے اس کی حقیقت مال خرچ کرنا ہے، یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گزرے گا، اسی طرح روزہ دن بھر کا پیاسا رہنا، صحبت کی لذت سے رکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں، غفلت سے بھی اگر متحقق ہوں تو نفس کی شدت اور تیزی پر اثر پڑے گا لیکن نماز کا معظم حصہ ذکر ہے، قرأتِ قرآن ہے، یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان اور بکواس ہوتی ہیں، کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہو جاتی ہیں، نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع، اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے اس لیے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے، جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سننے والا اس کو اپنے کلام سے سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے، اسی طرح حق تعالیٰ جل شانہ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو اس لیے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی پوری وسعت وہمت کے موافق توجہ سے پڑھی جائے لیکن یہ امر نہایت ہے کہ اگر حالات اور کیفیات جو پچھلوں کی معلوم ہوئی ہیں، حاصل نہ بھی ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے وہ یہ سمجھائے کہ بری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے، یہ غلط ہے نہ پڑھنے سے بری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے، حتی کہ علماء کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے، جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے، البتہ اس

کی کوشش ضرور ہونی چاہیئے کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے مطابق پڑھ کر دکھا گئے ہیں، حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں، اور عمر بھر میں کم از کم ایک ہی نماز ایسی ہو جائے کہ جو پیش کرنے کے قابل ہو"

گزارش ہے کہ آیا اس تحریر کے خط کشیدہ فقرات میں قرآن کریم اور نماز کی توہین تو لازم نہیں آتی، اگر توہین ہے تو ایسا شخص مسلمان رہے گا یا نہیں؟ اس شخص کی امامت اور اس سے میل جول یا اس کا تبلیغی لٹریچر یا اس کے تبلیغی مشن میں شرکت شرعا درست ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت فرما کر شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) اس عبارت میں تو صرف خشوع وخضوع کو بیان کرنا مقصود ہے کہ جس طرح کوئی شخص بادشاہ سے ہمکلام ہو اور توجہ دوسری طرف اور بات بالکل ہی عدم توجہی سے کر رہا ہے تو ہر دیکھنے والا اس کو معیوب اور بادشاہ کی توہین سمجھے گا، اسی طرح نماز کا حال ہے کہ کاملین کی نماز تو "ان تعبد اللّٰه کانک تراه" کا نمونہ ہوتی ہے اس کو آپ کے مولوی صاحب موصوف بیان کرنا چاہتے ہیں چنانچہ حوالہ بھی حضرات صوفیاء کا دیا ہے، جو واقعۃً کامل ہوتے ہیں، لیکن اگر ایسے کمال کی نماز حاصل نہ ہو تو بھی پڑھنے کا فرما رہے ہیں کہ نماز کو چھوڑنا جائز نہیں ہے، اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب لوگوں کو کاملین کی نماز کی تلقین کر کے اس کا پابند بنانا چاہتے ہیں جو کہ بہت ہی عمدہ کام ہے، لہذا صرف اس مذکورہ تقریر و بیان کی وجہ سے ان کو امامت سے الگ کرنا یا ان کے ایمان میں شک وشبہ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ ان کی بات پر خوب غور کر کے اعلیٰ درجہ کی نماز کا اہتمام کیا جائے، واللہ الموفق۔

(۲) جب تک کسی مسلمان متکلم کے کلام کا صحیح محمل ہو سکتا ہو خواہ کمزور ہی ہو تو اس کو اسی صحیح محمل پر ہی محمول کرنا لازم ہے، اس کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر کفر اور متکلم کو کافر ثابت کرنا جائز نہیں ہے، جب کہ مذکورہ متکلم مولوی صاحب موصوف کے کلام کا محمل صحیح اور عمدہ ہے تو اس کو بھی اسی پر محمول کریں گے، یہی وجہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی جس نے اکابر دیوبند کی تکفیر کی ہے، اکابر نے اس کی تکفیر سے کفِ لسان فرمایا ہے جب کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ تکفیر عدمِ احتیاط پر مبنی ہے مگر ہمارے اکابر نے احتیاط فرمائی ہے، اس لیے ہم بھی ان مولوی صاحب موصوف کی تکفیر نہیں کرتے بلکہ ان کے کلام کو صحیح محمل پر محمول کرتے ہوئے ان کو مسلمان ہی کہیں گے۔

"وفی الخلاصة وغیرها اذا کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الّذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم زاد فی البزازیة الّا اذا صرح بارادة موجب الکفر

فلاینفعه التاویل حینئذٍ وفی التتارخانیة لایکفر بالمحتمل لانّ الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی الجنایة ومع الاحتمال لانهایة الخ والذی تحرر انه لایفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره اختلاف ولوروایة ضعیفة فعلی هذا فاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لایفتی بالتکفیر بها"......(البحرالرائق: ۵/۲۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن کریم کی بے حرمتی کے جھوٹے الزام کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۸): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب

مؤدبانہ گزارش ہے کہ میں مسمی فیض حمید اپنے بہنوئی فرید عباس کے ساتھ اس کے گھر پر میاں بیوی کے گھریلو جھگڑے کی وجہ سے کافی عرصہ سے کسی شخص کے غلط بیان کی وجہ سے ناکردہ جرم کی سزا بھگت رہا ہوں، پوری کہانی درج ذیل ہے، مرید عباس اور میرے درمیان معمولی سا گھریلو جھگڑا ہوا، لڑائی کے وقت میری ہمشیرہ نے ہم دونوں کو چھڑانے کی پوری کوشش کی، خداتعالیٰ کے واسطے کے ساتھ ساتھ قرآن کا بھی واسطہ دیا کہ خدا کے لیے لڑائی بندکردو، اس پوری لڑائی میں کسی بھی صورت میں قرآن شریف کی ارادتاً یا غیرارادی طور پر خدانخواستہ بے حرمتی نہ ہوئی ہے، نہ ہی زمین پر یا کسی اور جگہ دوران لڑائی گرا ہے یا اس کو چھوا گیا ہے، صرف ہم دونوں نے اس وقت اتنا کہا ہے کہ لڑائی میں قرآن پاک کو نہ لے کر آئیں، لڑائی کے بعد میری ہمشیرہ کو چونکہ میرے بہنوئی مرید عباس نے بچوں سمیت گھر سے فوراً نکل جانے کا کہا، اس لیے جاتے ہوئے میری ہمشیرہ نے میرے ایک قریبی عزیز شیر عباس جو کہ ہمارا پڑوسی بھی ہے کو کہا کہ تیس پارے قرآن شریف کے الماری میں رکھے ہوئے ہیں حافظ مظہر حسین شاہ کو دیدینا تا کہ وہ مسجد میں رکھ دے، اتنی سی بات پر مجھے ذہنی اخلاقی مالی ہر لحاظ سے سزا برداشت کرنا پڑ رہی ہے، ازراہ کرم اس نازک معاملہ میں میری شرعی طور پر راہنمائی فرمائیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں فتویٰ جاری فرمائیں، مزید براں غلط بیانی کرنے والے کے بارے میں بھی راہنمائی فرمائیں تا کہ میرے نقصان کا ازالہ ہو، جناب کی عین نوازش ہوگی۔

جناب عالی! فیض حمید کے بہنوئی فرید عباس کے مطابق فیض کی بہن کی زبانی اللہ پاک اور قرآن پاک کا واسطہ دیا لیکن ہم دونوں نے کہا کہ قرآن پاک کو بیچ میں نہ لاؤ قرآن پاک کی بے حرمتی نہ ہوجائے، اور مسمی

بشیر عباس کے مطابق بھی اس نے قرآن پاک کی بے حرمتی ہوتے خود نہیں دیکھا ہے، اور فیض حمید اور فرید عباس دونوں حلفاً کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن پاک کی بے حرمتی نہیں کی، اور نہ ہی زمین پر گرایا ہے۔ (محمد صلاح الدین خان ولد غلام رضا خان)

جناب عالی! میں نے فیض حمید کی بہن سے خود پوچھا کہ یہ واقعہ ہوا ہے یا نہیں؟ فیض کی بہن نے کہا کہ تیس پارہ قرآن شریف کے مسجد کے لیے خریدے تھے تاکہ قرآن شریف پڑھنے سے مجھے بھی ثواب حاصل ہوتا رہے گا لیکن ہم میاں بیوی میں جھگڑا ہوا تو اس پر میں نے اپنے ماں باپ کے گھر جانے کا کہا تو میں نے آپ کے عزیز شیر عباس کو کہا کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جا رہی ہوں تو مہربانی فرما کر مسجد میں پہنچا دیں کہ میرے جانے کے بعد کہیں ان سپاروں کی بے حرمتی نہ ہو جائے، میں نے صرف یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ (حاجی سلطان سکندر)

جناب عالی! درج بالا کہانی حقیقت پر مبنی ہے چونکہ یہ معاملہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور ان دونوں کے درمیان ہے اور اس معاملہ کا عینی شاہد کوئی نہیں ہے، صرف ایک جھوٹے شخص کے بیان پر تقریباً گیارہ ماہ سے شک کی بناء پر نہ صرف فیض حمید کو ذہنی و مالی سزا دی جا رہی ہے بلکہ کئی خاندان اس کو برداشت کرنے پر مجبور ہیں، مسجد کے حافظ مظہر شاہ سمیت شیر عباس، محمد انور، مطیع اللہ، فرید عباس اور اس کی بیوی سمیت سب سے انکوائری و پوچھ گوچھ کی گئی سب کے مطابق کسی بھی شکل میں قرآن پاک اس لڑائی میں نہ زمین پر گرا ہے اور نہ گرایا گیا ہے، بلکہ قرآن پاک کو ہاتھ تک کسی شخص نے نہیں لگایا، جناب عالی! اس شرعی مسئلہ میں جھوٹے بہتان لگانے والے کے بارے میں بھی راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں کوئی بات بھی ایسی قابل ذکر نہیں ہے کہ جس سے قرآن پاک کی بے حرمتی ثابت ہو، لہٰذا اگر واقعی یہ بیان جو آپ نے خط میں لکھ کر بھیجا ہے سچ پر مبنی ہے تو آپ پر کسی قسم کا کوئی حرج نہیں ہے، نیز جھوٹی تہمت لگانا کبیرہ گناہ ہے اور قرآن وحدیث میں اس کے متعلق بہت زیادہ سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، جھوٹ بولنا اور غلط بیانی کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔

”والّذین یوذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتاناً واثماً مبیناً“...... (سورة الاحزاب : ۵۸)

”ویل لّکلّ افّاک اثیم“......(سورة الجاثیة :۷)

”فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور“......(سورۃ الحج : ۳۰)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جادو کرنے اور کروانے کا شرعی حکم:

مسئلہ نمبر(۵۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جادو کرنا اور جادو کروانا شرعاً کیسا ہے؟ آیا جادو برحق ہے؟

آیا جادو کرانے والی عورت کا مسلمان مرد سے نکاح قائم رہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے، اگر ثبوت مل جائے کہ واقعی فلاں نے جادو کروایا ہے تو شرعاً اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے؟ آیا جادو کا شرعاً توڑ بھی ہے جس سے جادو کا اثر زائل ہوجائے، یا جادو اثر انداز نہ ہوسکے؟ کیا جادو کرنے والا اور جادو کروانے والا اسلام سے خارج ہوجاتا ہے؟ اور کیا وسیلے سے دعا مانگنا سنت سے ثابت ہے؟

ازروئے شرع ان سوالوں کے جوابات مرحمت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

”فلیس کلّ مایسمی سحرا کفرا، اذلیس التکفیر به لمایترتب علیه من الضرر بل لمایقع به مماهو کفر کاعتقاد انفرادالکواکب بالربوبیة اواهانة قرآن اوکلام مکفر ونحوذلک الخ فاذاثبت اضراره بسحره ولوبغیر مکفر یقتل دفعاًلشرّه کالخناق وقطاع الطریق“......(فتاوی شامی: ۱/۳۴)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوگیا کہ یہ سحر کفر اعتقادی یا عملی سے خالی نہیں ہے، تو اس کا سیکھنا سکھانا بھی حرام ہوا اور اس پر عمل کرنا بھی حرام ہوا، البتہ دفع ضرر کے لیے بقدر ضرورت سیکھا جائے تو بعض فقہاء نے اجازت دی ہے، جادو ایک فن ہے، مگر جادو کرنا درست نہیں ہے، جادوگر مرد یا عورت اگر کفریہ کلمات استعمال کرتے ہوں تو وہ اسلام سے خارج ہوجائیں گے اور ان کا نکاح بھی ٹوٹ جائے گا۔

لفظ وسیلہ کی لغوی تشریح اور صحابہ وتابعین کی تفسیر سے جب یہ معلوم ہوگیا کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا ذریعہ بنے وہ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا وسیلہ ہے، اس میں جس طرح ایمان اور عملِ صالح داخل ہیں اسی طرح انبیاء وصالحین کی صحبت ومحبت بھی داخل ہے کہ وہ بھی رضائے الٰہی کے اسباب میں سے

ہے،اور اسی لیے ان کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا درست ہوا،جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قحط کے زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی،اور ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے خود ایک نابینا صحابی کو اس طرح دعا مانگنے کی تلقین فرمائی ”اللّٰھم انّی اسئلک واتوجّہ الیک بنبیک محمدنبی الرحمۃ“......(معارف القرآن:۳/۱۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازیوں کے قریب تعلیم کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶۰): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مندرجہ ذیل مسئلہ کی بابت کہ مسجد میں تبلیغی ساتھی نماز کے بعد جب فضائل اعمال کی تعلیم کرواتے ہیں تو نمازیوں کے پاس شروع ہوجاتے ہیں،جس سے نمازیوں کی نماز یقیناً متاثر ہوتی ہے،یہ لوگ ایک طرف ہوکر بھی تعلیم کرواسکتے ہیں، نیز کئی لوگ تعلیم میں شامل ہونے کی غرض سے نمازیوں کے آگے سے گزرتے ہیں اور پرواہ نہیں کرتے ،اس بارے میں وضاحت فرمائیں کہ تبلیغی ساتھیوں کا نمازیوں کے قریب تعلیم کروانا کیسا ہے؟ ہمیں اس پر اعتراض نہیں کہ وہ صحیح کام کررہے ہیں مگر کیا یہ صحیح ہے کہ وہ نمازیوں کے پاس ہی شروع ہوجاتے ہیں،انہیں ایک طرف ہوکر تعلیم کروانی چاہیئے ،تاکہ ان کی آواز سے نمازیوں کی نماز خراب نہ ہو۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں تبلیغی ساتھیوں کو نمازیوں کا خیال کرتے ہوئے آہستہ آواز سے ایک طرف ہٹ کر تعلیم کرنی چاہیئے ،اور تعلیم میں شامل ہونے کے لیے نمازیوں کے آگے سے گزرنا بھی جائز نہیں ہے،واضح رہے کہ یہ عمل تبلیغی جماعت کے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔

”فالاسرار افضل حیث خیف الریاء او تاذی المصلّی او النیام ،والجہر افضل حیث خلامماذکر لانہ اکثرعملاً“......(فتاویٰ شامی : ۵/۲۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآنی آیات کے الٹ بات کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶۱): عزت مآب محترم المقام جناب مفتی حمید اللہ جان صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) نبی پاک ﷺ نے منع فرمادیا تھا کہ مسلمانوں کے علاوہ کسی کو خانہ کعبہ کی حدود میں داخل نہ ہونے دیا جائے، وہ فاصلہ کتنے میل ہے؟

(۲) قرآن پاک کے احکامات روز محشر تک کے لیے جاری وساری ہیں یا نہیں؟

(۳) جو شخص قرآن پاک کی کسی بھی آیت کے الٹ کہتا ہے یا ویسا نہیں کہتا تو وہ کافر ہوجاتا ہے یا نہیں؟

(۴) پارہ نمبر 10 سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 60 تا 66 کا ترجمہ ملاحظہ ہو، از مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

''اوران میں سے بعضے ایسے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور جو لوگ رسول پاک ﷺ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک سزا ہے اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ کہہ دیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کررہے تھے، آپ ان سے کہہ دیں کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی کرتے تھے، تم اب یہ عذر مت کرو تم تو اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے، اگر ہم تم سے بعض کو چھوڑ بھی دیں تاہم بعض کو تو ضرور ہی سزا دیں گے بسبب اس کے وہ علم ازلی میں مجرم تھے۔

ان آیات کا شان نزول چاہیئے۔

خاص طور سے بتائیں کہ وہ مؤمن مسلمان جس کو اللہ پاک نے کافر کہا اس کا نام کیا تھا؟

اور اس نے وہ کونسا عمل کیا کہ جس کی وجہ سے وہ مسلمان کافر ہوگیا؟

اور جن کو معافی ملی ان کے نام کیا تھے؟

اور کس وجہ سے وہ معافی کے زمرے میں آگئے؟

آج اگر کوئی مسلمان ویسی بات ویسا عمل کرتا ہے جو کہ دریا بن ثابت نے کیا تو آج کے مسلمان کو قرآن پاک کی نص سے کافر کہا جائے گا یا نہیں؟

اور جو معافی کے زمرے میں آیا اسی آیت اور شان نزول کی روشنی میں اگر اس خاموش رہنے والے کو خاموش رہنے کی وجہ سے اللہ پاک نے معاف کردیا تو آج جس شخص کو قرآن پاک کے اس حکم کا پتہ چل گیا ہے تو اس کا خاموش

رہنا اب معافی کے زمرے میں نہیں آتا، قرآن کے حکم کے مطابق اسے یا ہاں کرنی ہوگی یا ناں کرنی ہوگی، اور جو آج ناں نہیں کرتا اور بات کو سن کر خاموش رہتا ہے تو قرآن کی نص کے مطابق وہ کافر ہوا یا نہ ہوا۔

اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کر دیں کہ نبی پاک ﷺ کے زمانے میں یہ کفریہ بات نبی پاک ﷺ کے سامنے نہیں کہی گئی اور نہ ہی پوچھنے پر اقرار کیا گیا بلکہ کہہ دیا کہ یہ استہزاء کے طور پر ہنسی اور مذاق کے طور پر کہی ہے، غور کریں تو پھر بھی اللہ پاک نے اس مسلمان کو کافر قرار دے دیا، آج اگر اس جرم کا یا اس بات کا کوئی اقرار کرتا ہے اور لکھتا ہے اور اپنی تقریروں میں بآواز بلند جلسوں میں پکار پکار کر کہتا ہے تو اب اگر کوئی مسلمان ویسی بات اگر اس وقت کے انداز سے بڑھ چڑھ کر کرتا اور کہتا ہے تو اس مسلمان کو قرآن پاک کی نص سے کافر کہا جائے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱)　اس کا مجموعی رقبہ ۲۰۰،۴۲، امربع میٹر ہے جو کہ مسقّف ہے (حرم مکی: ص، ۳۹)

(۲)　جی ہاں قرآن کے احکامات روز محشر تک جاری وساری ہیں اور یہ ایک بدیہی بات ہے، حدیث شریف میں آتا ہے۔

"اخبرنی حمید قال سمعت معاویة بن ابی سفیان یخطب قال سمعت النبی ﷺ یقول من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین وانما انا قاسم ویعطی الله ولن یزال امر هذه الامة مستقیما حتی تقوم الساعة اویاتی امر الله "......(رواه البخاری فی صحیحه)

(۳)　جو شخص قرآن کا انکار کرتے ہوئے اس کا الٹ کہتا ہے وہ یقیناً کافر ہے۔

(۴)　اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضور ﷺ غزوہ تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، اور منافقین کا ایک گروہ آپ کے ساتھ تھا، انہوں نے آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ اس (حضور ﷺ) کو دیکھو یہ شام کے محلات اور بنی اصفر کے قلعے فتح کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ ہذیانات آپ ﷺ کو بتا دیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو روکو تو انہوں نے کہا کہ صرف مذاق کر رہے تھے ہمارا سچ مچ یہ عقیدہ نہیں تو اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

"قال القرطبی فیه ثلاث مسائل ،الاولی، هذه الآیة نزلت فی غزوه تبوک قال الطبری وغیره عن قتادة بینا النبی ﷺ یسیر فی غزوه تبوک ورکب من

المنافقین یسیرون بین یدیه فقالوا انظروا هذا یفتح قصور الشام ویاخذ حصون بنی الاصفر فاطّلعه سبحانه وتعالیٰ علی مافی قلوبهم ومایتحدثون به فقال احبسوا علی الرکب ثمّ اتاهم فقال قلتم کذا وکذا فحلفوا ماکنّا انانخوض ونلعب یریدون کناغیرمجدین الخ "......(تفسیر قرطبی : ۸/۱۹۶)

یہ مذاق کرنے والا ودیعہ بن ثابت تھا اور وہ اس وجہ سے کافر نہیں ہوا تھا بلکہ وہ پہلے ہی سے منافق تھا، اگرچہ یہ بھی کفر ہے اور اب بھی اگر کوئی ایسا مذاق کرتا ہے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

"قال القاضی ابوبکر بن العربی لایخلوا ان یکون ماقالوه من ذلک جدا اوهذلاً وهو کیف ماکان کفر فانّ الهذل بالکفر کفر لاخلاف فیه بین الائمة"

......(تفسیر القرطبی : ۸/۱۹۷)

باقی جس کو معافی ملی اس کا نام مخشی بن حمیر تھا اور اس کو صرف خاموش رہنے کی وجہ سے معافی نہیں ملی بلکہ اس نے توبہ کی تھی جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے۔

"عن طائفة منکم باخلاصها وتوبتها کمخشی بن حمیر"......(تفسیر جلالین)

کلمات کفریہ پر خوش ہو کر سننا کفر ہے بادل نخواستہ سننا کفر نہیں ہے اور گناہ نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر پر میلہ لگانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے ساتھ ایک قبر ہے اور صاحب قبر کا کسی کو کوئی علم نہیں ہے کہ کون تھا؟ اس کا سبب کیا تھا؟ اس قبر پر ماہ اگست میں تین دن تک میلہ لگایا جاتا ہے جس میں مسجد کے سامنے خوب ڈھول بجایا جاتا ہے اور گانے بجانے والے بھی گاؤں میں آجاتے ہیں، اور گانے بجاتے ہیں، گاؤں میں دکانیں لگائی جاتی ہیں، جس میں بعض جگہ راستہ تنگ کر دیا جاتا ہے، اور گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے، خصوصاً باحیا عورتوں کا وہاں سے گزرنا دشوار ہو جاتا ہے، گزشتہ سال میلے کی وجہ سے لڑائی بھی ہوئی ہے، ایک فریق مسجد کے سامنے ڈھول بجانے کا مخالف ہے اور کہتا ہے کہ مسجد کے سامنے ڈھول بجانا مسجد کی بے حرمتی ہے اور مریضوں کو اور سونے والوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے اور دوسرا فریق ڈھول بجوانے، میلہ لگانے اور ہیجڑے نچوانے پر مصر ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل وضاحت فرماویں کہ امور مذکورہ حضور ﷺ کی شریعت کے مطابق ہیں یا کہ مخالف اوران کے کرنے پر اجروثواب ہوگا یا کہ سزااورعذاب ،کس فریق کا موقف شریعت محمدیہ ﷺ کے مطابق ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ میلہ ازروئے شریعت جائزنہیں ہے، کیونکہ اس میں کئی امور غیرشرعی ہیں، مثلاً ڈھول بجانا، ناچ گانا اورسونے والے اورراستہ سے گزرنے والے مسلمانوں کوتکلیف پہنچانا وغیرہ ، یہ سب امور غیرشرعی اورحرام ہیں اوران سے اجتناب ضروری ہے۔

”وفی المعراج الملاھی نوعان محرم وھوالآلات المطربة من غیرالغناء کالمزمار سواء کان عودا وقصب کالشبابة اوغیره کالعود والطنبور لماروی ابوامامة انّه علیه السلام قال انّ اللّٰه بعثنی رحمةً للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر ولانه مطرب مصدعن ذکرالله تعالی والنوع الثانی مباح وھوالدف فی النکاح“......(البحرالرائق: ۸۸/۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اسلام کے مسلمات قطعیہ کے انکارکاحکم:

مسئلہ نمبر(۶۳): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین ایسے شخص کے بارے میں جودرج ذیل عقائد ونظریات کا حامل ہوکہ

(۱) حضرت محمد ﷺ پرقرآن کے علاوہ اورکوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔

(۲) قرآن مجید کی صرف ایک قراءت (حفص) صحیح ہے، باقی سب قراءتیں عجم کا فتنہ ہیں۔

(۳) بعض انبیاءقتل ہوئے مگرکوئی رسول کبھی قتل نہیں ہوا۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں اوردوبارہ دنیامیں نہیں آئیں گے۔

(۵) سورۃ الحجرکی آیت ۸۷ ”ولقدآتیناک سبعاًمن المثانی والقرآن العظیم“ میں سبع مثانی سے سورہ فاتحہ مرادنہیں ہے، بلکہ قرآن کی سات سورتیں مراد ہیں ،اورلفظ مثانی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تمام سورتیں جوڑاجوڑاہیں۔

(۶) سنت قرآن کے بعد نہیں بلکہ قرآن سے مقدم ہے اور ثبوت کے اعتبار سے سنت اور قرآن میں کوئی فرق نہیں۔

(۷) حدیث سے دین کا کوئی عقیدہ اور عمل ثابت نہیں ہوتا۔

(۸) خبر واحد سے کوئی سنت ثابت نہیں ہوتی۔

(۹) قرآن مجید اور ۲۷ سنتوں کے سوا کوئی چیز دین نہیں۔

(۱۰) اسلام میں جانداروں کی تصویریں اور مجسمے بنانا بالکل جائز ہے۔

(۱۱) شریعت میں موسیقی حرام نہیں ہے۔

(۱۲) شریعت نے مسلمانوں کو کافروں کے خلاف جہاد کرنے، ان کو ذمی بنانے اور ان سے جزیہ لینے کا کوئی حق نہیں دیا۔

(۱۳) قتل خطاء میں عورت اور مرد کی دیت کی مقدار میں کوئی فرق نہیں۔

(۱۴) اسلام میں شادی شدہ زانی کے لیے صرف سو کوڑوں کی حد ہے اس لیے رجم یعنی سنگسار کی حد نہیں ہے۔

(۱۵) اسلامی شریعت میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال جو شخص ان تمام نظریات کا حامل ہو وہ مرتد ہے، حکومت وقت پر فرض ہے کہ اس کو فوراً گرفتار کر کے علماء حق کے ذریعے سے تین دن تک سمجھانے کی کوشش کی جائے، اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا ونعم اور اگر توبہ کرنے پر تیار نہ ہو تو حکومت اس کو قتل کر دے، اور اس کی مسلمان بیوی کا اس سے نکاح ختم ہو جائے گا، کیونکہ اسلام کے مسلمات قطعیہ سے انکار کرنا کفر ہے۔

"واذا ارتد المسلم عن الاسلام والعياذ بالله عرض عليه الاسلام فان كانت له شبهة كشفت عنه ويحبس ثلاثة ايام فان اسلم والا قتل "......(الهداية: ۲/۵۸۴)

"(وارتداد احدهما) اى الزوجين (فسخ) "......(الدر المختار على هامش الرد باب النكاح :۲/۴۲۵)

"الثانى انه قد تواتر وانعقد الاجماع على نزول عيسى ابن مريم فتاويل هذه وتحريفه كفر ايضاً وقد قال فى روح المعانى وهو من محققى المتأخرين ان من

لم یقل بنزولہ فقداکفرہ العلماء ھوعلی القاعدۃ فی انکار ماتواترفی الشرع ‘‘ ......(اکفار الملحدین : ۱۱)

’’واذاارتد المسلم عن الاسلام والعیاذباللہ عرض علیہ الاسلام فان کانت لہ شبھۃ کشفت عنہ ،ویحبس ثلاثۃ ایام فان اسلم والاقتل وفی الجامع الصغیر المرتد یعرض علیہ الاسلام حراکان اوعبدا فان ابی قتل ‘‘......(ھدایہ : ۲/۵۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

انبیاء علیہم السلام پر فلم بنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک فلم جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کی فلم بنائی گئی ہے،اس فلم میں حضرت یوسف علیہ السلام،حضرت یعقوب علیہ السلام اورحضرت جبرئیل علیہ السلام کے کرداراور دیگر معتبر کردار واضح طور پر دکھائے گئے ہیں، بظاہر واقعہ عین قرآن کے مطابق ہے، کیا یہ فلم دیکھنا جائز ہے؟ راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

یہ فعل بلاشبہ ناجائز اور بہت سے معاصی وقبائح کا مجموعہ ہونے کے ساتھ ساتھ کفر بھی ہے، اس لیے کہ اس میں غیر نبی اداکار پر نبی کا اطلاق کرنا ہے جو کہ نبی کی توہین ہے، اور کسی بھی نبی کی ادنیٰ توہین بھی کفر ہے،لہذا فلم بنانے والے (فلمساز) اوراپنے آپ کو نبی ظاہر کرنے والے (اداکار) اگر پہلے مسلمان ہوں تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوچکے،اوراگر وہ شادی شدہ ہوں توان کا نکاح بھی اپنی اہلیہ سے ختم ہوچکا،ان کے ذمہ تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح ضروری ہے،تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ قانونی کاروائی کے ذریعہ اس کی بندش کے لیے کوشش کریں، اوردوسرے سادہ لوح مسلمانوں کومسئلہ سے آگاہ کریں،اورایسی فلموں کی نمود ونمائش،خرید وفروخت پر پابندی عائد کرنا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے۔

’’وکذا لوقال انارسول اللہ اوقال بالفارسیۃ (من پیغامبرم) یرید بہ (پیغام می برم)یکفر‘‘......(فتاوی التاتارخانیۃ: ۵/۳۲۶)

”وسئل عمن نسب الی الانبیاء الفواحش کعزمه الی الزنا اونحو الذی یقوله الحشویة فی یوسف قال یکفر لانه شتم لهم واستخفاف بهم“......(فتاویٰ التاتارخانیة: ۵/۳۲۵)

”ارتداحدالزوجین عن الاسلام وقعت الفرقة بغیرطلاق فی الحال قبل الدخول وبعده“......(فتاوی الهندیة : ۱/۳۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قادیانیوں کے جنازہ میں شرکت اوران سے شادی کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) قادیانیوں کے بارے میں مجھے پتہ چلا ہے کہ اگرکوئی مسلمان ان کے جنازے میں شرکت کرتا ہے تو وہ بھی قادیانی ہوجاتا ہے(یہ بات عبدالقیوم صاحب کے فتوے میں ہے)اوروہ جس سے شادی کرتا ہے وہ بھی اس کے نکاح سے خارج ہوجاتی ہے،یعنی ان کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے، وہ آزاد ہے جہاں چاہے نکاح کرے اس کے بارے میں ذرا تفصیل سے بتادیں ،اگرلڑکی ایسانہ کرے یعنی اس کے نکاح سے نہ نکلے تو قرآن وسنت کی روشنی میں اس کے بارے میں بتادیں۔

(۲) اگرکسی کی شادی قادیانی کے خاندان میں ہوجاتی ہے تو اسے کیا کرنا چاہیئے؟

(۳) اگرکسی لڑکی کی شادی جس خاندان میں ہوتی ہے وہ قادیانی نہ ہوں لیکن اس کے باقی تقریباً تمام رشتہ دار قادیانی ہوں تو اسے ان کے ساتھ کس قسم کے تعلقات رکھنے چاہئیں؟

(۴) اوراگرقادیانیوں کے بارے میں کوئی ایسی کتاب جس میں تفصیل ہو،اس کتاب کا نام بتادیں۔

(۵) اگرکسی لڑکی کی شادی قادیانی خاندان میں ہوجاتی ہے لیکن اس کا خاوند اوراس کے گھر والے قادیانی نہیں ہیں،لیکن ان کے اپنے خاندان سے تعلق بہت اچھے ہیں تو اس لڑکی کو کیا کرنا چاہیئے ،جب کہ اس کا خاوند بھی قادیانیوں سے نفرت نہ کرتا ہو،اگراس کی بیوی اس کوان کے گھر سے کوئی چیز کھانے سے منع کرے یاان سے ملنا منع کرے اوروہ اس کی بات نہ مانے تو اسے کیا کرنا چاہیئے؟اورلڑکی کو یہ سب باتیں کرنے پراس کا شوہر اسے برا بھلا کہے تو اسے کیا کرنا چاہیئے ، بلکہ یوں کہے کہ سمجھ لو میں بھی قادیانی ہی ہوں جب کہ وہ غصے میں ہو۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) مسلمان کے لیے قادیانی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر کوئی مسلمان قادیانی کو کافر سمجھ کر محض اس کی دنیاوی وجاہت کی وجہ سے اس کا جنازہ پڑھتا ہے تو ایسا مسلمان شخص گناہ گار ہے اور اس کو اپنے اس فعل پر توبہ کرنی چاہیئے، اور یہ شخص اس صورت میں کافر نہیں ہے اور اگر کوئی مسلمان قادیانی کے عقائد معلوم ہونے کے باوجود اس کو مسلمان سمجھتے ہوئے اس کا جنازہ پڑھتا ہے تو اس پر تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح لازم ہے۔

(۲) قادیانی خاندان سے مراد اگر وہ لڑکا یا لڑکی ہے جس سے شادی ہوئی ہے تو اس صورت میں یہ بات واضح رہے کہ یہ نکاح ہی نہیں ہوا، فوراً اس قادیانی لڑکے یا لڑکی سے جدا ہونا ضروری ہے کیونکہ مسلمان اور قادیانی کا نکاح ہی نہیں ہوسکتا۔

(۳،۵) سب سے پہلے تو یہ بات واضح رہے کہ قادیانی نہ صرف کافر بلکہ زندیق ومرتد ہیں، ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنا ناجائز ہے، باقی اگر کسی لڑکی کے خاوند کے رشتہ دار قادیانی ہوں تو لڑکی کو چاہیئے کہ وہ ان قادیانی رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات نہ رکھے اور اپنے خاونداور اس کے گھر والوں کو بھی ان سے دور رہنے کی مؤثر انداز میں خود بھی تلقین کرتی رہے اور دیگر ذرائع مثلاً مستند کتابوں کے ذریعے یا صحیح العقیدہ لوگوں کے ذریعے سے ان کو نصیحت کرواتی رہے۔

اگر کوئی شخص اپنے اختیار سے بغیر کسی جبر واکراہ کے محض غصہ میں آکر یہ کہہ دیتا ہے کہ میں بھی قادیانی ہی ہوں تو ایسا شخص کافر ہے، اس پر تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح لازم ہے، اور اس کو چاہیئے کہ اپنے اس فعل پر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر توبہ واستغفار کرلے اور آئندہ کے لیے اس قسم کے ناجائز الفاظ کہنے سے مکمل اجتناب کرے۔

"فی الھندیة ومن اتی بلفظة الکفر وھو لم یعلم انھا کفر الا انه اتی بھا عن اختیار یکفر عند عامة العلماء خلافا للبعض ولا یعذر بالجھل کذافی الخلاصة"......(فتاوی الھندیة: ۲/۲۷۶)

(۴) اس سلسلے میں آپ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی کتاب ''تحفہ قادیانیت'' اور مزید معلومات کے لیے ختم نبوت کے دفتر سے رابطہ کریں، جس کا ایڈریس یہ ہے، مسجد عائشہ مسلم ٹاؤن لاہور۔

(۱)"فنقول لا یصلی علی الکافر لقوله تعالی (ولاتصلّ علیٰ احدمنھم مات ابداً ولاتقم علی قبرہ) ای ولاتصل علیه، لانّ الصلوة علی المیت دعا واستغفار له والاستغفار للکافر حرام"......(المحیط البرھانی : ۳/۸۲)

(۲)"ومنها اسلام الرجل اذا كانت المرأة مسلمة فلايجوزانكاح المؤمنة الكافر لقوله تعالىٰ(ولاتنكحوا المشركين حتى يؤمنوا)ولانّ فى انكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة فى الكفر لان الزوج يدعوها الى دينه والنساء فى العادات يتبعن الرجال فيمايؤثروامن الافعال ويقلد ونهم فى الدين اليه وقعت الاشارة فى آخر الآية بقوله تعالى(اؤلئک يدعون الى النار)لانهم يدعون المؤمنات الى الكفر والدعاء الى الكفر دعاء الى النار لان الكفر يوجب النار فكان نكاح الكافر المسلمة سببا داعيا الى الحرام فكان حراما والنص وان ورد فى المشركين لكن العلة وهى الدعاء الى النار يعم الكفرة اجمع فيتعمم الحكم بعموم العلة فلايجوز انكاح المسلمة الكتابى كمالايجوز انكاح الوثنى والمجوسى لان الشرع قطع ولاية الكافرين عن المؤمنين بقوله تعالىٰ (ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا"فلوجاز انكاح الكافر المؤمنة لثبت له عليها سبيل وهذا لايجوز"......(بدائع الصنائع : ۲/۵۵۴)

"فصل ومنها ان يكون للزوجين ملة يقران عليها فان لم يكن بان كان احدهما مرتدا لايجوز نكاحه اصلا لابمسلم ولابكافر غيرمرتد"......(بدائع الصنائع : ۲/۵۵۱)

(۳)"قوله تعالى (ومن يتولهم منكم فانه منهم) يجوز ان يريدبه العرب لانه لو ارادالمسلمين لكانوا اذاتولوا الكفار صاروامرتدين والمرتد الى النصرانية واليهودية لايكون منهم فى شئ من احكامهم الاترى انه لاتوكل ذبيحته وان كانت امرأة لم يجزنكاحهاولايرثهم ولايرثونه ولايثبت بينهما شئ من حقوق الولاية "......(احكام القرآن للجصاص: ۲/۶۲۳)

"ولاتصل على احدمنهم مات ابدا، قال علماء نا هذا نص فى الامتناع من الصلوة على الكفار ......يؤخذ لانه علل المنع من الصلوة على الكفار لكفرهم لقوله تعالى انهم كفروا بالله ورسوله فاذازال الكفر وجبت الصلوة"......(تفسيرقرطبى: ۸/۲۲۱)

”والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان کان حراما لغیرہ کمال الغیر لایکفر وان کان لعینه فان کان دلیله قطعیا کفروالافلا“......(البحرالرائق : ۵/۲۰۲)

”ان مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح ومافیه خلاف یؤمربالاستغفار والتوبة وتجدیدالنکاح اھ“......(ردالمحتار: ۳/۳۱۶)

” ولایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولامسلمة ولاکافرة اصلیة وکذلک لایجوز نکاح المرتدة مع احد کذافی المبسوط ولایجوز تزوج المسلمة من مشرک ولاکتابی کذافی السراج الوهاج “......(فتاوی الهندیة: ۱/۲۸۲)

”ولایصلح ان ینکح مرتد اومرتدة احدامن الناس مطلقا قوله مطلقا ای مسلما اوکافرا اومرتدا وهوتاکید لمافهم من النکرة فی النفی“......(فتاوی شامی: ۲/۴۳۰)

”الهازل او المستهزئ اذاتکلم بکفر استخفافا واستهزاء ومزاحا یکون کفرا عندالکل وان کان اعتقادہ خلاف ذلک“......(فتاوی الهندیة: ۲/۲۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

محمد نام رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پرچی والا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نام محمد کسی فرد کے لیے رکھنے کو منع فرمایا ہے، جب کہ میں نے اور میرے میاں نے اللہ اور اللہ کے رسول سے وعدہ کیا تھا کہ اگر پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہوگا تو ہم اس کا نام صرف محمد ہی رکھیں گے، میرے معدے سے خون آتا تھا جب ڈاکٹرز نے کہا کہ ماں کی جان بچا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اولاد پھر دے دے گا لیکن مجھے سرکار دو جہاں پر اس قدر یقین تھا کہ وہ میرے بچے کو کچھ نہیں ہونے دیں گے، اس لیے میں ہر روز اپنے بچے کو دم کرتی تھی اور سارے گھر والے اس کو صرف محمد ہی کہتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ اگر اس بچے کا نام کچھ اور رکھا تو اس سے کچھ اور نہ ہو جائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

پرچی بنانے والے کا موقف درست نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ منع نہیں کیا بلکہ اسم محمد (جب کہ

حضور ﷺ کی نسبت سے رکھا جائے) بہت خیر و برکت کی چیز ہے ،سینکڑوں ائمہ کرام اور محدثین عظام کا نام صرف محمد رکھا گیا ہے، اور احادیث نبویہ میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

"وفی جامع الترمذی عن علی رضی الله عنه انه قال یارسول الله !أرأیت ان ولد لی بعدک اسمیه محمدا واکنیه بکنیتک قال نعم قال فکانت رخصة فی"......(جامع ترمذی: ۲/۱۰۷)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر والے سے یہ کہنے کا حکم کہ ہماری ضروریات پوری کردیں:

مسئلہ نمبر(٦٧): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) کوئی کلمہ گو انسان کسی قبر پر جا کر کہے کہ میری خواہش یا ضرورت پوری کردیں۔

(۲) کوئی شخص قبر والے سے جا کر کہے کہ ہماری سفارش کریں کہ ہماری ضروریات پوری کرے یا خدا سے ہمیں لے کر دیں ان دونوں صورتوں میں کیا یہ شرک ہوگا ؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نماز استسقاء پڑھائی تھی کہ آپ کی نسبت بلند ہے اس وقت روضہ اقدس پر حاضر ہو کر کیا سفارش نہیں کروائی ؟

الجواب باسم الملک الوهاب

دونوں صورتوں کا تعلق سماع موتی سے ہے، سماع موتی جمہور کے نزدیک ثابت ہے اگر قبر سے سوال کرنے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ مردہ مشکل کشا یا حاجت روا ہے تو یہ عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے، اگر اس شخص کا عقیدہ یہ نہ ہو تو دعا کرنا جائز ہے جیسا کہ آپ نے صحیح حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ یہ توسل کے متعلق ہے کیونکہ توسل کرنا زندہ یا مردہ سے اپنے اعمال یا غیر کے اعمال سے بہرحال ان تمام صورتوں کا مرجع توسل برحمۃ اللہ ہے اس لیے جائز ہے البتہ اگر بزرگان پر بغیر خطاب کے توسل کیا تو خروج عن الخلاف کی وجہ سے بہتر ہے۔

"انک لاتسمع الموتیٰ الآیة وبماروی فی ذلک من ان الارواح تکون علی شفیر القبور فی اوقات وبان المیت یسمع قرع النعال اذاانصرفوا عنه الی غیر ذلک فلولم یسمع المیت لم یسلم علیه وهذا واضح"......(تفسیر قرطبی: ۱۳/۲۳۳)

”والحق ان الموتیٰ یسمعون فی الجملة“......(تفسیر روح المعانی : ۲۱/۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ڈاڑھی کی تحقیر کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ڈاڑھی منڈا کر شیشہ میں دیکھ کر کہتا ہے کہ چہرہ اب تو خوبصورت ہوا، اس شخص کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے واضح کریں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

حضور ﷺ کا وہ عمل جو نصوص سے ثابت ہو اور مسلم ہو اس کا مذاق اڑانا یا تحقیر کرنا کفر ہے، اگر اس کا مقصد ڈاڑھی کی تحقیر کرنا تھی تو کفریہ الفاظ ہونے کی وجہ سے کافر ہو گیا۔

”لو لم یر السنة حقا کفر لانه استخفاف ووجهه ان السنة احد الاحکام الشرعیة المتفق علی مشروعیتها عند علماء الدین فاذا انکر ذلک ولم یرها شیئا ثابتا ومعتبرا فی الدین یکون قد استخف بها واستهانها وذلک الکفر“......(فتاویٰ شامی: ۱/۳۵۰)

”عن ابن عمر رضی الله عنهما قال خالفوا المشرکین وفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب“......(صحیح بخاری : ۲/۸۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قبر کے عذاب وراحت کے انکار کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶۹): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام لوگوں کے ایک ایسے گروہ کے متعلق جو عذاب وراحت قبر کا کلی طور پر انکار کرتے ہیں اور اس بارہ میں سرور دوعالم ﷺ کی صحیح احادیث کو نعوذ باللہ جھوٹی من گھڑت کہہ دیتے ہیں، کیا یہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں؟ کیا انہیں کافر کہہ سکتے ہیں، کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

قبر کی راحت اور اس کا عذاب قرآن پاک اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کا اس پر اجماع ہے البتہ معتزلہ جو کہ ایک گمراہ فرقہ ہے میں سے بعض افراد اس کا انکار کرتے ہیں، اس لیے اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابر نے اس کو گمراہ قرار دیا ہے اور چونکہ اس فرقے کا انکار تاویل کی وجہ سے ہے، اس لیے اکابر نے اس فرقے کو کافر کہنے میں احتیاط سے کام لیا ہے، مگر گمراہ بہر حال ہے، اور اہل السنۃ والجماعۃ اہل حق سے خارج ہے۔

”قال اهل السنة والجماعة عذاب القبر حق وسوال منكرونكير وضغطة القبر حق “......(فتاوىٰ شامى : ١/٦١٠)

”وانما يجوز الاقتداء به مع الكراهة اذالم يكن مايعتقده يؤدّى الى الكفر عنداهل السنة امالوكان مؤديا الى الكفر فلايجوز اصلا كالغلاة من الروافض الّذين يدعون الالوهية لعلى رضى الله عنه اوانّ النبوة كانت له فغلط جبرئيل ونحوذلك مماهوكفر وكذا من يقذف الصديقة اوينكر صحبة الصديق اوخلافته اويسب الشيخين وكالجهمية والقدرية والمشبهة القائلين بانه تعالى جسم كالاجسام ومن ينكر الشفاعة اوالرؤية اوعذاب القبر اوالكرام الكاتبين “......(حلبى كبيرى : ٤٤٣)

”وهوخير ايام الاسبوع ويوم عيد وفيه ساعة اجابة وتجتمع فيه الارواح وتزار القبور ويامن الميت فيه من عذاب القبر ومن مات فيه اوفى ليلته امن عن فتنة القبر وعذابه ولاتسجرفيه جهنم وفيه خلق آدم عليه السلام وفيه اخرج من الجنة وفيه يزور اهل الجنة ربهم سبحانه وتعالى“......(فتاوىٰ شامى : ١/٦١٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

منکرین حدیث کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۰): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شہر ژوب میں بعض لوگوں پر شبہ تھا کہ منکرین حدیث ہیں اور پرویزی خیالات وعقائد کے حامل ہیں، ان کا

سرغنہ مولوی تاج محمد نامی ایک عالم ہے، ان لوگوں نے علانیۃً تو انکارِ حدیث نہیں کیا لیکن مختلف محفلوں میں لوگوں نے مولوی تاج محمد سے استہزاء بالدین کی شکایت کی ہے، پھر ہم نے ان سے تحریری استفسارات کیا، مولوی تاج محمد نے جو جواب دیا ہم نے وہ ناکافی سمجھا، دوبارہ اس سے مختصر سوالات کیے لیکن وہ جواب بھی مثل اول حقیقت سوال سے روگردانی اور ادھر ادھر ٹال مٹول پر مشتمل تھا، اس سے وہ شبہ قوی ہوگیا، اب ہم نے آپ جناب کی خدمت میں سوالات کے دو مکتوب اور جوابات کے دو مکتوب روانہ کیے ہیں، آپ جناب مندرجہ ذیل فتویٰ صادر فرمائیں۔

(۱)　مولوی تاج محمد کا جواب سوال کے مطابق ہے یا نہ؟ (۲) اگر نہیں تو پھر حقیقت پر مبنی جواب کیا ہے؟ (۳) عالم ہونے کے باوجود ایسے سوالات سے روگردانی یا توقف کا حکم کیا ہے؟ (۴) مولوی مذکور اور ان کے رفقاء سوالات اور جوابات کی روشنی میں کن گروہ سے تعلق رکھتے ہیں (۵) بعض لوگ بلکہ بعض علماء بھی وسیع ظرفی کی بناء پر ہم پر تنگ نظری کا اعتراض کرتے ہیں کہ آج کل آزاد خیالی مناسب ہے خواہ مخواہ ہدایہ، وشامی یا کنز وقدوری پر لوگوں کو پابند نہ کریں، موجودہ دور کو عصری علوم اور سائنسی معلومات وتجربات کی مطابقت کی بناء پر فقہ کو جدید ڈھانچہ میں ڈھالنا ہے، کیا یہ درمیانی راستہ اختیار کرنا حق بجانب ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

غلام احمد پرویز منکرِ حدیث تھے اور پورے پاکستان کے جید علماء کرام اور مفتیان عظام اس کو کافر قرار دے چکے ہیں جس کا اہتمام فخر المحدثین حضرت العلامہ مولانا محمد یوسف البنوری رحمہ اللہ کر چکے تھے اور جو اس کو کافر نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے، کیونکہ وہ قطعیاتِ دین کا منکر تھا، جس کی تفصیل آپ کو ''پرویز کافر ہے'' (ایک ہزار علماء کرام کا فتویٰ) میں مل سکتی ہے، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا تھا، اس کو حاصل کریں آپ مطمئن ہوجائیں گے۔

''واذاروی رجل حدیثا عن النبی ﷺ ورده آخر قال بعض مشائخنا انه یکفر ومن المتأخرین من قال ان کان متواترا یکفر وکذلک لوقال بطریق الاستخفاف سمعناه کثیرا یکفر وفی الظهیریة ومن انکر المتواتر فقد کفر ومن انکرالمشهور یکفر عندالبعض وقال عیسی بن ابان یضلل ولایکفر وهوالصحیح''......(الفتاوی التاتارخانیة:۵/۳۲۷)

''فان الاخبارالمرویة عنه ﷺ علی ثلاث مراتب بینته کمافی شرح النخبة

ونخبته هناانه امامتواتر وهومارواه جماعة عن جماعة لايتصور تواطئهم على الكذب فمن انكره كفر اومشهور وهومارواه واحدعن واحد ثم جمع عن جمع لايتصور توافقهم على الكذب فمن انكره كفرعندالكل الاعيسى ابن ابان فان عنده يضلل ولايكفر وهوالصحيح اوخبرالواحد وهويرويه واحدعن واحد فلايكفر جاحد غيرانه يأثم بترك القبول اذاكان صحيحا اوحسنا وفى الخلاصة من ردحديثا قال بعض مشائخنا يكفر وقال المتاخرون ان كان متواترا كفر اقول هذا هوالصحيح الااذاكان ردحديث الآحاد من الاخبار على وجه الاستخفاف والاستحقار والانكار ،وفى فتاوى الظهيرية من روى عنده عن النبى ﷺ انه قال مابين بيتى ومنبرى اومابين قبرى ومنبرى روضة من رياض الجنة فقال الآخر ارى المنبر والقبر ولاارى شيئا انه يكفر وهومحمول على انه ارادبه الاستهزاء والانكار "......(شرح الفقه الاكبر:١٦٦)

"الكافربسب نبى، من الانبياء فانه يقتل حداولاتقبل توبته مطلقا ولوسب الله تعالى قبلت لانه حق الله تعالى والاول حق العبد لايزول بالتوبة ومن شك فى عذابه وكفره كفر (قوله فانه يقتل حدا) يعنى ان جزاءه القتل على وجه كونه حدا ولذاعطف عليه قوله ولاتقبل توبته لان الحد لايسقط بالتوبة فهوعطف تفسير وافاد انه حكم الدنيا اماعندالله تعالى فهى مقبولة كمافى البحر "......(الدرمع الرد:٣/٣١٧)

صاحب بزازیہ شاتم النبی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"وقال ابن سخنون المالكى اجمع العلماء ان شاتمه كافر وحكمه القتل ومن شك فى عذابه وكفره كفر"......(بزازيه على هامش الهندية: ٦/٣٢٢)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

محرم میں شادی بیاہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۷۱): محترم مفتی صاحب آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج کل محرم الحرام میں بالخصوص ۱۰ محرم الحرام کو شادی بیاہ کو ناجائز سمجھا جاتا ہے، برائے مہربانی شریعت مقدسہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کا موقع دیں، جزاک اللہ خیرا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

محرم کے مہینے میں نکاح کرنا شرعاً جائز ہے، اوراس کو ناجائز سمجھنا بدعت ہے، قرآن وسنت میں کہیں بھی کسی مہینے یا دن یا وقت میں نکاح کی ممانعت وارد نہیں ہوئی، اوراگر کوئی شخص اس غلط رواج کو ختم کرنے کی نیت سے اس مہینے میں نکاح کرتا ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا یہ فعل موجب اجر ہوگا۔

''سألته فی جماعة لایسافرون فی صفر ولایبدؤن بالاعمال فیه من النکاح والدخول ویتمسکون بماروی عن النبی ﷺ من بشرنی بخروج صفربشرته بالجنة هل یصح هذا الخبر وهل فیه نحوسة ونهی عن العمل وکذا لایسافرون اذاکان القمر فی برج العقرب وکذالایخیطون الثیاب ولایقطعونها اذاکان القمر فی برج الاسد هل الامر کمازعموا قال امامایقولون فی حق صفر فذلک شیء کانت العرب یقولونه واما مایقولون فی القمر فی العقرب اوفی الاسد فانه شیء یذکره اهل النجوم لتنفیذمقالتهم ینسبون الی النبی ﷺ وهو کذب محض کذافی جواهرالفتاویٰ''......(فتاوی هندیة: ۵/۳۸۰)

''من احدث فی امرناهذا مالیس منه فهورد (متفق علیه) قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سندظاهراوخفی ملفوظ اومستنبط فهومردودعلیه ''......(مرقات : ۱/۳۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

علی مشکل کشا کہنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۷۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کی بابت کہ اگر کوئی علی مشکل کشا کہے تو یہ کہنا کیسا ہے؟ نیز علی مشکل کشا کہنے والے کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں، جواب مصدقہ مہر کے ساتھ ہونا چاہیئے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر صحیح العقیدہ شخص یہ عقیدہ رکھتے ہوئے علی مشکل کشا کہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مشکل فقہی مسائل کو حل کرنے میں مہارت رکھتے تھے تو یہ بلا قباحت صحیح ہے لیکن اگر کوئی غلط عقیدہ والا شخص علی مشکل کشا اس عقیدہ سے کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی طرح مصائب کو دور کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں تو یہ بلا شبہ ناجائز ہے، چونکہ یہ الفاظ بظاہر موہم شرک ہیں لہذا عوام کے سامنے ایسے الفاظ سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

"کمافی مجموعة الفتاوی علی هامش خلاصة الفتاوی...... این وظیفه متضمن ست ندای اموات راازامکنه بعیده وشرعاً ثابت نیست که اولیاء راقدرتے حاصل است که ازامکنه بعیده ندارابشنوند البته سماع اموات سلام زائر قبر راثابت است بلکه اعتقاد اینکه غیرحق سبحانه حاضروناظر وعالم خفی وجلی درهروقت ویرآن است اعتقاد شرک است" ......(خلاصة الفتاویٰ : ۴/۳۳۱)

"ومنها انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون الله تعالی واعتقاده ذلک کفر" ......(فتاویٰ شامی: ۲/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غیر نبی اور غیر صحابی کے لیے علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کا استعمال:

مسئلہ نمبر(۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارہ میں

(۱) کیا غیر نبی کو علیہ السلام کہہ سکتے ہیں؟

(۲) کیا غیر صحابی مثلاً ولی وقطب اور غوث کے ساتھ رضی اللہ لکھنا صحیح ہے؟

قرآن وسنت کی روشنی میں جواب کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) صورت مرقومہ میں غیر نبی کے نام کے ساتھ علیہ السلام لگانا درست نہیں ہے۔

”ولایصلی علی غیر الانبیاء ولاغیر الملائکۃ الابطریق التبع (قولہ ولایصلی علی غیر الانبیاء)لان فی الصلوۃ من التعظیم مالیس فی غیرھا من الدعوات وھی زیادۃ الرحمۃ والقرب من اللہ تعالیٰ ولایلیق ذلک بمن یتصور منہ خطابا والذنوب الاتبعا بان یقول اللہم صل علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم لان فیہ تعظیم النبی ﷺ“......(فتاوی الشامی : ۵/۵۳۱)

” وقال الجمھور من العلماء لایجوز افراد غیر الانبیاء بالصلوۃ لان ھذا قدصارشعار الانبیاء اذاذکروافلایلحق بھم غیرھم ......وقال آخرون لایجوزذلک لان الصلوۃ علی غیر الانبیاء قدصارت من شعار اھل الاھواء یصلون علی من یعتقدون فیھم فلایقتدی بھم فی ذلک“......(تفسیرابن کثیر :۵/۲۲۸)

(۲) واضح رہے کہ صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے،اورغیرصحابی کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کہنا چاہیئے ،البتہ اس کاعکس بھی جائز ہے۔

”قولہ یستحب الترضی للصحابۃ لانھم کانوا یبالغون فی طلب الرضا من اللہ تعالیٰ ویجتھدون فی فعل مایرضیہ ویرضون بمایلحقھم من الابتلاء من جھۃ اشدالرضا فھؤلاء احق بالرضا وغیرھم لایلحق ادناھم ولوانفق مل ء الارض ذھبا......زیلعی“......(ردالمحتار: ۵/۵۳۲)

”والتراحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والعباد وسائرالاخیاروکذایجوزعکسہ للترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدھم علی الراجح ذکرہ الکرمانی وقال زیلعی الاولی ان یدعوا للصحابۃ بالترضی وللتابعین بالرحمۃ ولمن بعدھم بالمغفرۃ والتجاوز“......(درمختارعلی ھامش الشامی: ۵/۵۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ڈاڑھی نوچنے والے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۷۴): کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھگڑے میں ایک فریق نے دوسرے فریق کی ڈاڑھی نوچی،کیاڈاڑھی نوچنے سے وہ فریق اسلام سے خارج ہوگیا،جب کہ ڈاڑھی نوچنے والے کی نیت بے ادبی کی نہیں تھی،اورایسا کرنے کے بعداس سے توبہ بھی کرلی،نیزکیاڈاڑھی نوچنے والے کانکاح ختم ہوگیایاباقی ہے؟ بینواتوجروا(نوٹ)جب کہ ابھی تک رخصتی بھی نہیں ہوئی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

ڈاڑھی شعائراسلام میں سے ہے،اس کی توہین کرنا کفرہےلیکن مذکورہ صورت میں چونکہ اس کی نیت توہین کی نہیں تھی اس لیےاس سے کفرلازم نہیں آئےگالیکن یہ گناہ کبیرہ میں داخل ہےاس لیےاب توبہ کرنے کے بعدآئندہ اس قسم کےفعل سےمکمل اجتناب کریں،اورشخص مذکورکانکاح بدستورقائم ہے،اس کااعلانیہ توبہ تائب ہونالازم ہے۔
البتہ اگرجرم اعلانیہ کیاہوتوتوبہ اعلانیہ لازم ہےاوراگرجرم اعلانیہ نہیں کیاتوتوبہ اعلانیہ ضروری نہیں ہے۔

”والاستهزاء بشئ من الشرائع كفر“......(الدرعلى هامش الرد : ۴/۴۱۹)

”قوله لوعامد غيرمستخف فلوغيرعامد فلااساء ة ايضا بل تندب اعادة الصلوة كماقدمناه فى اول بحث الواجبات ولومستخفا كفرلمافى النهر عن البزازية لولم يرالسنة حقاكفر لانه استخفاف اه“

”ووجهه ان السنة احدالاحكام الشرعية المتفق على مشروعيتها عندعلماء الدين فاذاانكر ذلك ولم يرها شيئا ثابتا ومعتبرافى الدين يكون قداستخف بهاواستهانها وذلك كفرتامل“......(فتاویٰ شامی: ۱/۳۵۰)

”ثم ان كانت نية القائل الوجه الذى يمنع التكفير فهومسلم وان كانت نية الوجه الذى يوجب التكفير لاتنفعه فتوى المفتي ويومربالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديدالنكاح بينه وبين امرء ته كذا فى المحيط“......(فتاوى الهندية: ۲/۲۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایصال ثواب کاحکم اورافضل مصرف؟

مسئلہ نمبر(۷۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) ایصال ثواب نفل پڑھ کرنا جائز ہے؟

(۲) اگرروپے کی کمی ہواورصدقہ کرنامقصودہوتو گاؤں والوں کو(برادری) کھلانا چاہیئے یاکسی مدرسہ میں دے دینا چاہیئے؟کون سی صورت بہتر ہے؟ جب کہ برادری میں ہرطرح کے لوگ ہیں کچھ ٹھیک اورکچھ غلط؟جواب جلدازجلدعنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) نفل نمازپڑھ کرمیت کوایصال ثواب کیاجاسکتا ہے۔

”قوله بعبادة ما ای سواء کانت صلوة اوصوما اوصدقة اوقراء ۃ اوذکرا اوطوافا اوحجا اوعمرة اوغیرذلک“......(ردالمحتار: ۲/۲۵۶)

(۲) مدرسہ کوصدقہ وغیرہ کرنازیادہ افضل ہے کیونکہ مصرف اعلی اورنمائش کاخطرہ کم ہوتا ہے۔

”التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاهل“......(فتاویٰ هندیة: ۱/۱۸۷)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

”اویعفوا الذی بیده عقدة النکاح“ سےکون مرادہے؟

مسئلہ نمبر(۷۶): بخدمت جناب حضرت مفتی حمیداللہ جان

آیت مبارکہ ”وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقدفرضتم لهن فریضة فنصف مافرضتم الاان یعفون اویعفوا الذی بیده عقدة النکاح“

یہاں عام تفاسیر میں ”اویعفوا الذی بیده عقدة النکاح“ سے مرادخاوند لئے گئے ہیں،بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہاں اس سے مرادولی ہونا چاہیئے کیوں کہ نکاح کی گرہ اس کے ہاتھ میں ہے نا کہ خاوند کے ہاتھ میں، اب ان دونوں باتوں میں صحیح بات کیا ہے؟ برائے مہربانی آسان اور مدلل طریقے سے راہنمائی فرماکرعنداللہ ماجورہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مفسرین کرام نے "الذی عقدۃ النکاح" یعنی وہ شخص کہ اس کے اختیار میں نکاح کی گرہ ہے اس سے مراد خاوند لیا ہے (تفسیر عثمانی: ۱/۲۰۰)

علامہ آلوسی بغدادی اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح المعانی میں "الذی عقدۃ النکاح" کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں۔

"وھو الزوج المالک لعقد النکاح وحلہ وھو التفسیر الماثور عن رسول اللہ ﷺ کما اخرجہ ابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط والبیھقی بسند حسن عن ابن عمر مرفوعا ......وبہ قال جمع من الصحابۃ"......(روح المعانی: ۲/۱۵۴، مطبع بیروت)

ترجمہ: علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں "الذی عقدۃ النکاح" کی یہ تفسیر لکھی ہے کہ اس سے مراد وہ خاوند ہے جو عقد نکاح اور اس کے حلال ہونے کا مالک ہے، اور یہی اس کی تفسیر ہے جیسا کہ ابن جریرؒ ابن ابی حاتمؒ اور طبرانیؒ نے اوسط میں اور بیہقیؒ نے رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کی سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً تخریج کی ہے اور ایک جماعت صحابہ کرام میں سے یہی کہہ چکے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نبی کریم ﷺ کی حیات کے منکر امام کی اقتداء کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کوئی شخص جو کہ مسجد کا امام ہے اس کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ نہیں ہیں، کیا ایسے شخص یعنی امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

علماء اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کا عقیدہ اور اجماع ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں لہذا جو شخص نبی کریم ﷺ کی حیاۃ فی القبر کا منکر ہے وہ بدعتی ہے اور غلط عقیدے والا ہے، اور اہل السنۃ والجماعۃ مسلک دیوبند سے خارج ہے اور واجب العزل ہے اور ایسے شخص کی امامت درست نہیں ہے، یعنی مکروہ تحریمی ہے۔

''کماوردفی الحدیث عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ان من افضل ایامکم یوم الجمعة ......فاکثروا علی من الصلوة فیه فان صلوتکم معروضة علی قالوا یارسول الله کیف تعرض صلوتنا علیک وقدارمت قال ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجسادالانبیاء ''......(سنن ابی داؤد : ۱۵۵/ ۱،سنن نسائی: ۱۵۴/ ۱)

''عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال من صلی علی عندقبری سمعته ومن صلی علی نائیاابلغته ''......(مشکوة المصابیح : ۸۸/ ۱)

''والاحسن ان یقال ان حیاته ﷺ لایتعقبها موت بل یستمر حیاوالانبیاء احیاء فی قبورهم ''......(هامش علی البخاری : ۵۱۷/ ۱)

'' عن ابن عباس مرفوعا مامن احدیمربقبراخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا یسلم علیه الاعرف وردعلیه ''......(روح المعانی : ۵۵/ ۲۰)

''ومماهومقرر عندالمحققین انه ﷺ حی یرزق ممتع بجمیع الملاذ والعبادات غیرانه حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات ......ینبغی لمن قصد زیارة النبی ﷺ ان یکثرالصلوة علیه فانه یسمعها وتبلغ الیه الی ان قال فتقف بمقدار اربعة اذرع بعیدا عن المقصورة الشریفة بغایة الادب مستدبر القبلة محاذیا لرء س النبی ﷺ ووجهه الاکرام ملاحظا نظره السعید الیک سماعه کلامک ورده علیک سلامک وتامینه علی دعائک وتقول السلام علیک یاسیدی یارسول الله ''......(مراقی الفلاح متن حاشیة الطحطاوی : ۲۴۶)

''ویکره امامة عبدولومعتقا واعرابی وفاسق واعمیٰ ''......(ردالمحتار : ۴۱۴/ ۱)

''کراهة تقدیم الفاسق والمبتدع کراهة التحریم ''......(البحرالرائق : ۶۱۱/ ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کفریہ الفاظ کہنے والے کے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر(۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اپنی بیوی ثمینہ بنت سلیم خان کو ۳ طلاق دیں، اس وجہ سے کہ اس نے الفاظ کفریہ جو مندرجہ ذیل ہیں کہے ہیں جس کی وجہ سے عورت کو نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔

(۲) اس نے اپنے منہ سے کہا کہ اللہ کا کیا حق ہے کہ میں اس کی عبادت کروں، اس نے مجھے کون سی نعمت دی ہے کہ میں اس کی عبادت کروں، میں دین پر کوئی نہیں چلوں گی، دین پر چلنے کی وجہ سے ہی ذلیل ہوئی ہوں۔

(۳) پردے کی تاکید پر اس نے کہا میں ان رشتے دار پر اعتماد کرتی ہوں رسول پر نہیں۔

(۴) غیر مردوں کے ساتھ اس کے تعلق بندہ کے تجربے میں آئے ہیں، صرف سننے کی بات نہیں ہے، کیا ایسی عورت کو قرآن نے کیا فتویٰ دیا آیا جائز ہے یا نا جائز؟ پھر اس عورت کے پاس بچی کو دودھ والے زمانے سے زیادہ رکھنا جائز ہے یا نہیں جب کہ ان کا ماحول فلموں اور گانوں اور اللہ ورسول کو گالیاں دینے اور جنت دوزخ کا مذاق اڑانے والا ہے، تو فتویٰ دیا جائے کہ آیا یہ الفاظ کفریہ ہیں یا نہیں؟ اور عورت کو طلاق ان الفاظ کی وجہ سے ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور بچی کو پرورش کے لیے اس کے پاس رہنے دیا جائے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال تین طلاقیں واقع ہو کر نکاح ٹوٹ گیا ہے، اب دوبارہ شوہر نہ نکاح کرسکتا ہے اور نہ بدوں حلالہ شرعیہ کے رجوع کرسکتا ہے۔

(۲،۳) یہ الفاظ کفریہ ہیں ان کے کہنے پر بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

”تربية الولد (تثبت للام) النسبية ولو كتابية اومجوسية بعدالفرقة الاان تكون مرتدة......اوفاجرة فجورا يضيع الولدبه كزنا وسرقة ونياحة كمافى البحر والنهر بحثا“......(فتاوى شامى: ۳/۵۵۶)

بشرط صحت سوال عورت کے غیر مردوں کے ساتھ تعلقات ہیں اور وہ عورت بدچلن ہے تو اس وجہ سے اس کا حق حضانت (پرورش) ساقط ہو گیا، بچی اس کو نہ دی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عیسائیت اختیار کرنے والے میاں بیوی کے نکاح، جنازہ اوران کی جائیداد کا حکم:

مسئلہ نمبر(۷۹): بخدمت جناب مفتی حمید اللہ جان صاحب

جناب عالی!

محترم جناب مفتی صاحب مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں، امید کرتا ہوں کہ آپ اسلام، قرآن وحدیث کی نظر میں اپنے اللہ کی رضا کے لیے صحیح فتویٰ صادر فرمائیں گے۔

(۱) اگر کوئی مسلمان بیوی مسیحی مذہب اختیار کرلیتی ہے تو کیا وہ کتابیہ کہلائے گی اور اس کا نکاح مسلمان خاوند سے برقرار رہے گا؟

(۲) کیا کوئی عورت مسیحی مذہب چھوڑ کر دین اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جائے اور پھر دوبارہ واپس مسیحی مذہب اختیار کرلے تو ایسی عورت کے لیے اسلام، قرآن اور شریعت کا قانون کیا کہتا ہے؟

(۳) اگر کوئی مسلمان آدمی کسی مسیحی عورت کو نکاح سے پہلے اسے اسلام قبول کروا کر مسلمان بنائے اور پھر وہی مسلمان آدمی اس مسلمان عورت سے ملی بھگت کر کے بدنیتی کی بناء پر محض جائیداد اور پیسوں کی ہوس اور لالچ کی خاطر واپس دوبارہ مسیحی مذہب اختیار کروادے تو اس صورت میں وہ مسلمان آدمی اور عورت دونوں اسلام، قرآن اور اسلامی شریعت کے مطابق کس سزا کے مستحق ہیں؟

(۴) اگر کوئی شخص (مثلاً فادر انور لادر) واضح علم میں ہونے کے باوجود جان بوجھ کر بدنیتی کی بناء پر مسیحی جائیداد ہتھیانے کے لیے ایک مسلمان میاں بیوی بچوں سمیت کیتھولک مسیحی ہونے کے سرٹیفکیٹس اور کرسچن فیملی کیتھولک ممبر شپ چرچ کارڈ جاری کردے جو کہ صرف اور صرف مسیحی خاندانوں کو جاری کیے جاتے ہیں اس صورت میں اپنے مفاد کی خاطر مسلمان گھرانے کے بطور مسیحی سرٹیفکیٹس حاصل کرنے کے بعد ان کی بطور مسلمان شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۵) اگر دو مذاہب رکھنے والے بیک وقت مسلمان (موجودہ ریکارڈ کے مطابق بحیثیت مسلمان دستاویزات موجود ہوں) اور مسیحی (موجودہ ریکارڈ کے مطابق بحیثیت مسیحی دستاویزات بھی موجود ہوں) ایسے لوگوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا وہ مسلمان کہلائیں گے یا مسیحی؟ اور ان کی موت واقع ہونے کی صورت میں کون سے قبرستان میں دفن کیا جائے گا؟ مسلمانوں کے قبرستان میں یا مسیحی قبرستان میں؟

(۶) اگر کسی مسلمان کی کتابیہ بیوی فوت ہو جائے تو اس کتابیہ بیوی کی جائیداد کا وارث کون ہوگا؟ کیا اس کا مسلمان خاوند یا مسلمان اولاد یا اس کے مسیحی بہن بھائی؟

(۷) اگر کوئی عورت مسیحی مذہب چھوڑ کر دین اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جائے تو اس صورت میں کیا اس کا مسیحی والدین کی جائیداد میں حصہ بنتا ہے یا نہیں؟

جواب کا طلب گار
بابر گل ولد سموئیل فلپس گل 271 ستلج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت تمام مندرجات استفتاء

(۱) صورت مذکورہ میں مسلمان بیوی نے جونہی مسیحی مذہب اختیار کیا وہ اسلام سے خارج ہوگئی، اب وہ مرتدہ کہلائے گی اور اس کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔

”المرتد عرفا ھو الراجع عن دین الاسلام کذافی النھر الفائق ورکن الردة اجراء کلمة الکفر علی اللسان بعدوجود الایمان“......(فتاوی ھندیة: ۲/۲۵۳)

”ویبطل منہ اتفاقا مایعتمد الملة وھی خمس النکاح والذبیحة والصید والشھادة والارث“......(الدرالمختار: ۱/۳۵۹)

(۲) ایسی عورت جو اسلام سے مرتد ہو کر کوئی اور مذہب اختیار کر لے تو اس کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے، اور توبہ کرنے پر اس کو مجبور بھی کیا جائے گا، چاہے اس کو مارنا بھی پڑے البتہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

”ولاتقتل المرتدة بل تحبس حتی تسلم وتضرب فی کل ثلاثة ایام مبالغة فی الحمل علی الاسلام “......(فتاوی ھندیة: ۲/۲۵۴)

(۳) صورت مذکورہ کے مطابق اگر کوئی مسلمان کسی عورت کو اسلام چھوڑنے کی تلقین کرتا ہے اور اسے دوسرا مذہب اختیار کروا دیتا ہے تو ایسی صورت میں یہ مسلمان بھی کافر ہو جائے گا۔

”اذالقن الرجل رجلا کلمة الکفر فانہ یصیر کافرا وان کان علی وجہ اللعب وکذا اذاامر رجل امرءة الغیر ان ترتد وتبین من زوجھا یصیر ھو کافرا ھکذا روی عن ابی یوسف وعن ابی حنیفة ان من امر رجلا ان یکفر کان الآمر کافرا کفر المامور اولم یکفر قال ابو اللیث اذاعلم الرجل رجلا کلمة الکفر یصیر کافرا اذاعلمہ وامرہ بالارتداد وکذا فی من علم المرءة کلمة الکفر

انما یصیر ھو کافرا اذا امرھا بالارتداد کذا فی فتاوی قاضی خان ''......(فتاوی ھندیۃ: ۲/۲۷۵)

(۴)　صورت مذکورہ میں اگر خاوند اور بیوی نے اپنی رضامندی سے مسیحی مذہب اختیار کیا ہے اور مسیحی مذہب کے سرٹیفکیٹس حاصل کیے ہیں اور کرسچن فیملی کیتھولک کی ممبرشپ بصورت کارڈ حاصل کر لی ہے، وہ کارڈ جس کے اجراء سے آدمی مسیحی مذہب کا پیروکار سمجھا جاتا ہے تو ایسی صورت میں میاں بیوی دونوں اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔

''ومن اتی بلفظۃ الکفر مع علمہ انھا لفظۃ الکفر عن اعتقادہ فقد کفر ولو لم یعتقد او لم یعلم انھا لفظۃ الکفر ولکن اتی بھا علی اختیار فقد کفر عند عامۃ العلماء لا یعذر بالجھل ''......(فتاوی التاتارخانیۃ: ۵/۳۱۲)

(۵)　واضح رہے کہ شریعت اسلامی میں کوئی انسان بیک وقت دو مذہب اختیار نہیں کر سکتا، اگر کوئی اسلام کے ساتھ دوسرا مذہب اختیار کرے گا تو وہ مرتد ہو جائے گا، اگر اسی حالت میں فوت ہو گیا تو اس کو کافروں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

''ان الدین عند اللہ الاسلام ''......(سورۃ آل عمران)

''ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ ''......(آل عمران)

(۶،۷)　شریعت اسلامی میں وارث اور میت کے درمیان کفر اور اسلام کا اختلاف مانع ارث میں سے ہے، صورت مذکورہ میں اگر واقعۃً مسلمان خاوند کی بیوی کتابیہ ہے یا مسلمان عورت کے والدین مسیحی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ عورت والدین کی وفات کے وقت مسلمان تھی تو ایسی صورت میں اختلاف دینین کی وجہ سے مسلمان کسی غیر مسلم کا وارث نہیں بن سکتا اور نہ کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کا وارث بن سکتا ہے۔

''واختلاف الدینین ایضا یمنع الارث والمراد بہ الاختلاف بین الاسلام والکفر بقولہ ﷺ لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم ''

......(البحر الرائق: ۹/۳۸۶)

''ثم لا خلاف ان الکافر لا یرث المسلم بحال وکذلک لا یرث المسلم الکافر فی قول اکثر الصحابۃ رضی اللہ عنھم وھو مذھب الفقھاء ''

......(المبسوط: ۳۰/۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن میں یاجوج ماجوج کا ذکر:

مسئلہ نمبر(۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یاجوج ماجوج کا ذکر قرآن پاک اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

یاجوج ماجوج کا ذکر قرآن وحدیث میں تفصیل کے ساتھ وارد ہوا ہے۔

"قالوا یاذا القرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض، الآیۃ"......(سورۃ الکھف ۹۴)

"وفی روایۃ عبدالرزاق عن قتادۃ ان یاجوج وماجوج ثنتان وعشرون قبیلۃ بنی ذوالقرنین السد علی احدی وعشرین وکانت واحدۃ منھم خارجۃ للغزو فبقیت خارجۃ وسمیت الترک لذلک وقیل یاجوج من الترک وماجوج من الدیلم وقیل من الجیل "......(تفسیرروح المعانی : ۱۶/۳۸)

"یاجوج وماجوج اسمان لقبیلتین والمضاف محذوف یعنی فتح سدھما عنھما"......(تفسیرمظھری :۲/۱۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کفریہ عقائد رکھنے والے شخص کے ساتھ صحیح العقیدہ لڑکی کے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر(۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بچی کا نکاح 21.02.2010 کو ہوا تقریباً بچی کی عمر 20 سال ہے، یہ نکاح کسی کے ذریعہ سے طے پایا تھا، جس گھر میں بچی کا نکاح ہوا تھا، ان گھر والوں نے اپنے آپ کو سید اور سنی ظاہر کیا کیونکہ بچی حافظہ اور سنی حنفی دیوبندی عقیدہ رکھنے والی ہے، اور خاندان سادات سے تعلق رکھنے والی ہے، بعد میں جب بچی اس گھر یعنی سسرال گئی تو وہاں کا ماحول بالکل بدلا ہوا تھا، نہ دینی لحاظ سے ماحول اچھا تھا اور نہ اخلاقی لحاظ سے ماحول اچھا تھا، کیونکہ اس گھر والوں کا عقیدہ شیعہ رافضی کا عقیدہ نکل آیا، بچی پر انہوں نے تشدد بھی کیا اور بچی کو مارتے پیٹتے بھی رہے، اور زبردستی اپنا مذہب بھی بچی پر ٹھونسنے کی کوشش کی، مگر جب کچھ بھی کارگر ثابت نہ ہوسکا تو بچی کو گھر سے نکال دیا، قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا ایسے شخص کے

ساتھ بچی رہ سکتی ہے؟ کیا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ اکثر علماء کرام سے سنا ہے کہ شیعہ اور سنی کا نکاح آپس میں سرے سے ہوتا ہی نہیں ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ صورت میں اگرلڑکی کا خاوندکفریہ عقائدرکھتاہے مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگا تا ہو یا حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرتا ہو یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا قائل ہو یا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق یہ اعتقادرکھتاہو کہ انہوں نے حضورﷺ کے پاس وحی پہنچانے میں غلطی کی یا اورکوئی ایسا عقیدہ رکھتا ہو جو صریح قرآن وحدیث اور نصوص قطعیہ کے مخالف ہو وہ کافر ہے، اس سے ابتداء ہی سے لڑکی کا نکاح صحیح نہیں ہوالہذا فسخ کی بھی ضرورت نہیں ہے، اوراگراس کا عقیدہ کفریہ نہیں ہے، صرف سب وشتم کرتا ہوتو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض تکفیرکرتے ہیں اور بعض تکفیر نہیں کرتے بلکہ صرف تفسیق کرتے ہیں، ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ اس کی رضامندی سے یا ڈرا کر یا لالچ دلاکراس سے طلاق حاصل کرلی جائے یا خلع کرلیا جائے اوراگر یہ نہ ہوسکے تو عورت کے اولیاء عدم کفوٗ کی بنیاد پرعدالت میں فسخِ نکاح کا دعوی دائر کردیں۔

”نعم لاشک فی تکفیرمن قذف السیدة عائشة رضی الله عنها اوانکرصحبة الصدیق اواعتقدالالوهیة فی علی اوان جبرائیل غلط فی الوحی اونحوذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن“......(فتاوی شامی : ۳/۳۲۱)

”اقول نعم نقل فی البزازیة عن الخلاصة ان الرافضی اذاکان یسب الشیخین ویلعنهما فهوکافر وان کان یفضل علیا علیهما فهومبتدع اه وهذا لایستلزم عدم قبول التوبة علی ان الحکم علیه بالکفر مشکل لمافی الاختیار اتفق الائمة علی تضلیل اهل البدع اجمع وتخطئتهم وسب احدمن الصحابة وبغضه لایکون کفرا ولکن یضلل“......(ردالمحتار: ۳/۳۲۱)

”ومنهااسلام الرجل اذاکانت المرءة مسلمة فلایجوز انکاح المؤمنة الکافر لقوله تعالی ولاتنکحوا المشرکین حتی یومنوا“......(بدائع الصنائع : ۳/۵۵۴)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایصال ثواب کا مسنون طریقہ:

مسئلہ نمبر(۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایصال ثواب کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ایصال ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ جتنی بھی استطاعت ہو تلاوت قرآن مجید یا صدقہ وذکر و درود شریف وغیرہ کر کے یہ کہے کہ یا اللہ! جو ہم نے ذکر تلاوت وغیرہ کی ہے اس کا ثواب فلاں کو پہنچا تو ان کی طرف سے اس کو پورا پورا ثواب پہنچتا ہے، اورا تنا ہی پہنچانے والے کو بھی ثواب ملتا ہے۔

”وفی شرح اللباب ویقرء من القرآن ماتیسر له من الفاتحة واول البقرة الی المفلحون واية الكرسی وآمن الرسول وسورة یس وتبارک الملک وسورة التكاثر والاخلاص اثنی عشرمرة اواحدی عشراوسبعا اوثلاثا ثم یقول اللهم اوصل ثواب ماقرء نا ه الی فلان اوالیهم“......(فتاوی شامی : ۱/۶۶۲)

”عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من دخل المقابر ثم قرء فاتحة الكتاب وقل هوالله احد والهكم التكاثر ثم قال انی جعلت ثواب ماقرء ت من كلامک لاهل المقابر من المؤمنین والمؤمنات كانوا شفعاء له الی الله تعالی“......(مرقاة المفاتیح: ۴/۱۷۳)

” عن علی مرفوعا من مرعلی المقابر وقرء قل هوالله احداحدی عشر مرة ثم وهب اجره للاموات اعطی من الاجر بعددالاموات “......(بحواله بالا)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایصال ثواب کے لیے ایام کی تعیین درست نہیں:

مسئلہ نمبر(۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دیوبندی حضرات کہتے ہیں کہ ہم تیسرا، دسواں نہیں کرتے، البتہ ان دنوں میں لوگوں کو بلا کر مسجد میں قرآن پاک وغیرہ پڑھتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ بغیر اعتقاد تعیین یوم ذکر و تلاوت وطعام وغیرہ کے ذریعہ ایصال ثواب ہر روز جائز بلکہ کار ثواب ہے البتہ تخصیص ایام کا عقیدہ شرعاً درست نہیں ہے۔

”مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص و اوراضروری انگاشتن درشریعت محمدیہ ثابت نیست صاحب نصاب الاحتساب آنرا مکروہ نوشتہ رسم وراہ تخصیص بگذارند وبھر روزیکہ خواھند ثواب بروح میت برسانند ومیت قریب مرک خودزیادہ ترمحتاج مددمی باشد ہرقدر کہ ایصال ثواب بھرروزیکہ شود موجب خیر است کذا فی فتح القدیر “......(مجموعة الفتاویٰ علی ہامش خلاصة الفتاویٰ: ۱/۱۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سنی عورت کا شیعہ مرد سے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دلہا کا تعلق فقہ جعفریہ سے ہے یعنی شیعہ ہے اور دلہن کا تعلق اہل سنت والجماعت سے ہے، کیا ان کا نکاح آپس میں ہوسکتا ہے اور جو لوگ نکاح میں شریک ہو چکے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

فقہ جعفریہ کے عقائد کے فساد کی وجہ سے کسی سنی لڑکی کا نکاح فقہ جعفریہ سے تعلق رکھنے والے شخص سے جائز نہیں ہے، اگر نکاح پہلے ہو چکا ہے تو یہ نکاح ناجائز ہے۔

”نعم لاشک فی تکفیرمن قذف السیدة عائشة رضی الله عنها اوانکرصحبة الصدیق او اعتقدالالوهیة فی علی اوان جبرائیل غلط فی الوحی اونحوذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن “......(فتاوی شامی : ۳/۳۲۱)

”ویجب اکفارالروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الالٰه الی الائمة وبقولهم فی خروج امام باطن وبتعطیلهم الامر والنهی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبرئیل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علی ابن ابی طالب رضی الله عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین کذافی الظهیریة“......(فتاوی الهندیة: ۲/۲۶۴)

"ومنها اسلام الرجل اذا کانت المرءة مسلمة فلا یجوز انکاح المؤمنة الکافر"......(بدائع الصنائع : ۲/۵۵۴)

ایسی مجلس میں شرکت کرنے والا گناہ گار رہے۔

"عن جریر بن عبدالله قال سمعت رسول الله ﷺ یقول مامن رجل یکون فی قوم یعمل فیهم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیروا علیه ولا یغیرون الا اصابهم الله منه بعقاب قبل ان یموتوا"......(مشکوة المصابیح: ۲/۴۵۰)

"رجل دعی الی ولیمة اوطعام فوجد ثمه لعبا اوغناء لابأس بان یقعد ویاکل وهذا اذا لم یکن ذلک علی المائدة بل فی المنزل فان کان ذلک علی المائدة اویشربون الخمر علی المائدة لایقعد وهذا اذا کان الرجل حامل الذکر فان کان ممن یقتدی به لایقعد ان لم یقدر علی النهی فی الوجهین"......(خلاصة الفتاویٰ: ۴/۳۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قادیانیوں کے ساتھ تعلقات کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۵): محترم ومکرم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل امور میں فتویٰ درکار ہے، کہ قادیانیوں کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنا، ان کے جنازہ میں شریک ہونا، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا، دوستی قائم کرنا، عبادت کرنا، خوشی وغمی میں شریک ہونا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، ملازمت کرنا یا ملازم رکھنا، خرید وفروخت کرنا کیا حرام اور کبیرہ گناہ ہے؟ جب کہ ہم نے سن رکھا ہے کہ آپ ﷺ یہودی کی عیادت فرماتے تھے، اسلام میں سلام کا جواب مشروع ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین غیر مسلموں سے تجارت اور ملازمت اور قرض کے معاملات کیا کرتے تھے، اور اگر لاعلمی میں قادیانی سے تعلقات ہوں بعد میں پتہ چل جائے کہ وہ شخص قادیانی ہے تو تعلقات قائم رکھ کر دعوت دی جاسکتی ہے جب کہ بائیکاٹ کی صورت میں دعوت بھی نہیں دی جاسکتی، بلکہ تعلقات کی صورت میں اچھے انداز سے دعوت دی جاسکتی ہے ورنہ دعوت کا کیا طریقہ ہوگا۔

برائے مہربانی راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

قادیانی زندیق ہیں اور زندیق کے احکام عام کفار سے جدا اور سخت ہیں، عام کفار کے ساتھ موالات کی اجازت نہیں ہے، معاملات کی اجازت ہے جب کہ زندیق کے ساتھ نہ موالات کی اجازت ہے اور نہ ہی معاملات کی لہذا قادیانیوں کے ساتھ مذکورہ فی السوال تعلقات رکھنا جائز نہیں ہے، حتی الامکان بچنا ضروری ہے، اگر لاعلمی سے ان کے ساتھ تعلقات رکھ چکے ہوں تو جیسے ہی پتہ چلے فوراً منقطع کردیں اور گزشتہ پر توبہ کریں، ان کے ساتھ دوستی اور محبت رکھے بغیر کسی مناسب طریقے سے دعوت دی جاسکتی ہے، جیسا کہ ظاہری ملاطفت بغیر موالات و معاملات کے۔

زندیق اس کافر کو کہتے ہیں جو شرعی اصطلاحات والفاظ کو تو نہ بدلے بلکہ ان کے اجتماعی اور متفق علیہ مفہوم کو بدل دے۔

”قال العلامة ابن کمال باشا فی رسالة الزندیق فی لسان العرب یطلق علی من ینفی الباری تعالی وعلی من یثبت الشریک وعلی من ینکر حکمته والفرق بینه وبین المرتد العموم الوجهی لانه قد لایکون مرتدا کمالو کان زندیقا اصلیا غیر منتقل عن دین الاسلام والمرتد قدلایکون زندیقا کمالوتنصرا وتهود وقدیکون مسلما فیتزندق واما فی اصطلاح الشرع فالفرق اظهر لاعتبارهم فیه ابطان الکفر والاعتراف بنبوة نبینا ﷺ علی ما فی شرح المقاصد“......(فتاوی شامی : ۳/۳۲۴)

”قوله المعروف ای بالزندقة الداعی ای الذی یدعوالناس الی زندقته اه فان قلت کیف یکون معروفا داعیا الی الضلال وقداعتبر فی مفهومه الشرعی ان یبطن الکفر قلت لابعد فیه فان الزندیق یموه کفره ویروج عقیدته الفاسدة ویخرجها فی الصورة الصحیحة وهذا معنی ابطان الکفر فلاینافی اظهاره الدعوی الی الضلال وکونه معروفا بالاضلال اه ابن کمال“......(فتاویٰ شامی: ۳/۳۲۵،۳۲۴)

”قلت الزندیق من یحرف فی معانی الالفاظ مع ابقاء الاسلام کهذااللعین فی القادیان یدعی انه یومن بختم النبوة ثم یخترع معنی من عنده یصلح له بعده الختم دلیلا علی فتح باب النبوة فهذا هو الزندقة حقا ای التغییر فی

المضاديق وتبديل المعانى على خلاف ماعرفت عنداهل الشرع وصرفها الى اهوائه مع ابقاء اللفظ على ظاهره والعياذ بالله "......(فيض البارى : ۴/۴۷۲)

" ومـابـاعـه اواشتـراه اواعتقه اووهبه اورهنه اوتصرف فيه من امواله فى حال ردته فهوموقوف فان اسلم صحت عقوده وان مات اوقتل اولحق بدارالحرب بطلت "......(هدايه :۲/۵۸۷)

"يايهاالذين امنوا لاتتخذوا ليهود والنصارىٰ اولياء بعضهم اولياء بعض مطلب الـكـافـرلايـكـون وليـا للمسلم ، وفى هذه الآية دلالة على ان الكافر لايكون وليـالـلـمسـلـم لافـى التـصـرف ولافى النصرة ويدل على وجوب البراء ة من الـكـفـار والـعـداوـة لهـم لان الـولاية ضـدالـعـداوة فاذا امرنا بمعاداة اليهود والـنصارى لكفرهم فغيرهم من الكفار بمنزلتهم ويدل على ان الكفر كله ملة واحدة"......(احكام القرآن للجصاص: ۲/۶۲۲)

"واذارأيـت الـذيـن يـخوضون فى آياتنا فاعرض عنهم الآية وهذايدل على ان عـلـيـنا ترك مجالسة الملحدين وسائرالكفار عنداظهارهم الكفر والشرك ومـالايـجـوز عـلـى الـلـه تعالى اذالم يمكناانكاره وكنافى تقية من تغييره باليد اوالـلـسـان لان عـلينا اتباع النبى ﷺ فيماامره الله به الاان تقوم الدلالة على انه مخصوص بشىء منه "......(احكام القرآن للجصاص: ۳/۵)

"وحـكـى الـكـواشـى عن سهل انه قال من صحح ايمانه واخلص توحيده فانه لايـأنـس الى مبتدع ولايجالسه ولايؤاكله ولايشاربه ولايصاحبه ويظهر له من نـفسه العداوة والبغضاء ومن داهن مبتدعا سلبه الله حلاوة السنن ومن تحبب الـى مبتـدع يـطـلـب عز الدنيا اوعرضامنها اذله الله تعالى بذلك العز وافقره بـذلـك الـغـنـى ومـن ضحك الى مبتدع نزع الله تعالى نورالايمان من قلبه ومن لم يصدق فليجرب انتهى"......(روح المعانى : ۲۸/۳۵)

" فـان هجره اهل الاهواء والبدع واجبة على مرالاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق "......(مرقاة المفاتيح : ۹/۲۳۱)

’’ومنهابحث التوبة وفی الشريعة هی الندم علی المعصية من حيث هی معصية مع عزم ان لايعود اليهااذاقدر عليها‘‘......(شرح فقه الاکبر : ۱۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شیعہ میت کا جنازہ پڑھنے اور پڑھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سنی امام نے شیعہ کا جنازہ پڑھایا باوجود اس کے کہ وہ شیعت کے عقائد ونظریات کو خوب جانتا تھا اور ایک سنی مقتدی نے شیعہ کا جنازہ پڑھا جب کہ وہ شیعہ کے عقائد ونظریات سے واقف نہیں تھا اور نہ ہی یہ جانتا تھا کہ اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے امام اور مقتدی کے ایمان اور نکاح کے بارے میں شرعی حکم مطلوب ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر امام کو اس شخص کے بارے میں جس کا جنازہ پڑھایا ہے یہ علم تھا کہ اس کے عقائد کفریہ ہیں اور جاننے کے باجود جنازہ کو جائز سمجھتے ہوئے پڑھایا تو اس کو تجدید ایمان ونکاح کرنا ہوگا، بصورت دیگر اگر ناجائز سمجھ کر محض لالچ کی وجہ سے یا رسمی طور پر پڑھایا تو ارتکاب حرام کی وجہ سے توبہ لازم ہے، نیز سنی مقتدی جس کو شیعہ کے عقائد ونظریات کا علم نہیں تھا اسے بھی توبہ واستغفار کرنی چاہیئے، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

’’فنقول لايصلی علی الکافر ......لان الصلوة علی الميت دعاء واستغفار له والاستغفار للکافرحرام‘‘......(المحيط البرهانی: ۳/۸۲)

’’(وشرطها) ستة(اسلام الميت وطهارته) وفی الشامی (قوله وشرطها) ای شرط صحتها‘‘......(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/۶۴۰)

’’ومنهاان استحلال المعصية صغيرة کانت اوکبيرة کفر‘‘......(شرح فقه الاکبر : ۱۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کفریہ عقائد رکھنے والے آدمی سے نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر(۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں کسی مقدمہ کی وجہ سے جیل میں تھا اور میرے گھر میں ایک بیٹی ہے جو کہ میری عورت کے پہلے خاوند سے ہے جب میں نے اپنی عورت سے شادی کی تو بیٹی بھی اپنی ماں کے ساتھ آئی ہے، بیوی نے مجھ سے کہا کہ میں بیٹی کی شادی کردوں تو میں نے کہا تمہاری اپنی بیٹی ہے جہاں مناسب سمجھتی ہو کردو، تو میری بیوی نے اپنی بیٹی کی شادی کردی، ایک ایسے گھر میں جو کہ اہل تشیع تھے لیکن عورت کو علم نہیں تھا کہ یہ اہل تشیع ہیں، اور اخلاقی اعتبار سے بھی ان کی حرکتیں بہت غلط تھیں جب کہ ان لوگوں نے کہا کہ ہم اہل تشیع نہیں ہیں، ان کی عورتیں پیشہ ور عورتیں ہیں ان کی عورتیں میری بچی کو بھی غلط راستے پر ڈالنا چاہتی تھیں، لڑکی کی نند نے لڑکی سے کہا کہ ہمارے ساتھ باہر کھیتوں میں چلو ہم آپ کو کسی آدمی سے ملواتی ہیں لیکن لڑکی نے انکار کردیا اور سب گھر والوں نے مل کر بچی کو مارنا شروع کردیا، یہ لوگ چور ڈاکو اور فاحشہ قسم کے لوگ نکلے، اچانک میں بچی کو ملنے چلا گیا تو پولیس مجھے پکڑ کر ساتھ لے گئی کہ بھینس چوری کرکے لائے ہیں، گاؤں والوں نے کہا کہ یہ آدمی اپنی بچی کو ملنے آیا ہے یہ مہمان ہے، اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی کی شادی کسی دوسری جگہ کردوں، کیونکہ بیٹی بھی اب وہاں جانے کے لیے تیار نہیں ہے، تو آیا میں اس کا نکاح دوسری جگہ کرسکتا ہوں اور وہ پہلے والا نکاح جو اہل تشیع سے ہوا کیا یہ منعقد ہوگیا ہے، جب کہ میں اہل سنت والجماعت دیوبندی ہوں برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں فتوی جاری فرمائیں، میں عدالت میں نہیں جاسکتا، میرے پاس فیس دینے کی ہمت نہیں ہے، آپ سے التماس ہے کہ آسانی فرمادیں میں بچی کا نکاح کسی دوسری جگہ پر کردوں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

اگر لڑکی کا خاوند کفریہ عقائد رکھتا ہو مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہے، یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکر ہے، یا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق اعتقاد رکھتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے پاس وحی پہنچانے میں غلطی کی یا کوئی ایسا عقیدہ رکھتا ہے، جو صریح قرآن وحدیث اور نصوص قطعیہ کے مخالف ہے تو وہ کافر ہے، اس سے ابتداء ہی سے لڑکی کا نکاح صحیح نہیں ہوا لہذا فسخ کی بھی ضرورت نہیں۔

اور اگر اس کا عقیدہ کفریہ نہیں ہے صرف سب وشتم کرتا ہو تو اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے بعض تکفیر کرتے ہیں اور بعض تکفیر نہیں کرتے، صرف تفسیق کرتے ہیں ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ رضامندی سے یا ڈرا کر یا لالچ دلا کر اس سے طلاق حاصل کرلی جائے، یا خلع کرلیا جائے اور اگر یہ نہ ہوسکے تو عورت کے اولیاء عدم کفوء کی بنیاد پر عدالت میں فسخ کا دعوی دائر کریں۔

"نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله عنها اوانکر صحبة الصدیق اواعتقدالالوهیة فی علی اوان جبرائیل غلط فی الوحی اونحوذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن "......(فتاوی شامی : ۳/۳۲۱)

"اقول نعم نقل فی البزازیة عن الخلاصة ان الرافضی اذاکان یسب الشیخین ویلعنهما فهوکافر وان کان یفضل علیا علیهما فهومبتدع اه وهذا لایستلزم عدم قبول التوبة علی ان الحکم علیه بالکفر مشکل لمافی الاختیار اتفق الائمة علی تضلیل اهل البدع اجمع وتخطئتهم وسب احدمن الصحابة وبغضه لایکون کفرا ولکن یضلل"......(ردالمحتار: ۳/۳۲۱)

"ومنها اسلام الرجل اذاکانت المرءة مسلمة فلایجوزانکاح المؤمنة الکافر"......(بدائع الصنائع : ۲/۵۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن کریم پر حلف لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

میں عابد علی EME کا رہائشی ہوں، میں نے آج سے تقریباً ایک سال قبل اپنے مکان کی تعمیر کا ٹھیکہ ریاض نامی ٹھیکے دار کو اٹھائیس لاکھ میں دیا، ہمارے درمیان ٹھیکہ کی شرائط اور رقم کی ادائیگی کا طریقہ کار ایک سادہ کاغذ پر مورخہ 17-06-2011 کو تحریر ہوا تھا، جس کے مطابق میں ٹھیکے دار کو رقم ادا کرتا رہا اور رقم کی وصولی کے دستخط بھی سادہ کاغذ پر کرواتا رہا، کام کے دوران مجھے کام جلدی ختم کرنے کا لالچ دے کر مجھ سے آٹھ لاکھ تراسی ہزار روپے زائد وصول کر لیے اور کام ادھورا چھوڑ کر غائب ہو گیا، اس دوران اعتماد قائم ہونے کی وجہ سے تین اقساط پر میں وصولی کی دستخط نہ کرواسکا، جب میں نے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا تو شروع میں ریاض نے ٹال مٹول سے کام لیا، اس دوران میں نے ریاض کے خلاف تھانہ میں پرچہ درج کروادیا، اس کے بعد ریاض نے میرے خلاف رقم واپس کرنے کی بجائے ان تین غیر دستخط شدہ اقساط کی وصولی کا جھوٹا دعویٰ دائر کر دیا، جس میں میں نے پیش ہو کر عدالت میں درخواست دی کہ میرا فیصلہ قرآن مجید کے حلف پر کر دیا جائے، کیونکہ میرا یہ خیال تھا کہ کوئی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان قرآن پر جھوٹا حلف نہیں دے سکتا، لیکن ریاض نے پیسوں کے لالچ میں آکر عدالت میں قرآن پر حلف دینے کا اقرار کر لیا،

جب میں نے یہ دیکھا کہ ریاض دانستہ طور پر جھوٹا حلف لے رہا ہے تو میں نے یہ قرآن پر حلف والی درخواست واپس لے لی، یہ سوچتے ہوئے کہ اس عمل میں میں بھی گناہ گار نہ ہو جاؤں، برائے مہربانی اس مسئلہ پر قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ ایسے حالات میں قرآن پر فیصلہ کروانا جائز ہے؟ کیا میں اس میں گناہ گار تو نہیں ہو جاؤں گا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں قرآن مقدس پر حلف لینا جائز ہے، اور یہ حلف نامہ قسم ہی شمار ہوگا، اگر چہ مخالف شخص جھوٹا حلف اٹھا رہا ہو، اور اگر واقعۃً مخالف (جس سے حلف لیا جارہا ہے) جھوٹا حلف اٹھا رہا ہے تو اس کا گناہ جھوٹا حلف اٹھانے والے پر ہی ہوگا نہ کہ حلف اور قسم دینے والے پر، واضح رہے کہ جھوٹی قسم اٹھانا سخت ترین گناہ ہے، اور حدیث مبارکہ میں جھوٹی قسم اٹھانے کو اکبر الکبائر میں شمار کیا ہے، اور قاضی یا ثالث کو چاہیئے کہ حلف دینے سے پہلے یہ وعید ضرور سنا دے۔

"عن عبدالله ابن عمرو قال قال رسول الله ﷺ الکبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس رواه البخاری "......(مشکوة :١/١٧)

"لایقسم بغیر الله تعالی کالنبی والقرآن والکعبة قال الکمال ولایخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا واماالحلف بکلام الله فیدور مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف یمین لاسیمافی زماننا وعندالثلاثة المصحف والقرآن وکلام الله یمین "......(الدرالمختار علی ردالمحتار: ٣/٥٦)

"(قوله وقال العینی)عبارته وعندی لو حلف بالمصحف اووضع یده علیه وقال وحق هذا فهو یمین ولاسیما فی هذا الزمان الذی کثرت فیه الایمان الفاجرة ورغبة العوام فی الحلف بالمصحف اه "......(ردالمحتار: ٣/٥٦)

"الیمین بالله ثلاثة انواع ،غموس وهوالحلف علی اثبات شیء اونفیه فی الماضی اوالحال یتعمد الکذب فیه فهذه الیمین یاثم فیهاصاحبها وعلیه الاستغفار والتوبة دون الکفارة "......(الفتاوی الهندیة: ٢/٥٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا تسبیح تراویح بدعت ہے؟

مسئلہ نمبر(۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تسبیح تراویح ثابت ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں تسبیح تراویح ثابت ہے، مولوی صاحب کا بدعت کہنا درست نہیں ہے۔

" قولہ بین تسبیح قال القھستانی فیقال ثلاث مرات سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃو العظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لایموت سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح لاالہ الااللہ نستغفراللہ ونسئلک الجنۃ ونعوذبک من النار لمافی منھج العباد "

......(ردالمحتار : ۱/۵۲۲)

(ومثلہ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر : ۱/۲۹۶)

(یؤیدہ مافی کنزالعمال عن الدیلمی:۲/۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قادیانیوں کا مسجد کے لیے زمین وقف کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی مسجد کے ساتھ قادیانیوں (مرزائیوں) کی زمین لگتی ہے، اور قادیانی مسجد کے لیے جگہ دینے کے لیے تیار ہیں، کیا ہمیں مسجد کے لیے یہ زمین لینا درست ہے کہ نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

قادیانیوں سے مسجد کے لیے زمین لینا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ مرتد اور زندیق ہیں اور مرتد کا وقف درست نہیں ہے۔

"ان یکون للواقف ملۃ فلایصح وقف المرتد ان مات اوقتل علی ردتہ"......(البحرالرائق: ۵/۳۱۶)

"مطلب فی وقف المرتدوالکافر ذکرہ بطل وقفه بزازیه وفی الفتح لووقف المرتد فقتل اومات اوارتد المسلم بطل وقفه قوله بطل وقفه هوالمختار جامع الفصولین وغیرہ"......(الدر مع الرد :۳/۳۹۵)

" وکذا عدم جوازوقف المرتد زمن ردته ان قتل علی ذلک اومات لان ملکه یزول بهاوالاموقوفا "......(فتاوی الهندیة: ۲/۳۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا انبیاء علیہم السلام قبل النبوۃ وبعد النبوۃ معصوم ہوتے ہیں؟

مسئلہ نمبر(۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام قبل النبوۃ وبعد النبوۃ معصوم ہوتے ہیں؟ زید انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اعتراض کرتا ہے مثلاً آدم علیہ السلام کا شجرہ ممنوعہ کے پاس جانا، موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو قتل کرنا اور وہ حدیث کہ جس میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا نفسی نفسی ارشاد فرمانا منقول ہے، اس کا مفصل طور پر مع دلائل جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے کسی قسم کا کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، انبیاء علیہم السلام تمام صغائر وکبائر گناہوں سے قبل النبوۃ وبعد النبوۃ معصوم ہوتے ہیں، بظاہر جو گناہ معلوم ہوتے ہیں حقیقتاً وہ گناہ نہیں ہیں، چنانچہ آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْلَهٗ عَزْماً" آدم علیہ السلام بھول گئے، پس بھول جانا گناہ نہیں ہوا کرتا، گناہ ومعصیت تو وہ ہے کہ جس کا دیدہ ودانستہ قصداً وارادۃً ارتکاب کیا جائے۔

"واصح الاقوال انهم معصومون عن المعاصی کلها من الکبائر والصغائر عمدا اوسهوا قبل النبوة وبعدها "......(قطب الارشاد: ۸۳)

"ان الولی لایبلغ درجة النبی لان الانبیاء علیهم السلام معصومون مامونون عن خوف الخاتمة مکرمون بالوحی حتی فی المنام وبمشاهدة الملائکة الکرام مامورون بتبلیغ الاحکام وارشادالانام بعدالاتصاف بکمالات الاولیاء العظام"......(شرح الفقه الاکبر: ۱۲۱)

"الانبیاء علیہم السلام کلہم منزھون عن الصغائر والکبائر والکفر والقبائح یعنی قبل النبوۃ وبعدھا"......(شرح الفقہ الاکبر :۵۷، ۵۶)

زید نے حضرت آدم علیہ السلام پر اعتراض کیا ہے اور اس کا استدلال قرآن پاک کی یہ آیت ہے "وعصیٰ آدم ربہ فغوی"

جواب: عصیان اور غوی کا اطلاق اس اجتہاد فی الخطاء اور نسیان پر صورتاً ہوا ہے، اس لیے کہ بظاہر اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہے لیکن حقیقت میں معصیت نہیں ہے کیونکہ معصیت تو دیدہ ودانستہ قصداً وارادۃً ارتکاب کا نام ہے، البتہ حضرت آدم وہوا علیہما السلام کو اتنی بات پر اتنا سخت عتاب ہوا کہ جنت سے نکالے گئے، کیونکہ "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے تحت انبیاء مقربین بندے ہوتے ہیں، نیز یہ بظاہر عتاب ہے مگر حقیقت میں شرفِ خلافت سے نوازنے کا ذریعہ تھا۔

"وعصیٰ آدم ربہ باکل الشجرۃ فغوی یعنی ضل عن المطلوب واخطاء طریق الحق وخاب حیث طلب الخلد باکل الشجرۃ التی ھی سبب لضدہ اوعن المامور بہ اوعن الرشد حیث اغتر بقول العدو وقال ابن الاعرابی ای فسدعلیہ عیشہ فصار من العزالی الذل"

"فغوی ففسد عیشہ بنزولہ الی الدنیا والغی الفساد وھوتاویل حسن وھواولی من تاویل من یقول فغوی معناہ ضل من الغی الذی ھوضدالرشد"......(احکام القرآن للقرطبی:۱۱/۲۵۷)

اور زید نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا حالانکہ قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے، پس یہ عصمت کے منافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس کو مارنا بقصد قتل نہ تھا بلکہ بنیت تادیب اور مظلوم کی مدد کرنا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکا مارنا آلہ قتل نہیں تھا، نیز یہ مقام دارالحرب تھا اور قبطی حربی مباح الدم بھی تھا۔

"ان یقال انہ کان لکفرہ مباح الدم"......(تفسیر الکبیر: ۲۴/۵۸۵)

"فوکزہ موسیٰ فقضی علیہ"......(سورۃ القصص)

"قال تحت قولہ تعالیٰ فوکزہ موسیٰ ......وھذا لم یکن مناف لعصمہ لکونہ

خطاء وانما عد ذلک الامر من عمل الشیطان وسماہ ظلما واستغفرعنه علی عادة المقربین فی استعظام محضرات صدرت منهم "......(تفسیر المظهری : ۷/۱۵۹)

اشکال: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گناہ کا خود ہی اقرار کیا" ولهم علی ذنب فاخاف ان یقتلون "

جواب: یہاں ذنب سے مراد تاوان ہے نہ کہ گناہ، قرینہ اس بات پر یہ ہے کہ " ولهم علی ذنب' فرمایا کہ ان قبطیوں کا مجھ پر ذنب ہے، حالانکہ گناہ اللہ کا کیا جاتا ہے نہ کہ بندوں کا، لہذا یہاں ذنب سے مراد تاوان لیا جائے گا۔

"ارادبالذنب قتله القبطی وقیل کان خباز فرعون واسمه فاتون یعنی ولهم علی تبعة ذنب وهی قودذلک القتل فاخاف ان یقتلونی به فحذف المضاف اوسمی تبعة الذنب ذنبا کماسمی جزاء السیئة سیئة"......(تفسیر الکشاف: ۳/۳۰۹)

زید کا انبیاء علیہم السلام پر اعتراض کرنا کہ روز قیامت نفسی نفسی کہیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو بھول چوک انبیاء علیہم السلام سے ہوئی تھی اس بھول چوک کا خوف ان پر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس اجتہادی غلطی کی بناء پر پکڑ نہ لیں، کیونکہ "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے تحت کہ انبیاء مقربین بندے ہوتے ہیں، اس وجہ سے ان کو اپنی اجتہادی غلطی کا خوف ہوگا، اور عظمتِ مرتبہ کی وجہ سے اپنی اجتہادی غلطی کا خوف یہ عصمتِ انبیاء کے منافی نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حضور ﷺ پر پہلی وحی کے وقت کی حالت کی وضاحت:

مسئلہ نمبر (۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے متعلق

(۱) مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی، جب کہ امام صاحب سب سے زیادہ متبع سنت تھے، اور سنت نبوی میں رات کا سونا (آرام فرمانا) ازواج مطہرات سے مباشرت اور دوسرے تقاضے بشمول عبادت کے شامل ہیں، اس روایت کی حقیقت بیان فرمائیں۔

(۲) معجزات نبوی میں یہ معجزہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کا بول وبراز پاک تھا، اور جس جگہ آپ حاجت فرماتے وہ جگہ

پھٹ جاتی اور بول وبراز اس میں غائب ہوجاتا اور وہاں سے خوشبو آتی تھی، بحوالہ (تلخیص الحدیث ابن حجر) اور سیرۃ رسول۔

پوچھنا یہ ہے کہ بعد از فراغت حضور ﷺ وضو کیوں فرماتے تھے۔

(۳) حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے، دوسری جگہ مشہور ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی! اگر ہم آپ کو پیدا نہ کرتے تو جہان کو پیدا نہ کرتے۔

پہلی روایت کے مطابق آپ ﷺ اپنی نبوت کے متعلق ارشاد فرمارہے ہیں تو مسئلہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کو اپنے نبی ہونے کا علم تھا تو پہلی وحی پر عجیب سی کیفیت کا طاری ہونا اور حضرت خدیجہ کا ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر جانا، ان دونوں افعال کی حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں، جب کہ دوسری روایت کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

(۱) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنا صحیح ہے، اس میں شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور سوال میں ذکر کردہ دیگر تقاضوں کے لیے رات کی قید ضروری نہیں ہوتی، دیگر اوقات میں بھی یہ حقوق ادا ہو سکتے ہیں۔

”وقدصلی الفجر بوضوء العشاء اربعین سنة“......(درمختار: ۱/۹)

(۲) حضور ﷺ کا بول وبراز پاک ہے، البتہ بول وبراز نواقض وضو میں شامل ہیں جیسا کہ فتاویٰ شامی میں منقول ہے کہ،

”لکن نقل عن شرح الشفاء لملاعلی القاری الاجماع علی انه ﷺ فی نواقض الوضوء کالأمة الاماصح من استثناء النوم“......(فتاویٰ شامی : ۱/۱۰۶)

(۳) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے جانا اور آپ کا حال بیان کرنا اس سے کسی شک اور تردد کا ازالہ اور یقین کا حاصل کرنا مقصود نہ تھا، بلکہ حضور ﷺ کی تسلی اور تشفی مقصود تھی کہ نزول وحی کی وجہ سے حضور ﷺ پر جو ایک فطرتی خوف طاری تھا اس کا ازالہ ہوجائے، اور حضور ﷺ کا مقصد بھی تسلی وتشفی ہی تھا، معاذ اللہ آپ کو اپنی نبوت میں ذرا برابر شک اور تردد نہ تھا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی طرف شر کی نسبت کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۹۳): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے ایک اہم سوال پوچھنے کی جسارت کر رہا ہوں جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر شئ کا خالق اور ہر شئ پر قادر اللہ تعالیٰ ہے، اس عقیدے کی بنیاد پر ہر غلط کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا درست سمجھا جا سکتا ہے، اگر یہ درست ہے تو کیا یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی نہیں ہے؟ اس سوال کا جواب وقت کی اہم ضرورت ہے، مہربانی فرما کر مفصل جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے والے ہیں چاہے اس کا تعلق خیر سے ہو یا شر سے، لیکن یہ سمجھنا چاہیئے کہ ایک ہے خلق یعنی کسی چیز کا پیدا کرنا اور ایک ہے کسب یعنی کسی کام کا کرنا، اب خلق کے اندر کسی قسم کی قباحت نہیں ہے، کسب کے اندر قباحت ہے، جیسے کسی نے چاقو بنایا، اس کے بنانے میں کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن اس سے کسی کو قتل کرنا تو یہ قتل کرنے والا فعل قبیح ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خیر وشر کو پیدا کیا، اس کے پیدا کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن اگر کوئی شر کو اختیار کرے یہ قبیح ہے، لہذا شر کو اختیار کرتے ہوئے اس شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا اور یہ کہنا کہ خیر اور شر کو پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور اپنے آپ کو بری الذمہ ٹھہرانا درست نہیں ہے، اور جو رذیل چیزیں ہیں جیسے پاخانہ اور پیشاب وغیرہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہ کی جائے۔

"احتجنا فی التفصی عن هذا المفيق الی القول بان الله خالق والعبد كاسب وتحقيقه ان صرف العبد قدرته وارادته الى الفعل كسب وايجاد الله تعالىٰ الفعل عقيب ذلک خلق والمقدور الواحد داخل تحت قدرتين لكن بجهتين مختلفين فالفعل مقدور الله تعالىٰ بجهة الايجاد ومقدور العبد بجهة الكسب وهو القدر من المعنى ضروری وان لم نقدر علی ازيد من ذلک فی تلخيص العبارة المنقحة عن تحقيق كون فعل العبد بخلق الله تعالی وايجاده مع ما للعبد فيه من القدرة والاختيار ولهم فی الفرق بينهما عبارات مثل ان الكسب واقع بآلة والخلق لا بآلة والكسب مقدور وقع فی محل قدرته

والخلق لافی محل قدرته والکسب لایصح انفرادالقادربه والخلق یصح‘‘......(شرح العقائد النسفیه:۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عقیدہ حیات النبی ﷺ کی وضاحت:

مسئلہ نمبر(۹۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے روضہ مبارک میں بتعلق روح مع الجسد زندہ ہیں اور روضہ مبارک پر حاضر ہونے والوں کا بنفس نفیس صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اور دور سے فرشتوں کے ذریعے صلوۃ وسلام پہنچانے کا قائل ہے، اور اس عقیدہ کو بدعت سمجھتا ہے کہ آپ ﷺ دور سے پڑھا جانے والا صلوۃ وسلام بھی خود سنتے ہیں، اور آپ ﷺ کے ہر جگہ حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ بھی نہیں رکھتا۔

(۲) اور یہ شخص روضہ مبارک پر جا کر ان الفاظ کے ساتھ دعا کا قائل ہے، یارسول اللہ! میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں، یارسول اللہ! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا فرمائیں، وہ حضور ﷺ کو نہ مختار کل مانتا ہے اور نہ حاجت روا اور نہ مشکل کشا، صرف وسیلہ کے طور پر ان سے عندالقبر دعا وشفاعت کا طالب ہے، اور ان سے براہ راست مدد طلب کرنے کو شرک سمجھتا ہے۔

نیز دعا میں اولیاء اور انبیاء کا وسیلہ جائز ہے یا نہیں؟ ان کی حیات میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی مثلاً یوں کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ دعا کی قبولیت چاہتا ہوں۔

(۳) مجوزین سماع موتی کو بدعتی مشرک کہنا اور یہ کہنا کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اس کا کیا حکم ہے؟ کیا مذکورہ بالاعقائدرکھنے والا شخص علماء دیوبند اہل السنّت والجماعت کے مسلک حقہ پر کاربند ہے یا ان کے مسلک حقہ کا مخالف ہے؟ اور ایسے شخص کی طرف شرک وبدعت کی نسبت کرنا کیسا ہے؟ آیا ایسے شخص کو مسجد کا امام رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیکر عنداللہ اجر جزیل کے مستحق ہوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

تمام اہل السنّت والجماعت اور اکابر دیوبند کا یہ اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے کہ ’’الانبیـــاء احیـاء فی

قبورهم يصلون،، مسند ابی یعلیٰ : ۷/۱۴۷/۶ عن انس رضی اللہ عنہ،، کہ انبیاء کرام اپنی قبور شریف بتعلق روح زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں، نیز ان کی قبور شریف کے پاس پڑھا گیا صلوۃ وسلام وہ خود سنتے ہیں، اسی طرح اہل السنّت والجماعت اکابر دیوبند کسی بزرگ کے وسیلے سے دعا کرنے کے بھی قائل ہیں، بنابریں سوال میں جو عقیدے تحریر کیے گئے ہیں وہ اہل السنّت والجماعت علماء دیوبند کے ہیں، اوران کا حامل اہل السنّت دیوبندی ہے، اوراس کی امامت بلا کراہت درست ہے بشرطیکہ کوئی اور وجہ کراہت نہ ہو، اور جوان مذکورہ عقائد کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو وہ اہل السنّت اور دیوبندیت سے خارج ہے اوراس کی امامت درست نہیں ہے۔

نوٹ: اکابر اہل السنّت دیوبند استشفاع عندالقبر کے بھی قائل ہیں جیسا کہ حضرت گنگوہی نے زبدۃ کے ص ۱۴۶، اور فتاویٰ عالمگیری ص ۲۶۶/ جلد نمبر ۱ میں لکھا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور صلوۃ وسلام کی وضاحت:

مسئلہ نمبر (۹۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور علیہ السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں یا نہیں؟ اور قبر کے آس پاس پڑھا گیا صلوۃ وسلام خود سنتے ہیں یا نہیں؟ اور جو اس کا انکار کرے وہ اہل السنّت دیوبندی ہے یا نہیں؟ اوراس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(۲) عذاب وراحت قبر اہل السنّت والجماعت کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟ اوراس کا انکار کرنے والا اہل السنّت سے خارج ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

"قال رسول الله ﷺ الانبياء احياء فى قبورهم يصلون، رواه ابويعلى فى مسنده عن انس رضى الله عنه"......(مسند ابی یعلیٰ: ۷/۱۴۷/۶)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریف میں بتعلق روح حیات ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور یہی اہل السنّت والجماعت اور اکابر دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کا عقیدہ ہے، نیز علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ انبیاء کرام کی حیات فی القبر احادیث سے تواتراً ثابت ہے (الحاوی للفتاویٰ)

نیز اکابر کا یہ بھی عقیدہ اجماعی ہے کہ آپ کی قبر شریف کے پاس پڑھا گیا صلوٰۃ وسلام اپنے انہی عنصری

کانوں کے ساتھ سماعت فرماتے ہیں،اور جواب دیتے ہیں اوراس میں اہل السنّت والجماعت کا اجماع ہے،کذافی فتاوی رشیدیہ:ص۱۳۴، نیز اکابر دیوبند کی متفقہ دستاویز’’عقائدعلماء اہل السنّت دیوبندیعنی المہند علی المفند‘‘مصنفہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری نوراللہ مرقدہ کے ص۳۱ پربھی یہ مسئلہ مرقوم ہے،اس کتاب پراس وقت کے جیداکابر علماء کے تائیدی دستخط ہیں، بنابریں ان عقائد کا انکار کرنے والا اہل السنّت دیوبندی نہیں،لہذااس کوامام بنانا مکروہ تحریمی ہے،اوراس کے پیچھے پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ ہے۔

(۲) قبرکی راحت اورعذاب حق ہےاورتمام اہل السنّت والجماعت اس کے قائل ہیں کہ روح کا بدن کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس سے مردہ قبرکی راحت اورعذاب محسوس کرتا ہے،چنانچہ علامہ ملاعلی القاری حنفی محدث رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

’’واعلم ان اهل الحق اتفقوا علی ان الله تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاة فی القبرقدرمایتالم ویتلذذ‘‘......(شرح فقه الاکبر: ۸۰)

نیزخلاصہ ایوبی میں ہے۔

’’اعلم اولاان المذاهب فی هذاالمقام ثلاثة الاول المیت حیی فی قبره فیعذب وهذا هومذهب اهل السنة والحق ،والثانی انه جماد لایعذب ولایدرک العذاب وهذا هومذهب جمهورالمعتزلة والروافض والثالث انه جماد یعذب وهذا مذهب الصالحیة من المعتزلة ومذهب ابن جریر ومذهب طائفة من الکراهیة الخ‘‘......(خلاصة الایوبی علی الخیالی: ۱۱۸)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ قبرکاعذاب اورراحت برحق ہےاورمیت کے بدن کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہےاوراس کا انکارکرنے والا اہل السنّت والجماعت سے خارج ہےاوروہ معتزلی ہے،لہذااس خراب عقیدے والاامامت کااہل نہیں ہے، بلکہ واجب العزل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی چیزکانام’’غنی‘‘رکھنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۹۶): کیافرماتے ہیں علماءکرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ہماری کمپنی غنی موٹرسائیکل کے نام سے کام کررہی ہے،موٹرسائیکل کا نام غنی موٹرسائیکل رکھا گیا ہےاس وجہ

سے موٹر سائیکل کے انجن کور اور کلیچ کور انگریزی میں Ghani لکھا گیا ہے، آیا Ghani بطور پہچان اور نشان کے لکھنا جائز ہے کہ نہیں؟ براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

جو نام اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ میں سے نہ ہوں بلکہ مشترک ہوں تو ان کا استعمال جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے جائز ہے ایسے ہی ان اسماء کا نام بندوں کے لیے بھی جائز ہے، اور دیگر پاک اشیاء کے لیے بھی جائز ہے، لفظ غنی اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ میں سے نہیں ہے، لہذا اس کا استعمال بندوں کے لیے بھی جائز ہے اور دیگر پاک اشیاء کے لیے بھی جائز ہے۔

"والتسمية باسم يوجد في كتاب الله تعالى كالعلي والكبير والرشيد والبديع جائز لانه من الاسماء المشتركة ويرادفي حق العباد غيرمايرادفي حق الله تعالى كذا في السراجية"......(فتاویٰ الھندیة: ۵/۳۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

انگوٹھے چومنے اور اذان کے بعد صلوۃ وسلام کا حکم:

مسئلہ نمبر(۹۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کے بعد صلوۃ وسلام پڑھنا کیسا ہے؟ نیز ہمارے امام صاحب دوسرے فرقے سے تعلق رکھتے ہیں، انگوٹھے چومتے ہیں جس وقت حضورصلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا ہے، کیا ایسے امام صاحب کے پیچھے ہماری نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ یا ہمارے لیے جماعت کے بغیر نماز پڑھنا بہتر ہے، جب کہ صورت حال یہ ہے کہ یہاں سرحدی علاقہ ہے یہاں دوسری جماعت کا اہتمام بھی نہیں ہوسکتا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بعد اذان کے درود شریف پڑھنا تو حدیث سے ثابت ہے مگر پڑھنے کی کوئی خاص کیفیت منقول نہیں ہے، موجودہ زمانے میں اہل بدعت اذان کے بعد لوڈ اسپیکر پر درود وسلام پڑھنے کو فرض وواجب کا درجہ دیتے ہیں، اس لیے یہ بدعت ہے، شرعاً اس سے بچنا ضروری ہے، فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جب کسی مستحب کو لوگ ضروری سمجھنے لگیں تو ایسے وقت میں اس کا ترک واجب ہے۔

"كل مباح يؤدي اليه فمكروه هكذا في الزاهدي"......(فتاوی الھندیة: ۱/۱۳۶)

”فمایفعله المؤذنون الآن عقب الآذان من الاعلان بالصلوة والسلام مرارا اصله سنة والکیفیة بدعة لان رفع الصوت فی المسجد ولوبذکر فیه کراهة سیمافی المسجد الحرام لتشویشه علی الطائفین والمصلین والمعتکفین“......(مرقات المفاتیح :۲/۳۲۸)

(۲) فقہ کی معتبر کتابوں میں انگوٹھے چومنے کا حکم کہیں نہیں ملتا، البتہ شامی اور حاشیۃ الطحطاوی نے استحباب نقل کیا ہے، لیکن انہوں نے جن کتابوں کا حوالہ نقل کیا ہے مثلاً فتاویٰ صوفیہ کتاب الفردوس اور قہستانی ان تمام کتب اسی طرح دوسری وہ کتابیں جن میں انگوٹھا چومنا مستحب لکھا ہے، اس کے بارے میں علامہ عبدالحی لکھنوی نے کہا کہ یہ غیر معتبر ہیں (النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر، ۳۱)

اور جو حدیث ہے اس کے بارے میں خود شامی میں ہے

”وذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شئ“......(فتاوی شامی: ۱/۲۹۳)

لہذا اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، اس لیے اس سے بچنا بہتر ہے۔

”یستحب ان یقال عندسماع الاولیٰ من الشهادة صلی الله علیک یارسول الله وعندالثانیة منهاقرت عینی بک یارسول الله ثم یقول اللهم ....ونقلهم بعضهم ان القهستانی کتب علی هامش نسخته ان هذا مختص بالاذان وامافی الاقامة فلم یوجد بعدالاستقصاء التام والتتبع“......(ردالمحتار: ۱/۲۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عقیدہ حیات اور سماع کی وضاحت:

مسئلہ نمبر (۹۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے روضہ مبارک میں بتعلق روح مع الجسد زندہ ہیں اور روضہ مبارک پر حاضر ہونے والوں کا بنفس نفیس صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اور دور سے فرشتوں کے ذریعے صلوۃ وسلام پہنچانے کا

قائل ہے، اوراس عقیدہ کو بدعت سمجھتا ہے کہ آپ ﷺ دور سے پڑھا جانے والا صلوۃ وسلام بھی خود سنتے ہیں، اور آپ ﷺ کے ہر جگہ حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ بھی نہیں رکھتا۔

(۲) اور یہ شخص روضہ مبارک پر جا کر ان الفاظ کے ساتھ دعا کا قائل ہے، یا رسول اللہ! میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا فرمائیں، وہ حضور ﷺ کو نہ مختار کل مانتا ہے اور نہ حاجت روا اور نہ مشکل کشا، صرف وسیلہ کے طور پر ان سے عندالقبر دعا وشفاعت کا طالب ہے، اور ان سے براہ راست مدد طلب کرنے کو شرک سمجھتا ہے۔

نیز دعا میں اولیاء اور انبیاء کا وسیلہ جائز ہے یا نہیں؟ ان کی حیات میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی مثلاً یوں کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ دعا کی قبولیت چاہتا ہوں۔

(۳) مجوزین سماع موتی کو بدعتی مشرک کہنا اور یہ کہنا کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اس کا کیا حکم ہے؟ کیا مذکورہ بالا عقائد رکھنے والا شخص علماء دیوبند اہل السنّت والجماعت کے مسلک حقہ پر کاربند ہے یا ان کے مسلک حقہ کا مخالف ہے؟ اور ایسے شخص کی طرف شرک وبدعت کی نسبت کرنا کیسا ہے؟ آیا ایسے شخص کو مسجد کا امام رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیکر عنداللہ اجر جزیل کے مستحق ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) مذکورہ شخص کا عقیدہ درست ہے اور یہ شخص اہل السنّت والجماعت کے مسلک حقہ پر کاربند ہے، اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے۔

”عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من صلی علی عندقبری سمعته ومن صلی علی نائیاابلغته رواه البیهقی فی شعب الایمان“......(مشکوۃ المصابیح: ۱/۸۸)

”عن ابی هريرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لاتجعلوا بيوتكم قبورا ولاتجعلوا قبری عيدا وصلوا علی فان صلوتكم تبلغنی حيث كنتم رواه النسائی“......(مشکوۃ المصابیح: ۱/۸۷)

” يقولون بليت فقال ان الله عزوجل حرم علی الارض اجسادالانبياء “......(ابوداؤد: ۱/۱۵۸)

''ان النبی ﷺ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء احیاء فی قبورھم''......(بذل المجھود شرح ابی داؤد:۱۱۷/۲)

(۲) انبیاء کرام اوراولیاء عظام بزرگان دین کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا شرعاً جائز ہے بلکہ قبولیت دعا کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے مستحسن اورافضل بھی ہے ان کی زندگی میں بھی اوران کی وفات کے بعد بھی۔

''وکانوا من قبل یستفتحون علی اللذین کفروا نزلت فی بنی قریظة والنضیر کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه قاله ابن عباس رضی الله عنهما وقتادة والمعنی یطلبون من الله تعالیٰ ان ینصرھم به علی المشرکین کماروی السدی انهم کانوا اذااشتدالحرب بینهم وبین المشرکین اخرجوا التوراة ووضعوا ایدیهم علی موضع ذکر النبی ﷺ وقالوا اللهم انانسئلک بحق نبیک الذی وعدتنا ان تبعثه فی آخرالزمان ان تنصرنا الیوم علی عدونا فینصرون''......(روح المعانی: ۱/۳۲۰)

''عن عثمان ابن حنیف ان رجلا ضریرالبصراتی النبی ﷺ فقال ادع الله لی ان یعافینی فقال ان شئت اخرت لک وھوخیر وان شئت دعوت فقال ادعه فامرہ ان یتوضأ فیحسن وضوءہ ویصلی رکعتین ویدعوا بهذا الدعاء اللهم انی اسئلک واتوجه الیک بحمد نبی الرحمة یامحمدانی قدتوجهت بک الی ربی فی حاجتی هذہ لتقتضی اللهم فشفعه فی قال ابواسحاق هذاحدیث صحیح''......(سنن ابن ماجه : ۹۹)

''قال فی انجاح الحاجة هذاالحدیث اخرج النسائی والترمذی فی الدعوات مع اختلاف یسیر وقال الترمذی حسن صحیح وصححه البیهقی وزادفقام وقد ابصروا فی روایة ففعل الرجل فیری ذکرشیخنا عابدالسندی فی رسالته والحدیث یدل علی جواز التوسل والاستشفاع بذاته المکرم فی حیوته واما بعد مماته فقدروی الطبرانی فی الکبیر عن عثمان بن حنیف المقدم ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان فی حاجة له فکان لایلتفت الیه ولاینظرفی

حاجته فلقی ابن حنیف فشکی الیه ذلک فقال له ابن حنیف ائت المیضاة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل رکعتین ثم قل اللهم انی اسئلک واتوجه الیک بنبینا محمدﷺ نبی الرحمة یامحمدانی اتوجه الیک الی ربک فتقضی حاجتی وتذکرحاجتک فانطلق الرجل فصنع ماقال ثم اتی باب عثمان فجأالبواب حتی اخذه بیده فادخله علی عثمان فاجلسه معه علی الطنفسة فقال حاجتک فذکرحاجته فقضاها له ثم قال ماذکرت حاجتک حتی کان الساعة وقال ماکانت لک من حاجة فاذکرها ثم ان الرجل خرج من عنده فلقی ابن حنیف فقال له جزاک الله خیرماکان ینظرفی حاجتی ولایلتفت الی حتی کلمته فی فقال ابن حنیف والله ماکلمته ولکنی شهدت رسول اللهﷺ واتاه ضریر فشکے الیه فقال له النبیﷺ اوتصبرفقال یارسول الله لیس لی قائدوقدشق علی ذهاب بصره فقال له النبیﷺ ایت المیضاة وتوضأ ثم صل رکعتین ثم ادع بهذه الدعوات قال ابن حنیف فوالله ماتفرقنا ولاطال بناالحدیث حتی دخل علیناالرجل کان لم یکن به ضرر قط ورواه البیهقی من طریقین نحوه واخرج الطبرانی فی الکبیر والمتوسط بسندفیه روح بن صلاح وثقه ابن حبان والحاکم وفیه ضعف وبقیة رجاله رجال الصحیح وقدکتب شیخنا المذکور رسالة مستقلة فیها التفصیل من اراد فلیراجع الیها وذکرفیها حدیث البیهقی وابن ابی شیبة عن مالک قال اصاب الناس قحط فی زمان عمربن الخطاب فجاء رجل الی قبرالنبیﷺ فقال یارسول الله استسق الله لامتک فانهم قدهلکوا فاتاه رسول اللهﷺ فی منامه فقال ائت عمرفاقرأه السلام واخبره والقصة مذکورة فی الاستیعاب لابن عبدالبر والمسئلة المذکورة قدشغفت فیهاالناس فی زماننا وفیهاتفصیل حسن ولکن لایلیق بهذاالمقام والحدیث ماقل وکفی خیرمماکثروالهی‘‘......(انجاح الحاجة علی سنن ابن ماجة: ۹۹،۹۸)

"وابتغوا الیہ الوسیلۃ ،فی تفسیر روح المعانی تحت ھذہ الآیۃ ......وبعدھذا کلہ انا لاأری باسا فی التوسل الی اللہ تعالیٰ بجاہ النبی ﷺ "......(روح المعانی :۶/۱۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عقیدہ حیات النبی ﷺ اور صلوۃ وسلام کے انکار کا حکم:

مسئلہ نمبر(۹۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

مسلک دیوبند کے نام سے کام کرنے والی دو تنظیمیں (۱) جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ (۲) مرکزی اشاعت التوحید والسنۃ ،جن کے عقائد درج ذیل ہیں۔

(۱) حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں بالکل مردہ ہیں ،اور روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۲) آپ ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس پڑھا جانے والا درود شریف آپ ﷺ اسے نہیں سنتے اور یہاں سے پڑھا جانے والا درود شریف فرشتوں کے ذریعہ آپ ﷺ تک نہیں پہنچایا جاتا۔

(۳) عام موتی کو ثواب وعقاب معروف قبر میں نہیں ہوتا بلکہ صرف روحوں کو علیین اور سجین میں ہوتا ہے۔

(۱) کیا مذکورہ بالا عقائد اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے ہیں یا نہیں؟

(۲) کوئی شخص یا جماعت جو ان عقائد کا پرچار کرے کیا وہ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں؟ اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(۳) کیا ایسے لوگوں کے لیے علماء دیوبند اہل السنۃ والجماعۃ کے نام کا استعمال شرعاً جائز ہے کہ نہیں؟

(۴) علاقے میں اپنے غلط عقائد کا پرچار کر کے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں ،اس کے سدباب کے لیے وہاں کی عوام اور علماء کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے؟

ان مذکورہ بالا عقائد کے متعلق لکھیں کہ علماء دیوبند کا ان کے متعلق کیا عقیدہ ہے ،تفصیلاً رقم فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) مذکورہ بالا عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے نہیں ہیں کیونکہ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کے عقائد یہ ہیں۔

عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ ﷺ حی فی قبرہ الشریف وحیوتہ ﷺ

دنیویة من غیر تکلیف وهی مختصة به ﷺ وبجمیع الانبیاء صلوات الله علیهم والشهداء لابرزخیة کماهی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کمانص علیه العلامة السیوطی فی رسالته انباء الاذکیاء فی حیوة الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی حیوة الانبیاء والشهداء فی القبر کحیوتهم فی الدنیا ویشهدله صلوة موسی علیه السلام فی قبره فان الصلوة تستدعی جسداحیا الی آخرماقال فثبت بهذا ان حیوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ ولشیخنا شمس الاسلام والدین محمدقاسم العلوم علی المستفیدین قدس الله سره العزیز فی هذه المبحث رسالة مستقلة دقیقة المأخذ بدیعة المسلک لم یرمثلها قدطبعت وشاعت فی الناس واسمها آب حیات ای ماء الحیوة"......(المهندعلی المفند:۳۹۳۸)

ترجمہ: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیاۃ دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے، اور یہ حیاۃ مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو، چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء فی حیوۃ الانبیاء میں بتصریح لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا انبیاء اور شہداء کی قبر میں حیوۃ ایسے ہی ہے جیسے دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیاۃ دنیاوی ہے اور اس معنی پر برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع بھی ہو چکا ہے اور اس کا نام آب حیات ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ عذاب قبر حق ہے، اور ثواب وعقاب معروف قبر ہی میں ہوتا ہے، اور یہ ثواب وعقاب روح مع الجسد دونوں کو ہوتا ہے، اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند سے خارج ہے اور مبتدع ہے، فتاویٰ شامی میں ہے۔

" قال اهل السنة والجماعة ،عذاب القبر حق وسوال منکر ونکیر حق و ضغطة القبر حق......فیعذب اللحم متصلابالروح والروح متصلابالجسم ،فیتالم الروح مع الجسد وان کان خارجا عنه والمؤمن المطیع لایعذب بل له

ضغطة يجدهول ذلک وخوفه والعاصی يعذب ويضغط ولكن ينقطع عنه العذاب يوم الجمعة وليلتها ثم لايعود وان مات يومها اوليلتها يكون العذاب ساعة واحدة وضغطة القبرثم يقطع كذا فی المعتقدات للشيخ ابی المعين النسفی الحنفی من حاشية الحموی ملخصا"......(الفتاوی الشامية: ۱/۶۱۰)

(۲) لہذا استفتاء میں مذکورہ عقائد رکھنے والے اوران عقائد کا پرچار کرنے والے لوگ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج اور مبتدع ہیں اور مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، تائیدوتاکید کے لیے دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ مع استفتاء ملاحظہ ہو۔

استفتاء نمبر ۱۹۹۸، یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی روح علیین میں ہے اور آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لہذا آپ کی قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے، لیکن آپ سنتے نہیں ہیں، کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے کہ نہیں؟ اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں، آپ کے مزار کے پاس کھڑے ہوکر جوسلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں، آپ اپنے مزار میں حیات ہیں، مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے، جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے، حدیث شریف میں آتا ہے۔

"ان الله حرم علی الارض ان تاكل اجسادالانبياء "......(الحديث)

"وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من صلی علی عندقبری سمعته ومن صلی علی من بعيد اعلمته رواه ابوشيخ وسنده جيد"......(القول البديع: ۱۱۶)

"عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الانبياء (صلوات الله تعالیٰ عليهم) احياء فی قبورهم يصلون ،رواه ابن عدی والبيهقی وغيرهما "......(شفاء السقام : ۱۳۴)

دوحدیثیں نقل کردی ہیں، اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں،جن کا انکارنہیں کیاجاسکتا ، اور جوانکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل السنۃ والجماعۃ ہے،غرض پڑھنے والے کوثواب بھی پہنچتا ہےاور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں ،اوراپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات بھی ہیں ،واللہ اعلم بالصواب (کتبہ السید مہدی حسن، مفتی دار العلوم دیو بند)

(۳) استفتاء میں مذکورہ عقائد چونکہ اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیو بند کے نہیں ہیں،اس لیے ان عقائد کے حامل لوگ مبتدع اور خارج اہل السنۃ ہیں، لہذا ان لوگوں کے لیے اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیو بند کا نام استعمال کرنا دھوکہ دہی کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(۴) جن جن علاقوں میں یہ مبتدع لوگ اپنے عقائد کا پرچار کررہے ہیں وہاں کے علماء کی ذمہ داری ہے کہ عوام کوان کے عقائد باطلہ سے آگاہ کریں اور صحیح عقائد کی تبلیغ کریں ،اوروہاں کی عوام کوبھی اپنے علماء حقہ کا ساتھ دینا چاہیئے۔

اس بارے میں بحر العلوم المحدث الکامل الفقیہ الجلیل المحقق النبیل حضرت العلامۃ مولانا السید محمد یوسف البنوری رحمہ اللہ کی تفصیلی تحریر سے کچھ اقتباس نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو۔

(۱) شہداء کے لیے بنص قرآن ”حیات“ حاصل ہے ،اورمزید دفع تجوز کے لیے ”یرزقون“ کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جیسے آج کل کا محاورہ بھی ہے ”فلان حی یرزق“ عام اہل برزخ سے ان کی حیات ممتاز ہے۔

(۲) جب انبیاء کا درجہ عام شہداء سے اعلیٰ وارفع ہے تو بدلالۃ النص یا بالاولیٰ خود قرآن کریم سے ان کی حیات ثابت ہوئی، علیہم الصلوات والتسلیمات، جب مرتبہ اعلی وارفع ہے تو حیات بھی اقویٰ واکمل ہوگی۔

(۳) اسی حیات کی اکملیت کے بارے میں دوحدیثیں آتی ہیں ”ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء“ اور حدیث ”الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون“ اور انہی احادیث کے شواہد کے طور پر دیگر احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

(۴) الغرض انبیاء کرام کے لیے حیات، بقاء، اجساد، نقل وحرکت، ادارک وعلم سب چیزیں حاصل ہیں۔

(۵) یہ حیات دنیوی حیات کے مماثل بلکہ اس سے اقویٰ ہے...... بہر حال وہ حیات دنیوی بھی ہے اور حیات برزخی بھی ،صرف حیات برزخی نہیں جس میں عام شہداء یا اموات بھی شریک ہوں ، بلکہ اقویٰ واکمل ہے،اس لیے حیات دنیوی کے مماثل بلکہ اس سے بھی اقویٰ ہے (بحوالہ تسکین الصدور: ۲۵،۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نبی کریم ﷺ کو حاضر وناظر ماننے والے کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۰): جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عالی ملتمس ہوں کہ درج ذیل مسائل کا شرعی حل بتائیں اور رائے سے نوازیں۔

(۱) جس طرح اللہ پاک ہر جگہ حاضر وناظر ہیں کیا جو لوگ نبی کریم ﷺ کو حاضر وناظر سمجھتے ہیں، ان کے پیچھے نماز ادا کرنے سے نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۲) عام موزوں پر مسح کرنے سے وضو ہو جاتا ہے یا نہیں ہوتا؟

(۳) آوارہ کتوں کو زہر دے کر ہلاک کرنا درست ہے یا غلط؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جو شخص حضور ﷺ کے بارے میں ہر جگہ حاضر وناظر کا عقیدہ رکھتا ہے وہ اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف عقائد رکھتا ہے اور وہ بدعتی ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے، اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، لہذا کسی متورع اور متقی عالم دین کی اقتداء میں نماز پڑھیں۔

"ویکرہ امامۃ عبد ومبتدع ای صاحب بدعۃ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول "......(درمختار علی ھامش الرد: ۴۱۳، ۱/۴۱۴)

(۲) موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور اس سے وضو ہو جاتا ہے۔

"المسح علی الخفین جائز بالسنۃ "......(ھدایۃ : ۱/۵۴)

(۳) آوارہ کتے اگر کسی کو ایذاء پہنچائیں اور نقصان کریں تو ان کو قتل کرنا جائز ہے بصورت دیگر جائز نہیں ہے۔

"وجاز قتل مایضر منھا ککلب عقور وھرۃ فلا تضرو یذبحھا ای الھرۃ ذبحا ولا یضربھا "......(فتاویٰ شامی: ۵/۵۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غیر اللہ کی نذر ماننے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں امام صاحب گیارہویں

یعنی نذر غیر اللہ کو جائز قرار دیتے ہیں اور لوگوں کو بھی اسی کی طرف ترغیب دیتے ہیں اور اس کی طرف دعوت بھی دیتے ہیں، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ جو امام اس عقیدہ کا حامل ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

واضح رہے کہ صورت مسئولہ میں غیر اللہ کی نذر نا جائز وحرام ہے ایسے عقیدے والے کا عقیدہ درست کرنا ضروری ہے، یہ شخص بدعتی ہے لہذا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، بصورت مجبوری اکیلے نماز پڑھنے سے ان کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔

"واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم فهو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصد واصرفها لفقراء الانام وقدابتلی الناس بذلک ولاسیما فی هذه الاعصار قوله باطل وحرام لوجوه منهاانه نذرلمخلوق والنذرللمخلوق لایجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق "
......(ردالمحتار: ۲/۱۳۹)

"ویکره تقدیم المبتدع ایضا لانه فاسق من حیث الاعتقاد وهواشد من الفسق من حیث العمل الاان الفاسق من حیث العمل یعترف بانه فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقده اهل السنة والجماعة وانمایجوز الاقتداء به مع الکراهة اذالم یکن مایعتقده یؤدی الی الکفر عنداهل السنة امالوکان مؤدیا الی الکفر فلایجوزاصلاً"......(حلبی کبیری: ۱/۴۴۳)

"وکره امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع والاعمی وولدالزنا ومن السنة حدیث (صلوا خلف کل بروفاجر) وفی صحیح البخاری ان ابن عمر رضی الله عنهما کان یصلی خلف الحجاج وکفی به فاسقا کماقاله الشافعی وقال المصنف انه افسق اهل زمانه "......(البحرالرائق: ۲۰۸، ۱/۲۱۰)

"عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الصلوة المکتوبة واجبة علیکم ای بالجماعة خلف کل مسلم برا کان اوفاجرا وان عمل

الکبائر قال القاری قال ابن الملک ای جاز اقتداء کم خلفه لورود الوجوب بمعنی الجواز لاشتراکهما فی جانب الاتیان بهما وهذا یدل علی جواز الصلاة خلف الفاسق وکذا المبتدع اذالم یکن مایقوله کفرا''......(بذل المجهود : ۱/۳۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تعویذات پر اجرت لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تعویذات پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

تعویذات پر اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ تعویذ میں سحر یا کوئی اور خلافِ شرع بات نہ ہو ورنہ تعویذ ہی جائز نہ ہوگا اور نا جائز عمل پر اجرت لینا بھی نا جائز ہے۔

''جوزوا الرقیة بالاجرة ولوبالقرآن کماذکره الطحاوی لانهالیست عبادة محضة بل من التداوی''......(الردالمحتار: ۵/۳۹)

''فیهااستاجره لیکتب له تعویذالاجل السحر جازان بین قدرالکاغذ والخط وکذا المکتوب (قوله لاجل السحر) ای لاجل ابطاله والافالسحرنفسه معصیة بل کفر لایصح الاستئجار علیه''......(درمع الشامی: ۵/۶۳)

''والاحادیث فی القسمین کثیرة ووجه الجمع بینهما ان الرقی یکره منها ماکان بغیراللسان العربی وبغیراسماء الله تعالیٰ وصفاته وکلامه وکتبه المنزلة وان یعتقد ان الرقیة نافعة لامحالة فیتکل علیها وایاها ارادبقوله ﷺ ماتوکل من استرقی ولایکره منهاماکان بخلاف ذلک کالتعوذبالقرآن واسماء الله تعالیٰ والرقی المرویة''......(عمدة القاری : ۲۱/۳۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جسم کے کسی حصے کے پھڑکنے کے بارے میں اچھا یا برا شگون لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر انسانی جسم کے کسی حصہ کا گوشت پھڑکتا ہے کبھی آنکھوں کی پلکیں وغیرہ، دائیں والے سے اچھا شگون لیتے ہیں اور بائیں والے سے برا شگون لیتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایسا کرنا جائز نہیں تو اس کے ساتھ نیک یا برا شگون منسوب کرنے سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس قسم کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں، مصیبت صرف اللہ کی طرف سے آتی ہے، نیز اس قسم کے عقیدہ سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے، لہذا اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، یہ بھی واضح رہے کہ اسلام میں نیک شگونی ہے، بدشگونی نہیں ہے۔

"قوله اوتفاؤلا ای بعوده علی من ادركه كماسميت القافلة قافلة تفاؤلا لابقفولها ای رجوعها(بحر،۳)والفال ضدالطير كان يسمع مريض ياسا لم اوياطالب اوياواجد اويستعمل فی الخير والشر قاموس ومنه حديث كان ﷺ يتفاءل ولايتطيرو كذاحديث كان يعجبه اذاخرج لحاجته ان يسمع ياراشد يارجيح اخرجهما السيوطی فی الجامع الصغير ووجهه ان الفال امل ورجاء للخيرمن الله تعالی عندكل سبب ضعيف اوقوی بخلاف الطيرة"

......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۱۰)

"عن ابی هريرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله يقول لاطيرة وخيرهاالفال قال ماالفال ؟قال الكلمة الصالحة يسمعها احدكم ،ومعنی الترخص فی الفال والمنع من الطيرة وهوان الشخص لورأی شيئا وظنه حسنا وحرضه علی طلب حاجته فليفعل ذلک واذارأی مابعده مشووما ويمنعه من المضی الی حاجته فلايجوزقبوله بل يمضی لسبيله فاذا قبل وانتهی عن المضی فی طلب حاجته فهوالطيرة لانها اختصت ان تستعمل فی الشوم"

......(مرقاة المفاتيح : ۸/۳۹۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گناہ سے توبہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی انسان غلط کام کرے چاہے وہ کام کوئی بڑا گناہ ہی کیوں نہ ہوا گر وہ توبہ کرلے تو کیا اس کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، کیا توبہ کے ساتھ اس دنیا میں سزا ملنی ضروری ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حدیث شریف میں ہے ''التائب من الذنب کمن لاذنب له'' گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہی ہے گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں، بناء بریں جب اس نے سچی توبہ کرلی تو ان شاء اللہ گناہ معاف ہوگیا، اور جب گناہ معاف ہوگیا تو مواخذہ نہیں، البتہ حقوق العباد کا معاملہ جدا ہے۔

''عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب کمن لاذنب له (الحدیث)التائب من الذنب ای توبة صحیحة کمن لاذنب له ای فی عدم المواخذة بل قدیزید علیه بان ذنوب التائب تبدل حسنات وفی شرح السنة روی عنه موقوفا قال الندم توبة والتائب کمن لاذنب له (قال الندم توبة) ای رکن اعظمها الندامة اذیترتب علیها بقیة الارکان من القلع والعزم علی عدم العود وتدارک الحقوق ماامکن الخ ...... ثم اعلم ان التوبة اذاوجدت بشروطها المعتبرة فلاشک فی قبولها وترتب المغفرة علیها لقوله تعالی وهوالذی یقبل التوبة عن عباده (الشوریٰ)''......(مرقات المفاتیح : ۵/۲۷۰،۲۶۹)

''وفی شرح المقاصد قالوا:ان کانت المعصیة فی خالص حق الله تعالیٰ فقدیکفی الندم کمافی ارتکاب الفرارمن الزحف وترک الامر بالمعروف وقدتفتقرالی امرزائد کتسلیم النفس للحد فی الشرب وتسلیم ماوجب فی ترک الزکوة ومثله فی ترک الصلوة وان تعلقت بحقوق العباد لزم مع الندم، والعزم ایصال حق العبد اوبدله الیه ان کان الذنب ظلما کمافی الغضب والقتل العمدولزم ارشاده ان کان الذنب اضلالا له والاعتذار الیه ان

کان ایذاء کمافی الغیبة اذابلغته ولایلزم تفصیل ماغتابه به الااذابلغه علی وجه افحش والتحقیق ان هذاالزائد واجب آخر خارج عن التوبة "......(روح المعانی : ۲۸/۱۵۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد از نماز سنت کے فراغت کے بعد امام اور جملہ مقتدی کرتے ہیں، اور اس طریقے کو عین سنت نبوی کہتے ہیں، اور اس طریقے پر دعا نہ کرنے والے کو لعن طعن دی جاتی ہے، برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دے کر مشکور فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

سنتوں کے بعد انفرادی دعا مسنون ہے، اجتماعی دعا نہ سنت ہے نہ بدعت، لہذا نہ کرنے والوں پر نکیر نہ کی جائے اور کرنے والوں پر بھی نکیر نہ کی جائے، البتہ منکرین پر نکیر درست ہے۔

"واعلم ان الادعیة بهذه الهیئة الکذائیة لم تثبت عن النبی ﷺ ولم یثبت عنه رفع الایدی دبرالصلوات فی الدعوات الااقل قلیل ومع ذلک وردت فیه ترغیاب قولیة والامرفی مثله ان لایحکم علیه بالبدعة فهذه الادعیة فی زماننالیست بسنة بمعنی ثبوتها عن النبی ﷺ ولیست ببدعة بمعنی عدم اصلها فی الدین والوجه فیه ماذکرته فی رسالتی نیل الفرقدین(ص:۱۳۳)ان اکثرادعاء النبی ﷺ کان علی شاکلة الذکر لایزال لسانه رطبابه الخ"......(فیض الباری : ۲/۱۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تلاوت قرآن ایصال ثواب کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا چند اشخاص مل کر کسی کے گھر میں برائے ثواب قرآن شریف پڑھ کر بزرگ یا کسی فوت شدہ کو ثواب بخش سکتے ہیں اور کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ایصال ثواب کے لیے بغیر تعیین ایام اور بغیر اجرت کے قرآن خوانی جائز ہے چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی ہو۔

" وروی الدارقطنی ان رجلا سأله علیه السلام فقال کان لی ابوان ابرهما حال حیاتهما فکیف لی ببرهما بعدموتهما فقال ﷺ ان من البر بعدالموت ان تصلی لهمامع صلاتک وان تصوم لهمامع صومک...... وعن انس رضی الله عنه قال یارسول الله انانتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعوا لهم فهل یصل ذلک لهم قال نعم انه لیصل الیهم وانهم لیفرحون به کمایفرح احدکم بالطبق اذا اهدی الیه "......(فتاویٰ شامی : ۲/۲۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا کافر اور مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے؟

مسئلہ نمبر(۱۰۷): محترم ومکرم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا کافر اور مشرک ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اور وہاں سے کبھی بھی نکل نہیں سکیں گے؟ کیا کبھی ایسا وقت بھی آئے گا کہ کافر اور مشرک بھی جہنم سے نکل آئیں گے؟ یا ان کی زندگی ایسی ہوگی جیسے جنتی اور جنت کی کہ جنت کی زندگی کی کوئی انتہا نہیں، جنتی ہمیشہ جنت میں رہیں گے وہاں سے کبھی بھی نہیں نکلیں گے، کیا بالکل اسی طرح کافر اور مشرک لوگوں کی جہنم کی زندگی کی کوئی انتہا نہیں وہ جہنم سے کبھی بھی نکل نہیں سکیں گے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

کفار اور مشرک ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، لقوله تعالیٰ

"ان الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین فی نارجهنم خالدین فیها "

......(البینة)

اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی عقیدہ ہے اور قرآن وسنت سے اس پر بے شمار شواہد ہیں، اور اہل ایمان اگر کسی جرم کی وجہ سے دوزخ میں گئے تو بالآخر نجات پا کر جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔

”قال الامام الاعظم فی کتابہ الوصیة،والجنة والنار حق وھمامخلوقتان ولافناء لھماولالاھلھما لقولہ تعالیٰ فی حق اھل الجنة اعدت للمتقین وفی حق اھل النار اعدت للکافرین خلقھمااللہ تعالی للثواب والعقاب وقال ایضا فی الوصیة واھل الجنة فی الجنة خالدون واھل النار فی النارخالدون لقولہ تعالیٰ فی حق المؤمنین اولئک اصحاب الجنة ھم فیھاخالدون وفی حق الکفار اولئک اصحاب النار ھم فیھاخالدون انتھی“......(شرح ملاعلی القاری علی الفقہ الاکبر: ۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اپنے پیرومرشد کے لیے لفظ ﷺ کا استعمال:

مسئلہ نمبر(۱۰۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں جو ایک مسجد کا امام وخطیب ہے اپنے وعظ جمعہ کے دوران مندرجہ ذیل جملہ ادا کیا،اور کہا کہ میرے شیخ ومربی حضرت مولانا جمیل احمد ﷺ کو اللہ نے علمی میدان میں بھی اور تصوف میں بھی بڑے کمال سے نوازا ہے اور بہت متقی اور عبادت گزار ہیں۔

زید ایک مشہور علمی ودینی درس گاہ سے درس نظامی اور دورہ حدیث شریف کا سند یافتہ ہے،تمام عقائد میں اہل السنة والجماعة سے کلی طور پر متفق ہے،اس سے پہلے کسی طرح کی شکایت اس کے خلاف عوام اہل السنة والجماعة کو نہ ہے۔

زید کی مادری زبان سرائیکی ہے،اور یہ الفاظ مندرجہ بالا دوران وعظ جمعہ سینکڑوں عوام اہل السنة والجماعة کے سامنے ادا ہوئے،اور الفاظ بالا زید کا عقیدہ بھی نہیں ہے،مگر جمعہ کی تقریر میں اس کی زبان سے یہ الفاظ سینکڑوں لوگوں نے سنے اور گواہ ہیں،دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) مندرجہ بالا عبارت میں گستاخی سرکار ﷺ پائی جاتی ہے یا نہیں؟

(۲) زید محض الفاظ بالا کی ادائیگی سے گستاخ رسول ﷺ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور اس کی سزا کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

ان الفاظ سے اجتناب کریں کیونکہ یہ الفاظ مناسب نہیں ہیں،اوراس پرتوبہ واستغفارکریں، یہ الفاظ توہین رسالت کے زمرہ میں نہیں آتے بلکہ جہالت کے زمرہ میں آتے ہیں۔

” ولا یصلی علی غیرالانبیاء ولاغیرالملائکۃ الابطریق التبع قولہ ولایصلی علی غیرالانبیاء الخ لان فی الصلوۃ من التعظیم مالیس فی غیرھا من الدعوات وھی زیادۃ الرحم والقرب من اللہ تعالیٰ ولایلیق ذلک بمن یتصور منہ خطابا والذنوب الاتبعا بان یقول اللھم صل علی محمدوآلہ وصحبہ وسلم لان فیہ تعظیم النبی ﷺ زیلعی،واختلف ھل تکرہ تحریما اوتنزیھا اوخلاف الاولیٰ وصح النووی فی الاذکار الثانی لکن فی خطبۃ شرح الاشباہ للبیری من صلی علی غیرھم اثم وکرہ وھوالصحیح وفی المستصفی وحدیث ﷺ علی آل ابی اوفی الصلوۃ حقہ فلہ ان یصلی علی غیرہ ابتداء اماالغیر فلااہ واماالسلام فنقل للقانی فی شرح جوھرۃ التوحید عن الامام الجوینی انہ فی معنی الصلوۃ فلایستعمل فی الغائب ولایفردبہ غیرالانبیاء فلایقال علی علیہ السلام وسواء فی ھذاالاحیاء والاموات الافی الحاضرفیقال السلام اوسلام علیک اوعلیکم وھذا مجمع علیہ اہ اقول ومن الحاضرالسلام علینا وعلی عباداللہ الصلحین والظاھر ان العلۃ فی منع السلام ماقالہ النووی فی علۃ منع الصلوۃ ان ذلک شعاراھل البدعۃ ولان ذلک مخصوص فی لسان السلف بالانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کماان قولنا عزوجل مخصوص باللہ تعالیٰ فلایقال محمدعزوجل وان کان عزیزا جلیلا ثم قال اللقانی وقال القاضی عیاض الذی ذھب الیہ المحققون وامیل الیہ ماقالہ مالک وسفیان واختارہ غیرواحدمن الفقھاء والمتکلمین انہ یجب تخصیص النبی ﷺ وسائر الانبیاء بالصلوۃ والتسلیم کمایختص اللہ سبحانہ عندذکرہ بالتقدیس والتنزیہ ویذکر من سواھم بالغفران والرضا کماقال اللہ تعالی رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ یقولون ربنااغفرلنا

ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان وايضا فهو امر لم يكن معروفا فی الصدر الاول وانما احدثه الرافضة فی بعض الائمة والتشبه باهل البدع منهی عنه فتجب مخالفتهم اه اقول وكراهة التشبه باهل البدع مقررة عندنا ايضا لكن لا مطلقا بل فی المذموم وفيما قصدبه التشبه بهم"......(الدرمع الرد ۱ ۵۳:۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عذاب قبر کتاب وسنت سے ثابت ہے:

مسئلہ نمبر(۱۰۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

ہمارے یہاں قطر میں ایک جماعت ''پنج پیری'' کہلاتی ہے، یہ لوگ عذاب قبر کو نہیں مانتے، کیا ان کے درس میں خواہ وہ درس قرآن ہو یا کسی اور موضوع پر ہو، شرکت جائز ہے؟ نیز ایسے عقیدے کے لوگوں کے ساتھ معاشرتی روابط رکھنا کیسا ہے؟ کیا ان کے ساتھ کاروباری معاملات اور لین دین رکھ سکتے ہیں؟

برائے مہربانی ان سوالات کے جوابات دے کر مطمئن فرمائیں، اور اس فتنہ سے محفوظ رہنے کے لیے رہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اہل السنۃ والجماعۃ کا اس پر اجماع ہے کہ قبر کی راحت اور عذاب حق ہے، اور یہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت ہے، اور اہل حق اہلسنت کی تمام کتب علم کلام میں اس کی تصریح موجود ہے، اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا اہل السنۃ سے خارج ہے، اس کا درس وغیرہ سننا جائز نہیں ہے، باقی تعلقات وغیرہ جس طرح دیگر اہل بدعت وہویٰ کے ساتھ ہوتے ہیں اس طرح ان کے ساتھ بھی رکھنا جائز ہے۔

''سئل شيخ الاسلام قدس الله روحه وهو بمصر عن عذاب القبر هل هو على النفس والبدن او على النفس دون البدن؟ والميت يعذب فی قبره حيام ميتا؟ وان عادت الروح الى الجسد ام لم تعد؟ فهل يتشاركان فی العذاب والنعيم؟ او يكون ذلک علىٰ احدهما دون الآخر؟ فاجاب رضی الله عنه وجعل جنة الفردوس منقلبه ومثواه آمين الحمدلله رب العالمين بل العذاب

والنعیم علی النفس والبدن جمیعا باتفاق اهل السنة والجماعة تنعم النفس وتعذب منفردة عن البدن وتعذب متصله بالبدن والبدن متصل بها فیکون النعیم والعذاب علیهما فی هذه الحال مجتمعین کمایکون للروح منفردة عن البدن ،وهل یکون العذاب والنعیم للبدن بدون الروح؟هذافیه قولان مشهوران لاهل الحدیث والسنة والکلام وفی المسئلة اقوال شاذة لیست من اقوال اهل النسة والحدیث قول من یقول ان النعیم والعذاب لایکون الاعلی الروح وان البدن لاینعم ولایعذب وهذاتقوله الفلاسفة المنکرون لمعاد الابدان وهؤلاء کفارباجماع المسلمین ......قدثبت فی الکتاب والسنة واتفاق سلف الائمة ان الروح تبقی بعدفراق البدن وانهما منعمة اومعذبة ‘‘ ......(مجموعه فتاویٰ شیخ الاسلام احمدابن تیمیه :۲۸۳،۲۸۲/۴)

’’قال اهل السنة والجماعة عذاب القبر حق وسوال منکر ونکیر وضغطة القبر حق لکن ان کان کافرا فعذابه یدوم الی یوم القیامة ویرفع عنه یوم الجمعة وشهررمضان فیعذب اللحم متصلابالروح والروح متصلا بالجسم فیتالم الروح مع الجسد وان کان خارجا عنه والمؤمن المطیع لایعذب بل له ضغطة یجد هول ذلک وخوفه والعاصی یعذب ویضغط لکن ینقطع عنه العذاب یوم الجمعة ولیلتها ثم لایعودوان مات یومها اولیلتها یکون العذاب ساعة واحدة وضغطة القبرثم یقطع‘‘......(فتاویٰ الشامی:۱/۶۱۰)

’’ثم العذاب عنداهل السنة الجسد بعینه اوبعضه بعداعادة الروح الیه اوالی جزء منه وخالف فیه محمدبن جریروعبدالله بن کذام وطائفة فقالوا لایشترط اعادة الروح قال اصحابنا هذافاسد‘‘......(شرح المسلم للنووی: ۲/۳۸۶)

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری :۳/۱۷۶)

’’امااهل السنة والجماعة فلهم فیه قولان قیل العذاب علی الروح فقط وقیل علی الروح والجسد معاومال الی الاول الحافظ ابن القیم رحمه الله تعالیٰ والاقرب عندی هوالثانی‘‘......(فیض الباری: ۲/۴۹۲)

"عذاب القبرللكافرين ولبعض عصاة المؤمنين خص البعض لان منهم من لايريدالله تعالىٰ تعذيبه فلايعذب وتنعيم اهل الطاعة فى القبر بمايعلمه الله تعالى ويريده وهذااولى مماوقع فى عامة الكتب من الاقتصارعلى اثبات عذاب القبر دون تنعيمه بناء على ان النصوص الواردة فيه اكثر وسوال منكر ونكير ثابت كل من هذه الامور بالدلائل السمعية لانهاامورممكنة اخبربها الصادق على ما نطقت به النصوص قال الله تعالىٰ"الناريعرضون عليها غدوا وعشيا ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشدالعذاب "وقال الله تعالىٰ "اغرقوا فادخلوا نارا"قال النبى عليه السلام "استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه "وقال عليه السلام "القبرروضة من رياض الجنة اوحفرةمن حفرالنيران وبالجملة الاحاديث فى هذالمعنى اى تنعيم وتعذيب وفى كثيرمن احوال الآخرة متواترة المعنى وان لم يبلغ احادها حدالتواتر"......(شرح العقائد النسفية: ۱۲۴،مطبوعه مکتبه رحمانیه)

"الناريعرضون عليهاغدوا وعشيا فى الصحيحين عن عبدالله بن عمران رسول الله ﷺ قال ان احدكم اذامات عرض عليه مقعده بالغداة والعشى ان كان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان كان من اهل النار فمن اهل النار فيقال له هذا مقعدک حتى يبعثک الله الى يوم القيامة وفيه دليل على ان بقاء النفس وعذاب القبر وقددلت الاحاديث عليه وانعقد عليه الاجماع"......(تفسیرالمظہری: ۸/۲۰۶)

"البدعة مااحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ من علم اوعمل اوحال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويما وصراطامستقيما اه......وجهل المبتدع كالمعتزلة مانعى ثبوت الصفات زائدة وعذاب القبر والشفاعة وخروج مرتكب الكبيرة والرؤية لايصلح عذرا لوضوح الادلة من الكتاب والسنة الصحيحة لكن لايكفر اذتمسكه بالقرآن اوالحديث اوالعقل وللنهى عن تكفير اهل القبلة والاجماع على قبول شهادتهم ولاشهادة لكافرعلى مسلم "......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۵،۴۱۴)

’’ويقبل قول الفاسق والكافر والعبد فى المعاملات لكثرة وقوعها كمااذا اخبر انـه وكيـل فلان فى بيع كذا فيجوزالشراء منه ان غلب على الرأى صدقه قوله لـكثـرـة وقـوعهـا فـاشتراط العدالة فيها يؤدى الى الحرج وقلما يجدالانسان الـمستـجـمـع لشـرائـط الـعـدالة ليـعـامـله اويستخدمه اويبعثه الى وكلائه ‘‘ ......(الدرمع الرد:۲۴۳......۵)

’’وجازعيادة فاسق على الاصح لانه مسلم والعيادة من حقوق المسلمين قوله وجـاز عيـادـة فـاسـق وهـذا غيـر حـكم المخالطة ذكرصاحب الملتقط يكره لـلـمشهـور الـمقتـدى بـه الاختـلاط بـرجـل مـن اهـل البـاطـل والشر الابـقـدرالـضـرورـة لانـه يـعظم امره بين الناس ولوكان رجل لايعرف بداربه ليـدفـع الـظـلـم عـن نـفسـه مـن غيـراثـم فـلابـأس بـه اه‘‘......(الدرمع الرد : ۵/۲۷۵،۲۷۴)

’’وفـى الـحاوى وعن ابى سلمة الفقيه انه قال هذه عشرة مسائل التى وجدت عـليهامشائخ السلف من اهل الهداية والجماعة من آمن بهاكان منهم ومن لم يؤمـن بهـا فهـوصاحب هوى وبدعة ثم عدهذه العشرة،وقال قال شيخ الامام ابوبكر محمدبن احمدالقاضى ان الله تعالىٰ خلق افعال العباد وافعالهم بقضاء الـله تعالىٰ ومشيته وان الله تعالىٰ خالق لم يزل ....وان شفاعة محمد حق لاهـل الـكبـائـر مـن امتـه وان عـذاب الـقبـر حـق ‘‘......(البـحـرالـرائـق : ۸/۳۳۲،۳۳۱)

’’قـال الفقيه ابو الليث رحمه الله تعالىٰ ينبغى ان لاياخذالعلم الامن امين ‘‘ ...... (فتاوىٰ الهندية:۵/۳۷۸)

’’حـدثـنـا مـحـمـدبـن عـلـى حـدثنا النضر اخبرا بن عوف عن ابن سيرين قال هـذاالـحـديـث ديـن فـانـظـروا عـمـن تاخذون دينكم‘‘......(جامع الترمذى : ۲/۷۵۶ ، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

یاجوج ماجوج اور قیامت کی بڑی بڑی علامات کا ثبوت قرآن وحدیث سے:

مسئلہ نمبر(۱۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) یاجوج ماجوج کا ذکر قرآن پاک اور حدیث مبارکہ میں کس جگہ آتا ہے؟

(۲) ظہور مہدی، علامات قیامت، نزول عیسیٰ علیہ السلام، دجال کی آمد اور اس کے حالات کیا ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) یاجوج ماجوج کا ذکر قرآن وحدیث میں تفصیل کے ساتھ وارد ہوا ہے، قرآن پاک میں سورۃ الکھف پارہ نمبر ۱۶ رکوع نمبر۲ میں اس کی تفصیل ہے علامات قیامت اور نزول مسیح شاہ رفیع الدین صاحب کی کتاب علامات قیامت، دجال کی آمد اور اس کے تفصیلی حالات ملاحظہ ہوں (علامات قیامت: ۱۴۵)

(۲) قیامت سے پہلے امام مہدی علیہ الرضوان پیدا ہوں گے اور وہ آنحضرت ﷺ کی اولاد میں سے ہوں گے اور اس جماعت کے آخری امیر ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول فجر کی نماز کے وقت ہوگا اور اس حالت میں نزول ہوگا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کاندھوں پر رکھے ہوں گے اور ان کا نزول دمشق کی مشرقی سمت میں سفید منارے کے پاس یا بیت المقدس میں امام مہدی کے پاس ہوگا۔

(۱)"قالوا یذالقرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فهل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا وبینم سدا ،قال البغوی روی قتادة عن ابی رافع عن ابی هریرة یرفعه ان یاجوج وماجوج یحضرونه یعنی السد کل یوم حتی اذاکادوایرون شعاع الشمس قال الذی علیهم ارجعوا فستحفرونه غدا فیعبدالله عزوجل کماکان حتی اذابلغت مدتهم حفروا حتی اذاکادوا یرون شعاع الشمس قال الذی علیهم ارجعوا فستحفرونه ان شاء الله غداواستثنی فیعودون الیه وهو کهیئته حین ترکوه فیحفرونه فیخرجون علی الناس فیتبعون المیاه ویتحصن الناس فی حصونهم منهم فیرمون سهامهم الی السماء فیرجع فیها کهیئة الدم فیقولون قهرنا اهل الارض وعلونا اهل السماء فیبعث الله عزوجل لففافی اقفائهم فیهلکون وان دواب الارض یسمن ویشکر من لحومهم شکرا "......(تفسیر المظهری: ۵/۴۲۰)

’’وعن ابی سعید قال ذکررسول اللہ ﷺ بلاء یصیب ھذہ الامة حتی لایجدالرجل ملجأیلجأ الیہ من الظلم فیبعث اللہ رجلامن عترتی واھل بیتی فیملأبہ الارض قسطا وعدلا کماملئت ظلماوجورا یرضی عنہ ساکن السماء وساکن الارض لاتدع السماء من قطرھا شیئاالاصبتہ مدرارا،ولاتدع الارض من نباتھا شیئاالااخرجتہ حتی یتمنی الاحیاء الاموات یعیش فی ذلک سبع سنین اوثمان سنین اوتسع سنین(رواہ الحاکم)فیبعث اللہ رجلا ای کاملا عادلا عالما عاملا وھوالمھدی من عترتی ای اقاربی واھل بیتی ای من اخصھم فیملأ ای اللہ بہ ای بسبب وجودذلک الرجل الارض ای جمیعھا‘‘......(المرقات :۹۸،۹۷/ ۱۰)

’’وعن ام سلمة عن النبی ﷺ قال یکون اختلاف عندموت خلیفة فیخرج رجل من اھل المدینة ھاربا الی مکة فیاتیہ الناس من اھل مکة فیخرجوہ وھوکارہ فیبایعونہ بین الرکن والمقام ویبعث الیہ بعث من الشام فیخسف بھم بالبیداء بین مکة والمدینة فاذا رأی الناس ذلک اتاہ ابدال الشام وعصائب اھل العراق فیبایعونہ ثم ینشأرجل من قریش اخوالہ کلب فیبعث الیھم بعثا فیظھرون علیھم وذلک بعث کلب ویعمل فی الناس بسنة نبیھم ویلقی الاسلام بجرانہ فی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون رواہ ابوداؤد ‘‘......(المرقات :۹۲،۹۴/ ۱۰)

’’عن حذیفة ابن اسید الغفاری قال اطلع النبی ﷺ علینا ونحن نتذاکر فقال ماتذکرون ؟قالوا نذکرالساعة قال انھالن تقوم حتیٰ تروا قبلھاعشرآیات فذکر ،الدخان، والدجال،والدابة،وطلوع الشمس من مغربھا،ونزول عیسی ابن مریم،ویاجوج وماجوج،وثلاثة خسوف،خسف بالمشرق،وخسف بالمغرب،وخسف بجزیرة العرب،وآخر ذلک نارتخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرھم وفی روایة نارتخرج من قعرعدن تسوق الناس الی المحشر وفی روایة فی العاشرة وریح تلقی الناس فی البحر رواہ مسلم‘‘......(المرقات :۱۰۳،۱۰۵/ ۱۰)

”وقدروی الطبرانی عن اوس بن اوس مرفوعا ینزل عیسی بن مریم عندالمنارة البیضاء شرقی دمشق وروی الترمذی عن مجمع بن جاریة مرفوعا یقتل ابن مریم الدجال بباب لد فی النهایة هوموضع بالشام وقیل بفلسطین، کذافی شرح الترمذی للسیوطی وفی القاموس لدبالضم قریة بفلسطین یقتل عیسیٰ علیه السلام الدجال عندبابها هذا وقدقیل ان اول الآیات الدخان ثم خروج الدجال ثم نزول عیسیٰ علیه الصلوة والسلام ثم خروج یاجوج وماجوج ثم خروج الدابة ثم طلوع الشمس من مغربها فان الکفار یسلمون فی زمن عیسیٰ علیه السلام حتی تکون الدعوة واحدة ولوکانت الشمس طلعت من مغربها قبل خروج الدجال ونزوله لم یکن الایمان مقبولا من الکفار فالواؤ لمطلق الجمع فلایردان نزوله قبل طلوعها ولاماسیأتی ان طلوع الشمس اول الآیات“......(مرقات المفاتیح:۱۰۳،۱۰۴/۱۰)

”اذبعث الله عیسی بن مریم علیه السلام فینزل عندالمنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهرودتین واضعا کفیه علی اجنحة ملکین اذا طأطأ رأسه قرط واذارفعه تحدر منه مثل جمان کاللؤلؤ“......(تفسیرالمظهری: ۵/۴۲۱)

”روی مسلم عن النواس بن سمعان قال ذکررسول الله ﷺ الدجال ذات غداة فخفض فیه ورفع حتی ظنناه فی طائفة النخل فلمادخلنا الیه عرف ذلک فینا فقال ماشانکم؟فقلنایارسول الله ذکرت الدجال فخفضت فیه ورفعت حتی ظنناه فی طائفة النخل فقال غیرالدجال اخوف علیکم ان یخرج وانافیکم فانا حجیجه دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسه والله خلیفتی علی کل مسلم انه شاب قطط عینه طافیة اشبهه لعبدالعزی بن قطن فمن ادرکه منکم فلیقرأعلیه فواتح سورة الکهف انه خارج بین الشام والعراق فعاث یمینا وعاث شمالا یاعبادالله دفاثبتوا قلنایارسول الله مالبثه فی الارض؟قال اربعون یوما یوما کسنة ویوما کشهر ویوم کجمعة وسائرایامه کایامکم قلنافذلک الیوم الذی کسنة ایکفینا فیه صلوة یوم؟قاللااقدروا له

قدره قلنا یارسول الله وماسراعه فی الارض قال کالغیث استدبرته الریح فیاتی علی القوم فیدعوهم فیؤمنون به ویستجیبون له فیأمر السماء فیمطر علیهم والارض فینبت ویروح علیهم سارحتهم اطول ما کانت ذری واسبغة ضروعا وامده خواصرثم یاتی القوم فیدعوهم فیردون علیه قوله قال فینصرف عنهم فیصبحون ممحلین لسبی بایدیهم شیء من اموالهم ویمربالخربة فیقول لها اخرجی کنوزک فیتبعه کنوزها کیعاسیب النحل ثم یدعوا رجلا ممتلئا شبابا فیضربه بالسیف فیقطعه جزلتین رمیة الغرض ثم یدعوه فیقبل ویتهلل وجهه ویضحک"......(تفسیر المظهری ۴۲۰، ۱۰/۴۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مخصوص ایام میں ایصال ثواب کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۱): محترم ومکرم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل نکات کا جواب شریعت کے مطابق درکار ہے۔

(۱) جب کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے دفن کرنے کے بعد کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے، یہ کھانا کسی رشتہ دار کی طرف سے ہوتا ہے، کل حاضرین کھانا کھاتے ہیں، اگر کوئی کھانا نہیں کھاتا تو اس پر برا مناتے ہیں، اس کھانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) انتقال کے دوسرے تیسرے دن قل کا انتظام ہوتا ہے اس میں قرآن خوانی ہوتی ہے، جو حاضرین قرآن شریف نہیں پڑھ سکتے وہ چنے کے دانوں یا گٹھلیوں پر کلمہ شریف یا درود شریف پڑھتے ہیں، اختتام پر چنے یا حسب حیثیت پھل وغیرہ تقسیم کیے جاتے ہیں، اس کا انتظام ورثاء کرتے ہیں، ورثاء بالغ اور پرہیزگار بھی ہوتے ہیں، اور اپنے طور پر خرچ برداشت کرتے ہیں، چھوٹے یتیموں کا مسئلہ اس میں نہیں آتا، اس خرچ کو کچھ لوگ نفلی صدقہ کہتے ہیں، کیا شریعت کے مطابق یہ نفلی صدقہ کہلائے گا یا بیجا خرچ؟ اور کیا ایک خاندانی طور پر سید شخص اس کو کھا سکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ایصال ثواب کرنا شرعاً جائز ہے لیکن کسی مخصوص دن کو عقیدتاً ایصال ثواب کا دن سمجھ کر مقرر کرنا شرعاً درست نہیں، بغیر اعتقاد تعین کے کسی بھی دن ایصال ثواب کر سکتے ہیں، نفلی صدقہ غنی اور سید دونوں کھا سکتے ہیں۔

’’وقول النبی ﷺ لایصوم احدعن احد ولایصلی احدعن احد ای فی حق الخروج عن العهدة لافی حق الثواب فان من صام اوصلی اوتصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات اوالاحياء جازويصل ثوابها اليهم عنداهل السنة والجماعة وقدصح عن رسول الله ﷺ انه ضحى بكبشين املحين احدهماعن نفسه والآخرعن امته ممن آمن بوحدانية الله تعالىٰ وبرسالته ﷺ وروى ان سعد بن ابى وقاص رضى الله تعالىٰ عنه ان سأل رسول الله ﷺ فقال يارسول الله ان امى كانت تحب الصدقة افاتصدق عنها فقال النبى ﷺ تصدق وعليه عمل المسلمين من لدن رسول الله ﷺ الى يومنا هذا من زيارة القبور وقراءة القرآن عليها ،والتكفين والصدقات والصوم والصلوة وجعل ثوابهاللاموات‘‘......(بدائع الصنائع: ۲/۴۵۴)

’’قوله وباتخاذطعام لهم قال فى الفتح ويستحب لجيران اهل الميت والاقرباء الابعد تهية طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم لقوله ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد جائهم مايشغلهم حسنة الترمذى وصححه الحاكم ولانه برومعروف ويلح عليهم فى الاكل لان الحزن يمنعهم من ذلک فيضعفون وقال ايضا ويكره اتخاذالضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع فى السرور لافى الشرور وهى بدعة مستقبحة روى الامام احمدوابن ماجه باسناد صحيح عن جريربن عبدالله قال كنا نعدالاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة وفى البزازية ويكره اتخاذالطعام فى اليوم الاول والثالث وبعدالاسبوع اقول وفى اليوم العاشر والعشرين والاربعين وبعدستة اشهر وسنة كماهومروج فى الجهال بل هوبدعة مستقبحة لانه لااصل للتعيين بهذه الايام ولايعد هذا الطعام من الصدقات حتى يترتب عليه الثواب لان مصرف الصدقات الغرباء والفقراء وهذا انما ياكله الاقرباء والاصدقاء وفيهم الامراء والاغنياء ويكره ايضا نقل الطعام الى القبر فى المواسم واتخاذالدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقراءة سورة

الانعام اوالاخلاص والحاصل ان اتخاذالطعام عندقراء ة القرآن لاجل الاکل یکره وفیهامن کتاب الاستحسان من البزازیة وان اتخذطعاماللفقراء کان حسنا"......(الدر مع الرد: ۱/۶۶۴)

"ان القرآن بالاجرة لایستحق الثواب لاللمیت ولاللقارئ وقال العینی فی شرح الهدایة ویمنع القارئ للدنیا والآخذوالمعطی آثمان فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قراء ة الاجزاء بالاجرة لایجوز لان فیه الامر بالقراء ة واعطاء الثواب للآمر والقراء ة لاجل المال فاذالم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب الی المستاجر ولولاالاجرة ماقرء احدلاحدفی هذاالزمان بل جعلوا القرآن مکسبا ووسیلة الی جمع الدنیا واناللہ وانا الیه راجعون اه"......(فتاویٰ الشامی: ۵/۳۹)

"ولایصح الاستئجار علی القراء ة واهدائهاالی المیت لانه لم ینقل عن احدمن الائمة الاذن فی ذلک"......(فتاویٰ الشامی: ۵/۳۹)

"قوله وبنی هاشم وموالیهم ای لایجوز الدفع لهم لحدیث البخاری نحن اهل بیت لاتحل لناالصدقة ولحدیث ابی داؤد مولی القوم من انفسهم وانا لاتحل لناالصدقة......عن العتابی ان النفل جائز لهم بالاجماع کالنفل للغنی "......(البحرالرائق: ۲/۴۳۰،۴۲۹)

"وقیدبالزکوة لان النفل یجوزللغنی کماللهاشمی"......(البحرالرائق: ۲/۴۲۷)

"لکن اذاتصدق عن المیت علی من یقرء القرآن اوغیرهم ینفعه ذلک باتفاق المسلمین وکذلک من قرأ القرآن محتسبا وأهداه الی المیت نفعه ذلک والله اعلم "......(مجموعه فتاویٰ شیخ ابن تیمیه: ۲۴/۳۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شیعہ کا جنازہ پڑھنے والے مسلمانوں کے نکاح اور ایمان کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شیعہ کا جنازہ شیعہ امام نے پڑھایا اور بستی کے اہل سنت مسلمانوں نے یہ جنازہ پڑھا، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ اگر شیعہ کے عقائد کفریہ ہیں، یعنی الوہیت علی، یا تحریف قرآن وغیرہ کے قائل ہیں اور ان کو مسلمان سمجھ کر اگر جنازہ پڑھا تو پڑھنے والوں کے ذمہ تجدید ایمان ضروری ہے اور اگر شادی شدہ ہوں تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے، لیکن اگر ان کو مسلمان سمجھ کر نہیں پڑھا تو اس صورت میں توبہ واستغفار کرنی پڑے گی، واضح رہے کہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح اس صورت میں ضروری ہے جب کہ ان کو اس شیعہ کے عقائد کفریہ کا علم ہو۔

"فی البحر عن الجوهرة معزيا للشهيد من سب الشيخين او طعن فيهما كفر ولاتقبل توبته وبه اخذالدبوسی وابو الليث وهو المختار للفتوىٰ انتهىٰ وجزم به فی الاشباه واقره المصنف قائلا (قوله لكن فی النهر الخ)......اقول نعم نقل فی البزازية عن الخلاصة ان الرافضی اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر وان كان يفضل عليا عليهما فهو مبتدع اه......نعم لاشك فی تكفيره من قذف السيدة عائشة رضی الله تعالیٰ عنها او انكر صحبة الصديق او اعتقد الالوهية فی علی او ان الجبريل غلط فی الوحی اونحوذلک من الكفر الصريح المخالف للقرآن"......(درمع الرد: ۳۲۰، ۳/۳۲۱)

"الرافضی اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذبالله فهو كافر وان كان يفضل عليا كرم الله تعالی وجهه علی ابی بكر رضی الله تعالیٰ عنه لايكون كافرا الاانه مبتدع والمعتزلی مبتدع الااذاقال باستحالة الرؤية فحينئذ هو كافر كذافی الخلاصة ولوقذف عائشة رضی الله عنها بالزنی كفربالله ولوقذف سائرنسوة النبی ﷺ لايكفر ويستحق اللعنة ولوقال عمروعثمان وعلی رضی الله عنهم لم يكونوا اصحابا لايكفر ويستحق اللعنة كذافی خزانة الفقه"

’’من انکر امامة ابی بکرالصدیق رضی الله عنه فهو کافر وعلی قول بعضهم هومبتدع ولیس بکافر والصحیح انه کافر وکذلک من انکرخلافة عمر رضی الله عنه فی اصح الاقوال کذافی الظهیریة‘‘

’’ویجب اکفارهم باکفارعثمان وعلی وطلحة وزبیروعائشة رضی الله تعالیٰ عنهم ......ویجب اکفارالروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الالٰه الی الائمةوبقولهم فی خروج امام باطن وهم الامر والنهی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبرائیل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمدﷺ دون علی بن ابی طالب رضی الله عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین کذافی الظهیریة‘‘......(فتاویٰ الهندیة: ۲/۲۶۴)

’’ولاتصل علی احدمنهم مات قال علماؤنا هذانص فی الامتناع من الصلاة علی الکفار ولیس فیه دلیل علی الصلوة علی المؤمنین واختلف هل یؤخذ من مفهومه وجوب الصلوة علی المؤمنین علی قولین یوخذلانه محلل المنع من الصلاة علی الکفار لکفرهم لقوله تعالیٰ انهم کفروا بالله ورسوله‘‘......(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۸/۲۲۱)

’’وشرطها ای شرط الصلوة علیه (اسلام المیت وطهارته)اماالاسلام فلقوله تعالیٰ ولاتصل علی احدمنهم مات ابدایعنی المنافقین وهم الکفرة ولانما شفاعة للمیت اکراما له وطلب المغفرة والکافرلاتنفعه الشفاعة ولایستحق الاکرام‘‘......(تبیین الحقائق: ۱/۲۳۹)

’’وفی شرح الوهبانیة للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولاده اولادزنا ومافیه خلافیومر بالاستغفار والتوبة وتجدیدالنکاح (قوله والتوبة) ای تجدید الاسلام (قوله وتجدیدالنکاح) ای احتیاطا کمافی الفصول العمادیة وزادفیها قسماثالثا فقال وماکان خطاء من الالفاظ ولایوجب الکفر فقائله یقرعلی حاله ولایومر بتجدیدالنکاح ولکن یومر

بالاستغفار والرجوع عن ذلک وقوله احتیاطا ای یامره المفتی بالتجدید لیکون وطؤه حلالا بالاتفاق‘‘......(درمع الرد :۳/۳۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خلاف شرع کام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۳): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مسئلہ کا قرآن وحدیث کے احکام کے مطابق حل پوچھنا درکار ہے۔

گزارش ہے کہ مجھے لاعلم رکھتے ہوئے میری بیوی اور میری شادی شدہ بچی نے کچھ سودخور مردوخواتین حضرات سے رقم وصول کی جس کی سود کی شرح 10 سے 15 فی صد ماہانہ تھی اور جوسوددرسود کے حساب سے لاکھوں میں بن گئی، مجھے اس وقت معلوم ہوا جب تقاضا شروع ہوا اور بات لڑائی جھگڑے تک آگئی جس سے میں اور میرے دونوں بچے جوکہ شادی شدہ ہیں بہت پریشان ہوئے اور گھر میں ایک جھگڑے کی فضا بن گئی اور ماں بیٹے اور میری بیوی بچی سے آئے دن بدتمیزی کی فضا بن گئی ہے، میں اللہ اور اس کے رسول کو سامنے رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ مجھے صرف یہ بتایا گیا کہ یہ عورتیں کمیٹیاں وصول کرنے آتی ہیں، اس میں اور کوئی بات نہیں بقول میری بیگم اور بچی، اس فضا میں میں سخت پریشان ہوں نہ رقم واپس کرنے کا متحمل ہوں کیونکہ ایک ریٹائرڈ ٹیچر ہوں میرا گزربسر میرے بزنس اور بچے کی ملازمت سے ہورہا تھا، سود کی کوئی رقم گھر کے مصرف میں نہ آئی ہے، اگر آتی تو ہم بھی برابر کے مجرم تھے، لیکن واللہ ہمیں تو اس وقت معلوم ہوا جب جھگڑا شروع ہوا جب یہ ماں بیٹی ایک کا قرضہ اتارنے کے لیے دوسرے سے سود پر رقم وصول کرتی رہیں جس کی شرح بینک سے تقریباً 200 گنا زیادہ ہے۔

اب آپ سے یہ التماس ہے کہ قرآن وحدیث کی رو سے میاں بیوی کے حقوق وفرائض کیسے اور کس طرح ادا ہوں اور میں ان دونوں کے ساتھ کس طرح کا رویہ اپناؤں اور اپنے معاملات کس طرح نبھاؤں، مجھے اور بچوں کو معاشرے میں سخت نفرت انگیز نظروں سے دیکھا جارہا ہے، جگہ جگہ پنچائیت اور بیوی اور بیٹی کی کہانیاں پریشان کیے ہوئے ہیں، کبھی سوچتا ہوں کہ گھر سے بھاگ جاؤں مگر یہ مسئلہ کا حل نہیں ہے، اب مجھے ان کے ساتھ کس طرح تعلقات قائم رکھنے چاہئیں کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے ہاں گناہ گار نہ ہوجاؤں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

گھر والوں اور بچوں کو اس ناجائز فعل کی قباحت سمجھائیں اور جو شخص اس کام میں ملوث ہے اور آپ کے اہل وعیال میں شامل ہے انہیں اس بات پر آمادہ کریں کہ آئندہ کے لیے خلاف شریعت امور سے مکمل اجتناب کریں اور سابقہ حرام فعل پر اللہ کے حضور سچی توبہ کریں۔

”وینبغی ان یکون التعریض اولاباللطف والرفق لیکون ابلغ فی الموعظة والنصیحة ثم التعنیف بالقول لابالسب والفحش ثم بالید کاراقة الخمر واتلاف المعازف ذکر الفقیه فی کتاب البستان ان الامربالمعروف علی وجوه ان کان باکبررأیه انه لوامربالمعروف یقبلون ذلک منه ویمنعون عن المنکر فالامرواجب علیه ولایسعه ترکه “......(فتاویٰ الھندیة: ۵/۳۵۲)

”قوله تعالیٰ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله هذا وعید ان لم یذروا الربا والحرب داعیة القتل روی ابن عباس انه یقال یوم القیامة لآکل الربا خذسلاحک للحرب ......دلت هذه الآیة علی ان آکل الرباوالعمل به من الکبائر ولاخلاف فی ذلک علی مانبینه وروی عن النبی ﷺ انه قال یاتی علی الناس زمان لایبقی احدالااکل الربا ومن لم یاکل اصابه من غباره وروی الدار قطنی عن عبدالله بن حنظلة غسیل الملائکة ان النبی ﷺ قال لدرهم رباشدعندالله من ست وثلاثین زنیة فی الخطیئة وروی عنه علیه السلام انه قال الربا تسعة وتسعون باباادناهاکاتیان الرجل بامه یعنی الزنابامه ،وقال ابن مسعود آکل الرباوموکله وکاتبه وشاهده ملعون علی لسان محمدﷺ وروی البخاری عن ابی جحیفة قال نهی رسول الله ﷺ عن ثمن الدم وثمن الکلب وکسب الامة ونهی عن الواشمة والموشومة وآکل الربا وموکله ولعن المصور وفی صحیح مسلم عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اجتنبوا السبع الموبقات ......وفیها واکل الربا،وفی مصنف ابی داؤد عن ابن مسعود قال لعن رسول الله ﷺ آکل الرباوموکله وکاتبه

وشاھدہ وقال ھم سواء ،رواہ مسلم ''......(الجامع لاحکام القرآن: ۳/۳۶۳،۳۶۴)

''قال الخطابی سوی رسول اللہ ﷺ بین آکل الربا وموکلہ اذکل لایتوصل الی اکلہ الابمعاونتہ ومشارکتہ ایاہ فھماشریکان فی الاثم کماکاناشریکین فی الفعل''......(مرقات المفاتیح : ۶/۴۳)

''وایضا قدنصوا علی ان ارکان التوبة ثلاثة الندامة علی الماضی والاقلاع فی الحال والعزم علی عدم العود فی الاستقبال''......(شرح فقہ الاکبر: ۱۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

درس قرآن کو بند کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۴): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سابقہ رمضان میں محلے کی مسجد میں تبلیغی جماعت کا آنا ہوا تو عصر کی نماز کے بعد ایک شخص کا بیان ہوا، اس نے بیان میں کہہ دیا کہ اجتماعی عمل مسجد میں کیا جاتا ہے اور اجتماعی عمل کی مثال سمندر کی سی ہے اور انفرادی عمل کی مثال پانی کے قطرے کی سی ہے، جو کوئی مسجد میں انفرادی عمل میں مشغول ہو اس کو چاہیئے کہ اجتماعی عمل میں پہلے شرکت کرے پھر اپنے انفرادی عمل میں مشغول ہوجائے مثلاً تلاوت ذکروغیرہ، محلے کی مسجد میں درس قرآن ہوتا ہے ہمارے ساتھی نے تعلیم کے دوران کہہ دیا کہ درس قرآن پاک کو شرعی عذر کے بغیر چھوڑنے والا گناہ گار ہوتا ہے، ان دونوں عملوں پر ایک یا دوساتھیوں نے ناراضگی کا اظہار کیا، اور مسجد کی کمیٹی کو کہہ کر اس ساتھی کا مسجد میں بیان بند کروادیا، کیا قرآن وحدیث کی رو سے کمیٹی اس کا بیان بند کرواسکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اجتماعی کام واقعی باعث برکت زیادہ ہے مگر درس قرآن بھی تو اجتماعی عمل ہے اس سے نفرت کا اظہار کیوں کیا جاتا ہے، اگر کوئی شخص غلو کرے تو کمیٹی اس کا بیان بند کردے تو یہ درست ہے، دین کا کام جو بھی کرے وہ دین کا ہی کام ہے، اس لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے نہ کہ مخالفت، اور جس شخص کا بیان کمیٹی نے بند کیا ہے اس نے تو قرآن پاک کے درس کی اہمیت بیان کی ہے اس وجہ سے کمیٹی نے جو اقدام کیا ہے وہ درست نہیں ہے۔

”قال الوبری فی المسجد عظة وقراء ة القرآن فالاستماع الی العظة اولی کذافی القنیة“......(فتاویٰ الهندیة: ۵/۳۱۸)

”ولوجلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبة والوراق یکتب لنفسه فلاباسبه لانه قربة وان کا ن بالاجرة یکره الاان یقع لهماالضرورة “......(فتاویٰ الهندیة: ۵/۳۲۱)

”لابأس بالجلوس للوعظ اذاارادبه وجه الله تعالی“......(فتاویٰ الهندیة: ۵/۳۱۹)

”رجل تعلم بعض القرآن ثم وجد فراغا فتعلم القرآن افضل من صلوة التطوع“......(خلاصة الفتاویٰ: ۱/۱۰۲)

”التذکیرعلی المنابر للوعظ والاتعاظ سنة الانبیاء والمرسلین “ ...... (الدرعلی هامش الرد: ۵/۲۹۹)

”عن ابی موسی قال کان رسول الله ﷺ اذابعث احدامن اصحابه فی بعض امره قال بشروا ولاتنفروا ویسروا ولاتعسروا متفق علیه ،قال بشروا ای الناس بالاجر والمثوبات علی الطاعات وفعل الخیرات ولاتنفروا ای لا تخوفوهم بالمبالغة فی انذارهم حتی تجعلوهم قانطین من رحمة الله بذنوبهم واوزارهم “......(مرقات المفاتیح: ۷/۲۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سکول ٹیچر سے متعلق شریعت کے اوامر ونواہی:

مسئلہ نمبر(۱۱۵): میں ایک سرکاری سکول میں مڈل ٹیچر ہوں، ششم تا ہشتم کے بچوں کو پڑھاتا ہوں، میرے شعبہ سے متعلقہ شریعت کے اوامر ونواہی سے تفصیل سے مطلع فرمادیں تاکہ بندہ اس پر عمل کر سکے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ کے شعبہ سے متعلقہ امر ونہی اس حدیث کے ماتحت ہیں ”کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته“، تم میں سے ہرایک ذمہ دار ہے اوراس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہوگی، لہذا آپ کے لیے وقت

پر آنا جانا اور پڑھائی کے اوقات میں صرف پڑھانا ہوگا، اور جس طرح بچوں نے اپنے اوقات وجان ومال آپ کی خدمت میں حاضر کیا ہے اسی طرح شوق اور مطالعہ کے ساتھ آپ کو پڑھانا ہوگا اور کوشش کریں کہ ان کو ضرور دینی علم پڑھائیں خاص طور پر پاکی، ناپاکی، نماز، پردہ وغیرہ کے بارے میں خوب سمجھائیں اور ترغیب دیں۔

بچوں کو مسائل سمجھانے کے لیے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کی کتاب تعلیم الاسلام نہایت مفید ہے۔

”وعن عبدالله عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ الا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته فالامام الذى على الناس راع وهومسئول عن رعيته والرجل راع على اهل بيته وهومسئول عن رعيته والمرء ة راعية على بيت زوجها وولده وهى مسئولة عنهم عبدالرجل راع على مال سيده وهومسئول عنه الافكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته(متفق عليه)فى شرح السنة معنى الراعى هناالحافظ المؤتمن على مايليه امرهم النبى ﷺ بالنصيحة فيمايلونهم وحذرهم الخيانة فيه باخباره انهم مسئولون عنه فالرعاية حفظ الشئ وحسن التعهد فقداستوى هٰؤلاء فى الاسم ولكن معانيهم مختلفة امارعاية الامام ولاية امورالرعية فالحياطة من ورائهم واقامة الحدود والاحكام فيهم ورعاية الرجل اهله فالقيام عليهم بالحق فى النفقة وحسن العشرة ورعاية المرأة فى بيت زوجها فحسن التدبير فى امر بيته والتعهد بخدمة اضيافه ورعاية الخادم فحفظ مافى يده من مال سيده والقيام بشغله“

......(مرقاة المفاتيح: ۲۴۱، ۲۴۲/۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

برکت کی نیت سے گھر میں قرآن خوانی، حمد و نعت اور بیان کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۶): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دینی ودنیاوی زندگی میں برکت کے لیے مندرجہ ذیل اعمال جائز ہیں یا ناجائز؟

(۱) تلاوت قرآن پاک (قرآن خوانی)۔

(۲) حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول ﷺ۔

(۳) عالم دین کا خطاب اور پھر نبی پاک ﷺ کے لیے درود وسلام پڑھنا۔

(۴) اجتماعی دعا اور آخر میں شیرینی کے اہتمام سے متعلق فتویٰ صادر فرمائیں کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

برکت کے لیے گھر کے اندر بغیر عقیدہ تعیین تاریخ کے قرآن مجید کی تلاوت کرنا، حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول ﷺ کا پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ نعت میں ایسے کلمات نہ ہوں جو موہم شرک ہوں۔

اسی طرح عالم دین کا خطاب کروانا جو شریعت وسنت کے مطابق ہو جائز ہے، بلکہ بہترین عبادت ہے، بشرطیکہ بدعات کی ترویج پر مشتمل نہ ہو۔

اور حضور علیہ السلام پر درود وسلام پڑھنا بھی بہترین عبادت ہے بشرطیکہ وہ درود وسلام کتاب وسنت سے ثابت اور اس میں ایسے کلمات نہ ہوں جو موہم شرک ہوں۔

اور اجتماعی دعا کرانا بھی جائز ہے، اور آخر میں شیرینی تقسیم کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ وہ شیرینی نذر لغیر اللہ نہ ہو۔

”قال فی الفتاویٰ النسفی القرآن کله برکة قراءة القرآن اشدعلی الشیطان من سائر الطاعات“......(خلاصة الفتاویٰ ۱/۱۰۳)

”قال فی الضیاء المعنوی العشرون ای من آفات اللسان الشعر سئل عنه ﷺ فقال کلام حسنه حسن وقبیحه قبیح ومعناه ان الشعر کالنثر یحمدحین یحمد ویذم حین یذم ولابأس باستماع نشید الاعراب وهوانشادالشعر من غیرلحن ویحریم هجومسلم ولوبمافیه قال ﷺ لان یمتلی جوف احدکم قیحا خیرله من ان یمتلی شعرا فماکان منه فی الوعظ والحکم وذکرنعم الله تعالیٰ وصفة المتقین فهوحسن وماکان من ذکرالاطلال والازمان والامم فمباح وماکان من هجووسخف فحرام وماکان من وصف الخدودوالقدود والشعورفمکروه“......(فتاویٰ ۱/۴۸۸)

”وکثیرفی شعرحسان رضی الله تعالیٰ عنه من هذا کقوله وقدسمعه النبی

ﷺ تبلت فؤادک فی المنام خریدة تسقی الضجیع باردبسام‘‘......(فتاویٰ الشامی:۱/۳۵)

’’التذکیرعلی المنابر للوعظ والاتعاظ سنة الانبیاء والمرسلین‘‘......(الدرعلی هامش الرد : ۵/۲۹۹)

’’قال سئل محمدعن الصلوة علی النبی ﷺ فقال یقول اللهم صل علی محمدوعلیٰ آل محمد کماصلیتعلی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انک حمیدمجیدوبارک علی محمدوعلی آل محمدکمابارکت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انک حمیدمجیدوهی الموافقة لمافی الصحیحین وغیرهما‘‘......(فتاویٰ الشامی:۱/۳۷۹،۳۷۸)

’’روایة النسائی من صلی علی واحدة ﷺ عشرصلوات وحط عنه عشرسیئات ورفعت له عشردرجات ‘‘......(فتاویٰ الشامی:۱/۳۸۰)

درودشریف کے متعلق علامہ شامی لکھتے ہیں۔

’’نص العلماء علی استحبابها فی مواضع یوم الجمعة ولیلتها ......واول الدعاء واوسطه وآخره وعقب دعاء القنوت وعندالفراغ من التلبیة وعندالاجتماع والافتراق وعندالوضوء وعندطنین الاذن وعندنسیان الشئ وعندالوعظ ونشرالعلوم وعندقراءة الحدیث ابتداء وانتهاء ‘‘......(فتاویٰ الشامی: ۱/۳۸۳)

’’ویستحب له اذاختم القرآن ان یجمع اهله عن انس بن مالک کان اذاختم القرآن جمع اهله ودعا عن الحکم قال کان مجاهدوعبدة بن ابی لبابة وقوم یعرضون المصاحف فاذا ارادوا ان یختموا وجهوا لینا احضرونا فان الرحمة تنزل عندختم القرآن‘‘......(تفسیرالقرطبی:۳۱،۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ادعیہ ماثورہ میں الفاظ کا اضافہ کرنا:

مسئلہ نمبر(۱۱۷): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال یہ ہے کہ قرآن کریم میں درج دعاؤں کے پڑھنے کے ساتھ پہلے یا بعد میں الفاظ کا اضافہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

قرآن وسنت میں جو دعائیں واذکار جس طریقہ سے مروی ہیں اولی وافضل یہی ہے کہ انہیں طریقہ کے مطابق انہیں الفاظ کے ساتھ کی جائیں اور اپنی طرف سے ان میں اضافہ یا کمی نہ کی جائے، جیسا کہ بخاری شریف میں باب الوضوء کی آخری روایت میں ایک صحابی نے حضور ﷺ کی دعاء سننے کے بعد کہ جس میں حضور ﷺ اس صحابی کو دعا سکھائی تھی اس میں صحابی نے ”ونبیک الذی ارسلت“ کی بجائے ”وبرسولک الذی ارسلت“ پڑھا تو اس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہی الفاظ پڑھو جو میں نے بتائے ہیں، اس پر حافظ ابن حجر نے تحریر فرمایا ہے کہ ذکرواذکار کے الفاظ کا متعین ہونا ہی مسموع ہے، اور ثواب ان میں زیادہ ہے، اور بسا اوقات منقولی الفاظ میں ایسے رموز ہوتے ہیں کہ جو دوسرے الفاظ میں نہیں آسکتے، الفاظ میں تغیر نہیں کرسکتا اور نہ ہی درمیان میں اضافہ کرنا چاہیئے، آخر میں کلمات کا اضافہ کرسکتے ہیں۔

”قال الحافظ فی الفتح تحت قوله عليه السلام ،قال لاونبيک الذی ارسلت ،اولان الالفاظ الاذكار توقيفية فی تعيين اللفظ وتقدير الثواب فربما كان فی اللفظ ليس فی الآخر ولويرادفه “......(فتح الباری : ۱/۲۸۵)

”والتلبية علی المذهب وهی لبيک اللهم لبيک لاشريک لک لبيک ان الحمدوالنعمة لک والملک لاشريک لک وزدندبا فيها ای عليها لافی خلالهاقوله وزدفيها ولاتحسب الزيادة من غيرالماثور كمافی العناية خلافا لمافی النهر فافهم نعم فی شرح اللباب ماوقع ماثورا يستحب بان يقول لبيک وسعديک والخير كله بيديک والرغباء اليک اله الخلق لبيک بحجة حقا تعبدا ورقا لبيک ان العيش عيش الآخرة ومالیس مرويا فجائز

اوحسن (قوله ای علیها)فالظرف بمعنی علی کمافاده الزیلعی قال فی النهر فمامر من لبیک وسعدیک ونقله فی النهر عن ابن عمررضی الله عنه یاتی به بعدالتلبیة لافی اثنائها فافهم‘‘......(درمع الرد: ۴۷۳/ ۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

استشارہ اور استخارہ میں مقدم کیا ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) ایک آدمی نے استخارہ کیا اور اس کے بعد مشورہ کیا اور دونوں کے درمیان میں تضاد ہے تو کس پر عمل کرنا چاہیئے؟

(۲) اگر استخارہ کیا جائے تو مشورہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اسی طرح اگر مشورہ کرلیا جائے تو استخارہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(۳) یہ دونوں عمل کرنے چاہئیں یا ایک ہی عمل کافی ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) جائز امور میں جب استخارہ کرلیا تو پھر مشورہ کی ضرورت نہیں کیونکہ استخارہ میں خداوند قدوس جل جلالہ سے مشورہ لینے کی درخواست ہے اور جب اللہ کریم جل شانہ سے مشورہ طلب کرلیا تو پھر اور کسی سے مشورہ کی ضرورت باقی نہیں رہی البتہ اگر پہلے مشورہ کرلیا اور بعد میں استخارہ کرلیا تو جس طرف میلان قلب ہو اسی پر عمل کرنا چاہیئے، واضح رہے کہ تمام ایسے امور کے اندر جس میں شرعاً کوئی خلجان محسوس نہ ہو استخارہ کافی ہوتا ہے اور اگر شرعاً اس میں خلجان ہو تو معتمد عالم دین کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، واضح رہے کہ استخارہ سے پہلے مشورہ بہتر ہے۔

’’الاستشارة قبل الاستخارة قال النووی یستحب ان یشیر قبل الاستخارة من یعلم من حاله النصیحة والشفقة والخبرة ویثق بدینه ومعرفته قال تعالیٰ وشاورهم فی الامر‘‘......(کتاب الاذکار للنووی: ۳۶۵/ ۱)

’’وعن جابر قال کان رسول الله ﷺ یعلمنا الاستخارة ای طلب تیسیرالخیر

فی الامرین من الفعل اوالترک من الخیر وھوضدالشرفی الامور ای التی نریدالاقدام علیھا مباحۃ کانت اوعبادۃ کانت لکن بالنسبۃ الی ایقاع العبادۃ فی وقتھا وکیفیتھا لابالنسبۃ الی اصل فعلھا......وفی الحدیث ما خاب من استخاروالاندم من استشار ولاعال من اقتصد رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ عنہ قیل ویمضی بعدالاستخارۃ لماینشرح لہ صدرہ انشراحا خالیا عن ھوی النفس فان لم ینشرح لشیء فالذی یظھرانہ یکرر الصلوۃ حتی لہ الخیر قیل الی سبع مرات وان کان الامر عجلۃ فلیقل اللھم خرلی بکسر الخاء واخترلی واجعل لی الخیرۃ بفتح الیاء فیہ“......(مرقات المفاتیح : ۳۶۲تا۳/۳۶۷)

”واذااستشار وظھر انہ مصلحۃ استخار اللہ تعالیٰ فی ذلک قال ابن حجر الھیثمی حتی عندالتعارض ای تقدم الاستشارۃ لان الطمانینۃ الی قول المستشار منھا الی النفس لغلبۃ حظوظھا وفساد خواطرھا واما لوکانت لنفسہ مطمئنۃ صادقۃ ارادتھا متخلیۃ عن حظوظھا قدم الاستخارۃ“ ......(الفتوحاتالربانیۃ:۹۴،۳/۹۵)

”وینبغی ان یکررھا سبعالماروی ابن السنی یاانس اذاھممت بامر فاستخرربک فیہ سبع مرات ثم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیہ ولوتعذرت علیہ الصلوۃ استخار بالدعاء اہ ملخصا وفی شرح الشرعۃ المسموع من المشائخ انہ ان ینبغی ان ینام علی طھارۃ مستقبل القبلۃ بعد قراءۃ الدعاء المذکور فان رأی فی منامہ بیاضا اوخضرۃ فذلک الامر خیر وان رأی فیہ سوادا اوحمرۃ فھوشرینبغی ان یجتنب“......(فتاویٰ الشامی:۵۰۷،۵/۵۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سرور کائنات ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں:

مسئلہ نمبر (۱۱۹): محترمی ومکرمی جناب حضرت اقدس مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ کیا حضور ﷺ کی موت کے بعد امت کے ہر فرد کے اعمال روزانہ یا ہفتہ وار یا ہر ماہ یا ہر سال حضور ﷺ پر پیش ہوتے ہیں؟

جس کے ذریعے حضور ﷺ امت کے ہر فرد کو جانتے ہیں، یا حضور ﷺ کی موت سے قبل امت کے ہر فرد کا تفصیلی عرض اعمال ہوا ہے، یا اجمالی عرضِ اعمال ہوا ہے، یعنی اچھے اور برے اعمال کی فہرست آپ کے سامنے پیش کی گئی، یا عرضِ اعمال نہ ہوا ہے اور نہ ہی ہوتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

”عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله حیاتی خیر کم تحدثون ویحدث لکم ووفاتی خیرلکم تعرض علی اعمالکم فمارأیت من خیر حمدت الله علیه ومارأیت من شر استغفرت الله لکم رواه البزاز ورجاله رجال الصحیح“......(مجمع الزوائد : ۹/۲۴،وفاء الوفاء: ۲/۲۰۶،شفاء السقام: ۳۴)

شیخ الطائفہ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہ (متوفی ۶۳۲ھ) فرماتے ہیں۔

”وقدوردفی الخبر عن النبی ﷺ تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی الله تعالی وتعرض علی الانبیاء والآباء والامهات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتهم وتزداد وجوههم بیاضا واشراقا فاتقوا الله ولاتؤذوا موتاکم،وفی خبر آخر ان اعمالکم تعرض علی عشائرکم واقاربکم من الموتیٰ فان کان حسنا استبشر وان کان غیر ذلک قالوا اللهم لاتمتهم حتی تهدیهم کماهدیتنا الخ“......(عوارف المعارف علی هامش احیاء علوم الدین : ۴/۱۵۳،اور دوسری حدیث مسند احمد: ۳/۱۶۵ پر بھی ہے۔

ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اچھے اعمال پر آپ ﷺ

خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں اور برے اعمال پر استغفار کرتے ہیں، اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ پیر اور جمعرات اور جمعہ کو اللہ تعالیٰ اور دیگر انبیاء کرام اور قریبی عزیزوں پر بھی اعمال پیش ہوتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریہ کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۲۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھوٹ بولنا تو کبیرہ گناہ ہے لیکن بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک موقع پر جھوٹ بولا تھا؟ تو اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بخاری شریف کی اس روایت میں جھوٹ سے مراد حقیقی جھوٹ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد توریہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کلام سے اور معنی مراد لیا ہے اور سننے والوں نے دوسرا معنی سمجھا، ضرورت شدیدہ کے موقع پر توریہ کا استعمال جائز ہے۔

"والمرادبالكذب الكذب صورة لاحقيقة فيؤل ذلک بانه كذب بالنسبة الى فهم السامعين امافى نفس الامر فلا"......(حاشية بخارى: ۱/۴۷۴)

"قال عليه الصلوة والسلام كل كذب مكتوب لامحاله الاثلاثة الرجل مع امرء ته اوولده والرجل يصلح بين اثنين والحرب فان الحرب خدعة قال الطحاوى وغيره هومحمول على المعاريض لان عين الكذب حرام قلت وهوالحق "......(فتاوىٰ شامى: ۳/۳۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۱۲۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہر سال ربیع الاول کے موقع پر جلوس نکالے جاتے ہیں اور عید میلاد النبی ﷺ کے عنوان سے بہت کچھ کیا جاتا ہے، عرض یہ ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

رحمت کائنات حضرت محمد ﷺ کے ذکر ولادت کے عنوان سے جو محفلیں منعقد کی جاتی ہیں انہیں محفل میلاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ کرنا اور اس سے آگاہ کرنا تمام مسلمانوں کے لیے موجب خیر و برکت اور باعث فخر و سعادت ہے، لیکن شریعت نے ہر کام اور عبادت کے لیے کچھ حدود وقواعد مقرر کیے ہیں، ان حدود وقواعد کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہر عمل کا انجام دینا ضروری ہے اور ان سے تجاوز کرنا ناجائز اور سخت گناہ ہے، اس کی سادہ سی مثال یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت عظیم ثواب کا عمل ہے، لیکن رکوع اور سجدہ کی حالت میں ممنوع ہے، اسی طرح نماز اہم ترین عبادت ہے لیکن آفتاب کے طلوع اور غروب ہونے کے وقت نماز پڑھنا حرام ہے، اسی طرح سیرت طیبہ کے مبارک تذکرے کے لیے کچھ حدود وقواعد ہیں، مثلاً سیرت کے تذکرے کو کسی معین تاریخ یا مہینہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے بلکہ سال کے ہر مہینہ میں اور مہینہ کے ہر ہفتہ میں اور ہفتہ کے ہر دن میں اسے یکساں طور پر باعث سعادت عمل سمجھا جائے اور اس کے لیے کوئی بھی جائز طریقہ اختیار کر لیا جائے مثلاً سیرت پر لکھی گئی معتبر کتابوں کے مطالعہ کا معمول بنا لیا جائے یا کسی عالم دین کو بلا کر مہینہ میں ایک مرتبہ سیرت کے موضوع پر وعظ سن لیا جائے ایسا کرنا نہ صرف جائز بلکہ باعث ثواب ہے مگر ان تمام مفاسد اور منکرات سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے جو عام طور پر مروجہ میلاد کی محفلوں میں پائے جاتے ہیں ان میں سے بعض مفاسد اور منکرات درج ذیل ہیں۔

(۱) ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو خصوصیت کے ساتھ محفل میلاد منعقد کرنا یا عید میلاد النبی ﷺ منانا اس کا کوئی ثبوت حضرات صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین کے مبارک دور میں نہیں ملتا، لہذا آپ ﷺ کے ذکر کو کسی معین تاریخ یا معین مہینہ کے ساتھ مخصوص کر لینا دین میں اضافہ اور بدعت ہے۔

(۲) مٹھائی حلوہ کے لیے لوگوں سے چندہ وصول کرنا جس میں لوگ عموماً لحاظ و مروت کی خاطر جان چھڑانے کے لیے چندہ دیتے ہیں اور حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

(۳) ان محفلوں میں ضرورت سے زیادہ روشنی اور چراغاں کا اہتمام ہونا، ان کی سجاوٹ میں حد سے زیادہ تکلف کرنا اور غیر ضروری آرائش پر حد سے زیادہ اخراجات کرنا جو بلاشبہ اسراف میں داخل ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

(۴) ان محفلوں میں تصویر اتارنا، جلسوں کے انتظامی انہماک کی وجہ سے یا رات کو دیر تک جاگنے کے سبب فرض نماز ترک کرنا یا فرض نماز کا قضاء ہو جانا شرعاً جائز نہیں ہے۔

(۵) ان محفلوں میں بعض اوقات بے احتیاطی کی وجہ سے ایسی کہانیاں بیان کر دی جاتی ہیں جو صحیح اور معتبر روایات

سے ثابت نہیں ہوتیں حالانکہ اس مقدس موضوع کی نزاکت کا تقاضا یہ ہے کہ صحیح روایات سے ثابت شدہ واقعات نہایت احتیاط سے بیان کیے جائیں۔

(۶) نبی کریم ﷺ نے ہر شعبہ زندگی سے متعلق واضح ہدایات اور تعلیمات امت کو عطا فرمائی ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی تمام تعلیمات پر روشنی ڈالی جائے، عبادات، معاملات، معاشرت، اور اعمال واخلاق پر سیر حاصل گفتگو کی جائے، لیکن یہ عام مشاہدہ ہے کہ آج کل کی زیادہ تر میلاد کی محفلوں میں صرف آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر کیا جاتا ہے یا زمانہ نبوت سے پہلے کے حالات بیان کیے جاتے ہیں، یا زیادہ سے زیادہ آپ ﷺ کے معجزات کا کچھ بیان ہوجاتا ہے لیکن عموما شعبہ ہائے زندگی سے متعلق جامع تعلیمات نبوی کا بیان نہیں ہوتا اوران کی جگہ خرافات، مفاسد اور منکرات نے لے لی ہے، لہذا مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر مروجہ میلاد کی محفلیں قابل ترک ہیں، البتہ اگران مفاسد میں سے کوئی نہ ہو اور شرعی حدود وآداب کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی سیرت کی کوئی محفل محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر منعقد کرلی جائے تو اس میں ان شاء اللہ سراسر خیر وبرکت ہے۔

(۷) حاضرین کھڑے ہو کر نعت خوانی کرتے ہیں اس عقیدہ سے کہ آپ ﷺ محفل میں تشریف لا رہے ہیں، یہ عقیدہ غلط ہے اور باطل ہے اور اس طرح کا قیام شرعا ناجائز ہے۔

علامہ ابن حجر الہیثمی فرماتے ہیں

”ونظیر ذلک فعل کثیر عند ذکر مولدہ ﷺ ووضع امہ لہ من القیام وھو ایضا بدعۃ لم یرد فیہ شئ“......(الفتاویٰ الحدیثیۃ: ۵۸)

(۸) نیز حضور ﷺ کی ولادت کے بارے میں جو مشہور ہے کہ یہ بارہ ربیع الاول کا دن تھا یقینی طور پر درست نہیں ہے، علامہ نووی نے چار اقوال اس کے بارے میں نقل کیے ہیں اور ترجیح کسی ایک کو بھی نہیں دی، پہلا قول یہ ہے کہ دو ربیع الاول کا دن تھا، دوسرا یہ ہے کہ آٹھ ربیع الاول کا دن تھا، تیسرا یہ کہ دس تاریخ تھی اور چوتھا قول یہ ہے بارہ ربیع الاول کا دن تھا، جب کہ علامہ حلبی کا رجحان سیرت حلبیہ میں ۹ تاریخ کی طرف ہے۔

”واتفقوا علی انہ ولد یوم الاثنین من شھر ربیع الاول واختلفوا ھل ھو فی الیوم الثانی اوالثامن من ام العاشر اوالثانی عشر فھذہ اربعۃ اقوال مشھورۃ“

......(تھذیب الاسماء ۵۰/۱)

تو جب اس میں اختلاف ہے اور کوئی وجہ ترجیح بھی نہیں تو بارہ ربیع الاول کو متعین کرنا کیسے درست ہے؟ لہذا آج کل بارہ ربیع الاول کو جو مروجہ عید میلاد منائی جاتی ہے شرعاً جائز نہیں ہے۔

البتہ ان منکرات سے پاک صرف ذکر رسول ﷺ اور مواعظ حسنہ صحیحہ باعث اجر وثواب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جادواور جنات کے توڑ کے لیے ایک تعویذ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس عمل کے بارے میں کہ جادو جنات کے علاج کے لیے یہ عمل پڑھنا جائز ہے؟ ان الفاظ کے ادا کرنے میں کسی قسم کی بے ادبی تو نہیں ہوگی؟ مفتیان کرام اس عمل کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں، شکریہ۔

عمل کے الفاظ یہ ہیں۔

کسی بھی قسم کی مشکل اور سخت کالا جادو ہو یا جنات کے اثرات ہوں تو اول وآخر درود شریف تین تین بار پڑھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیت الکرسی دل قرآن آپ چلے تو رحمان ہلکے ہلکے سات آسمان ساتوں کے لیے ایک دربان پاؤں رکھے جبرائیل دھڑ رکھے رحمان کمر رکھے محمد مصطفیٰ ﷺ سر رکھے سبحان سبحان وجود موجود بارگاہ رسول چلا کرے، چلا دو کرے، جادو کرے، جوجو کرے، سوسو کرے، الٹ پھیر اس کا اسی پر پڑے سر ملے، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نام ے بحق لااله الا الله محمدرسول الله ۔

قبلہ رخ پاک صاف کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر یقین کامل سے کریں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال مذکورہ الفاظ جہمیہ کے عقیدے کی تائید کر رہے ہیں لہذا یہ تعویذ اور عمل درست نہیں ہے۔

”قالوا انماتکره العوذة اذاکانت بغیرلسان العرب ولایدری ماهو،ولعله یدخله سحراوکفر اوغیرذلک واماماکان من القرآن اوشئ من الدعوات فلابأس به “......(درمع الرد :............)

”عن عوف بن مالک الاشجعی قال کنانرقی فی الجاهلیة فقلنا یارسول الله !کیف تری فی ذلک ؟فقال اعرضوا علی رقاکم لابأس بالرقیٰ مالم یکن فیه شرک رواه مسلم “......(مشکوة المصابیح : ۲/۴۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

واحد الرحمٰن نام رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ

(۱) کہ بندہ کا نام والدین نے واحد الرحمان رکھا ہے اور اب بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ نام رکھنا درست نہیں ہے، لہذا مہربانی فرما کر شریعت کی روشنی میں صحیح جواب عنایت فرمائیں، اگر یہ نام رکھنا درست نہیں ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

(۲) عبد القیوم، عبد الخالق، عبد القدوس، عبد الواحد وغیرہ جیسے ناموں کو بغیر لفظ عبد کے قصداً پکارنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) صورت مسئولہ میں واحد الرحمٰن نام رکھنا صحیح ہے، اس کا معنی ہے رحمان کا ایسا بندہ جو یکتا ہو کسی وصف یا عہدہ اور منصب کے لحاظ سے "هو احد قومه" وہ اپنی قوم میں لاثانی ہے فضیلت وغیرہ میں (المنجد: ۹۶۳)

"الواحد بمعنی المتقدم فی علم اوباس اوغیر ذلک کانه لامثل له" ......(المعجم الوسیط: ۱۰۵۹)

"قال الازهری واما اسم الله عزوجل احد فانه لایوصف شئ بالاحدية غيره لایقال رجل احد ولادرهم احد کمایقال رجل وحد ای فرد لان احدا صفة من صفات الله عزوجل التی استخلصها لنفسه ولایشرکه فیها شئ ولیس کقولک الله واحد وهذا شئ واحد قال الازهری والواحد من صفات الله عزوجل معناه انه لاثانی له ویجوز ان ینعت الشئ بانه واحد"......(لسان العرب: ۸:۴۲۳۵)

"قوله وجاز التسمية بعلی الخ الذی فی التتارخانية عن السراجية التسمية یوجد باسم فی کتاب الله تعالی کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزة الخ ومثله فی المنح عنها وظاهره الجواز ولو معرفا بال"......(فتاویٰ شامی: ۵/۲۹۶)

(۲) وہ تمام اسماء صفاتیہ کہ جن کا استعمال مخلوق کے لیے جائز ہے بغیر عبد کے پکارنا صحیح ہیں۔

"التسیمة باسم یوجد فی کتاب الله تعالیٰ کالعلی والکبیر جائزة لانه من اسماء المشترکة ویراد فی حق العباد غیرمایرادفی حق الله تعالیٰ"......(سراجیة: ۳۱۹)

"وقوله تعالیٰ لقدجاء کم رسول من انفسکم عزیزعلیه ماعنتیم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم"......(سورة التوبة)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا قضاء عمری کی حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۱۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حدیث بیان کی جاتی ہے قضاء عمری کے بارے میں اس کی تحقیق مطلوب تھی۔

کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جس شخص کی نمازیں قضاء ہوئی ہوں اور تعداد معلوم نہ ہو تو وہ رمضان کے آخری جمعہ کے دن چار رکعت نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ آیۃ الکرسی سات بار اور سورۃ الکوثر پندرہ بار پڑھے، اگر ستر سال کی نمازیں بھی قضاء ہوئی ہوں تو اس کے کفارے کے لیے یہ نماز کافی ہے، تو کیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال یہ روایت نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے بلکہ کسی نے خود بنا کر نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کی ہے جس کو موضوع کہتے ہیں اور اس پر عمل کرنا ناجائز ہے۔

"حدیث من قضی صلوات من الفرائض فی آخرجمعة من رمضان کان ذلک جابرالکل صلاة فائتة فی عمره الی سبعین سنة، قال علی القاری فی موضوعاته الصغریٰ والکبریٰ باطل قطعا لانه مناقض للاجماع علی ان شیئا من العبادات لایقوم مقام فائتة سنوات ثم لاعبرة بنقل صاحب النهایة ولابقیة شراح الهدایة لانهم لیسوا من المحدثین ولااسندوا الحدیث الی احدمن المخرجین انتهیٰ وذکرالشوکانی فی الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة بلفظ من صلی فی آخرجمعة من رمضان الخمس الصلوات

المفروضة فی الیوم واللیلة قضت عنه ما اخل به من صلوات سنة ....وقال هذا موضوع بلا شک ولم اجد فی شئ من الکتب التی جمع مصنفوها فیها الاحادیث الموضوعة ولکن اشتهر عندجماعة من المتفقهة بمدینة صنعاء فی عصرنا هذا وصار کثیر منهم یفعلون ذلک ولادری من وضع لهم فقبح الله الکذابین ،انتهیٰ، وقال العلامة الدهلوی فی رسالته العجالة النافعه عندذکر قرائن الوضع الخامس ان یکون مخالفا لمقتضی العقل وتکذبه القواعد الشرعیة مثل القضاء العمری ونحوذلک انتهیٰ معربا، قلت وقدالفت لاثبات هذاالحدیث الذی یوجدفی کتب الاوراد والوظائف بالفاظ مختلفة مختصرة ومطولة بالدلائل العقلیة والنقلیة رسالة ب ردع الاخوان عن محدثات آخرجمعة رمضان وادرجت فیها فوائد تنشط بها الاذهان وتصغی الیه الآذان فلتطالع فانها نفسیة فی بابها رفیعة الشان "

......(رسالة الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة للکهنوی : ۵/۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غیر مسلم ممالک میں سکونت اختیار کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۵): محترم ومکرم مفتیان کرام وعلماء کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مسلمان ملک کا مسلمان باشندہ غیر مسلم ملک (برطانیہ، امریکا) میں مستقل سکونت اختیار کرتا ہے، اس کے متعلق قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں وضاحت فرمادیں، نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں غیر مسلم ملک میں مستقل سکونت اختیار کرنا وہاں کا رہائشی اور شہری بننا اگر کسی دینی مقصد کے لیے نہیں بلکہ عیش وعشرت کی زندگی گزارنے کے لیے جانا ہے تو یہ ترک وطن درست نہیں ہے بلکہ اپنے آپ کو منکرات اور فواحش میں ڈالنے کے مترادف ہے، یہاں تک کہ مسلمان کافروں کے ساتھ گھل مل جاتا ہے، اسی بناء پر نبی کریم ﷺ نے کفار کے ساتھ اقامت اختیار کرنے کو ان کی مماثلت قرار دیا ہے۔

لہذا بہتر یہی ہے کہ ان سے دور رہے اور تجارتی حوالے سے بھی دور رہنے کی کوشش کریں۔

"قال محمدرحمه الله تعالى لابأس بان يحمل المسلم الى اهل الحرب ماشاء الاالكراع والسلاح والسبى ولايحمل اليهم شيئا احب الى،لان المسلم مندوب الى التبعيد عن المشركين قال عليه الصلوة والسلام لاتستضيئوا بنار المشركين وقال عليه الصلوة والسلام انابرئ من كل مسلم مع مشرك لايتراءى نارهما وفى حمل الامتعة اليهم للتجارة نوع معاونة معهم فالاولى ان لايفعل ولانهم يتقوون بمايحمل اليهم من متاع اوطعام وينتفعون بذلك والاولىٰ للمسلم ان يتحرز عن اكتساب سبب القوة لهم "......(المحيط البرهانى: ۱۷۰/۷)

"قال رسول الله ﷺ من جامع المشرك اى اجتمع معه فى دار اوبلدوالاحسن ان يقال معناه اجتمع معه اى اشترك فى الرسوم والعادة والهيئة والزى واماقوله وسكن معه علة له اى سكناه معه صارعلة لتوافقه فى الهيئة والزى والخصال فانه مثله نقل فى الحاشية عن فتح الودود فانه مثله اى يقارب ان يصير مثلاله لتاثير الجوار والصحبة ويحتمل انه تغليظ "......(بذل المجهود فى حل ابى داؤد: ۴/۶۷)

(۲) اگر اپنے ملک میں خوب تلاش کرنے کے بعد کوئی معاشی وسائل کا حل نہ نکلے تو اس وقت کوئی جائز ملازمت کے لیے ان کے ملک میں جانا اور سکونت اختیار کرنا یہ جائز ہے رزق کے تلاش کے لیے، جیسے قول باری تعالیٰ ہے۔

"هوالذى جعل لكم الارض ذلولافامشوافى مناكبها وكلوا من رزقه، واليه النشور"......(سورة الملك : ۱۵)

لیکن یہاں ملازمت مل سکتی ہے پھر بھی وہاں صرف نوکری کے لیے کمائی میں ضرورت سے زیادتی کے لیے جانا اور سکونت اختیار کرنا ان کی تعداد میں اضافے کا سبب بننا یہ ایسا فعل ہے جس سے عدالت مجروح ہوتی ہے۔

"والاعانة على المعاصى والحث عليها كبيرة ولاتقبل شهادة الطفيلى والرقاص والمجازف فى كلامه والمسخرة بلاخلاف ولامن يحلف فى كلامه كثيرا ولاتقبل شهادة البخيل والذى اخرالفرض بعدوجوبه بغيرعذر

ان کان له وقت معین کالصلاة بطلت عدالته وان لم یکن له وقت معین کالزکاة والحج اختلف فیه الراویة والمشائخ وذکر الخاصی عن قاضی خان ان الفتویٰ علی سقوطها بتاخیر الزکوة من غیر عذر بخلاف تاخیر الحج وبرکوب بحر الهند لانه مخاطر بنفسه ودینه من سکنی دار الحرب وتکثیر سواد هم وعددهم لاجل المال ومثله لایبالی بشهادة الزور ولاتقبل شهادة من یجلس مجلس الفجور والمجانة والشرب وان لم یشرب کمافی الهندیة"......(تکملة ردالمحتار: ۸۵)

(۳) اگر غیر مسلم ملک میں رہائش اس لیے اختیار کرتا ہے کہ اس سے مسلمانوں پر فخر کرنے کا ارادہ ہو تو اس کا مطلب ہے دار الکفر کو دار الاسلام پر ترجیح دے رہا ہے، یہ قطعاً حرام ہے۔

"قال رسول الله ﷺ من تشبه بقوم فهومنهم ،من تشبه بقوم ای من شبه نفسه بالکفار مثلافی اللباس وغیره اوبالفساق اوالفجار اوباهل التصوف والصلحاء الابرار فهومنهم ای فی الاثم والخیر "......(مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح : ۸/۲۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مجالس ذکر کا انعقاد اور ذکر بالجہر کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۶): حضرت اقدس فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مفتی صاحب، بندہ احقر آپ سے ایک مسئلہ کے متعلق استفتاء چاہتا ہے مسئلہ یہ ہے کہ بندہ احقر بعد از نماز مغرب مسجد میں مجلس ذکر بالجہر کرواتا ہے، حضرت اقدس امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں کیا ذکر بالجہر جائز ہے؟ اور مجلس ذکر بھی مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر قرآن وحدیث اور ائمہ سلف کے اقوال کی روشنی میں جواب ضرور عنایت فرمائیں ،تقریباً آٹھ دس سال قبل بندہ نے آپ کا ایک وعظ اسی مسجد میں سنا تھا جس میں آپ نے ذکر پر بہت زور دیا تھا، مجھے ایک ساتھی نے بتایا کہ آپ نے ذکر کے موضوع پر ایک کتاب بھی تحریر فرمائی ہے مہربانی فرما کر وہ بھی ارسال فرما دیں، اور میں اپنی کتاب ہدیۃً آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں قبول فرما کر بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مساجداورغیرمساجدمیں مجلس ذکرکاانعقاداورذکربالجہردونوں جائزہیں،بشرطیکہ کسی کی نماز،تلاوت قرآن اورآرام میں خلل اندازنہ ہو۔

”وفی حاشية الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکرالجماعة فی المساجدوغيرها الاان يشوش جهرهم علی نائم اومصل اوقارئ الخ“......(ردالمحتار:۱/۴۸۸)

”وقدذکرالشيخ عبدالوهاب الشعرانی فی کتابه المسمی ببيان ذکرالذاکر للمذکور والشاکرللمشکور مانصه واجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکرالله تعالیٰ جماعة فی المساجدوغيرهامن غيرنکير الاان يشوش جهرهم بالذکرعلی نائم اومصل اوقارئ کماهومقرر فی کتب الفقه وقدشبه الامام الغزالی ذکرالانسان وحده وذکر الجماعة باذان المنفرد واذان الجماعة قال فکما ان اصوات المؤذنين جماعة تقطع جرم الهوی اکثر من صوت مؤذن واحد کذالک ذکرالجماعة علی قلب واحد اکثرتاثيرا فی رفع الحجب الکثيفة من ذکرشخص واحد“......(شرح الحموی علی الاشباه والنظائر:۳/۱۹۱)

”عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان لله ملائکة يطوفون فی الطرق يلتمسون اهل الذکر فاذاوجدوا قوما يذکرون الله تنادوا هلموا الی حاجتکم فيحفونهم باجنحتهم الی السماء الدنيا قال فيسئلهم ربهم وهواعلم منهم مايقول عبادی قال يقول يسبحونک ويکبرونک ويحمدونک ويمجدونک قال فيقول هل رأونی قال فيقولون لاوالله ماراوک قال فيقول کيف لوراؤنی قال يقولون لوراوک کانوا اشدلک عبادة واشدلک تمجيدا واکثر لک تسبيحا قال يقول فمايسئلون قالوا يسئلونک الجنة قال يقول وهل راوها قال يقولون لاوالله يارب ماراوها قال يقول فکيف لوانهم راوهاقال يقولون لوانهم راوها کانوا اشد عليهاحرصا

واشدلها طلبا واعظم فيهارغبة قال فمم يتعوذون قال يقولون من النار قال يقول وهل راوها قال يقولون لاوالله يارب ماراوها قال يقول فكيف لوراوها قال فيقولون لوراوها كانوا اشدمنها فرارا واشد لهامخافة قال فيقول فانى اشهدكم انى قدغفرت لهم قال يقول ملك من الملائكة فيهم فلان ليس منهم انماجاء لحاجة قال هم الجلساء لايشقى جليسهم "......(صحيح البخارى :۲/۹۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

توبہ سے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں:

مسئلہ نمبر(۱۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو مفتی کہلواتا ہے اور کسی مدرسہ کا ناظم بھی ہے اس نے اپنے مدرسہ میں ایک ایسے شخص کو استاذ رکھا ہوا ہے جس نے اسی مفتی جو ناظم ہے کے سامنے زنا کا اقرار کیا ہے کہ میں نے مسجد میں لڑکی سے زنا کیا ہے، اب اس مفتی کے بارے میں کیا حکم ہے جس نے علم کے باوجود ایسے آدمی کو استاذ رکھا ہوا ہے، اور اس مفتی نے اس بات کا اقرار بھی کیا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر یہ استاذ اپنی غلطی پر پشیمان ہو اور توبہ کرے تو اس کا استاذ رکھنا درست ہے، کیونکہ توبہ سے فسق ختم ہوجاتا ہے، البتہ اگر اس میں اب بھی یہ بری عادت موجود ہو تو اس کو استاذ رکھنا درست نہیں ہے۔

"وعن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب اى توبة صحيحة كمن لاذنب له اى فى عدم المؤاخذة بل قديزيد عليه بان ذنوب التائب تبدل حسنات ويؤيد هذاماجاء عن رابعة رضى الله عنها انهاكانت تفخرعلى اهل عصرها كالسفانين والفضيل وتقول ان ذنوبى بلغت من الكثرة مالم تبلغه طاعاتكم فبتوبتى منها بدلت حسنات فصرت اكثرحسنات منكم اه"......(مرقاة المفاتيح : ۵/۲۶۹)

"وعنه اى عن ابن مسعود موقوفا لكنه فى حكم المرفوع قال الندم توبة اى

رکن اعظمها الندامة اذيترتب عليها بقية الاركان من القلع والعزم على عدم العود وتدارك الحقوق ماامكن وهونظير الحج عرفة الاانه عكس مبالغة والمراد الندامة على فعل المعصية من حيث انها معصية لاغيروالتائب من الذنب كمن لاذنب له "......(مرقاة المفاتيح ۵/۲۷۰)

"قدنصوا على ان اركان التوبة ثلاثة الندامة على الماضى والاقلاع فى الحال والعزم على عدم العودفى الاستقبال"......(شرح فقه الاكبر: ۲۶۴)

"عن محمدبن سيرين قال ان هذاالعلم دين فانظروا عمن تاخذون دينكم"......(صحيح مسلم : ۱/۱۱)

"حدثنامحمد بن على حدثنا النضر اخبرنا ابن عوف عن ابن سيرين قال هذاالحديث دين فانظروا عمن تاخذون دينكم"......(جامع الترمذى : ۲/۷۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ وعیدین سے قبل بیان کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۱۲۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عیدین وجمعات سے قبل جو بیان کیا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ فرض، واجب، سنت، مستحب یا مباح؟ اور اس بیان کی ابتداء کب اور کس نے کی ہے؟

تسلی بخش اور شرعی جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں نماز جمعہ وعیدین سے پہلے وعظ ونصیحت کرنا شرعاً جائز ہے، خواہ واعظ خطیب ہو یا غیر خطیب، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

"حدثنااحمدبن كامل بن خلف القاضى ثناعبدالله بن روح المداينى ثناشبابه بن سوارثناعاصم بن محمدعن ابيه قال رأيت اباهريرة رضى الله عنه يخرج

یوم الجمعة فیقبض علی رمانتی المنبر قائما ویقول حدثنا ابوالقاسم رسول الله ﷺ الصادق المصدوق فلایزال یحدث حتی اذاسمع فتح باب المقصورة لخروج الامام للصلاة جلس"......(مستدرک حاکم : ۴/۲۳۰)

"عن ابی الزاهریة قال کنت جالسا مع عبدالله بن بسریوم الجمعة فمازال یحدثنا حتی خرج الامام"......(مستدرک حاکم:۱/۳۹۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وتروں کے بعد ایک خاص عمل کا حدیث سے ثبوت:

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں چند افراد وتروں کے بعد دو سجدے کرتے ہیں اور ہر سجدے میں پانچ دفعہ "سبوح قدوس رب الملائکة والروح" پڑھتے ہیں اور اس کے درمیان میں ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھتے ہیں، اور اس کا ثواب سو حج اور سو عمروں کا بتاتے ہیں، اور اس کا ثواب ہزار فرشتے لکھتے ہیں، قرآن وحدیث کی رو سے یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

یہ الفاظ من گھڑت ہیں جن کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کی جارہی ہے لہذا اس کا نقل کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

"فی التاتارخانیة عن المضمرات ان النبی ﷺ قال لفاطمة مامن مومن ولامؤمنة یسجدسجدتین یقول فی سجوده خمس مرات سبوح قدوس رب الملائکة والروح ثم یرفع رأسه ویقرء آیة الکرسی مرة ثم یسجد ویقول خمس مرات سبوح قدوس ورب الملائکة والروح والذی نفس محمدبیده انه لایقول من مقامه حتی یغفرالله له واعطاه ثواب مأة حجة ومائة عمرة واعطاه الله ثواب الشهداء وبعث الیه الف ملک یکتبون له الحسنات وکانما اعتق مائة رقبة واستجاب الله له دعاء ه ویشفع یوم القیامة فی ستین من اهل النار واذامات مات شهیدا فحدیث موضوع باطل لااصله له ولایجوز

العمل به ولانقله الالبيان بطلانه كماهوشان الاحاديث الموضوعة ويدلك على وضعه ركاكته والمبالغة الغيرالموافقة للشرع والعقل فان الاجر على قدرالمشقة شرعا وعقلا وافضل الاعمال احمزها وانما قصدبعض الملحدين بمثل هذا الحديث افساد الدين واضلال الخلق واغراء هم بالفسق وتثبيطهم عن الجد فى العبادة فيغتربه بعض من ليس له خبرة بعلوم الحديث وطرقه ولاملكة يميزبها بين صحيحه وسقيمه“...... (حلبى كبيرى: ۵۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کلمات کفر کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے:

مسئلہ نمبر(۱۳۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کلمہ کفر کہنے کی وجہ سے نکاح پر کچھ اثر پڑتا ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں جن کلمات کی وجہ سے آدمی اسلام سے خارج ہوجاتا ہے ان کلمات کی وجہ سے نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

”وان كانت نية الوجه الذى يوجب التكفير لاتنفعه فتوى المفتى ويؤمربالتوبة والرجوع عن ذلک وتجديدالنكاح بينه وبين امرء ته “......(فتاویٰ التاتارخانية: ۵/۳۱۲)

”وان كانت نيته الوجه الذى يوجب التكفير لاتنفعه فتوى المفتى ويؤمربالتوبة والرجوع عن ذلک وبتجديدالنكاح بينه وبين امرء ته“ ...... (فتاوى الهندية: ۲/۲۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ڈاڑھی اور پگڑی کی توہین کرنے والوں کے ایمان اور نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۱): کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ

(۱) جو لوگ انٹرنیٹ پر ڈاڑھی اور پگڑی والی تصویر کسی جانور یا حقیر چیز پر چسپاں کرتے ہیں ان کے ایمان اور نکاح کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور جو لوگ اس تصویر کو لائک کرتے ہیں یعنی پسند کرتے ہیں ان کے ایمان اور نکاح کا کیا حکم ہے؟

مہربانی فرما کر قرآن وسنت اور مذاہب اربعہ کی روشنی میں مدلل جواب دے کر احسان فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

(۱) بشرط صحت سوال جو لوگ یہ مذکورہ عمل کر رہے ہیں یہ ڈاڑھی اور پگڑی کی توہین کر رہے ہیں، ڈاڑھی اور پگڑی کی توہین کفر ہے، لہذا ان لوگوں کے ذمہ واجب ہے کہ وہ توبہ کر کے اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کریں۔

(۲) جو لوگ اس کفریہ عمل کو پسند کرتے ہیں ان پر بھی لازم ہے کہ وہ توبہ کر کے اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کریں۔

"ثم قال ولاعتبار التعظيم المنافی للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المتهتكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلاوضوء عمدا بل بالمواظبة على ترك سنة استخفافا بها بسبب انه فعلها النبی ﷺ زيادة او استقباحها كمن استقبح من آخر جعل بعض العمامة تحت حلقه او احفاء شاربه قلت ويظهر من هذا ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به وان لم يقصد الاستخفاف لانه لو توقف على قصده لما احتاج الی زيادة عدم الاخلال بما مر لان قصد الاستخفاف مناف للتصديق"...... (فتاویٰ شامی : ۳/۳۱۱)

"اتفقوا فی بعض الافعال على انها كفر مع انه يمكن فيها ان لاينسلخ من التصديق لانها افعال الجوارح لا القلب وذلك كالهزل بلفظ كفر وان لم يعتقده وكالسجود لصنم وكقتل نبی والاستخفاف به وبالمصحف والكعبة واختلفوا فی وجه الكفر بها بعد الاتفاق على التكفير"......(مجموعه رسائل الكشميری: ۳/۶۸)

"والاستهزاء بشیٔ من الشرائع كفر "......(فتاویٰ شامی: ۴/۴۱۹)

”وفی الظھیریة من قال لفقیه اخذشاربه ماعجب قبحا اواشدقبحا قص الشارب ولف طرف العمامة تحت الذقن یکفر لانه استخفاف بالعلماء ویعنی وھومستلزم لاستخفاف الانبیاء علیھم السلام “......(شرح فقه الاکبر:۱۷۳)

”وفی التتمة من اھان الشریعة اوالمسائل التی لابدمنھاکفرومن ضحک من المتیمم کفر“......(شرح فقه الاکبر:۱۷۴)

”قال ابن حجر فی الاعلام فی فصل الکفر المتفق علیه ممانقله عن کتب الحنفیة من تلفظ بلفظ الکفر یکفر فکل من استحسنه اورضی به یکفر“......(مجموعه رسائل الکشمیری، اکفارالملحدین فی ضروریات الدین:۳/۵۹)

”وذلک لانه رضی بالکفر والرضی بالکفر کفر“......(فقه الاکبر:۱۵۴)

”ان مایکون کفرااتفاقا یبطل العمل والنکاح ومافیه خلاف یؤمربالاستغفاروالتوبة وتجدیدالنکاح“......(فتاویٰ شامی:۳/۳۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رحمان اللہ نام رکھنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۲): کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ ایک شخص کانام گرامی ”رحمان اللہ“ ہے،اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ نام رکھنا جائزہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

رحمان اللہ نام رکھنا شرعاًناجائزہے۔

”والاحکام التی یتضمنھا قوله بسم الله الرحمن الرحیم الامرباستفتاح الامور للتبرک بذلک والتعظیم لله عزوجل به وذکرھا علی الذبیحة وبعداسطر واستعانة بالله تعالی وعیاذة به وفیه اسمان من اسماء الله تعالیٰ المخصوصة به لایسمی بھماغیره وھما الله والرحمن “......(احکام القرآن للجصاص:۱/۲۴)

"اللہ علم علی الرب تبارک وتعالیٰ وبعداسطر وھواسم لم یسم بہ غیرہ تبارک وتعالیٰ"......(تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۱۶)

"واسمہ تعالی الرحمن خاص بہ لم یسم بہ غیرہ کماقال تعالیٰ قل ادعوااللہ اوادعواالرحمن ایاماتدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ"......(تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۱۹)

"وقدزعم بعضھم ان الرحیم اشدمبالغۃ من الرحمن لانہ اکدبہ والمؤکدلایکون الاقوی من المؤکد والجواب ان ھذا لیس من باب التاکید وانما ھومن باب النعت بعدالنعت ولایلزم فیہ فاذکروہ وعلیٰ ھذا فیکون تقدیم اسم اللہ الذی لم یسم بہ احدغیرہ ووصفہ اولابالرحمن الذی منع من التسمیۃ بہ لغیرہ"......(تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۱۹)

"فالرحمن خاص الاسم عام الفعل والرحیم عام الاسم خاص الفعل ھذا قول الجمھور"......(تفسیر القرطبی: ۱/۱۰۵)

"الرحمن الکثیر الرحمۃ وھووصف مقصور علی اللہ عزوجل ولایجوز ان یقال لغیرہ"......(المعجم الوسیط: ۳۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عیسائی کوقرآن پاک کی تعلیم دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں ایک قاری صاحب ہیں وہ ایک عیسائی کوقرآن پاک سکھاتے ہیں تو کیا عیسائی کوقرآن کی تعلیم دیناجائز ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ وہ قاری صاحب صوفیانہ مزاج کے ہیں، وہ ایک دن مسجد میں تصورِ شیخ پر ساتھیوں سے گپ شپ لگارہے تھےاور میں بھی وہاں بیٹھا تھاتو کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کا بھی تصور جائز ہے؟

جواب دے کرممنون فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) جی ہاں! عیسائی کو قرآن کی تعلیم دینا جائز ہے۔

”فروع المصحف اذاصار بحال لایقرء فیه یدفن کالمسلم ویمنع النصرانی من مسه وجوزہ محمداذااغتسل ولابأس بتعلیمه القرآن والفقه عسی یھتدی“......(الدرعلی الرد :۱۳۰،۱۳۱/۱)

(۲) جی ہاں تصور شیخ جائز ہے۔

”سوال تصورمرشد که عندالصوفیة معمول است درست است یانه جواب جائز است اکابر به نیت پاک ایں عمل کرده اندشاه ولی الله دهلوی درقول جمیل می نویسند قالوا والرکن الاعظم ربط القلب بالشیخ علی وصف المحبة والتعظیم ویلاحظه صورته قلت ان الله تعالیٰ مظاهر کثیره فمامن عابد غبیاکان اوذکیا الاوقدظهر بحذائه صارمعبوداله فی مرتبته ولهذا السرنزل الشرع باستقبال القبلة وقال رسول الله ﷺ اذاصلی احدکم فلایبصق قبل وجهه فان الله تعالیٰ بینه وبین قبلته فلاعلیک ان لاتتوجه الاالی الله ولاتربط قلبک الابه ولوبالتوجه الی العرش وتصور النورالذی وضعه علیه اوبالتوجه الی القبلة انتهی“......(مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاویٰ:۳۴۷،۳۴۸/۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

معراج جسمانی کے منکر کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام قرآن وحدیث کی روشنی میں جوامام مندرجہ ذیل عقائد ونظریات کا حامل ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۱) معراج کے موقع پر حضور ﷺ نے جسم مثالی کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت فرمائی۔

(۲) حضور ﷺ نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جسم مثالی تھا۔

(۳) میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس کی روح علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے، وہاں پر اس کو جسم مثالی ملتا ہے، جزاء وسزا کا تعلق جسم مثالی کے ساتھ ہوتا ہے، قیامت کے دن روح جسم عنصری میں لوٹائی جائے گی۔

(۴) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مماتی تھے، یہ ہمارے امام صاحب نے کہا ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں مذکورہ عقائد ونظریات کا حامل شخص چونکہ بدعتی ہے لہٰذا اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

”ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل الاان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقدشیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ“......(حلبی کبیری:۴۴۳)

”وفیہ اشارۃ الی انھم لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیم کراھۃ تحریم“......(حلبی کبیری: ۴۴۲)

(۲) واضح رہے کہ حضور ﷺ کو معراج حالت بیداری میں اسی جسم عنصری کے ساتھ کروائی گئی اور حضور ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اسی جسم عنصری کے ساتھ نماز پڑھائی۔

”والاکثرون علی ان اللہ تعالیٰ اسریٰ بعبدہ محمد ﷺ لیلۃ المعراج بجسدہ فی الیقظۃ وتواترت الاخبار الصحیحۃ بذلک وعلیہ انعقدالاجماع“......

(تفسیرالمظھری: ۵/۲۵۱)

”واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن آلھۃ یعبدون اختلفوا فی ھؤلاء المسؤلین قال عطاء عن ابن عباس لمااسری بالنبی ﷺ بعث اللہ لہ آدم وولدہ من المرسلین فاذن جبرئیل ثم اقام وقال یامحمد تقدم فصل بھم فلما فرغ من الصلاۃ قال لہ جبریل سل یا محمدمن ارسلنا قبلک من رسلنا الآیۃ فقال رسول اللہ ﷺ لااسأل فقداکتفیت وھذا قول الزھری وسعیدبن جبیر وابن زید قالوا جمع اللہ لہ المرسلین لیلۃ اسری بہ وامرہ ان یسئلھم فلم یشک ولم یسأل“......(معالم التنزیل : ۴/۱۴۱)

(۳) اور اسی طرح حضورﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں اسی جسم عنصری کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا۔

"عن انس بن مالک ان رسول اللهﷺ قال اتیت وفی روایة هداب مررت علی موسیٰ لیلة اسری بی عندالکثیب الاحمر وهوقائم یصلی فی قبره"......(صحیح مسلم: ۲/۲۶۸)

"وقال القرطبی فی التذکرة فی حدیث الصعقة نقلا عن شیخه الموت لیس بعدم محض وانما هوانتقال من حال الی حال ویدل علی ذلک ان الشهداء بعدقتلهم وموتهم احیاء یرزقون فرحین مستبشرین وهذه صفة الاحیاء فی الدنیا واذاکان هذافی الشهداء فالانبیاء احق بذلک واولیٰ وقدصح ان الارض لاتأکل اجساد الانبیاء وانهﷺ اجتمع بالانبیاء لیلة الاسراء فی بیت المقدس وفی السماء ورأی موسیٰ علیه السلام قائما یصلی فی قبره"......(الحاوی للفتاویٰ: ۵۵۶)

"قال القاضی عیاض اکثرالروایات فی وصفهم تدل علی انهﷺ رأی ذلک لیلة اسری به وقدوقع ذلک مبینا فی روایة ابی العالیة عن ابن عباس ......قال فان قیل کیف یحجون ویلبون وهم اموات وهم فی الدارالآخرة ولیست دارعمل فاعلم ان للمشائخ وفیما ظهرلنا عن هذا اجوبة احدها انهم کالشهداء بل افضل منهم والشهداء احیاء عندربهم فلایبعد ان یحجوا ویصلوا کماورد فی الحدیث الآخر وان یتقربوا الی الله بمااستطاعوا لانهم وان کانوا قدتواترفهم فی هذه الدنیا التی هی دارالعمل حتی اذا فنیت مدتها وتعقبها الآخرة التی هی دارالجزاء انقطع العمل "......(شرح مسلم للنووی : ۱/۹۴)

(۴) اور میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس کی روح علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے لیکن اس کا تعلق اس جسم کے ساتھ رہتا ہے جس کی وجہ سے اسے عذاب وثواب کا ادراک ہوتا ہے، نیز یہ کہنا کہ قیامت کے دن روح جسم عنصری میں لوٹائی جائے گی یہ بات قرآن وحدیث اور عقائد اہلسنت والجماعت کے خلاف ہے۔

”واعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالى يخلق فى الميت نوع حياة فى القبر قدرما يتالم اويتلذذ“......(شرح فقه الاكبر: ١٠١)

”واخرج وكيع وابن جرير عن ابى صالح فى الآية قال يميتكم ثم يحييكم فى القبر“......(الدرالمنثور: ١/٩٨)

”قال ويعادروحه فى جسده ويعاد بالتذكير وقيل بالتانيث روحه اى بعدالدفن فى جسده اى بعضهاوكله“......(مرقاة المفاتيح: ١/٣٢٤)

”واعادة الروح الى جسدالعبد فى قبره حق واعادة الروح اى ردها اوتعلقها الى العبد اى جسده بجميع اجزائه اوببعضها مجتمعة اومتفرقة فى حق قبره والواو لمجردالجمعية فلا ينافى ان السؤال بعداعادة الروح وكمال الحال“......(شرح فقه الاكبر: ١٧١)

(۵) اور یہ کہنا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مماتی تھے یہ ان پر کذب وافتراء ہے، کتب متداولہ معتبرہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔

”ومن قال ان ضربتك فعبدى حر فهوعلى الحيوة لان الضرب اسم لفعل مؤلم يتصل بالبدن والايلام لايتحقق فى الميت ومن يعذب فى القبر يوضع فيه الحياة فى قول العامة“......(الهداية: ٢/٤٩٦)

”وسوال منكر ونكير فى القبر حق كائن واعادة الروح الى العبد فى قبره حق“......(فقه اكبر للامام ابى حنيفة: ١٧٠، ١٧١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سرور کائنات ﷺ روضہ اطہر میں درود وسلام سنتے ہیں:

مسئلہ نمبر(۱۳۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام قرآن وحدیث کی روشنی میں کہ ہمارے امام صاحب نے بیان فرمایا کہ

حضور نبی کریم ﷺ اپنے روضہ اطہر میں نہیں سنتے ،جن احادیث میں حضور نبی کریم ﷺ کے سننے کا ذکر ہے وہ احادیث گھڑی ہیں کسی شیعہ نے۔

(۱) جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ اہل السنۃ والجماعۃ میں سے ہے یا نہیں؟ اور ان کی اقتداء میں نماز کا کیا حکم ہے؟

(۲) سماع اور عدم سماع کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو۔

"عندنا وعندمشائخنا حضرة الرسالة ﷺ حی فی قبره الشريف وحياته ﷺ دنيوية من غير تكليف وهی مختصة به ﷺ وبجميع الانبياء صلوات الله عليهم والشهداء لابرزخية كماهی حاصلة لسائر المؤمنين بل لجميع الناس كمانص عليه العلامة السيوطی فی رسالته "انباء الاذكياء بحياة الانبياء"......(المهندعلى المفند:۳۳)

اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس سے صلوۃ وسلام پڑھے تو اس کو آپ ﷺ خود بنفس نفیس سنتے ہیں اور دور سے پڑھے ہوئے صلوۃ وسلام کو فرشتے آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔

"عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من صلی علی عندقبری سمعته ای سمعا حقيقيا بلاواسطة قال الطيبی هذا لاينافی ماتقدم من النهی عن الاعتياد الدافع عن الحشمة ولاشک ان الصلوٰة فی الحضور افضل من الغيبة انتهی لان الغالب حضور القلب عندالحضرة والغفلة عندالغيبة ومن صلی علی نائياای من بعيد كمافی رواية ای بعيدا عن قبر ی ابلغته وفی نسخة صحيحة بلغته من التبليغ ای اعلمتهكمافی رواية والضمير راجع الی مصدرصلی كقوله تعالیٰ اعدلوا هواقرب للتقویٰ رواه البيهقی فی شعب الايمان،قال ميرک نقلا عن الشيخ ورواه ابوشيخ وابن حبان فی كتاب ثواب الاعمال بسندجيد "......(مرقاة المفاتيح :۱۸،۱۷ /۳)

”عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال مامن احديسلم علی الاردالله علی روحی حتی اردعليه السلام “......(ابو داؤد: ۲۹۴،۲۹۵/ ۱)

”وينبغی لمن قصدزيارة النبی ﷺ ان يكثر الصلاة عليه فانه يسمعها وتبلغ اليه “......(حاشية الطحطاوی علی المراقی: ۷۴۶)

اور جوشخص اس عقیدے کا منکر ہو وہ فاسق وبدعتی ہے،اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

”ويكره تقديم المبتدع ايضا لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهواشدمن الفسق من حيث العمل الاان الفاسق من حيث العمل يعترف بانه فاسق ويخاف ويستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من يعتقدشيئا علی خلاف مايعتقده اهل السنة والجماعة “......(حلبی كبيری: ۴۴۳)

”واماالفاسق فقدعللوا كراهة تقديمه بانه لايهتم لامردينه وبان فی تقديمه للامامة تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعا ولايخفی انه اذاكان اعلم من غيره لاتزول العلة فانه لايؤمن ان يصلی بهم بغيرطهارة فهوكالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشی فی شرح المنية علی ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لماذكرنا “......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عید کے دن گلے ملنا اور عید مبارک کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۶): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) عید کے دن خوشی سمجھ کر (ثواب کی نیت کیے بغیر) گلے ملنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) اسی طرح گلے ملتے وقت عید مبارک کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) عید کے دن خوشی کے طور پر گلے ملنا جائز ہے۔

(۲)	عید کے دن ملتے وقت عید مبارک کہنا درست ہے۔

’’والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لاتنكر قوله لاتنكر خبرقوله والتهنئة وانما قال كذلك لانه لم يحفظ فيهاشيء عن ابى حنيفة واصحابه وذكرفى القنية انه لم ينقل عن اصحابنا كراهة وعن مالك انه كرهها وعن الاوزاعى انهابدعة وقال المحقق ابن اميرحاج بل الاشبه انهاجائزة مستحبة فى الجملة ثم ساق آثار باسانيد صحيحة عن الصحابة فى فعل ذلك ثم قال والتعامل فى البلادالشامية والمصرية عيدمبارك عليك ونحوه وقال يمكن ان يلحق بذلك فى المشروعية والاستحباب لمابينهما من التلازم فان من قبلت طاعته فى زمان كان ذلك الزمان عليه مباركا على انه قدوردالدعاء بالبركة فى امور شتىٰ فيوخذمنه استحباب الدعابها هنا ايضا‘‘......(فتاوىٰ شامى:۱/۶۱۳)

’’هل التهنئة فى العيد ومايجرى على السنة الناس عيدك مبارك وماشبهه هل له اصل فى الشريعة ؟ام لا؟واذاكان له اصل فى الشريعة فماالذى يقال ؟ افتوناماجورين فاجاب اماالتهنئة يوم العيد يقول بعضهم لبعض اذالقيه بعدصلاة العيد تقبل الله مناومنكم واحاله الله عليك ونحوذلك فهذا قدروى عن طائفة من الصحابة انهم كانوا يفعلونه ورخص فيه الائمة كاحمدوغيره لكن قال احمد انالاابتدى احدافان ابتدأنى احداجبته وذلك لان جواب التحية واجب واماالابتداء بالتهنئة فليس سنة ماموربها ولاهوايضامانهى عنه فمن فعله فله قدوة ومن تركه فله قدوة ‘‘......(فتاوىٰ ابن تيميه :۲۴/۲۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن وسنت سے ایصال ثواب کا ثبوت:

مسئلہ نمبر(۱۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن کی تلاوت، نفلی روزوں اور نفلی نماز کا ثواب مردوں کو پہنچانا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ایصال ثواب کا ثبوت قرآن وسنت سے موجود ہے، تلاوت، نفلی روزوں اور نفلی عبادات وصدقات وغیرہ کا ثواب مردوں کو پہنچایا جاسکتا ہے۔

"الاصل فی ھذالباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة اوصوما اوصدقه اوغیرھا عنداھل السنة والجماعة لماروی عن النبی ﷺ انه ضحی بکبشین املحین احدھما عن نفسه والآخر عن امته ممن اقربوحدانیة الله وشھدله بالبلاغ جعل تضحیة احدالشاتین لامته"......(الهدایة: ۱/۳۱۶)

"والاصل فیه ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة اوصوما اوصدقه اوقراءة قرآن اوذکرااوطوافا اوحجا اوعمرة اوغیرذلک عنداصحابنا للکتاب والسنة"......(البحرالرائق: ۳/۱۰۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

محرم الحرام اور صفر المظفر کے مہینے میں شادی کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۸): مکرمی ومحترمی حضرت مفتی صاحب

مودبانہ گزارش ہے کہ میں اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتا ہوں، اس سلسلہ میں مجھے آپ سے دو باتوں کی وضاحت مطلوب ہے۔

(۱) کیا ہم محرم الحرام کے مہینہ میں اپنی بیٹی کی شادی کی تاریخ رکھ سکتے ہیں؟ اس میں اسلامی نقطہ نظر سے کوئی پابندی ہے کہ نہیں؟

(۲) کیا میں اپنی بیٹی کی شادی صفر کے مہینہ میں کرسکتا ہوں کیونکہ اکثر لوگ اس مہینے کو مصیبتوں کا مہینہ سمجھتے ہوئے شادی نہیں کرتے، براہ مہربانی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

شرعاً کوئی پابندی اور گناہ نہیں ہے، ہر مہینہ میں شادی ونکاح ہوسکتا ہے، خواہ محرم ہو یا صفر یا کوئی دوسرا مہینہ، بلکہ اگر غیر شرعی غلط رسم کو ختم کرنے کی نیت سے محرم یا صفر میں شادی کی جائے تو امید ثواب بھی ہے۔

’’سالته فی جماعة لایسافرون فی صفر ولایبدون بالاعمال فیه من النکاح والدخول ویتمسکون بماروی عن النبی ﷺ ’’من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة ‘‘ هل یصح هذاالخبر وهل فیه نحوسة ونهی عن العمل وکذالایسافرون اذاکان القمر فی برج الاسد العقرب وکذا لایخیطون الثیاب ولایقطعونهااذاکان هل الامر کمازعموا قال اما مایقولون فی حق صفر فذلک شئ کانت العرب یقولونه فی القمر فی العقرب اوفی الاسد فانه شئ یذکره اهل النجوم لتنفیذمقالتهم ینسبون الی النبی ﷺ وهو کذب محض کذا فی جواهرالفتاویٰ ‘‘......(فتاویٰ الهندیة: ۵/۳۸۰)

’’عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد،متفق علیه،قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سندظاهر اوخفی ملفوظ اومستنبط فهومردود علیه قیل فی وصف الامر بهذا اشارة الی ان امرالاسلام کمل وانتهی وشاع وظهرظهور المحسوس بحیث لایخفی علی کل ذی بصر وبصیرة فمن حاول الزیادة فقدحاول امراغیرمرضی لانه من قصورفهمه رآه ناقصا فعلی هذایناسب ان یقال ان هوراجع الی من ای فذلک الشخص ناقص مردود عن جنابنا مطرودعن بابنا فان الدین اتباع آثارالآیات والاخبار واستنباط الاحکام منها‘‘......(مرقاة المفاتیح: ۳۳۵،۳۳۶/ ۱)

’’عن ابی هریرة رضی الله عنه حین قال رسول الله ﷺ لاعدویٰ ولاصفر ولاهامة ......(قوله ﷺ ولاصفر) فیه تاویلان احدهما المراد تاخیرهم تحریم المحرم الی صفر وهوالنسیء الذی کانوا یفعلونه وبهذا قال مالک وابوعبیدة والثانی ان الصفر دواب فی البطن وهی دودوکانوا یعتقدون ان فی

البطن دابة تهيج عندالجوع وربما قتلت صاحبها وكانت العرب تراها اعدى من الجرب وهذاالتفسير هوالصحيح وبه قال مطرف وابن وهب وابن حبيب وابوعبيدة وخلائق من العلماء وقدذكرمسلم عن جابر بن عبدالله راوى الحديث فيتعين اعتماده ويجوز ان يكون المراد هذا والاول جميعا وان الصفرين جميعا باطلان لااصل لهما ولاتعرج على واحدمنهما"...... (المسلم مع شرحه للنووى : ۲/۲۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شیعہ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو شیعہ اثناء عشری مذہب رکھتا تھا وہ فوت ہوگیا ہے، اور ایک شخص جو کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا پیروکار ہے اس کے جنازہ پڑھنے میں شامل ہوا ہے، قرآن وحدیث اور فقہاء احناف کی روشن تحقیقات کے مطابق شرعاً ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے کہ جس نے ایک اثناء عشری شیعہ کے جنازے کی نماز پڑھی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر اس شیعہ کے عقائد کفریہ تھے جیسے تحریف قرآن اور سب عائشہ وغیرہ اور اس کو ان کے عقائد کا علم تھا تو صورت مسئولہ میں اگر جنازہ کو جائز سمجھتے ہوئے پڑھا ہے تو تجدید ایمان اور تجدید نکاح دونوں ضروری ہیں اور اگر نا جائز سمجھتے ہوئے پڑھا ہے (صرف لوگوں کے طعن وتشنیع سے بچنے کے لیے) تو توبہ واستغفار کریں اور آئندہ کے لیے احتیاط ضروری ہے۔

"الرافضى اذاكان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذبالله فهوكافر وان كان يفضل عليا كرم الله تعالىٰ وجهه على ابى بكررضى الله تعالىٰ عنه لايكون كافرا الاانه مبتدع والمعتزلى مبتدع الااذاقال باستحالة الرؤية فحينئذ هوكافر كذافى الخلاصة ولوقذف عائشة رضى الله عنها بالزنى كفر بالله ولوقذف سائرنسوة النبى ﷺ لايكفر ويستحق اللعنة ولوقال عمروعثمان

وعلى رضى الله عنهم لم يكونوا اصحابا لايكفر ويستحق اللعنة ولو كذافى خزانة الفقه من انكر امامة ابى بكرالصديق رضى الله عنه فهوكافر وعلى قول بعضهم هومبتدع وليس بكافر والصحيح انه كافر وكذلك من انكرخلافة عمررضى الله عنه فى اصح الاقوال كذافى الظهيرية ،ويجب اكفارهم باكفارعثمان وعلى وطلحة وزبيروعائشة رضى الله عنهم ......ويجب اكفارالراوافض فى قولهم برجعة الاموات الى الدنيا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الى الائمة وبقولهم فى خروج امام باطن وبتعطيلهم الامر والنهى الى ان يخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبريل عليه السلام غلط فى الوحى الى محمد ﷺ دون على ابن ابى طالب رضى الله عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحكامهم احكام المرتدين كذافى الظهيرية‘‘......(فتاویٰ الهندية: ٢/٢٦٤)

’’ولاتصل على احدمنهم مات ،قال علماؤنا هذا نص فى الامتناع من الصلوة على الكفار وليس فيه دليل على الصلوة على المؤمنين واختلف هل يؤخذ من مفهومه وجوب الصلوة على المؤمنين على قولين يوخذلانه علل المنع من الصلوة على الكفار لكفرهم لقوله تعالى انهم كفروا بالله ورسوله‘‘......(الجامع لاحكام القرآن : ٨/٢٢١)

’’ان استحلال المعصية صغيرة كانت اوكبيرة كفراذاثبت كونها معصية بدلالة قطعية ‘‘......(شرح فقه الاكبر :١٥٢)

’’وفى شرح الوهبانية للشرنبلالى مايكون كفرااتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولادزناومافيه خلاف يؤمربالاستغفار والتوبة وتجديدالنكاح (قوله والتوبة) اى تجديدالاسلام (قوله وتجديدالنكاح) اى احتياطا كمافى الفصول العمادية وزادفيها قسماثالثا فقال وماكان خطاء من الالفاظ ولايوجب الكفر فقائله يقرعلى حاله ولايؤمر بتجديد النكاح ولكن يؤمر

بالاستغفار والرجوع عن ذلک وقوله احتیاطا ای یامره المفتی بالتجدید لیکون وطؤه حلالا بالاتفاق"......(درمع الرد:۳/۳۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک غلط رسم کوختم کرنے کے لیے امر بالمعروف کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۰): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

گزارش ہے کہ میں الحمدللہ ایک مذہبی گھرانہ میں پیدا ہوا ہوں ،اور پیدائشی سنی حنفی دیوبندی ہوں ، بلکہ میرا سارا خاندان پیدائشی مذہبی گھرانہ سنی حنفی دیوبندی ہے اور ماشاء اللہ سبھی نماز،روزہ، حج ،زکوۃ کی پابندی کرتے ہیں،قربانی بھی باقاعدگی سے دیتے ہیں، میرے خاندان کے افراد اکثر تبلیغی جماعت کے ساتھ جاتے ہیں ،حرام و حلال کو مدنظر رکھتے ہیں، عرصہ چار پانچ سال قبل مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے اس مذہبی دینی خاندان کو ترکہ / وراثت/ میراث اور ایسی وصیت جو شرعی وارثوں کو حصہ سے محروم کرنے کے بارے میں ہے کسی بھی شرعی مسئلہ کا علم نہ تھا،ان تمام شرعی مسائل کی تحقیق کی جس میں آپ جیسے جلیل القدر مفتی حضرات نے میری راہنمائی کی،اس کے بعد میں نے خاندان کے لوگوں کو یہ شرعی مسئلہ کی اہمیت بتائی،خاندان کے چند افراد نے اسے قرآن پاک کا حکم سمجھ کر عمل کیا، چند افراد نے کہا کہ ہم انکار کر کے کفر کے مرتکب نہیں ہوسکتے مگر اس پر عمل بھی نہیں کریں گے، گناہ ہوتا ہے تو ہونے دو، چونکہ ہم نے دنیاداری دیکھی ہے اور بعض افراد میرے خلاف ہو گئے لیکن میں نے یہ شرعی مسئلہ خاندان کے ہر گھر پہنچایا ہے،اور انہیں اس پر قرآن وحدیث کی روشنی میں جس کی تشریح سند یافتہ مفتی صاحبان فرما چکے ہیں عمل کرنے کی درخواست کرتا ہوں لیکن بعض افراد مجھے گھور گھور کر دیکھتے ہیں ، ہمارے سارے خاندان میں لڑکیوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے جس کی شادی کر دیتے ہیں بس اس کے متعلق یہ سوچتے ہیں اب اس لڑکی کا ہمارے گھر میں کوئی حق نہیں رہا، نہ ہی یہ کسی ترکہ/ وراثت/ یا میراث میں حصہ دار ہوگی ، بلکہ گھر کا سربراہ ایسے اقدام کرجاتا ہے کہ مرنے کے بعد کسی لڑکی کو کوئی حصہ ترکہ میں نہ ملے، سربراہ کی نیت پہلے ہی ہوتی ہے کہ لڑکیاں جو بیاہ دی گئی ہیں ان کا حق ختم ہو گیا ،بیٹی اور بہن کو شرعی حصہ دینے سے محروم رکھنے کے لیے مختلف حیلے بہانوں سے کام لیا جاتا ہے، اگر کوئی بات کرے تو اس کے خلاف ذہنی طور پر ہو جاتے ہیں۔

ایسے حالات میں میں اپنے مشن کو کیا جاری رکھوں جب کہ اس وجہ سے میرے خلاف ہوجاتے ہیں، اس مسئلہ کو روشناس کروانے میں میری شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور جو لوگ میرے خلاف اس وجہ سے ہوجاتے ہیں اور مختلف حیلے بہانے تلاش کر کے مجھ کو ستاتے ہیں ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بعض افراد یہ شرعی مسئلہ ترکہ/ وراثت/ میراث سننا بھی گوارا نہیں کرتے، بعض افراد میرے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس نے گھر گھر یہ مسئلہ بتا کر فساد پھیلا دیا لیکن میں یہ دین کا اہم مسئلہ سمجھ کر لوگوں کو اس پر عمل کرنے کے بارے میں کہتا ہی رہتا ہوں، ایسے حالات میں کیا میں شرعاً خاموش ہوجاؤں یا یہ تبلیغ جاری رکھوں، چونکہ اکثر افراد جو اس پر عمل کرنا نہیں چاہتے ہیں وہ کئی حیلوں بہانوں سے خاموش کرواتے ہیں، مکمل ومفصل قرآن وحدیث کی روشنی میں میری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

آدمی خدا کے خوف کی بقدر خدا کے حکموں پر عمل کرتا ہے، آپ کے ذمہ اپنے خاندان والوں کو حکمت وبصیرت سے سمجھانا ہے اور منوانا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔

”وذكر الفقيه ابو الليث ان الامر بالمعروف على وجوه ان كان يعلم باكبر رأيه انه لو امر بالمعروف يقبلون ذلك منه ويمتنعون عن المنكر فالامر واجب عليه ولايسعه تركه ولو علم باكبر رأيه انه لو امرهم بذلك قذفوه وشتموه فتركه افضل وكذلك لو علم انهم يضربونه ولايصبر على ذلك ويقع بينهم العداوة ويهيج منه القتال فتركه افضل وكذلك لو علم انهم لو ضربوه صبر عليه ولم يشك الى احد فلاباس به وهو قول مجاهد ولو علم انهم لايقبلون منه ولايخاف منهم ضربا ولاشتما فهو بالخيار والامر افضل“......(فتاویٰ التاتارخانية: ۱۸/۱۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مرغے کی اذان کو منحوس کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۱): مکرمی ومحترمی مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے گاؤں میں ایک رواج عام ہے کہ کوئی بھی مرغا جب عصر اور مغرب کے درمیان اذان دے

تو گھر والے اسے منحوس سمجھ کر فوراً ذبح کر دیتے ہیں ،گوشت کھا جاتے ہیں، شرعی طور پر یہ فعل جائز ہے کہ نہیں؟ وضاحت درکار ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اس چیز کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ہے ،قرآن وحدیث میں کہیں اس کو منحوس نہیں کہا گیا ہے ،اصل نحوست تو گناہوں کی وجہ سے آتی ہے،ان سے اجتناب کرنا چاہیئے ۔

”قوله تعالىٰ ظهر الفساد فى البر والبحر اختلف العلماء فى معنى الفساد والبر والبحر فقال قتادة والسدى الفساد الشرک وهو اعظم الفساد وقال ابن عباس وعكرمة ومجاهد فساد البر قتل ابن آدم اخاه قابيل قتل هابيل وفى البحر بالملک الذى كان ياخذ كل سفينة غصبا وقيل الفساد القحط وقلة النبات وذهاب البركة ونحوه قال ابن عباس قال هو نقصان البركة باعمال العباد كى يتوبوا قال النحاس وهو احسن ماقيل فى الآية وعنه ايضا ان الفساد فى البحر انقطاع صيده بذنوب بنى آدم“......(الجامع لاحكام القرآن : ۱۴/۴۰)

”عن زيد بن خالد قال قال رسول الله ﷺ لاتسبوا الديک فانه يوقظ للصلوٰة اى لصلوٰة التهجد والصبح عن ابى هريرة ان النبى ﷺ قال اذاسمعتم صياح الديكة فسلوا الله من فضله فانها رأت ملكا واذاسمعتم نهيق الحمار فتعوذوا بالله من الشيطان فانها رأت ملكا وانها رأت شيطانا ليس المعنى انها لاتصوت الااذارأت ملكا وانها رأت شيطانا ليس المعنى انها لاتصوت الااذارأت ملكا اوشيطانا فان صياح الديكة وكذلک نهيق الحمار كثيرا مايكون لعوارض واسباب غير رؤية الملک والشيطان بل المعنى ان صوتهما قديكون لذلک ايضا فلايتعين اى الاصوات لذلک وايها لغيره فيستحب الدعوة والتعوذ عند كل تصويت منهما لتقع البعض منهما موقعهما وان لم تقع الكل مقام الرؤية مع ان زيادة الدعوة والتعوذ مطلوبة وان لم يكن فى محل اجابة “......(بذل المجهود : ۵/۳۰۱)

"حدثنا محمدبن منهال قال حدثنا يزيدبن زريع قال حدثنا عمربن محمدالعسقلانی عن ابيه عن ابن عمر قال ذكروا الشؤم عندالنبی ﷺ فقال النبی ﷺ ان كان الشؤم فی شئ ففی الداروالمرء ة والفرس"......(صحيح البخاری :۲/۷۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

علماء دیوبند "ماانا علیه واصحابی" کے صحیح مصداق ہیں:

مسئلہ نمبر(۱۴۲): محترم ومکرم قبلہ مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مودبانہ گزارش ہے کہ بندہ کو یہ فتویٰ درکار ہے کہ دیوبندی کے پیچھے بریلوی کی نماز ہوجاتی ہے یانہیں؟ براہ مہربانی فتویٰ عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

علماء دیوبند کے عقیدے سوفیصد وہی عقیدے ہیں جواہل السنۃ والجماعۃ کے ہیں اور یہ حضرات امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے مقلد ہیں اور "ماانا علیه واصحابه" فرمان رسول ﷺ پر کامل طور پرعمل پیرا ہیں لہذا ان کے پیچھے نماز بلاکراہت درست ہے۔

"حامدا ومصليا ومسلما ليعلم اولاقبل ان نشرع فی الجواب انابحمدالله ومشائخنا رضوان الله عليهماجمعين وجميع طائفتنا وجماعتنا مقلدون لقدوة الانام وذروة الاسلام امام الهمام الامام الاعظم ابی حنيفة النعمان رحمة الله عليه فی الفروع ومتبعون للامام الهمام ابی الحسن الاشعری والامام الهمام ابی منصورالماتريدی رضی الله عنهما فی الاعتقاد والاصول ومنتسبون من طرق الصوفية الی الطريقة العلية المنسوبة الی السادة النقشبندية والی الطريقة الزكية المنسوبة الی السادة الچشتية والی الطريقة البهية المنسوبة الی السادة القادرية والی الطريقة المرضية المنسوبة الی

السادة السهروردية رضى الله عنهم "......(المهند على المفند لمولانا خليل احمدسهارنفوری رحمه الله تعالیٰ: ۲۵،مترجم)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اللہ پاک کے پاس عاجزی نہیں، کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۳): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) کیا کسی مسلمان کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ "اللہ پاک کے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں عاجزی نہیں" اگر اس کا جواب ہاں میں ہوتو یہ فرمادیں کہ انسانوں کو عاجزی کہاں سے ملتی ہے؟ اگر اس کا جواب "نہیں" میں ہوتو یہ فرمادیں کہ اس مسلمان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

عاجزی بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے خزانے ہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے، نقص تب لازم آئے گا جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہو بلکہ اس کے مقابلے میں تکبر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو کہ نقص نہیں بلکہ اس کے شایان شان ہے۔

"الحى القادر العليم السميع البصير الشائى المريد ......ان اضدادها نقائص وهى الموت والعجز والجهل والصم والبكم والعمى والاضطرار وهى نقائص يجب تنزيه الله تعالى عنها "......(نبراس : ۱۰۹)

"ولله خزائن السموات والارض ،قال مقاتل يعنى مفاتيح الرزق والمطر والنبات ......وقال اهل المعانى خزائن الله تعالىٰ مقدوراته لان فيها كل مايشاء ممايريد اخراجه "......(تفسير كبير: ۱۰/۵۴۹)

"اعلم ان المتكبر فى حق الخلق اسم ذم لان المتكبر هوالذى يظهر من نفسه الكبر وذلک نقص فى حق الخلق لانه ليس له كبرولاعلو بل ليس معه الاالحقارة والذلة والمسكنة فاذا اظهر العلو كان كاذبا فكان ذلک مذموما فى حقه اماالحق سبحانه فله جميع انواع العلو والكبرياء "

......(تفسير كبير: ۱۰/۵۱۴)

”یقول اللہ تعالی لی العظمۃ والکبریاء والفخر والقدر سری فمن نازعنی فی واحدمنھن کببتہ فی النار“......(الحکیم عن انس ،کنزالعمال :۳/۲۱۴،رقم الحدیث،۷۷۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کس نے پڑھایا تھا؟

مسئلہ نمبر(۱۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کی پہلی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جب وفات پا گئیں تو ان کا جنازہ کس نے پڑھایا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اس وقت جنازہ مشروع نہیں ہوا تھا لہٰذا بغیر جنازہ کے ان کو دفن کیا گیا تھا۔

”فی الطحطاوی علی المراقی قال الواقدی لم تکن شرعت یوم موت خدیجۃ وموتھا رضی اللہ عنہا بعدالنبوۃ بعشرسنین علی الاصح“......(۵۸۰)

”قال عروۃ بن الزبیر وقدکانت خدیجۃ توفیت قبل ان تفرض الصلوۃ ثم روی من وجہ آخر عن الزھری انہ قال توفیت خدیجۃ بمکۃ قبل خروج رسول اللہ ﷺ الی المدینۃ وقبل ان تفرض الصلوۃ“......(البدایۃ والنھایۃ :۳/۱۳۸)

”ان العمری ذکر فی شرح ذات الشفاء ان الجمعۃ والجنازۃ وجبتا بعدالصلوات الخمس“......(روح المعانی :۱۵/۷)

”وقداتفق اھل العلم علی ان المعراج کان بعدالوحی بنحومن اثنی عشر سنۃ قبل الھجرۃ بسنۃ“......(تفسیرالمظھری :۵/۲۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

صبح اور شام کی تعریف نیز صبح اور شام کے اذکار کس وقت کرنے چاہئیں:

مسئلہ نمبر(۱۴۵): محترم مفتی صاحبان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مسئلہ درپیش ہے برائے مہربانی حل فرمادیں، گزارش ہے کہ کچھ کتابوں میں میں نے صبح، شام، رات کی تعریف کے بارے میں پڑھا ہے، ان کتب میں صبح، شام اور رات کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ کچھ اس طرح سے ہے۔

صبح: ابتدائے وقت فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک صبح ہے، اس دوران جو پڑھا جائے گا وہ صبح میں شمار ہوگا۔

شام: ابتدائے وقت ظہر سے غروب آفتاب تک شام ہے، اس دوران جو بھی پڑھا جائے گا وہ شام میں شمار ہوگا۔

رات: غروب آفتاب یعنی مغرب سے لے کر سحری کا وقت ختم ہونے اور فجر کا وقت شروع ہونے تک رات ہے، اس دوران جو بھی پڑھا جائے گا وہ رات میں شمار ہوگا۔

اب میرا مسئلہ یہ ہے کہ جو اوراد اور وظائف نبی اکرم ﷺ نے تجویز فرمائے اور کہا کہ یہ صبح اور شام کو پڑھنے ہیں اور جو اوراد اور وظائف بزرگان دین یہ کہہ کر تجویز فرماتے ہیں کہ ان کو صبح اور شام پڑھیں تو ان کو کس وقت میں پڑھنا چاہیئے، کیا صبح کے اوراد اور وظائف کو نماز فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا جائے گا، اور کیا شام کے وظائف کو ظہر سے مغرب تک کسی بھی وقت پڑھ سکتے ہیں یا عصر کے بعد اور مغرب سے پہلے پڑھ لیں۔

مزید یہ کہ زیادہ تر لوگ جن میں اکثر علماء کرام بھی شامل ہیں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ شام سے مراد مغرب کا وقت ہے اور جو اوراد اور وظائف شام کے لیے تجویز کیے جاتے ہیں ان کو مغرب کی نماز کے بعد پڑھنا چاہیئے، اب میری سمجھ میں ان اوقات کا مسئلہ نہیں آرہا، اس لیے آپ سے راہنمائی چاہنے کے لیے رجوع کیا ہے، براہ مہربانی اس مسئلہ کو جو میرے ذہن کو منتشر کر رہا ہے دور فرمائیں۔

مزید ایک بات یہ بھی بتادیں کہ طلوع آفتاب سے لے کر ابتدائے وقت ظہر تک کے وقت کو کیا کہتے ہیں کیونکہ اس دورانیے کی تعریف مجھے کہیں نہیں ملی، نیز صبح، شام اور رات کی مکمل تعریف بتادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صبح کی تعریف: دن کے شروع کے وقت کو یا فجر کے وقت کو صبح کہتے ہیں۔

"الصبح والصباح اول النهار وهو وقت ما احمر الافق بحاجب الشمس"......(المفردات فی غریب القرآن : ۴۷۴)

شام کی تعریف:　سورج ڈوبنے کے وقت اور اس کے بعد کے اوقات کو شام کہا جاتا ہے، (المفردات: ۲۳۹)

دوپہر کی تعریف:　۱۲ بجے دن کا وقت جب سورج سر پر ہو (فیروز اللغات: ۲۴۹)

دن کی تعریف:　سورج نکلنے سے سورج غروب ہونے کا درمیانی عرصہ، اور شرعاً طلوع فجر سے غروب آفتاب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔

(۱) النہار بالفتح لغة ضوء واسع ممتد من الطلوع الی المغرب الخ"......(کشاف اصطلاحات الفنون: ۱۳۹۶)

(۲) والنہار الوقت الذی ینتشر فیه الضوء الخ "......(المفردات : ۲۳۹)

رات کی تعریف:　غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک کا وقت اور شرعاً غروب آفتاب سے طلوع فجر تک کا وقت۔

رسول اللہ ﷺ کی مکمل اتباع ہی نجات کا راستہ ہے اور یہ اتباع ذکر واذکار اور دیگر نفلی امور میں بھی ہونی چاہیئے، اب مسنون دعائیں یا ذکر واذکار تین قسم پر ہیں۔

(۱)　ایسی دعائیں یا ذکر جو کسی خاص مقام سے متعلق ہوں جیسے مسجد میں داخل ہونے کی دعا، اس نوعیت کی دعاؤں کو ان کے متعلقہ مواقع میں پڑھنا چاہیئے۔

(۲)　وہ دعائیں جو کسی وقت کے ساتھ متعلق ہوں جیسے صبح شام یا دن رات کی دعائیں یا ذکر، تو ان کو ان کے اوقات میں پڑھنا چاہیئے کسی بھی وقت میں پڑھ سکتے ہیں البتہ آسانی کی خاطر کسی معین وقت میں پڑھنے میں حرج نہیں۔

(۳)　وہ دعائیں جو کسی جگہ یا وقت سے مخصوص نہیں جیسے "سبحان اللہ وبحمدہ" انہیں بھی شرعاً کسی وقت سے مخصوص نہ سمجھا جائے، براہ کرم آئندہ فقہی نوعیت کے مسائل دریافت فرمایئے۔

"صبح، الصبح اول النہار والصبح الفجر والصباح نقیض المساء والجمع اصباح وهو الصبیحة والصباح والاصباح والمصبح"......(لسان العرب : ۴/۲۱۴۲)

"الصبح الفجر اواول النہار جمع اصباح وهو الصبیحة والصباح والاصباح والمصبح کمکرم واصبح دخل فیه وبمعنی صار "......(القاموس المحیط : ۲۳۷)

’’المساء،ضدالصباح والامساء نقیض الاصباح قال سیبویه قالوا الصباح والمساء کماقالوا البیاض والسواد ولقیته صباح مساء مبنی وصباح مساء مضاف ......والمساء بعدالظهر الی صلوة المغرب وقال بعضهم الی نصف الیل ‘‘......(لسان العرب : ۳۷۲۱)

’’المساء والامساء ضدالاصباح ‘‘......(القاموس المحیط : ۱۴۳۹)

’’ضحا ،والضحو والضحوة والضحیة علی مثال العشیة ارتفاع النهار......والضحاء ممدود اذاامتد النهار وقرب ان ینتصف ......وقیل الضحیٰ من طلوع الشمس الی ان یرتفع النهار وتبیض الشمس جدا ثمبعدذلک الضحاء الی قریب من نصف النهار ‘‘......(لسان العرب : ۵/۲۲۸۹)

’’الضحو والضحوة والضحیة کعشیة ارتفاع النهار والضحی فویقه ویذکروا یصغربلاهاء والضحاء بالمد اذاقرب انتصاف النهار ‘‘......(القاموس المحیط:۱۴۹۷)

’’والنهار ضیاء مابین طلوع الفجر الی غروب الشمس وقیل من طلوع الشمس الی غروبها وقال بعضهم النهار انتشار ضوء البصر واجتماعه والجمع انهر‘‘......(لسان العرب: ۴۰۳۳)

’’النهار ضیاء مابین طلوع الفجر الی غروب الشمس اومن طلوع الشمس الی غروبها اوانتشارضوء البصر وافتراقه جمع انهرونهر‘‘......(القاموس المحیط :۵۲۳)

’’الیل عقیب النهار ومبدؤه من غروب الشمس التهذیب اللیل ضد النهار واللیل ظلام اللیل والنهار الضیاء ‘‘......(لسان العرب : ۷/۳۶۴۲)

’’الیل والیلاة من مغرب الشمس الی طلوع الفجر الصادق اوالشمس ‘‘ ......(القاموس المحیط :۱۱۳۵)

’’لیلة وهی فی اللغة من غروب الشمس الی طلوع الفجر ویقابلها النهار

ولایخرج المعنی الاصطلاحی لہ عن المعنی اللغوی“......(الموسوعة الفقهية،بحواله المصباح المنير ،المفردات : ۳۵/۳۶۰)

”والآية وان سقيت للاقتداء به عليه الصلوة والسلام فی امر الحرب من الثبات ونحوه فهی عامة فی كل افعاله ﷺ اذالم يعلم انهامن خصوصياته كنكاح مافوق اربع نسوة اخرج ابن ماجة“......(روح المعانی :۲۱/۱/۱۶۷)

”وماكان سنته فی حق النبی ﷺ يكون سنة فی حق غيره حتی يقوم دليل التخصيص“......(المحيط البرهانی :۳/۴۴)

”عن عبدالملک بن سعيد بن سويد قال سمعت اباحميد اواباسيدالانصاری يقول قال رسول الله ﷺ اذادخل احدكم المسجد فليسلم علی النبی ﷺ ثم ليقل اللهم افتح لی ابواب رحمتک فاذاخرج فليقل اللهم انی اسئلک من فضلک“......(سنن ابی داؤد: ۱/۷۹)

”عن ابی هريرة قال كان رسول الله ﷺ اذااصبح ای دخل فی الصباح قال اللهم بک اصبحنا وبک امسينا وبک نحيا وبک نموت واليک المصير واذاامسیٰ عطف علی اذا اصبح قال اللهم بک امسينا وبک اصبحنا وبک نحيا وبک نموت واليک النشور“......(مرقاة المفاتيح : ۵/۳۰۰)

”وعن ابان بن عثمان قال سمعت ابی يقول قال رسول الله ﷺ مامن عبد يقول فی صباح كل يوم ومساء كل ليلة ای فی اوائلها بسم الله الذی لايضرمع اسمه شیء فی الارض ولافی السماء وهوالسميع العليم ثلاث مرات فيضره شیء فكان ابان قداصابه طرف فالج فجعل الرجل ينظر اليه فقال له ابان ماتنظر الی؟اماان الحديث كماحدثتک ولكنی لم اقله يومئذ ليمضی الله علی قدره رواه الترمذی وابن ماجة وابوداؤد وفی روايته لم تصبه فجاءة بلاء حتی يصبح ومن قالها حين يصبح لم تصبه فجاءة بلاء، حتی يمسی وفی الغايتين اعنی حتی يصبح وحتی يمسی ايماء الی ان ابتداء الحفظ من الفجاءة والمضرة عقيب قول القائل فی ای جزء من اجزاء اوائل الليل

اوالنہار بل وفی سائراثنائهما ودعوی ابن حجر وجزمه بانه لوقال اثناء النهاراوالليل و لم يقل من اول الليل اواول النهار لايحصل له تلك الفائدة لادليل عليه مع ان الاثبات فی وقت لايدل على النفی فی آخر“......(مرقاة المفاتيح : ۳۰۲،۳۰۳/۵)

”وعن ابی هريرة قال جاء ت فاطمة الى النبی ﷺ تسأله خادما ای رقيقا ولم تصادفه فلماعلم بهاجاء ها فقال الاادلک على ماهوخيرمن خادم تسبحين الله تعالی ثلاثا وثلاثين وتحمد ين الله ثلاثا وثلاثين وتكبرين الله اربعا وثلاثين تكملة للمائة عندكل صلاة ای بعدكل مفروضة كماوردفی الاحاديث وعندمنامک ولعل تخصيصها بالخطاب فی هذاالحديث لانها الباعث الاصلی فی طلب الخادم اوهذا الحديث نقل بالمعنى اوبالاختصار والله اعلم وكان قراءة هذه الاذكار عندالمنام تزيل تعب خدمة النهار والآلام“......(مرقاة المفاتيح : ۵/۳۰۰)

”وعنه ای عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من قال سبحان الله وبحمده الباء فيه للمقارنة والواوزائدة ای اسبحه تسبيحا مقرونا بحمده اومتعلق بمحذوف عطف الجملة على الاخرى معناه وابتدئ بحمده اواثنی بثنائه فی يوم ای فی اجزائه قال ابن حجر وقال الطيبی ای فی يوم مطلق لم يعلم فی ای وقت من اوقاته فلايقيد بشئ منها مائة مرة قال الطيبی سواء كانت متفرقة اومجتمعة فی مجلس اومجالس فی اول النهار اوآخره الاان الاولىٰ جمعها فی اول النهار اه ولعل اولوية اول النهار للمبادرة والمسارعة الى الاوراد والاذكار والافياتی تقييده فی الحديث الآتی بالصباح والمساء ،حطت ای سقطت وازيلت عنه خطاياه ای الصغيرة ويحتمل الكبيرة وان كانت مثل زبدالبحر ای كمية اوكيفية قال ابن الملک هذا وامثاله كناية يعبربهاعن الكثرة عرفا“......(مرقاة المفاتيح : ۵/۲۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کلمہ کفر کہنے سے اسلام اور نکاح کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت برائے فسخ نکاح دائرہ اسلام سے خارج ہوئی اور کلمات کفریہ استعمال کیے، کیا ان کا نکاح اس سے فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی کا مشورہ اس عورت کے ساتھ ہو اس کا کیا حکم ہے اور جس مولوی نے یا دیگر کسی نے یہ حیلہ بتایا ہو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جو عورت کلمات کفریہ کہہ دے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے، اور جس شخص نے اپنی مرضی سے کلمات کفریہ کہلوائے ہیں وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور اس کا نکاح بھی اپنی عورت کے ساتھ فسخ ہوجاتا ہے، چاہے وہ لڑکی کا باپ ہو یا وکیل ہو یا مولوی ہو کیونکہ کفر پر رضا کفر ہے، چنانچہ تمام کتب فقہ میں مصرح ہے کہ "الرضاء بالکفر کفر"

"وفی المنتقی قال اذاارادت المرء ة ان تحرم علی زوجها فتکلمت بالکفر والایمان مستقرفی قلبها بانت وهی مشرکة بذلک الکلام"......(خلاصة الفتاویٰ ۴/۳۸۳)

"رجل علم امرء ة الردة لتبین علی زوجها یکفرالمعلم قال الفقیه ابواللیث یعنی علمها وامرهابذلک"......(خلاصة الفتاویٰ:۴/۳۸۷)

"الرضاء بالکفر کفر"......(شرح فقه الاکبر: ۲۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے متعدد نکاح کیے تھے؟

مسئلہ نمبر(۱۴۷): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ یہ ہے کہ پچھلے دنوں میں نے ایک کتاب جس کا نام اور حوالہ یہ ہے،

نام کتاب: تاریخ اسلام

مؤلف: مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی،

شائع کردہ: نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، ایڈیشن دہم مطبوعہ ۱۹۸۶ء

پڑھی، اس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ عورتوں کو طلاق بہت زیادہ دیتے تھے، اس کی وجہ سے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمادیا تھا کہ تم میرے بیٹے کو لڑکیاں نہ دو، براہ کرم مسئلہ واضح فرمادیں، کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واقعتاً ایسا کہا تھا؟ اور کیا واقعی حضرت حسن رضی اللہ عنہ عورتوں کو بلاوجہ طلاق بہت زیادہ دیا کرتے تھے؟ مزید حوالے کے لیے اس کتاب کے صفحہ کی فوٹو کاپی ارسال کیے دیتا ہوں، مہربانی فرما کر مسئلہ کی وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

یہ بات تو درست ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کئی نکاح کیے اور طلاقیں بھی دیں مگر ان روایات میں کچھ زیادہ مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہے کیونکہ آپ کی اولاد کی تعداد مؤرخین نے صرف آٹھ لکھی ہے، اگر ستر یا تین سو تک عورتیں نکاح میں تھیں تو اولاد بھی اس قدر ہوتی، اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ بیک وقت آپ کے نکاح میں چار سے زیادہ عورتیں کبھی نہیں رہیں ورنہ حکم قرآنی کے خلاف لازم آئے گا جو کہ ان حضرات سے ناممکن ہے، نیز لوگ اپنی سعادت سمجھ کر رشتہ دیتے تھے، لہٰذا یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

”قالوا: وكان كثير التزوج، وكان لايفارقه اربع حرائر، وكان مطلاقا مصداقا، يقال، انه احصن سبعين امرءة ......وقد كان علي يقول لاهل الكوفة لاتزوجوه فانه مطلاق فيقولون والله ياامير المؤمنين لوخطب الينا كل يوم لزوجناه مناشيئا ابتغاء في صهر رسول الله ﷺ......الخ“......(البداية النهاية: ۸/۴۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کتاب الطھارۃ

(الباب الاول فی احکام الوضوء)

بیہوشی ناقض وضو ہے:

مسئلہ نمبر(۱۴۸): ا۔ اگر مسجد کا امام فرض نماز کی ادائیگی کے بعد بے ہوش ہو کر گر پڑا کچھ وقفہ کے بعد امام نے ہوش میں آنے کے بعد نماز تراویح شروع کی کیا بے ہوش ہونے کے بعد امام کا وضو قائم رہا؟

۲۔ اور اگر امام نے مکر و فریب کر کے نمازیوں میں فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی تو ایسا شخص امامت کے قابل ہے یا نہیں جبکہ وہ عالم بھی نہیں ہے۔

۳۔ بے ہوشی کے بعد ہوش میں آ کر جو نماز تراویح ادا کروائی تو ایسی نماز تراویح کی کیا صورت ہوئی کیا وہ ادا ہوگئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال بے ہوش ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لہذا بے ہوشی کے بعد تجدید وضو کے بغیر نماز تراویح اور وتر جو اس نے پڑھائے ہیں وہ ادا نہیں ہوئے۔

”(و) ینقضه (اغماء) و منه الغشی“......(الدرعلی هامش الرد: ۱/۱۰۶)

۲۔ اگر واقعی امام نے مکر و فریب کے طور پر مذکورہ فعل کیا اور نماز کے مسائل ضروریہ سے بھی واقف نہیں تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

”ولذا کره امامة الفاسق العالم لعدم اهانته بالدین فتجب اهانته شرعا فلا یعظم بتقدیمه الامامة .وکره امامة الجاهل اذ لو کان عالما تقیا لا تکره امامته لان الکراهة للنقائص“......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح:۳۰۳،۳۰۲)

”ومنها الاغماء والجنون والغشی والسکر الاغماء ینقض الوضوء قلیله وکثیره“......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۲)

”والاغماء عارض لایتنبه صاحبه اذانبه فکان حدثا بکل حال“
......(البحر الرائق : ۱/۷٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جسم کے گودے ہوئے حصہ کی وجہ سے وضواور غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۹): ایک شخص نے اپنے بازو پر مشین کے ذریعے پکا نام لکھوایا ہے سیاہی کے ساتھ، آیااس شخص کا وضو وغسل ہوگا یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

۱۔ مرد وعورت دونوں کے لیے جسم کے کسی بھی حصہ کو گودنا اور گودوانا نا جائز ہے اور سخت گناہ ہے حدیث پاک میں دونوں پر لعنت وارد ہوئی ہے۔

۲۔ گودے ہوئے حصہ کو اگر باآسانی بلاضرر صاف کیا جاسکے تو صاف کرنا واجب ہے۔

۳۔ تاہم اس شخص کا وضو اور غسل درست ہے اور نماز ادا ہو جائیگی۔

”قال فی الشامية :لعن الله الواصلة والمستو صلة والواشمة والمستوشمة والواشرة المستوشرة والواشمة التی تشم فی الوجه والذراع و هوان تغرز الجلد بابرة ثم یحشی بکحل أو نیل فیزرق“......(ردالمحتار :۵/۲٦۴)

”و أیضا فی الشامية عن الفتاوی الخیرية من کتاب الصلوة سئل فی رجل علی یده وشم هل تصح صلوته و امامته معه ام لا اجاب نعم تصح صلوته و امامته بلا شبهة“......(أیضا: ۱/۲۴۲)

”یستفاد ممامر حکم الوشم فی نحو الید وهوانه کالاختضاب اوالصبغ بالمتنجس لانه اذاغرزت الید اوالشفة مثلابابرة ثم حشی محلها لکحل اونیلة لیخضر تنجس الکحل بالدم فاذاجمد الدم والتام الجرح بقی محله الاخضر فاذاغسل طهر لانه اثر یشق زواله لانه لایزول الابسلخ الجلد اوجرحه فاذاکان لایکلف بازالة الاثر الذی یزول بماء حاراوصابون فعدم

التكليف هنااولى وقدصرح به فى القنية فقال ولواتخذ فى يده وشمالايلزمه السلخ “......(فتاویٰ شامی: ۱/۲۴۲)

”عن ابن عمررضى الله عنه عن النبى ﷺ قال لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة قال نافع الوشم فى اللثلة“ ......(جامع الترمذی: ۱/۴۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سر پر مہندی لگی ہوتو مسح کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۰): سر پر مہندی لگی ہوئی ہے تو بغیر دھوئے سر پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز وضو میں انگلیوں کا خلال کب کرے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر سر پر مہندی کا لیپ کیا ہوا ہو تو اس کو دھوئے بغیر سر پر مسح کرنا درست نہیں نیز وضو میں انگلیوں کا خلال دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھونے کے بعد کرے۔

”وان كان على رأسها خضاب فمسحت على الخضاب اذا اختلطت البلة بالخضاب و خرجت عن حكم الماء المطلق لا يجوز المسح كذا فى الخلاصة“......(الهنديه: ۱/۶)

”عن الظهيرية ان التخليل انما يكون بعدالتثليث لانه سنة التثليث آه“ ......(ردالمحتار: ۱/۸۷)

”لان السنة اكمال الفرض فى محله“......(الهداية: ۱/۲۱)

”وذكرالناطفى فى الهداية اذااختضب ومسح برأسه عندوضوءه على خضابه لايجزئه وان وصل الماء الى شعره“......(المحيط البرهانى: ۱/۱۶۵)

”اذااختضب ومسح برأسه عندوضوءه على خضابه لايجزيه وان وصل الماء الى شعره“......(فتاویٰ التاتارخانية: ۱/۶۸)

''وفی الظهيرية والتخليل انمايكون بعدالتثليث''......(فتاوی التاتار خانية: ١/٨١)

''وفی الظهيرية والتخليل انمايكون بعدالتثليث لانه سنة التثليث''......(البحر الرائق: ١/٤٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وضو سے پہلے تسمیہ پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۱۵۱): کیا وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے کیا اس کے بغیر وضو ہو جائے گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے لہذا اس کے بغیر وضو ہو جائے گا لیکن یہ بات واضح رہے کہ سنت کے چھوڑنے کی عادت بنانا موجب گناہ ہے۔

''(و سننه) أی الوضوء ....البداء بالتسمية قولا و تحصل بكل ذكر)(قوله وتحصل بكل ذكر) فلو كبر أو هلل أو حمد كان مقيما للسنة يعنى لاصلها و كما لها بما يأتى أفاده فی النحر''......(الدر مع الرد : ١/٨٠، ٨١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

معذور شخص نماز اور حج کیسے ادا کرے؟:

مسئلہ نمبر(۱۵۲): میری بیگم کا وضو زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا، ایک نماز پڑھنی ہو تو چار دفعہ وضو کرنا پڑتا ہے پیٹ میں گیس کی بہت زیادہ شکایت ہے اب حج کرنے کا ارادہ ہے وہاں بار بار وضو کرنا مشکل ہوگا اور حالت احرام میں بہت مشکل ہوگا کہ چند منٹ بعد ہی دوبارہ وضو کیا جائے۔ ایسی حالت میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر آپ کی بیوی اس طرح معذور ہے کہ اس کا وضو بالکل قائم نہیں رہتا مثلاً ایک نماز کے وقت کے داخل ہونے سے لے کر وقت ختم ہونے تک اس کو پانچ سے سات منٹ ایسے نہیں ملتے کہ وضو کر کے صرف فرض نماز پڑھ

سکے یہ صورت کسی ایک نماز کے وقت میں پیدا ہوا اور اس کے بعد ہر نماز کے وقت میں یہ عذر ایک مرتبہ پایا جائے تو ہر وقت کی نماز کے لیے اس کو ایک وضو کرنا ضروری ہے اور اس وضو کے ساتھ اس وقت کی نماز فرض، نفل اور قضاء ادا سب پڑھ سکتی ہے البتہ جب اس نماز کا وقت ختم ہو گیا تو اگلی نماز کے لیے نیا وضو کرنا ہو گا مثلاً ظہر کے لیے وضو کیا ہے تو عصر تک اس کا وضو گیس کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا اور عصر کی نماز کے لیے تازہ وضو کرے اس طرح وہ طواف وغیرہ میں بھی کر سکے گی۔

”(و صاحب عذر من به سلس) بول لا يمكنه امساكه (أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة) أو بعينه رمد أو عمش أو غرب و كذا كل ما يخرج بوجع و لو من اذن و ثدى و سرة(ان استوعب عذره تمام وقت الصلوة مفروضة) بان لا يجد فى جميع وقتها زمنا يتوضاو يصلى فيه خاليا عن الحدث (الى ان قال)(و حكمه) الوضوء لا غسل ثوبه و نحوه(لكل فرض) اللام للوقت كما فى لدلوك الشمس (ثم يصلى) به(فيه فرضا و نفلا) فدخل الواجب بالأولى فاذا خرج الوقت بطل“......(الدر المختار على هامش الرد : ١/٢٢٣، ٢٢٤)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لیکوریا ناقض وضو ہے یا نہیں؟:

مسئلہ نمبر(١٥٣): عورتوں کو ایک بیماری (لیکوریا) ہے یہ چند قطرے ہوتے ہیں لیکوریا اگر سوراخ کے اندر ہو اور باہر نہ نکلے کیا وضو ٹوٹ جائے گا یا پھر باہر نکلنے کے بعد وضو ٹوٹتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر رطوبت فرج داخل سے تجاوز کر جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ فرج خارج سے نہ نکلے اور اگر رطوبت فرج داخل ہی میں رہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

”وصفة النجاسة الرافعة للطهارة انما هى قائمة بالخارج فالعلة للنقض هى النجاسة بشرط الخروج ، و تأيد هذا بظاهر الحديث، ما الحدث ؟قال ما يخرج من السبيلين“...... (البحر الرائق : ١/٥٩)

”و لو خرج البول من الفرج الداخل من المرأة دون الخارج ینقض الوضوء“
......(الهندیة: ۱/۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ویسلین سے وضو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۴): سردیوں میں اکثر چہرے اور ہاتھوں پر ویسلین لگائی جاتی ہے کیا تیل کی طرح ویسلین لگی ہونے سے وضو ہوجاتا ہے یا صابن سے دھونا ضروری ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ویسلین، تیل کی مانند ہے لہذا بغیر صابن استعمال کیے وضو ہوجائے گا، لیکن احتیاطا اعضاء وضو کو خوب مل کر دھونا بہتر ہے تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے، یہ رطوبت ایسی نہیں ہے جس سے عضو خشک رہ جائے۔

”و اذا دهن رجلیه ثم توضأ و أمرّ الماء علی رجلیه فلم یقبل الماء لمکان الدسومة جاز الوضوء کذا فی الذخیرة اه“...... (الهندیة : ۱/۵)

”(قوله و کذا دهن) أی کزیت و شیرج بخلاف نحو شحم و سمن جامد (قوله و دسومة) هی أثر الدهن قال فی الشرنبلالیة قال المقدسی و فی الفتاوی دهن رجلیه ثم توضأ و أمرّ الماء علی رجلیه و لم یقبل الماء للدسومة جاز لوجود غسل الرجلین“......(ردالمحتار : ۱/۱۱۴)

”ولو بقیت علی العضو لمعة لم یصبها الماء فصرف البلل الذی علی ذلک العضو الی اللمعة جاز کذا فی الخلاصة اه“......(الهندیة : ۱/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آبپاشی والے نالے کے پانی سے وضو کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۵): ایک گاؤں کے قریب ایک ندی بہتی ہے، جس ندی میں چشمہ کا پانی آتا ہے راستے میں آبپاشی کے لیے ہم نے ایک نالی نکالی ہے جس کی چوڑائی اور لمبائی دوفٹ ہے جس کے اندر پانی کبھی ٹخنوں تک اور کبھی پنڈلی

تک اور کبھی اس سے کم اور کبھی خشک ہوجاتا ہے گٹر کے پائپ اس میں گرتے ہیں اور کبھی اس کا بو مزہ بھی تبدیل ہوجاتا ہے اور کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ اس پانی سے وضو کرنا غسل کرنا کپڑے دھونا جائز ہے یا نہیں، نیز اس پانی سے اگر کپڑے گیلے ہوجائیں تو ان کپڑوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں نالی کا پانی جاری پانی ہے جب اس کا رنگ، بو یا مزہ گٹر کے پانی کی وجہ سے بدل جائے تو وہ ناپاک ہے اس سے وضو، غسل کرنا اور کپڑے دھونا جائز نہیں ہے اور اگر کپڑوں کو یہ پانی لگ جائے تو وہ بھی نجاست کی وجہ سے ناپاک ہوجائیں گے اور اگر رنگ یا بو یا مزہ نجاست کی وجہ سے تبدیل نہ ہو تو یہ پانی پاک ہے مذکورہ کام اس سے کرنا جائز ہیں۔

"الماء الجاری بعد ما تغیر أحد أوصافه و حکم بنجاسته لا یحکم بطهارته ما لم یزل ذلک التغیر بأن یردعلیه ماء طاهر حتی یزیل ذلک التغیر کذافی المحیط "......(الهندیة : ١٨/١ .بدائع الصنائع : ٢١٦/١)

"ماء النهر او القناة اذا احتمل عذرة فاغترف انسان بقرب العذرةجاز والماء طاهر ما لم یتغیر طعمه او لونه او ریحه "......(الهندیة: ١٧/١)

"الماء الجاری بعد ما تغیر أحد أوصافه و حکم بنجاسته لا یحکم بطهارته ما لم یزل ذلک التغیر بأن یردعلیه ماء طاهر حتی یزیل ذلک التغیر الخ " ......(الهندیة : ١٨/١ .بدائع الصنائع : ٢١٦/١)

"ماء النهر او القناة اذا احتمل عذرة فاغترف انسان بقرب العذرةجازوالماء طاهر ما لم یتغیر طعمه او لونه او ریحه " ......(الهندیة: ١٧/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

غسل کرنے سے وضو بھی ہوجاتا ہے:

مسئلہ نمبر(١٥٦): کیا غسل کرنے سے وضو بھی ہوجاتا ہے؟ اگر کسی نے نہر یا دریا میں غوطہ لگایا کیا اس کا وضو بھی ہوگیا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر کوئی آدمی غسل کرے تو غسل کرنے سے اس کا وضو بھی ہو جائے گا علیحدہ نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اگر کوئی آدمی نہر یا دریا میں غوطہ لگائے گا تو اس کا وضو بھی ہو جاتا ہے۔

''و تقديم الوضوء على الاغتسال في الجنابة سنةو ليس بفرض عند علمائنا رحمهم الله حتىٰ انه لو لم يتوضأ و افاض الماء على رأسه و سائر جسده ثلاثا اجزأه اذا كان قد تمضمض و استنشق اه''

......(التاتارخانية: ١/٢٧٦، مطبوعه جديد كوئٹه)

''اذااصاب الرجل المطر ووقع فى نهرجار جازوضوء ه وغسله ايضا ان اصاب الماء جميع بدنه وعليه المضمضة والاستنشاق كذافى السراجية ''

......(فتاوىٰ الهندية: ١/٥)

''وقالوا لومكث فى ماء جار اوحوض كبير اومطرقدرالوضوء والغسل فقداكمل السنة''......(الدرالمختار: ١/٢٩)

''عن عائشة رضى الله عنها قالت كان رسول الله ﷺ يغتسل ويصلى الركعتين وصلاة الغداة ولااراه يحدث وضوءً بعدالغسل ''......(سنن ابى داؤد: ١/٣٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شرعی معذور کی نماز، وضو اور طہارت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۷): ایک شخص کو پیشاب کرنے کے بعد قطرے آتے ہیں اب کیا کرنا چاہیے؟ اگر ٹشو یا مٹی کا ڈھیلا استعمال کرنے کے بعد نماز کے دوران بھی اسے قطرے نکلتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، اس صورت میں نماز ہو جاتی ہے یا کہ نہیں، اگر قطرے کپڑے وغیرہ پر لگ جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اگر اس شخص پر ایک نماز کا پورا وقت ایسے گزرا کہ وہ بغیر عذر کے فرض نماز نہ پڑھ سکے اور اس کے بعد ہر وقت نماز میں اس کا وجود باقی رہے اگرچہ استیعاب نہ ہو تو یہ شخص معذور ہے تو اس کو ایک نماز کے لیے صرف ایک مرتبہ وضو کرنا ہوگا اور اس وقت میں بقیہ اعمال بھی کرسکتا ہے مثلاً تلاوت، ذکر، نفل وغیرہ اور جب اس نماز کا وقت نکل جائے گا تو اس کا وضو خود بخود ٹوٹ جائے گا، اور دوسری نماز کے لیے دوبارہ وضو کرنا ہوگا، اگر ایسا نہیں تو معذور نہیں، جب قطرہ آئے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور کپڑا ناپاک ہوجائے گا دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔

”المستحاضۃو من به سلس البول أو استطلاق البطن أو انفلات الريح أو رعاف دائم أو جرح لا يرقأ يتوضؤن لوقت كل صلوة و يصلون بذلك الوضوء في الوقت ما شاؤا من الفرائض والنوافل هكذا في البحر الرائق“......(الهندية : ۱/ ۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شرعی معذور:

مسئلہ نمبر (۱۵۸): میرے پیٹ میں گیس کی تکلیف کچھ عرصہ سے ہے، وضو کرنے کے فوراً بعد وضو ٹوٹ جاتا ہے، اکثر اوقات نماز بھی سکون سے نہیں پڑھی جاتی یہی دھیان لگا رہتا ہے کہ وضو ابھی ٹوٹ گیا اور ایک نماز کے لیے کئی دفعہ دو تین بار وضو کرنا پڑتا ہے اور کبھی مشکل سے ایک نماز پڑھی جاتی ہے، وضو کرتے وقت بھی کتنی دفعہ بار بار وضو کرتی ہوں، مجھے اس مسئلہ کے بارے میں جلد اطلاع دیں کہ ایک ہی بار وضو کرلیا کروں یا بار بار، البتہ یہ معذوری والا مسئلہ ہے اور اگر آپ استنجا چھوڑنے کا حکم فرمائیں تو مجھے اس کے بدلے کیا کرنا چاہیے کیونکہ استنجاء کے فورا بعد گیس بھر جاتی ہے پیٹ میں اور بعض اوقات ویسے بھی ہوا خارج ہوجاتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ عورت معذور کے حکم میں ہے کیونکہ معذور وہ ہوتا ہے جس کو وضو کرنے کے بعد پورے وقت میں بغیر حدث کے اتنا وقت بھی نہ مل سکے کہ وہ فرض نماز ادا کرسکے تو یہ شخص وضو کرکے وقت کے اندر فرائض اور نوافل ادا کرسکتا ہے اگرچہ وضو ٹوٹتا رہے البتہ نماز کا وقت جیسے ہی ختم ہوگا تو یہ شخص بے وضو ہوجائے گا۔

”(و صاحب الحدث)الدائم ليس من يتصل به خروج الحدث من غير انقطاع اصلابل هو من لا يمضى عليه وقت صلوة كامل الاوالحدث الذى ابتلى به يوجد منه فيه............ و هذا الذى ذكره تعريف صاحب العذر فى البقاء“......(حلبى كبيرى :١١٨)

”المستحاضة و من به سلس البول أو استطلاق البطن أو انفلات الريح أو رعاف دائم أو جرح لا يرقأ يتوضؤن لوقت كل صلوة و يصلون بذلك الوضوء فى الوقت ما شاؤا من الفرائض و النوافل هكذا فى البحر الرائق“......(الهندية : ١/ ٤١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

احلیل میں ٹشو پیپر رکھنا اور امساک الریح:

مسئلہ نمبر(١٥٩): مجھے ایک بیماری ہے، وہ یہ کہ اگر پیشاب کروں تو اس کے بعد جب وضو کرلوں اور ایک یا دو رکعت ادا کرنے کے بعد رکوع یا سجدے میں قطرہ آجاتا ہے یہ قطرہ ہمیشہ بھی نہیں ہوتا اور اگر نماز سے دس بیس منٹ پہلے پیشاب کرلوں تو اس وقت چلنے پھرنے سے قطرے کا آنا بند ہوتا ہے، اس صورت میں میں ٹشو پیپر کو پیشاب کی جگہ میں رکھ دیتا ہوں تا کہ مجھے شک نہ ہو تو آیا اس صورت میں نماز پڑھنا پڑھانا کیسا ہے اور گیس کی بیماری بھی ہے یعنی نماز میں پیٹ میں گیس آجاتا ہے لیکن گیس کو میں سختی کے ساتھ روک لیتا ہوں اس کی وجہ سے وقتی نماز پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہوتا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں شخص مذکور کا ٹائیلٹ پیپر کا پیشاب کی نالی میں رکھنا اور بصورت ضرورت پیٹ کے اندر ہوا کا روکنا صحیح ہے، اس طرح نماز کے اندر کوئی خرابی نہیں ہوگی، البتہ جب ٹائیلٹ پیپر ہٹانے کے بعد اگر اس پر تری ہو تو اس وقت اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

”(قوله ولا يمكن حبسه الخ) فيتعين عليه رده متى قدر عليه بعلاج من غير مشقة وفى المضمرات عن النصاب به سلس البول فجعل القطنية فى ذكره

ومنعه من الخروج وهو يعلم انه لو لم يخش ظهر البول فاخرج القطنة وعليها بلة فهو محدث ساعة اخراج القطنة فقط وعليه الفتوى واذا لم يمتنع العذر بذلک هل يفعله تقليلا للنجاسة بقدر الامكان؟قالو ا ينبغی قال ابن امير حاج ای يستحب لما فی الخلاصة لو لم يفعل لا بأس به وقال الحلبی ای يجب "

......(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۱۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پیشاب کا قطرہ آنے کا شبہ:

مسئلہ نمبر(۱۶۰): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کو پیشاب قطرہ قطرہ آتا ہے، ٹشو پیپر سے استنجاء کرتا ہوں پھر بھی شبہ قطرے آنے کا رہتا ہے، کیا اس حالت میں نماز ادا ہو جائے گی اور ایک بار وضو سے تہجد فجر اور اشراق پڑھ سکتا ہوں؟ اور اس طرح دعائیں اور قرآن پڑھا جا سکتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں جس شخص کو استنجاء کرنے کے بعد قطرہ آنے کا شبہ ہو وہ وضو کر کے ہر قسم کی عبادات یعنی نماز قرآن وغیرہ پڑھ سکتا ہے اس کا وضو باقی ہے۔

"اليقين لا يزول بالشک"......(الاشباه والنظائر: ۷۵)

"ولو ايقن بالطهارة وشک بالحدث او بالعكس اخذ باليقين اه"......(الدر المختار علی هامش رد المحتار : ۱/۱۱۱)

"بخلاف ماذا شک فی الحدث لانه لم يوجد الا مجرد الشک ولا عبرة له مع اليقين بحر عن المحيط "......(ردالمحتار : ۱/۱۰۲)

علامہ شامیؒ ولو شک کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"(قوله ولو شک)فی التاتارخانية من شک فی انائه أو ثوبه أو بدنه اصا بته نجاسة أو لا فهو طاهر ما لم يستيقن الخ"...... (ردالمحتار : ۱/۱۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ادعیۂ وضو:

مسئلہ نمبر(۱۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں جب کہ حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وضو بسم اللہ سے شروع کیا کریں، کیا بسم اللہ پوری پڑھنی چاہیے یا کہ صرف بسم اللہ کے الفاظ ادا کرنے چاہیے۔

۲۔ نیز وضو کرتے وقت ہر عضو کو دھوتے وقت کوئی مسنون کلمات ہیں؟ اس بارے میں بھی وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

۱۔ واضح رہے کہ وضو شروع کرتے وقت جو بھی اللہ تعالی کا ذکر کیا جائے تو سنت پوری ہو جائے گی، لیکن افضل یہ ہے کہ "**بسم الله الرحمن الرحيم**" پڑھا جائے، نیز وضو شروع کرتے وقت "**بسم الله العظيم والحمد لله على دين الإسلام**" پڑھنا بھی ثابت ہے، (ہندیۃ:۱/۶) اس لیے اس کو بھی کبھی کبھی پڑھنا چاہیے۔ اور وضو سے فارغ ہوجانے کے بعد یہ دعا پڑھی جائے "**سبحانک اللهم وبحمدک وأشهد أن لا إله إلا انت استغفرک واتوب اليک، واشهد ان لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله**"

۲۔ دوران وضو ہر عضو کے دھوتے وقت کوئی مسنون کلمات صحیح احادیث سے ثابت نہیں، البتہ بعض ضعیف روایات میں جو دعائیں مذکور ہیں ان پر فضائل اعمال میں عمل کیا جا سکتا ہے، چنانچہ فقہائے کرام نے مندرجہ ذیل دعائیں پڑھنے کو مستحب لکھا ہے۔

☆ کلی کرتے وقت:

"**اللهم أعني على تلاوة القرآن، وذكرک وشكرک وحسن عبادتک**"

☆ ناک میں پانی ڈالتے وقت:

"**اللهم أرحني رائحة الجنة ولا ترحني رائحة النار**"

☆ چہرہ دھوتے وقت:

"**اللهم بيض وجهي يوم تبيض وجوه وتسود وجوه**"

☆ دایاں بازو دھوتے وقت:

"**اللهم اعطني كتابي بيميني وحاسبني حسابا يسيرا**"

☆ بایاں بازو دھوتے وقت:

"اللهم لا تعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظهری"

☆ سر کا مسح کرتے وقت:

"اللهم اظلنی تحت عرشک یوم لاظل إلا ظل عرشک"

☆ کانوں کا مسح کرتے وقت:

"اللهم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه"

☆ گردن کا مسح کرتے وقت:

"اللهم اعتق رقبتی من النار"

☆ دایاں پاؤں دھوتے وقت:

" اللهم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الأقدام "

☆ بایاں پاؤں دھوتے وقت:

"اللهم اجعل ذنبی مغفورا وسعیی مشکورا وتجارتی لن تبور"

نیز اگر مندرجہ بالا دعائیں یاد نہ ہوں تو ہر عضو کے دھوتے وقت "درود شریف" یا کلمہ شہادت " اشهد أن لا اله الا الله وحده لا شریک له واشهد ان محمدا عبده ورسوله " کہنا چاہیے۔(فتاویٰ الہندیۃ: ۱/۸، ۹، فتاویٰ شامی: ۱/۹۴)

"فی الدر المختار :(و) البدأة (بالتسمیة) قولا وتحصل بکل ذکر لکن الوارد عنه علیه السلام باسم الله العظیم والحمد لله علی دین الاسلام وفی الشامیة قوله(وتحصل بکل ذکر) فلو کبر او هلل او حمد کان مقیما للسنة یعنی لأصلهاو کما لها بما یأتی أفاده فی النهر (قوله لکن الوارد الخ) قال فی الفتح لفظها المنقول عن السلف وقیل عن النبی ﷺ باسم الله العظیم والحمد لله علی الاسلام وقیل الافضل بسم الله الرحمن الرحیم بعد التعوذاه (در مع الردر: ۱/ ۸۰، ۸۱)

"(قوله والدعاء بالوارد)فیقول بعدالتسمیة عند المضمضة اللهم اعنی علی تلاوة القرآن و ذکرک وشکرک وحسن عبادتک وعند الاستنشاق اللهم

ارحنی رائحة الجنة ولا ترحنی رائحة النار ...... الخ“......(ردالمحتار : ۱/ ۹۴،مط:رشیدیة)

” (والتسمية) كما مر (عند غسل كل عضو)وكذا الممسوح) (والدعاء بالوارد عنده) ای عندکل عضو وقد رواه ابن حبان وغيره عنه عليه الصلاة والسلام من طرق قال محقق الشافعية الرملی فيعمل به فی فضائل الاعمال“...... (الدرعلی هامش الرد : ۱/۹۴)

”وان يقول عند غسل كل عضو“ اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له .... وان يقول بعد الفراغ من الوضوء سبحانک اللهم وبحمدک واشهد ان لا اله الا انت...... الخ“...... (الهندية : ۱/ ۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ستر کھولنا ناقض وضو نہیں:

مسئلہ نمبر(۱۶۲): کیا کپڑے تبدیل کرنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

کپڑے تبدیل کرنے سے وضونہیں ٹوٹتا، کیونکہ کپڑے تبدیل کرنے سے صرف ستر کا کھلنا لازم آتا ہے اور ستر کا کھلنا نواقض وضو میں سے نہیں ہے؛ نواقض وضو درج ذیل ہیں۔

”منها ما يخرج من السبيلين من البول والغائط والريح الخارجة من الدبر والودی والمذی والمنی والدودة والحصاة............ومنها ما يخرج من غير السبيلين .... ويسيل الی ما يظهر من الدم والقيح والصديد والماء لعلة ....ومنها القئ .... ومنها النوم .... ومنها الاغماء والجنون والغشی والسكر ومنها القهقهة .... ومنهاالمباشرة الفاحشة اه“ ......

(فتاویٰ الهندية : ۱/ ۹ تا۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ناخن پالش مانع وضو ہے:

مسئلہ نمبر(۱۶۳): اگر ناخن پالش لگی ہو اور عورت وضو کر کے نماز ادا کرلے تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

واضح رہے کہ ایسی تزیین حرام ہے جو شرعی فرائض کے مانع ہو، جو چیز بدن میں پانی پہنچانے سے مانع ہے اس کی موجودگی میں وضو اور غسل صحیح نہیں ہوتا، اگر بال کے برابر بھی جگہ خشک رہ گئی ہو تو وضو اور غسل صحیح نہ ہوں گے لہذا جتنی نمازیں ناخن پالش لگا کر پڑھتی رہی وہ سب واجب الاعادہ ہوں گی اور توبہ استغفار بھی لازم ہے۔

”وهل يجب ايصال الماء الىٰ ماتحت الاظافير؟قال الفقيه ابوبكر يجب ايصال الماء الى ما تحته حتى ان الخباز اذا توضأ وفى اظفاره عجين او الطيان اذا توضأ وفى اظفاره طين يجب ايصال الماء الى ما تحته“......(التاتا رخانية: ۱۹۹، ۲۰۰،مطبوعه جديدرشيديه كوئٹه)

”فى فتاوى ماوراء النهر ان بقى من موضع الوضوء قدررأس ابرة اولزق باصل ظفره طين يابس اورطب لم يجز وان تلطح بده بخمير اوحناء جاز“......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۴)

”وان كان على ظاهربدنه جلدسمک اوخبزممضوغ قدجف فاغتسل ولم يصل الماء الى ماتحته لايجوز“......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۳)

”ولابدمن زوال مايمنع وصول لماء للجسد كشمع وعجين“......(مراقى الفلاح: ۲۳)

”بخلاف نحوعجين اى كعلک وشمع وقشرسمک وخبز ممضوغ متلبد“......(فتاوىٰ شامى: ۱/۱۱۴)

”وان كان على ظاهربدنه جلدسمک اوخبزممضوغ قدجف فاغتسل ولم يصل الماء الى ماتحته لايجوز“......(المحيط البرهانى : ۱/۲۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وضو کے بعد سورت القدر پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۴): وضو کے بعد ایک بار سورت القدر پڑھنے سے قیامت کے دن اولیاء کے ساتھ حشر ہوگا اور دو مرتبہ پڑھنے سے شہداء کے ساتھ حشر ہوگا، اور تین مرتبہ پڑھنے سے اصدقاء کے ساتھ حشر ہوگا، اور چار مرتبہ پڑھنے سے انبیاء کے ساتھ حشر ہوگا، اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث بیان کریں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

فضائل مذکورہ والی حدیث کتب احادیث میں نہیں ملی، لہذا اس کو صحیح قرار دینا مشکل ہے، البتہ دوسری روایت میں وضو کے بعد سورت القدر کا پڑھنا ثابت ہے۔

"ومن الآداب ان يقول بعد الفرغ من الوضوء سورة انا انزلنا ه مرة او مرتين او ثلاثا كذا تورث عن السلف وروى فى ذلك آثار لا بأس بها فى الفضائل منها ان من قرأها فى اثر الو ضوء غفرالله له ذنوب خمسين سنةالخ"......

(حلبی کبیری : ۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قے ناقض وضو ہے یا نہیں؟:

مسئلہ نمبر(۱۶۵): اگر بحالت نماز کڑوا پانی معدہ سے منہ بھر کے آئے اور منہ کے اندر ہی سے واپس لوٹایا جائے کیا اس کی نماز اس عمل سے فاسد ہوگی یا نہیں؟ برائے مہربانی فرما کر وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر شخص مذکورہ کو قے اتنی آئی ہو کہ اس کو ضبط کرنا مشکل ہوگیا اور اس نے اس کو واپس لوٹا دیا تو یہ قے کثیر ہے اور قے کثیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ شخص دوبارہ جا کر وضو کرے اور نماز دوبارہ پڑھ لے۔

"فى المحيط......وقال الحسن بن زيادرحمه الله تعالىٰ ان كان القئ بحيث لا يمكن للرجل ضبطه و امساكه كان مل ألفم و ان كان يمكن ضبطه و امساكه لا يكون مل ٔالفم و زاد على هذا بعض المشائخ ؒ و قال : ان كان القئ بحيث لا يمكن ضبطه و امساكه الا بتكلف كان مل ٔالفم و ان كان

بحیث یمکن ضبطه و امساکه من غیر تکلف لا یکون ملء الفم و الیه مال کثیر من المشائخ ؒ و هو الصحیح"...... (المحیط: ۱/۱۹۹)

"و فیه ...... قال محمد رحمه الله تعالی فی الجامع الصغیر رجل قلس أقل من ملأ فیه لاینتقض وضوئه و لو قلس ملأ فیه مرة أو طعاما أو ماء ینتقض الوضو ء و هذا مذهبنا و هی مسئلة الخارج من غیر السبیلین"......(أیضا: ۱۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سرخی مانع وضو ہے یا نہیں؟:

مسئلہ نمبر(۱۶۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتیں ہونٹوں پر سرخی لگاتی ہیں کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کے لگانے سے وضو اور نماز ہوگی یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

عورتوں کا ہونٹوں پر سرخی لگانا جائز ہے، شرعا اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ یہ زینت کے لیے ہے اور زینت اختیار کرنا عورتوں کے لیے مباح ہے نیز تحقیق سے معلوم ہوا کہ سرخی مثل گھی کے ہے، اگر تھوڑی لگائی جائے تو وضو اور نماز میں حرج نہ ہوگا اور اگر اتنی زیادہ لگائی جائے کہ جس کی تہہ بن جائے تو پھر نیچے پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے وضو نہ ہوگا البتہ وضو کے بعد لگانے سے نماز ہو جائیگی۔

"و لا ینبغی للصغیر أن یخضب یده بالحناء لانه تزین و انه یباح للنساء دون الرجال"...... (خلاصة الفتاوی : ۴/۳۷۳)

"(و کذا دهن) أی کزیت و شیرج بخلاف نحو شحم و سمن جامد (قوله و دسومة) هی أثر الدهن قال فی الشرنبلالیة قال المقدسی وفی الفتاوی دهن رجلیه ثم توضأ وأمرّ الماء علی رجلیه و لم یقبل الماء للدسومة جاز لوجود غسل الرجلین"......(ردالمحتار : ۱/۱۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز وضوٹوٹنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں

ہمارے محلے میں ایک صاحب نے فرمایا کہ اگر آدمی کا دوران نماز وضوٹوٹ جائے تو اسے فورا نماز توڑ کر وضو دوبارہ کر کے نماز میں شامل ہونا چاہیے اگر اس نے ویسے ہی ٹوٹے ہوئے وضو کے ساتھ نماز مکمل کی تو وہ اسلام سے یا ایمان سے خارج ہو جائے گا، یعنی کافر ہو جاتا ہے کیا یہ مسئلہ ایسے ہی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جب وضوٹوٹ گیا تو نماز ٹوٹ گئی، اس شخص کو فورا باہر نکل کر وضو کر کے نماز ادا کرنا لازم ہے، اگر بلا وضو بلا قصد، توہین واستہزاء کے پڑھتا رہے گا تو گنہگار ہوگا کافر نہیں۔

"فی الدر المختار "و فی کفر من صلی بغیر طھارۃ مع العمد خلف فی الروایات یسطر"

و فی الشامیۃ :(قولہ خلف) أی اختلاف بین أھل المذھب و المعتمد عدم التکفیر کما ھو ظاھر المذھب الخ"...... (الدرمع الرد : ۱/ ۶۰)

"و لو صلی بغیر طھارۃ لا یکفر"...... (التتارخانیۃ : ۳۲۲/۷، مطبوعہ جدید رشیدیہ کوئٹہ)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وضو کے بعد اعضاء کو خشک کرنا:

مسئلہ نمبر(۱۶۸): وضو کے بعد اعضاء کو کسی کپڑے وغیرہ سے صاف کر سکتے ہیں جبکہ ہمارے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وضو کے بعد اعضاء کو صاف کرنا درست نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

وضو کے بعد اعضائے وضو کو کپڑے وغیرہ سے صاف اور خشک کر سکتے ہیں مگر بہتر یہی ہے کہ صاف کرنے میں مبالغہ نہ کیا جائے۔

"(والتمسح بمندیل) ذکرہ صاحب المنیۃ فی الغسل و قال فی الحلیۃ و لم

أر من ذكره غيره و انما وقع الخلاف في الكراهة ففي الخانية و لا بأس به للمتوضئ والمغتسل روى عن رسول الله ﷺ انه كان يفعله و منهم من كره ذلك و منهم من كرهه للمتوضئ دون المغتسل و الصحيح ما قلنا الا انه ينبغي أن لا يبالغ و لا يستقصي فيبقى أثر الوضوء على اعضائه اه"
......(ردالمحتار : ۱/۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اعضاءِ وضو کٹے ہوں تو وضو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۹): جن لوگوں کے ہاتھ پاؤں یعنی اعضائے وضو کٹے ہوئے ہوں تو وہ وضو کیسے کریں اور ان لوگوں کی نماز کیسے درست ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اعضائے وضو میں سے جو عضو کٹا ہوا ہو اسے دھونا اس کے ذمہ سے ساقط ہے، باقی اعضاء کو دھو کر نماز پڑھے۔

"و لو قطعت يده أو رجله فلم يبق من المرفق والكعب شئ سقط الغسل و لو بقي وجب"...... (البحرالرائق : ۱/۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رگ میں انجکشن لگوانا ناقض وضو ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۷۰): انجکشن کے ذریعہ جو خون نکالا جائے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

انجکشن کے ذریعے جو خون نکالا جاتا ہے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وضو ٹوٹنے کے لیے خون کا خروج اور اخراج دونوں برابر ہیں، لہذا جس طرح خون نکلنا ناقض وضو ہے اسی طرح نکالنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

”لانہ اذا فصدو اخرج منہ دم کثیر ولم یتلطخ رأس الجرح فانہ ینقض الخ“......(حلبی کبیری : ۱۱۵)

”واماماسال بعصر وکان بحیث لولم یعصر لم یسل قالوا لاینقض الوضوء لانہ لیس بخارج وانما ھو مخرج وھومختارصاحب الھدایۃ وقال شمس الائمۃ ینقض وھوحدث عمداعندہ وھوالاصح کذافی فتح القدیر معزیا الی الکافی لانہ لاتاثیر یظھر للاخراج وعدمہ فی ھذاالحکم بل لکونہ خارجا نجسا وذلک یتحقق مع الاخراج کمایتحقق مع عدمہ فصار کالفصد کیف وجمیع الادلۃ الموردۃ من السنۃ والقیاس یفیدتعلیق النقض بالخارج النجس وھوثابت فی المخرج “......(البحرالرائق : ۱/۶۵)

”لاتاثیر بظھرللاخراج وعدمہ بل لکونہ خارجانجسا وذلک یتحقق مع الاخراج کمایتحقق مع عدمہ فصارکالفصد کیف وجمیع الادلۃ الموردۃ من السنۃ والقیاس تفیدتعلیق النقض بالخارج النجس وھوثابت فی المخرج“......(ردالمحتار: ۱/۱۰۱)

”فالاحسن مافی النھر عن بعض المتاخرین من ان المراد السیلان ولوبالقوۃ ای فان دم الفصد ونحوہ سائل الی مایلحقہ حکم التطھیر حکماتامل“......(فتاویٰ شامی: ۱/۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کیا بچے کو دودھ پلانا ناقض وضو ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۷۱): ایک عورت نے وضو کیا اور پھر بچے کو دودھ پلایا تو آیا اس سے اس کا وضو ٹوٹ گیا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں دودھ کا پستانوں سے نکلنا ناقض وضو نہیں، بلکہ وضو باقی رہے گا اس لیے کہ وضو نجاست کے نکلنے کی وجہ سے ٹوٹتا ہے اور دودھ نجس نہیں لہذا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

”(وینقضه خروج) کل خارج(نجس منه) الخ(الدر المختار علی هامش الرد : ۱/ ۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

زخم کی پٹی پر مسح کرنا:

مسئلہ نمبر(۱۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاؤں پر زخم ہو اور اس کے اوپر پٹی وغیرہ ہو اور پاؤں کا بقیہ حصہ خالی ہو تو اس صورت میں وضو کرتے ہوئے کیا طریقہ کار اختیار کریں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں اگر زخم پر مسح کرنا اس کو نقصان دے تو پٹی کے اوپر سے مسح کرے اور ارد گرد کی جگہ کو دھو لے اور اگر زخم پر مسح کرنا اس کو نقصان نہ دے تو زخم پر مسح کرے اور ارد گرد کی جگہ کو دھو لے۔

”وفی الخلاصة وان کان یضره المسح ولایضره الحل فانه یمسح علی الخرقة التی علی الجرح ویغسل حوالیها وما تحت الخرقة الزائدة“......

(الفتاوی التاتارخانیة : ۱/۴۲۵ ،مطبوعه جدیدرشیدیه کوئٹه)

”وان ضرها المسح لا الحل یمسح علی الخرقة التی علی راسها ویغسل ما حولها وان لم یضره المسح ولا الحل غسل ما حولها ومسحها نفسها“......(الهندیة : ۱/ ۳۵)

”(فتحققت الضرورة الی جواز المسح علی الزائد علی الجراحة ایضا اذا کان یضره حلها لغسل غیر موضع الجراحةو ان کان لا یضره ذلک مسح علی ما فوق الجراحة وغسل ما حولها لان المسح للضرورة فیتقدر بقدرها“......(حلبی کبیری : ۱۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سر کے مسح کا مستحب طریقہ:

مسئلہ نمبر(۱۷۳): سر کے مسح میں انگلیوں کا کوئی خاص طریقہ ہے یا نہیں؟ وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

سر کے مسح میں اصل تو پورے سر کا مسح کرنا مسنون ہے البتہ فقہاء کرام سے کچھ کیفیات مسح منقول ہیں جن میں سے راجح یہ ہے کہ متوضی اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور انگلیوں کو اپنے سر کے ابتدائی حصہ پر رکھے پھر دونوں کو ایسے طریقہ سے گدی تک کھینچ کرلے جائے کہ سارے سر کا مسح ہو جائے۔

"فی الشامیة ...... (قوله مستوعبة) هذا سنة ایضا کما جزم به فی الفتح ثم نقل عن القنية انه اذا داوم علی ترک الاستیعاب بلا عذریاثم قال وکأنه لظهور رغبته عن السنة قال الزیلعی وتکلموا فی کیفیة المسح "والاظهر " أن یضع کفیه واصابعه علی مقدم رأسه ویمدهما الی القفا علی وجه یستوعب جمیع الرأس ثم یمسح اذنیه باصبعیه اه وما قیل من انه یجافی المسبحتین والابهامین لیمسح بهما الاذنین والکفین لیمسح بهما جانبی الراس خشیة الاستعمال فقال فی الفتح لا اصل له فی السنة لان الاستعمال لا یثبت قبل الا نفصال والاذنان من الرأس اه"......(فتاویٰ شامی: ۱/۸۹)

"وفی الخانیة ...... الاستیعاب فی مسح الراس سنة وصورة ذلک ان یضع اصابع یدیه علی مقدم راسه وکفیه علی فودیه؟ویمدهما الی قفاه فیجوز"......(قاضی خان علی هامش الهندیة : ۱/۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عریاناً وضو کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۴): غسل کرتے وقت غسل خانے میں بغیر کپڑے پہنے ہوئے وضو ہو سکتا ہے یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

غسل خانے میں غسل کرتے وقت عریاناً (بغیر کپڑے پہنے ہوئے) وضو ہو جاتا ہے۔

"قوله (وقيل يجوز ان يتجرد للغسل وحده) اعلم انه ذكر فى القنية اختلافا فى جواز الكشف فى الخلوة فقال تجرد فى بيت الحمام الصغير لقصر ازاره او حلق عانته يأثم وقيل يجوز فى المدة اليسيرة وقيل لا بأس به وقيل يجوز ان يتجرد الى آخر ما ذكر ه المؤلف قوله(مقدار عشرة اذرع) وفى الشرح خمسة اذرع وانظر ما وجه هذا التحديد ولعل وجهه فى الاول ان العشرة تعد كثيرا كما قد روا به فى المياه فيكون المحل اذا كان بهذا القدر متسعا والله تعالى اعلم ،(قوله كالوضوء) بل الغسل اولى لانه وضوء وزيادة والى ذلك اشار بقوله لأنه يشمله"......(حاشية طحطاوى على مراقى الفلاح: ١٠٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پٹی پر مسح کرنا بھول جائے تو کیا حکم ہے؟:

مسئلہ نمبر(۱۷۵): ایک آدمی کے وضو کے اعضاء میں سے کسی پر زخم ہے، پٹی باندھی ہوئی ہے جلدی سے یا کسی وجہ سے وضو کر کے مسح بھول گیا بعد میں یاد آیا تو نماز ہوئی یا دوبارہ وضو کر کے مسح کر کے نماز لوٹائے۔ بینوا توجروا

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مذکورہ میں زخم پر مسح کر کے نماز لوٹانا ضروری ہے۔

"(وحكم مسح جبيرة)هى عيدان يجبربها الكسر(وخرقة قرحة وموضع فصد) وكى(ونحو ذلك) كعصابة جراحة ولو برأسه(كغسل لما تحتها) فيكون فرضا يعنى عمليا لثبوته بظنى وهذا قولهما وإليه رجع الإمام خلاصة وعليه الفتوى ......لكن قال تلميذه العلامه قاسم فى حواشيه أن قوله أقعد بالأصول وقولهما أحوط وقال فى العيون الفتوى على قولهما الخ"......(الدر مع الرد: ۲۰۴، ۲۰۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گردن پر مسح کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۱۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

۱۔ گردن کا مسح کیسے کرنا چاہیے، یہاں کے لوگ مختلف طریقوں سے مسح کرتے ہیں؟

۲۔ گلے کا مسح کرنا کیسا ہے، اس کے بارے میں علماء سے جو اختلاف منقول ہے، ان کی باحوالہ وضاحت کر کے مفصل جواب ارسال فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

گردن کا مسح انگلیوں کی پشت کو کھینچ کر کرنا چاہیئے اور رقبہ (گردن) کا مسح کرنا مستحب ہے اور گلے (حلقوم) کا مسح بقول فقہاء کرام بدعت ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

علامہ حلبی شرح کبیر للمنیۃ ص ۲۲،۲۳) میں تحریر فرماتے ہیں:

"(وقال بعضهم هو) أى مسح الرقبة (أدب) وقال فى فتاوى قاضيخان وأما مسح الرقبة فليس بأدب ولا سنة (وقال بعضهم هو سنة) وعند اختلاف الأقاويل كان فعله أولى من تركه انتهى .

"وفى الاختيار(شرح المختار) قيل هو سنة وقيل مستحب واقتصر فى الكافى على أنه مستحب وهو الأصح لرواية فعله صلى الله عليه وسلم فى بعض الأحاديث دون غالبها فأفاد عدم المواظبة وهو دليل الاستحباب ومسح الحلقوم بدعة"

علامہ شامیؒ نے ردالمحتار ۱/۹۲) میں اسی قول کے متعلق وہوالصحیح کہہ دیا ہے۔

"ومسح الرقبة بظهريديه لاالحلقوم لانه بدعة"......(الدرمع الرد : ۱/۹۲)

"والثانى مسح الرقبة وهوبظهر اليدين وامامسح الحلقوم فبدعة كذافى البحرالرائق"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۸)

"قوله ومسح رقبته يعنى بظهراليدين لعدم استعمال بلتهما وقداختلف فيه فقيل بدعة وقيل سنة وهوقول الفقيه ابى جعفر وبه اخذ كثير من العلماء

کذافی شرح مسکین وفی الخلاصة الصحیح انه ادب وهوبمعنی المستحب کماقدمناه وامامسح الحلقوم فبدعة"......(البحر الرائق: ۱/۵٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک ہاتھ سے سر پر مسح کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۷): بغیر کسی عذر کے ایک ہاتھ کو تر کر کے سر پر مسح کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ایک ہاتھ کو تر کر کے سر پر مسح کیا جا سکتا ہے، اگر ایک ہاتھ سے پورے سر کا مسح کر دیا تو بھی درست ہے بشرطیکہ ہاتھ پر تری باقی رہے اور اگر بغیر کسی عذر کے پورے سر کے مسح کے چھوڑنے کی عادت بنائے تو گناہ گار ہوگا، ایک ہاتھ سے مسح کرنے سے فرض مسح ادا ہو جاتا ہے، لیکن دونوں ہاتھوں سے مسح کرنا سنت ہے۔

"(وقوله ومسح ربع رأسه) هوفی اللغة امرار الید علی الشئ واصطلاحا اصابة الید المبتلة العضوولوببلل باق بعد غسل لا بعد مسح"......(البحر الرائق: ۱/۳۰)

"ولومسح بالسبابة والابهام مفتوحتین فیضعهما مع ما بینهما من الکف علی راسه فحینئذ یجوزلانهما اصبعان ومابینهما من الکف قدراصبع فیصیر ثلاثة اصابع هکذافی المحیط وفتاویٰ قاضیخان" ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۵)

"وقال الزیلعی تکلموا فی کیفیة المسح والأظهر أن یضع کفیه وأصابعه علی مقدم رأسه ویمدهما إلی القفا علی وجه یستوعب جمیع الرأس ثم یمسح أذنیه بأصبعیه"......(البحر الرائق: ۱/۵۳)

"قوله الاان یکون مع الکف لانهامع الکف اومع مابین الابهام والسبابة یصیر ان مقدارثلاث اصابع اواکثر فاذا مدهما وبلغ قدرالربع جاز" ......(ردالمحتار: ۱/۷۴)

"وان داوم علی ترک الاستیعاب الرأس بغیرعذر یاثم کذافی القنیة" ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۷)

”قولہ مستوعبة ھذا سنة ایضا کما جزم بہ فی الفتح ثم نقل عن القنیة انہ اذا داوم علی ترک الاستیعاب بلاعذر یاثم “......(ردالمحتار: ۱/۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مہندی یا خضاب پر مسح کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ڈاڑھی یا سر کے بالوں پر کالی مہندی یا خضاب (کالا کولا یا سیمسول) وغیرہ ہو تو اس پر وضو اور غسل ہو جاتا ہے؟ اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس صورت میں لگی ہوئی مہندی دھونے سے پہلے چونکہ تہہ دار ہوتی ہے جس کے ساتھ پانی ملنے سے پانی ماء مطلق کے حکم سے نکل جاتا ہے جو کہ مانع وضو و غسل ہے، البتہ لگی ہوئی مہندی دھونے کے بعد وضو اور غسل ہو جائیں گے، کیونکہ اس وقت بالوں پر رنگ چڑھ جاتا ہے جس سے پانی ماء مطلق کے حکم سے نہیں نکلتا، کالا کولا اور سیمسول اگر خضاب کی طرح تہہ دار ہو تو وضو اور غسل جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔

”وان کان علی رأسھا خضاب فمسحت علی الخضاب اذا اختلطت البلة بالخضاب وخرجت عن حکم الماء المطلق لایجوز المسح کذا فی الخلاصة “......(فتاوی الھندیة : ۱/۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پٹی کے اردگرد جگہ دھونے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر پاؤں پر زخم ہو اور اس کے اوپر پٹی لگی ہوئی ہو اور پاؤں کا بقیہ حصہ خالی ہو تو اس صورت میں وضو کرتے ہوئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہو تو اگر پٹی کھولنے سے اور دھونے سے زخم کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو تو پھر اس پر مسح جائز نہیں بلکہ زخم کے اردگرد کے حصہ کو دھونا ضروری ہے، البتہ زخم والے حصہ پر مسح کیا جائے، اور اگر کھولنے اور دھونے

سے نقصان پہنچتا ہو تو پوری پٹی پر مسح کرنا جائز ہے اور پاؤں کے جس حصہ پر پٹی بندھی ہوئی نہیں ہے اس کو دھونا ضروری ہے پٹی کے اکثر حصہ پر مسح کرنے سے مسح ہو جائے گا۔

"قال الشامی لکن اذاکانت زائدة علی قدرالجراحة فان ضره الحل والغسل مسح الکل تبعا والا فلا بل یغسل ماحول الجراحة ویمسح علیها لا علی الخرقة مالم یضره مسحها فیمسح علی الخرقة التی علیها ویغسل حوالیها وماتحت الخرقة الزائدة لان الثابت بالضرورة یتقدربقدرها کما اوضحه فی البحر عن المحیط والفتح"......(ردالمحتار: ۱/۲۰۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے؟ اور کیا اس کے بغیر وضو ہو جائے گا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

وضو سے پہلے تسمیہ مستحب ہے اگر وضو سے پہلے تسمیہ نہیں پڑھی تو اس کے بغیر بھی وضو ہو جائے گا۔

"تتمة ماذکره المصنف من ان البداءة بالتسمیة سنة هو مختارالطحاوی وکثیرمن المتاخرین ورجح فی الهدایة ندبها قیل وهو ظاهر الروایة نهر وتعجب صاحب البحر من المحقق ابن الهمام حیث رجح هنا وجوبها ثم ذکر فی باب شروط الصلوة ان الحق ماعلیه علماء نا من انها مستحبة کیف وقدقال الامام احمدلااعلم فیهاحدیثاثابتا"......(ردالمحتار: ۱/۸۱)

"قال لاوضوء لمن لم یذکراسم الله علیه وصححه الحاکم فی المستدرک واسندالی الأثرانه قال سالت احمد بن حنبل عن التسمیة فی الوضوء فقال احسن ماجاء فیها حدیث کثیر بن زید ولااعلم فیها حدیثاثابتا وارجوان یجزیه الوضوء لانه لیس فیه حدیث به"......(البنایه شرح الهدایة: ۱/۱۹۰)

"وقال البزار لكنه ماول و معناه انه لافضل لوضوء من لم يذكراسم الله عليه لاعلى انه لايجوزوضوء من لم يسم"......(اعلاء السنن: ١/ ٦٩)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا وضو کے بعد سورۃ القدر پڑھنا ثابت ہے؟:

مسئلہ نمبر(۱۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو کے بعد ایک بار سورۃ القدر پڑھنے سے قیامت کے دن اولیاء کے ساتھ حشر ہوگا اور دو مرتبہ پڑھنے سے شہداء کے ساتھ حشر ہوگا اور تین مرتبہ پڑھنے سے اصدقاء کے ساتھ حشر ہوگا اور چار مرتبہ پڑھنے سے انبیاء کے ساتھ حشر ہوگا اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث بیان کریں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

وضوء کے بعد ادعیہ ماثورہ میں سے سورۃ القدر کے بارے میں ایک حدیث کنز العمال میں موجود ہے لیکن اس کی صحت پر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ کے حوالے سے بحث کی ہے کہ وہ ضعیف ہے، سب سے پہلے ہم وہ حدیث بیان کریں گے، اس کے بعد علامہ شامی کی عبارت ذکر کریں گے۔

"قوله من قرء فى اثر وضوئه اناانزلناه فى ليلة القدرواحدة كان من الصديقين ومن قرء هامرتين كان فى ديوان الشهداء ومن قرء ها ثلاثا يحشره الله محشرالانبياء "(الديلمى عن انسؓ)......(كنزالعمال: ٩/ ١٣٢)

"(وقراءة سورة القدر)لاحاديث وردت فيها ذكرها الفقيه ابوالليث فى مقدمته لكن قال فى الحلية سئل عنهاشيخنا الحافظ ابن حجر العسقلانى فاجاب بانه لم يثبت منها شىء عن النبى ﷺ لامن قوله ولامن فعله والعلماء يتساهلون فى ذكرالحديث الضعيف والعمل به فى فضائل الاعمال"......(ردالمحتار: ١/ ٩٧)

"من قرء فى اثروضوئه اناانزلناه فى ليلة القدرمرة واحدة كان من الصديقين ومن قرء ها مرتين كتب فى ديوان الشهداء ومن قرء هاثلاثا حشره الله محشرالانبياء اخرجه الديلمى وقال فى الحاشية ولماذكره الفقيه ابوالليث

فی مقدمته ذکره المصنف فی کبیره قال فی المقاصدالحسنة حدیث قراء ة انـاانـزلـنـاه عقب الوضوء لااصل له انتهیٰ ویعنی به ماذکر فی المقدمة ولفظه یدل علی وضعه "......(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱/۷۹)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ بعدالوضوسورۃ القدر کے بارے میں کوئی حدیث صحیح منقول نہیں، البتہ ایک حدیث ضعیف ہے اوراس میں اتنا شدید ضعف ہے کہ بعض محدثین نے اس کوموضوع قرار دیا ہے، لہذا ضعف شدید کی وجہ سے فضائل اعمال میں بھی قابل استدلال نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

منہ بھرکرکڑواپانی آنا:

مسئلہ نمبر(۱۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بحالت نماز کڑواپانی معدہ سے منہ بھر کے آئے اور منہ کے اندرہی واپس لوٹایاجائے، کیااس کی نماز اس عمل سے فاسد ہوگی یانہیں؟ برائے مہربانی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر بحالت نماز معدہ سے منہ بھرکرکڑواپانی آئے اوروہ نگل لے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

"وان قـاء مـلء الـفـم وابتـلـعـه وهـويـقـدرعـلـی ان يـمـجـه تفسدصلوته"......(الهندية: ۱/۱۰۲)

"وجه قول ابی يوسف انه نجس لاختلاطه بالانجاس لان المعدة معدن الانجاس فيكون حدثا كمالوقاء طعامااوماء"......(بدائع الصنائع للكاسانی: ۱/۱۲۵)

"لوقلس ملء فيه مرة اوطعاما اوماء نقض كذافی المحيط"......(الهندية: ۱/۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

تمسح بالمندیل کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو کے بعد اعضاء کو کسی کپڑے وغیرہ سے صاف کر سکتے ہیں؟ جب کہ ہمارے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وضو کے بعد اعضاء کو صاف کرنا درست نہیں ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

وضو کے بعد اعضاء کو کسی کپڑے یا تولیہ وغیرہ سے صاف کر سکتے ہیں۔

"ولاباس بالتمسح بالمندیل بعدالوضوء کذافی التبیین"......(الھندیة: ۱/ ۹)

"قال الشامی(والتمسح بالمندیل)...... ففی الخانیة ولاباس به للمتوضی والمغتسل روی عن رسول الله انه کان یفعله"......(ردالمحتار: ۱/ ۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

لیکوریا کے پانی سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۱۸۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کو جو لیکوریا (پانی) کی تکلیف ہوتی ہے اور زیادہ تکلیف کی صورت میں کپڑے بھی خراب ہو سکتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں وضو اور غسل قائم رہتا ہے یا نہیں جب کہ مجبوری اور معذوری ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عورتوں کو جو لیکوریا کی تکلیف ہوتی ہے اس سے نکلنے والا پانی نجس ہے، اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کپڑوں کو لگنے کی صورت میں کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں البتہ غسل قائم رہتا ہے، لہذا لیکوریا کی وجہ سے غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، محض وضو کافی ہے، البتہ اگر لیکوریا کی تکلیف اتنی زیادہ ہو کہ سب سے مختصر وقت والی نماز مثلاً مغرب کی نماز کے شروع سے لے کر آخر تک پاکی کی حالت میں اتنا وقت بھی نہ مل سکے جس سے فرض نماز پڑھ سکے تو اس صورت میں یہ عورت معذور ہے لہذا ہر نماز کے وقت کے لیے دوبارہ وضو کرے گی اور اس وضو سے جتنے نوافل اور فرائض چاہے اسی وقت کے اندر پڑھ سکتی ہے۔

"قوله برطوبة الفرج ،ای الداخل بدلیل قوله اولج واما رطوبة الفرج الخارج

فطاهرة اتفاقا اه وفی منهاج الامام النووی رطوبة الفرج لیست بنجسة فی الاصح قال ابن حجر فی شرحه وهی ماء ابیض متردد بین المذی والعرق یخرج من باطن الفرج الذی لایجب غسله بخلاف مایخرج مما یجب غسله فانه طاهر قطعا ومن وراء باطن الفرج فانه نجس قطعا ککل خارج من الباطن کالماء الخارج مع الولد اوقبیله ''......(ردالمحتار: ۱/۲۲۹)

''وصاحب عذر من به سلس بول لایمکنه امساکه او استطلاق بطن او انفلات ریح او استحاضة ......(ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة) ......(وحکمه الوضوء) لاغسله ثوبه ونحوه (لکل فرض)''......(درمختار علی هامش ردالمحتار:۱/۲۲۳)

''المستحاضة ومن به سلس البول او استطلاق البطن او انفلات الریح اورعاف دائم اوجرح لایرقأ یتوضئون لوقت کل صلاة ویصلون بذالک الوضوء فی الوقت ماشاؤا من الفرائض والنوافل هکذا فی البحر ''...... (هندیة : ۱/۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بار بار وضو ٹوٹے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۱۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کا وضو بار بار ٹوٹ جائے تو اس کو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال اگر وہ واقعی شرعی معذور ہو یعنی اس کا عذر اتنا زیادہ ہو کہ اس کا یہ عذر فرض نماز کے تمام وقت کو گھیر لے کہ اسے فرض نماز ادا کرنے کا موقع بھی نہ ملے تو اس کو چاہیئے کہ ہر نماز کے وقت کے لیے وضو کرے اور اس وضو سے جتنے فرائض قضاء اور نوافل چاہے پڑھ سکتا ہے، اور اگر وہ شرعی معذور نہیں ہے تو وہ ہر نماز کے لیے وضو کرے گا۔

"المستحاضة ومن سلس البول اواستطلاق البطن اوانفلات الريح اورعاف دائم اوجرح لايرقأ يتوضؤن لوقت كل صلوة ويصلون بذالك الوضوء فى الوقت ماشاؤا من الفرائض والنوافل هكذا فى البحر الرائق "......(الهندية : ۱/۱/۴۱)

"وصاحب عذر من به سلس بول لايمكنه امساكه اواستطلاق بطن اوانفلات ريح اواستحاضة اوبعينه رمداوعمش اوغرب........... ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بان لايجد فى جميع وقتها زمنا يتوضا ويصلى فيه خاليا عن الحدث"......(الدر على الرد: ۱/۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

آنکھوں سے پانی نکلنے سے وضو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی آنکھیں دکھتی ہوں اور تکلیف کی وجہ سے آنکھوں سے پانی نکلے تو وضو کے بارے میں کیا حکم ہے؟ وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں مفتی بہ قول کے مطابق وضو ٹوٹ جائے گا۔

"فدمع من بعينه رمداوعمش ناقض فان استمر صارذاعذرمجتبى والناس عنه غافلون"......(درعلى الرد: ۱/۱۰۹)

"قوله ناقض الخ قال فى المنية وعن محمد اذاكان فى عينيه رمد وتسيل الدموع منها آمره بالوضوء لوقت كل صلوة لانى اخاف ان يكون مايسيل منهاصديدا فيكون صاحب العذر اه قال فى الفتح وهذا التعليل يقتضى انه امراستحباب فان الشك والاحتمال لايوجب الحكم بالنقض اذاليقين لايزول بالشك نعم اذاعلم باخبار الاطباء اوبعلامات تغلب ظن المبتلى يجب اه قال فى الحلية ويشهد له قول الزاهدى عقب هذه المسئلة وعن

هشام في جامعه ان كان قيحا فكالمستحاضة والا فكالصحيح اه ثم قال في الحلية وعلى هذا ينبغي ان يحمل على ماذاكان الخارج من العين متغيرا اه اقول الظاهر ان مااستشهدبه رواية اخرى لايمكن حمل مامر عليها بدليل قول محمدلانى اخاف ان يكون صديدا لانه اذاكان متغيرا يكون صديداأوقيحا فلايناسبه التعليل بالخوف وقداستدرك في البحر على مافي الفتح بقوله لكن صرح في السراج بانه صاحب عذر فكان الامر للايجاب اه ويشهد له قول المجتبىٰ ينتقض وضوء ه (قوله مجتبىٰ)عبارته الدم والقيح والصديد وماء الجرح والنفطة وماء البثرة والثدى والعين والاذن لعلة سواء على الاصح وقولهم والعين والاذن لعلة دليل على ان من رمدت عينه فسال منها ماء بسبب الرمد ينتقض وضوء ه وهذه مسئلة الناس عنهاغافلون اه وظاهره ان المدار على الخروج لعلة وان لم يكن معه وجع تامل وفي الخانية الغرب في العين بمنزلة الجرح فيمايسيل منه فهونجس قال في المغرب والغرب عرق في مجرى الدمع يسقى فلاينقطع مثل الباسور وعن الاصمعي بعينه غرب اذاكانت تسيل ولاتنقطع دموعها والغرب بالتحريك ورم في المآقي وعلى ذلك صح التحريك والتسكين في الغرب اه اقول وقدسئلت عمن رمدوسال دمعه ثم استمر سائلا بعدزوال الرمد وصاريخرج بلاوجع فاجبت بالنقض اخذامما مرلان عروضه مع الرمد دليل على انه لعلة وان كان الآن بلارمد ولاوجع خلافا لظاهر كلام الشارح فتدبر"......(فتاوىٰ شامي: ١/١٠٩، ١١٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ریح کی وجہ سے معذور شخص کی طہارت کے احکام:

مسئلہ نمبر(۱۸۷): محترم المقام واجب الاحترام مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسائل میں آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔

(۱) اگرایک شخص ریح کے اخراج کی وجہ سے شرعاً معذور ہوتو کیا یہ شخص پائخانہ کی وجہ سے بھی معذور سمجھا جائے گا کہ مخرج دونوں کا ایک ہے؟اور کیا نینداس کے لیے ناقض وضو ہوگی؟

(۲) ایک معذور کی ریح ہروقت ہی خارج ہوتی رہتی ہے(یعنی اس کو پائخانہ اور ریح روکنے پر قدرت نہیں) تو اس کا مسجد جانا اور با جماعت نماز پڑھنا کیسا ہے؟ تلاوت اور قرآن کو ہاتھ لگانا کیسا ہے؟مختلف مجالس اور اجتماعات میں جانا کیسا ہے؟نماز کا گھر میں پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) اگر ریح کے مسلسل اخراج کی وجہ سے نماز میں توجہ اور خشوع خضوع نہ رہے اور صرف فرض واجبات ہی پورے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۴) اس عذر کی وجہ سے نماز کا مختصر پڑھنا کیسا ہے؟اور سنت نوافل ترک کر دینا کیسا ہے؟

(۵) وضو کے دوران بھی اگر یہ عذر ہوتو اس وضو کا کیا حکم ہے؟اور کیا ایسی حالت میں موزوں پر مسح کی اجازت ہے؟

(۶) ایک عورت حمل ضائع کرنے کا کام جانتی ہے، اب ایک عورت جو زنا سے حاملہ ہوئی ہے اپنا عیب چھپانا چاہتی ہے اور توبہ تائب بھی ہے تو کیا اس کا حمل ضائع کر دیا جائے تا کہ وہ زانیہ رسوا نہ ہو؟

(۷) DSP FUND کٹوانا جائز ہے یا نا جائز ہے؟

(۸) اگر باوضو شخص ناخن کاٹ لے یا بازو پر خارش کرلے تو جسم کا وہ حصہ عیاں ہو جاتا ہے جو وضو میں دھویا ہی نہیں گیا تو اس کا وضو پر کیا اثر پڑتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) صورت مسئولہ میں جو آدمی ریح کی وجہ سے معذور ہوتو وہ پائخانہ کیوجہ سے معذور نہیں ہوگا بلکہ پائخانہ کیوجہ سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور نیند بھی اس کے لیے نواقض وضو میں سے ہے۔

”وکذا اذاسال الدم من احدمنخريه فتوضأ ثم سال من المنخر الاخر فعليه الوضوء هكذا فی البحر الرائق“......(هندية: ۱/۴۱)

”ومنها النوم ينقضه النوم مضطجعا فی الصلاة وفی غيرها بلاخلاف بين الفقهاء وكذا النوم متوركا بان نام علی احد وركيه هكذا فی البدائع“......(هندية: ۱/۱۲)

(۲) معذور آدمی کا فرض نماز کے لیے مسجد جانا اور با جماعت نماز پڑھنا قرآن کی تلاوت کرنا اور مختلف مجالس میں جانا درست ہے بشرطیکہ نجاست سے تلویث مسجد کا خطرہ غالب نہ ہو۔

”المستحاضة ومن به سلسل البول اواستطلاق البطن اوانفلات الريح اورعاف دائم اوجرح لايرقأ يتوضؤن لوقت كل صلاة ويصلون بذلك الوضوء في الوقت ماشاؤا من الفرائض والنوافل هكذا في البحرالرائق“......(هندية: ۱/۴۱)

(۴،۳) آدمی اپنی طرف سے نماز میں توجہ رکھنے کی کوشش کرے، اس کے باوجود اگر خیالات آئیں تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا اور نوافل چھوڑ سکتا ہے البتہ سنت مؤکدہ کو چھوڑنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

”(ووقت حضورطعام تاقت نفسه اليه و) كذاكل (مايشتغل باله عن افعالها ويخل بخشوعها) قوله ويخل بخشوعها عطف لازم على ملزوم فافهم قال ط ومحل الخشوع القلب وهوفرض عنداهل الله تعالىٰ وورد في الحديث ان الانسان ليس له من صلاته الا بقدرمااستحضرفيها فتارة يكون له عشرها اواقل اواكثر“......(شامي: ۱/۲۷۹)

”ثم قيل لابأس بترك سنة الفجر والظهراذاصلى وحده وقيل لايجوز تركهما بكل حال وهذا احوط رجل ترك سنن الصلاة ان لم يرالسنن حقا فقدكفر لانه تركها استخفافاوان راٰها حقا فالصحيح انه ياثم لانه جاء الوعيد بالترك كذافي محيط السرخسي“......(هندية: ۱/۱۱۲)

(۵) اگر وہ آدمی شرعاً معذور ہے تو ایسی حالت میں اس کا وضو درست ہوگا اور اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا بھی جائز ہے۔

”شرط ثبوت العذر ابتداء ان يستوعب استمراره وقت الصلاة كاملا وهوالاظهر كالانقطاع لايثبت مالم يستوعب الوقت كله حتى لوسال دمها في بعض وقت الصلاة فتوضأت وصلت ثم خرج الوقت ودخل وقت صلاة اخرى وانقطع دمها فيه اعادت تلك الصلاة لعدم الاستيعاب“ ......(هندية: ۱/۴۱،۴۰)

”المسح على الخفين رخصة ولواتى بالعزيمة بعدماراٰى جوازالمسح كان اولى كذا في التبيين“......(هندية: ۱/۳۲)

(۶) صورت مذکورہ میں چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت کے بعد یعنی جان پڑ جانے کے بعد حمل ساقط کروانا جائز نہیں ہے، لہذا مذکورہ صورت میں اگر چار ماہ سے کم مدت ہوئی ہے تو ضرورت شدیدہ کی وجہ سے اسقاط حمل جائز ہے۔

"ویکرہ ان تسقی لاسقاط حملها وجاز لعذرحیث لایتصور (قوله ویکرہ الخ ای مطلقا قبل التصور وبعده علی مااختاره فی الخانیة کماقدمناه قبیل الاستبراء وقال الا انها لاتأثم اثم القتل (قوله وجاز لعذر) کالمرضعة اذاظهر بهاالحبل وانقطع لبنها ولیس لابی الصبی مایستاجر به الظئر ویخاف هلاک الولدقالوا یباح لهاان تعالج فی استنزال الدم مادام الحمل مضغة اوعلقة ولم یخلق له عضو وقدروا تلک المدة بمائة وعشرین یوما وجاز لانه لیس بآدمی وفیه صیانة الآدمی خانیة (قوله حیث لایتصور)قید لقوله وجاز لعذر والتصور کمافی القنیة ان یظهر له شعر اواصبع اورجل اونحو ذلک"......(الدرالمختارمع ردالمحتار: ۵/۳۰۵،۳۰۴)

(۷) DSP FUND کی وضاحت کریں کہ یہ کیا ہوتا ہے پھر اس کا جواب لکھا جائے گا۔

(۸) ناخن کاٹنے یا خارش وغیرہ کرنے سے وضو پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت ہے۔

"ولاالوضوء (بحلق شاربه وحاجبه وقلم ظفره)وکشط جلده"......(درعلی هامش الرد: ۱/۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سر پر مہندی لگی ہو تو مسح کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے سر پر مہندی لگی ہوئی ہے تو بغیر دھوئے سر پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں، شکریہ۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں زید کے سر پر اگر مہندی لگی ہوئی ہو تو اس کو بغیر دھوئے سر پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

”اذا اختضب ومسح برأسه عندوضوئه علی خضابه لایجزیه وان وصل الماء الی شعره “......(التاتارخانیة: ۱/۲۰۲ ،مطبوعه جدیدرشیدیه کوئٹه)

”وان کان علی رأسها خضاب فمسحت علی الخضاب اذا اختلطت البلة بالخضاب وخرجت عن حکم الماء المطلق لایجوز المسح کذا فی الخلاصة “......(الهندیة: ۱/۶)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

وضو کرنے سے کون کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں؟

مسئلہ نمبر(۱۸۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو کرنے سے کون کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

احسن طریقہ سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے وضو کرنے سے حقوق اللہ میں سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ ضروری ہے۔

”وعن عثمان رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطایاه من جسده حتی تخرج من تحت اظفاره متفق علیه (خرجت خطایاه)تمثیل وتصویر لبراء ته لکن هذا العام خص بالصغائر المتعلقة بحقوق الله تعالی لماسیأتی (مالم یأت کبیرة)وللاجماع علی ما حکاه ابن عبدالبر علی ان الکبائر لاتغفر الابالتوبة وان حقوق الآدمیین منوطة برضاهم کذانقله ابن حجر“......(مرقاة المفاتیح : ۲/۹)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

کیا واش روم میں بیسن پر وضو کرتے وقت دعائیں پڑھی جائیں گی؟

مسئلہ نمبر(۱۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ واش روم کے اندر ہی بیسن لگا ہوا ہے

تو واش روم کے اندر داخل ہوکر اگر وضو کرنا پڑے تو واش روم کے اندر داخل ہوکر وضو کی دعا پڑھنی ہے یا باہر دعا پڑھنی ہے، اور وضو کرنے سے پہلے واش روم میں داخل ہونے کے لیے کون سا پاؤں پہلے اندر رکھیں گے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں واش روم میں وضو کرنا جائز ہے جیسا کہ آج کل مروجہ بیسن لگے ہوئے ہیں، ان پر وضو کیا جاسکتا ہے لیکن وضو کی دعائیں واش روم سے باہر ہی پڑھے گا، کیونکہ واش روم میں دعا پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، اگر دل ہی دل میں پڑھ لے تو گنجائش ہے، واش روم میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے رکھیں گے اور باہر نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھیں گے۔

"ویستحب له عندالدخول فی الخلاء ان یقول اللهم انی اعوذبک من الخبث والخبائث ویقدم رجله الیسریٰ وعندالخروج یقدم الیمنیٰ کذافی التبیین ولایکشف عورته وهوقائم ویوسع بین رجلیه ویمیل علی الیسریٰ ولایتکلم ولایذکرالله تعالیٰ ولایشمت عاطسا ولایردالسلام ولایجیب المؤذن فان عطس بحمدالله بقلبه ولایحرک لسانه الخ "......(فتاویٰ هندیة: ١/٥٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بغیر وضو کے درود اور تسبیحات پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ درود ابراہیمی بغیر وضو کے پڑھ سکتے ہیں، مجھے کسی نے کہا ہے کہ بغیر وضو کے درود پڑھنا گناہ ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

درود ابراہیمی اور تمام درودوں کو بغیر وضو پڑھنا جائز اور درست ہے گناہ نہیں ہے، اسی طرح تمام اوراد و وظائف کی تسبیحات بغیر وضو پڑھی جاسکتی ہیں حتی کہ قرآن کریم کی تلاوت بھی بغیر وضو درست ہے، ہاں قرآن کریم کو ہاتھ لگانا بغیر وضو کے درست نہیں ہے، تاہم وضو کر کے درود وغیرہ پڑھنے سے ثواب اور برکات میں اضافہ ہوجاتا ہے، وضو کرنا مستحب ہے۔

’’ولابأس لحائض وجنب بقراء ۃ ادعیۃ ومسها وحملها وذکر الله تعالی وتسبیح وقال الشامی قوله ولابأس یشیر الی ان وضوء الجنب لهذه الاشیاء مستحب کوضوء المحدث ‘‘......(درمع الرد:۲۱۵/۱)

’’وان قرأ مادون الآیة بقصدالقرآن اوقرأ الفاتحة لابقصدالقرآن بل علی قصدالدعاء اوقرأ الآیات التی تشبه الدعاء مثل ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ونحوهاعلی نیة الدعاء وکذالوسمع خبرا سارا فقال الحمد لله اوخبر سوء فقال انالله وانا الیه راجعون وکذا قراء ۃ بسم الله الرحمن الرحیم علی وجه الثناء لاعلی قصدالقرآن یجوز‘‘......(حلبی کبیری:۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس کا وضو قائم نہ رہ سکتا ہو وہ کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی کا وضو زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا، ایک نماز پڑھنی ہو تو چار دفعہ وضو کرنا پڑتا ہے پیٹ میں گیس کی بہت زیادہ شکایت ہے، اب حج کرنے کا ارادہ ہے وہاں بار بار وضو کرنا مشکل ہے اور حالت احرام میں بہت مشکل ہوگا، چند منٹ بعد دوبارہ وضو کیا جائے، ایسی حالت میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں حکم یہ ہے کہ اگر اتنا وقت بھی نہیں ملتا کہ وضو کر کے فرض نماز ادا کی جا سکے تو پھر وہ ہر وقت صلوۃ کے لیے وضو کر کے اس وقت میں جو نماز پڑھنا چاہیں پڑھ لیں، خواہ ہوا خارج بھی ہوتی رہے اور اگر اتنا وقت بغیر عذر کے ملتا ہے کہ اس میں وضو کر کے فرض نماز پڑھی جا سکتی ہے تو وہ شرعاً معذور نہیں ہے، لہذا جب بھی ہوا خارج ہوگی تو تجدید وضو لازم ہے۔

’’(ولایصیر)من ابتلی بناقض (معذورا حتی یستوعبه العذر وقتا کاملا لیس فیه انقطاع) لعذره(بقدرالوضوء والصلاۃ) اذلووجد لایکون معذورا ‘‘ ......(حاشیة الطحطاوی مراقی الفلاح :۱۵۰)

”ومما یتصل بذلک احکام المعذور شرط ثبوت العذر ابتداء ان یستوعب استمراره وقت الصلاة کاملا وھو الاظھر کالانقطاع لایثبت مالم یستوعب الوقت کله“......(الفتاوی الهندیة: ۱/۴۰)

”(ومن به عذر کسلس بول او استطلاق بطن) وانفلات ریح ورعاف دائم وجرح لایرقأ ولایمکن حبسه بحشو من غیر مشقة ولا بجلوس ولا بالایماء فی الصلاة فبهذا یتوضؤن (لوقت کل فرض) لالکل فرض ولانفل لقوله علیه السلام المستحاضة تتوضأ لوقت کل صلوة رواه سبط ابن الجوزی عن ابی حنیفة رحمه الله تعالی فسائر ذوی الاعذار فی حکم المستحاضة فالدلیل یشملهم (ویصلون به)ای بوضوئهم فی الوقت(ماشاؤا من الفرائض) اداء للوقتیة وقضاء لغیرها ولولزم الذمة زمان الصحة (و)ماشاؤا من(النوافل) والواجبات کالوتر والعید وصلاة جنازة وطواف ومس مصحف“......(حاشیة الطحطاوی مراقی الفلاح : ۱/۱۴۹،۱۵۰)

”وتتوضأ المستحاضة ومن به سلس البول واستطلاق البطن اوانفلات ریح اورعاف دائم اوجرح لایرقأ لوقت کل فرض ویصلون به فرضا ونفلا ویبطل بخروجه فقط وھذا اذالم یمض علیهم وقت فرض الاوذلک الحدث یوجدفیه“......(کنز الدقائق : ۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا سرخی لگانے سے وضو اور نماز ہو جائے گی؟

مسئلہ نمبر(۱۹۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتیں ہونٹوں پر سرخی لگاتی ہیں، کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کے لگانے سے وضو اور نماز ہو گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مندرجہ بالا عبارت میں دو سوال مذکور ہیں، پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ شوہر کی اجازت سے گھر میں رہتے

ہوئے زینت اختیار کرنے کی اسلام نے اجازت دی ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی ناپاک چیز شامل نہ ہو، اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ سرخی ایسی ہے کہ جس کی تہہ ہونٹوں پر جم گئی ہے اور طہارت میں پانی چمڑے تک نہیں پہنچتا تو طہارت نہیں ہوگی اور نماز بھی نہ ہوگی۔

”وقیل ان صلبا منع وھو الاصح “......(درمختار) قولہ وھو الاصح صرح بہ فی شرح المنیة وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج اھ“......

(فتاویٰ شامی: ۱/۱۱۴)

”ولو کان جلد سمک او خبز ممضوغ قدجف وتوضأ ولم یصل الماء الی ماتحتہ لم یجز لان التحرز عنہ ممکن “......(بحوالہ بالا)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وضو کے شروع میں تسمیہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وضو بسم اللہ سے شروع کیا کریں کیا بسم اللہ پوری پڑھنی چاہیئے یا کہ صرف بسم اللہ کے الفاظ ادا کرنے چاہئیں؟ نیز وضو کرتے وقت ہر عضو کو دھوتے وقت کوئی مسنون کلمات ہیں اس بارے میں بھی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں بسم اللہ سے وضو شروع کرنے کا جو حکم ہے اس سے مراد محض اللہ تعالیٰ کا نام ہے علی التعیین خاص تسمیہ مراد نہیں اسی لیے سلف سے مختلف اقوال منقول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ”بسم اللہ العظیم والحمدللہ علی دین الاسلام“ ایک قول یہ ہے کہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھے ایک قول یہ ہے کہ تعوذ اور تسمیہ دونوں پڑھے اسی طرح یہ بھی منقول ہے کہ اگر ”لاالہ الا اللہ الحمدللہ یااشھد ان لاالہ الااللہ“ پڑھ لے تب بھی سنت ادا ہو جائیگی، کیونکہ مقصود تو اللہ تعالیٰ کا نام ہے وہ ان سب سے پورا ہو جاتا ہے۔

(۲) اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر عضو کو دھوتے وقت شہادتین کا پڑھنا آداب وضو میں سے ہے باقی ہر

عضو کے لیے علیحدہ مستقل دعائیں مذکور ہیں اگرچہ ان کا ثبوت ضعیف روایات سے ہے،لیکن چونکہ فقہاء نے ان کا پڑھنا ہی آداب وضو میں سے لکھا ہے لہذا ان ادعیہ کا پڑھ لینا بھی بہتر ہے۔

”(قوله وتسمية الله تعالى فى ابتداء الوضوء)الكلام فيها فى ثلاثة مواضع كيفيتها وصفتها ووقتها اما كيفيتها بسم الله العظيم والحمدلله على دين الاسلام وان قال بسم الله الرحمن الرحيم اجزأه لان المراد من التسمية هنامجرد ذكراسم الله تعالى لاالتسمية على التعيين“......(الجوهرة النيرة: ١/٦)

”قال الطحاوى والاستاذالعلامة مولانافخرالدين الماتمرغى المنقول عن السلف فى تسمية الوضوء باسم الله العظيم والحمدلله على دين الاسلام وفى الخبازية هوالمروى عن رسول الله ﷺ كذا فى معراج الدراية ولوقال فى ابتداء الوضوء لااله الاالله اوالحمدلله اواشهدان لااله الاالله صارمقيما لسنة التسمية كذا فى القنية“......(الهندية: ١/٦)

”ومن الآداب ان يقول عندغسل كل عضواشهدان لا اله الاالله وحده لاشريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله ورد به الاثر عن رسول الله ﷺ “......(المحيط البرهانى ١/١٧٨)

”وفى الفتاوى العالمكيرية فى الفصل الثالث فى المستحبات الوضوء وان يقول عندغسل كل عضواشهدان لااله الاالله وحده لاشريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله وان لايتكلم فيه بكلام الناس كذافى المحيط “ ......(فتاوى الهندية: ١/٨)

”قال صاحب الهداية فى مختارات النوازل ويسمى عندغسل كل عضواويدعو بالدعاء المأثور فيه اويذكر كلمة الشهادة اويصلى على النبى ﷺ “......(ردالمحتار على الدرالمختار : ١/٩٤)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا برف کو اعضاء پر پھیرنے سے وضو ہو جائے گا؟

مسئلہ نمبر(۱۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی جگہ اور علاقے میں پانی سے برف بن جاتی ہے تو آیا برف کو اپنے اعضاء پر پھیرنے سے وضو اور غسل ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر برف پگھل جاتی ہے اور پانی اعضاء پر بہہ جاتا ہے تو وضو اور غسل کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔

''ولو توضأ بالثلج ان كان يذوب ويسيل الماء على اعضائه جاز والافلا''......(قاضيخان على هامش الهندية:۱/۱۷)

''ولو توضأ في حوض انجمد ماءه الا انه رقيق ينكسر بتحريك الماء جاز الوضوء فيه''......(فتاوى الهندية:۱/۱۸)

''(يرفع الحدث) مطلقا بماء مطلق هو مايتبادر عندالاطلاق (كماء سماء واودية وعيون وآبار وبحار وثلج مذاب) بحيث يتقاطر''......(الدرالمختار على هامش الرد:۱/۱۳۲)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا قطروں کے شک کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

مسئلہ نمبر(۱۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کو پیشاب قطرہ قطرہ آتا ہے، ٹشو پیپر سے استنجاء کرتا ہوں پھر بھی شبہ قطرے آنے کا رہتا ہے، کیا اس حالت میں نماز ادا ہو جائے گی اور ایک بار وضو سے تہجد فجر اور اشراق پڑھ سکتا ہوں؟ اور اس طرح دعائیں اور قرآن پڑھا جا سکتا ہے؟ میں فالج کا مریض ہوں کیا ایسی حالت میں مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ضروری ہے؟ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک کہ یقین نہ ہو، اگر حقیقتاً قطرے آتے ہیں اتنا وقت بھی نہیں رکتے کہ پورے وقت میں فرض نماز ادا کرسکیں تو اس صورت میں آپ معذور ہیں، معذور کے لیے یہ حکم ہے

کہ وہ ہر نماز کے وقت میں وضو کرے اور اس وقت میں جو چاہے پڑھے، اس مرض کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا جب کوئی اور نقض وضو کا سبب نہ ہو، معذور ہونے کی وجہ سے تہجد، فجر اور اشراق کے لیے علیحدہ علیحدہ وضو کرنا ہوگا، فالج کا مریض ہونے کی وجہ سے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ضروری نہیں اگر چلنے کی استطاعت نہ ہو۔

''ان الیقین لایزول بالشک ھکذافی شرح منیة المصلی لابراھیم الحلبی''......(فتاوی الھندیة: ۱/۴۷)

''واما صاحب الجرح الذی لایرقا...... ومن به سلس البول.......... والمستحاضة یتوضون لوقت کل صلوة فیصلون بذلک الوضوء فی الوقت ماشاؤا من الفرائض والنوافل''......(منیة المصلی: ۱۱۶)

''(منها مطر وبرد) شدید (وخوف) ظالم (وظلمة) شدیدة فی الصحیح (وحبس) معسر ومظلوم (وعمی وفلج وقطع) یدورجل قوله وفلج ای لایستطیع معه المشی''......(مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی: ۲۹۸،۲۹۷)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گردن کے اگلے حصے کا مسح کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۹۷): براہ کرم درج ذیل مسئلہ کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیجئے۔

میں وضو میں سر کے مسح کے بعد گردن کی اگلی اور پچھلی دونوں سمتوں کا مسح کرتا ہوں لیکن ایک صاحب نے مجھے کہا کہ گردن کے اگلے حصہ کا مسح کرنا بدعت ہے کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

گردن کے اگلے حصہ یعنی حلقوم کا مسح بدعت ہے۔

''(ومسح الرقبة) بظھر یدیه (لاالحلقوم) لانه بدعة''......(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار: ۱/۹۲)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خروج ریح کے مریض کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

کہ کافی عرصہ سے معدہ کی بیماری میں مبتلا ہوں اور اخراج ریح بار بار ہوتا ہے، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ پوری نماز میں ہوا خارج نہ ہو اس لیے تنگ آ کر نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے، سوال یہ ہے کہ نماز میں ہوا خارج ہونے کے بعد وضو کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کا خروج ریح کا مرض مسلسل جاری رہتا ہے اور اتنا وقت بھی اس سے خالی نہیں ملتا جس میں چار رکعت فرض نماز صحیح طریقہ سے ادا کر سکے تو یہ شخص شریعت کی روشنی میں معذور کے حکم میں ہے، اس کے لئے حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت نیا وضو کر لے اور اس وضو سے فرض ونفل وقت کے اندر جو عبادت کرنا چاہے کر سکتا ہے، جب نماز کا وقت گزر جائے تو اس کا یہ وضو ٹوٹ گیا ہے، اب اگلی نماز کے لیے دوبارہ وضو کر لے۔

اگر مرض کبھی بھی پورے وقت پر محیط نہیں ہے اور اتنا وقت مل جاتا ہے کہ جس میں فرض نماز ادا کر سکے تو یہ شخص معذور کے حکم میں نہیں اس کو چاہیئے کہ اس خالی وقت میں مختصر نماز پڑھ لے اگر نماز کے دوران وضو ٹوٹ گیا تو دوبارہ کرے۔

"وصاحب عذر من به سلس) بول لايمكنه امساكه (اواستطلاق بطن اوانفلات ريح اواستحاضة) ......ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بان لايجد جميع وقتها زمنا يتوضا ويصلى فيه خاليا عن الحدث"......(درمختار على هامش الرد: ۱/۲۲۳)

"(وحكمه الوضوء)...... لكل فرض ثم يصلى به (فيه فرضا ونفلا)...... فاذا خرج الوقت بطل اه"......(درمختار على هامش ردالمحتار: ۱/۲۲۳،۲۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا گانے کی آواز سننا ناقض وضو ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۹۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر وضو کر کے گھر سے مسجد میں نماز

پڑھنے جارہے ہوں راستے میں کسی دکان یا گھر سے گانے کی آواز آرہی ہو تو وضوٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ یا گھر میں کوئی گانے لگا کر بیٹھا ہو تو وضوٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اور اگر نماز پڑھنے کے دوران گانا سنائی دے، تو کیا نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

گانا سنائی دینا نواقض وضو میں داخل نہیں، اس لیے صورت مسئولہ میں نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ نماز فاسد ہوتی ہے، البتہ اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے مثلاً جھوٹ غیبت وغیرہ اس کے بعد وضو کرنے کو فقہاء کرام نے مستحب لکھا ہے۔

”ینقض الوضوء اثنا عشر شیئا منها ماخرج من السبیلین) وان قل(الاریح القبل الخ)...... والقسم (الثالث) وضوء (مندوب) فی احوال کثیرة ....(وبعد) کلام (غیبة و کذب) ونمیمة (و) بعد(کل خطیئة وانشاد شعر) قبیح لان الوضوء یکفر الذنوب الصغائر “......(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: ۸۶،۸۳،۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بغیر وضو کے قرآن پاک کو ہاتھ لگانے کا حکم؟

مسئلہ نمبر(۲۰۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) قرآن پاک کو بغیر وضو پکڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھنے یا لے جانے کا کیا حکم ہے؟

(۲) تفسیر کو بغیر وضو پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(۳) اور عورت کا حیض کی حالت میں آیۃ الکرسی یا کوئی آیت پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟

برائے مہربانی واضح فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) قرآن پاک کو بغیر وضو ایسے کپڑے کے ساتھ پکڑنا جو قرآن پاک یا بدن کے ساتھ ملا ہوا ہو جائز نہیں۔

”لایمسه الاالمطهرون “......(سورة الواقعه :۷۹)

”ومنهاحرمة مس المصحف لایجوز لهما وللجنب والمحدث مس

المصحف الابغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرّز لابما هومتصل به هوالصحيح هكذا فى الهداية وعليه الفتوى كذافى الجوهرة النيرة "......(الفتاوى الهندية: ۳۸،۳۹/۱)

"(وقوله ومسه)اى القرآن ولوفى لوح اودرهم اوحائط لكن لايمنع الامن مس المكتوب بخلاف المصحف فلايجوز مس الجلد وموضع البياض منه وقال بعضهم يجوز وهذا اقرب الى القياس والمنع اقرب الى التعظيم كمافى البحر اى والصحيح المنع كماذكره ومثل القرآن سائرالكتب السماوية"......(فتاوى شامى : ۱/۲۱۴)

(۲) تفسیر کو بغیر وضو پڑھنا اور مس کرنا جائز ہے بشرطیکہ تفسیر غالب ہو ورنہ صرف پڑھنا جائز ہے، مس کرنا جائز نہیں ہے۔

"قالوا يكره مس كتب التفسير والفقه والسنن لانها لاتخلوا عن آيات القرآن"......(البحرالرائق: ۱/۳۵۰)

(۳) عورت کا حیض کی حالت میں آیت الکرسی پڑھنا جائز نہیں ہے البتہ ایسی آیت جس میں دعائیہ کلمات ہوں وہ پڑھ سکتی ہے۔

"ومنها حرمة قراءة القرآن لاتقرء الحائض والنفساء والجنب شيئا من القرآن والآية ومادونها سواء فى التحريم على الاصح الاان لايقصد بمادون الآية القراءة مثل ان يقول الحمدلله يريد الشكر اوبسم الله عندالاكل اوغيره فانه لاباس به هكذا فى الجوهرة النيرة "......(الفتاوى الهندية: ۱/۳۸)

"قوله بقصده فلوقرأت الفاتحة على وجه الدعاء اوشيئامن الآيات التى فيهامعنى الدعاء ولم ترد القراءة لاباس به كماقدمناه عن العيون لابى الليث وان مفهومه ان ماليس فيه معنى الدعاء كسورة ابى لهب لايؤثرفيه قصد غيرالقرآنية"......(فتاوى شامى : ۱/۲۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسواک کس درخت کی ہونی چاہیئے؟

مسئلہ نمبر(۲۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسواک کس درخت کی کر سکتے ہیں؟ بہتر کس درخت کی مسواک ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بانس، انار، ریحان کے علاوہ کسی بھی درخت کی مسواک کر سکتے ہیں، پیلو اور زیتون کی مسواک افضل ہے۔

"(قوله ویکره) بمؤذ قال فی الحلیة و ذکر غیر واحد من العلماء کراهته بقضبان الرمان و الریحان اه"

"وفی شرح الهدایة للعینی روی الحارث فی مسنده عن ضمیر بن حبیب قال نهی رسول الله ﷺ عن السواک بعود الریحان وقال انه یحرک عرق الجذام وفی النهر ویستاک بکل عود الا الرمان و القصب و افضله الاراک ثم الزیتون "......(ردالمحتار : ۱/۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا مذی کا خارج ہونا مفسد صوم ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مریض کا معائنہ کرتے وقت مذی خارج ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مریض کا معائنہ کرتے وقت مذی خارج ہو جانے کی صورت میں روزہ تو نہیں ٹوٹتا البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور منی خارج ہو جانے کی صورت میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مریض کے بدن پر کپڑے ہوں یا معالج کے ہاتھ پر کپڑا وغیرہ ہو اور معائنہ کرتے وقت حرارت بدن میں محسوس نہ ہو تو پھر روزہ نہیں ٹوٹتا، اور اگر کپڑا نہ ہو یا کپڑا تو ہو لیکن اتنا نرم ہو کہ حرارت بدن میں محسوس ہو تو پھر روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

واضح رہے کہ روزہ ٹوٹنے کی صورت میں صرف قضاء لازم ہے، کفارہ لازم نہیں ہے۔

''ولو مس المرأة ورأى ثيابها فامنى فان وجد حرارة جلدها فسدوالافلا''......(فتاوى الهندية: ۱/۲۰۴)

''وكذااذا قبل امرأة بشهوة فامنى اومسها بشهوة فامنى عليه القضاء دون الكفارة لوجودقضاء الشهوة بصفة النقصان ''......(قاضيخان على هامش الهندية: ۱/۲۰۹)

(كذافى التاتارخانية: ۳/۳۸۶،مطبوعه جديدرشيديه كوئٹه)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قطرے آنے سے کب وضوٹوٹتا ہے اور کب نہیں ٹوٹتا؟

مسئلہ نمبر(۲۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

بندہ کو پیشاب کا قطرہ قطرہ آتا ہے ٹشو پیپر کے ساتھ استنجاء کرتا ہوں پھر بھی شبہ قطرے آنے کا رہتا ہے کیا اس حالت میں نماز ادا ہو جائے گی اور ایک وضو سے تہجد، فجر اور اشراق پڑھ سکتا ہوں؟ اور اس طرح دعائیں اور قرآن پڑھا جا سکتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

جب قطرہ آنے کا یقین ہو جائے اور قطرہ ذکر سے نکل آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور بغیر وضو کے نماز ادا نہیں ہوتی، لہذا استنجاء اور وضو کر کے نماز پڑھ لے لیکن اگر صرف قطرہ آنے کا شک وشبہ ہو حقیقتاً قطرہ نہ نکلا ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا، لہذا اس کا وضو برقرار ہے اور نماز ادا ہو جائے گی البتہ اگر بعد از نماز دیکھنے پر پتہ چلا کہ پیشاب کا قطرہ واقعی نکل آیا ہے تو دوبارہ استنجاء اور وضو کر کے نماز دہرا لے۔

اور ایک مرتبہ کے وضو سے تہجد، اشراق، اور فجر اور قرآن مجید پڑھ سکتا ہے، غرض جب تک وضو نہ ٹوٹے تب تک اسی وضو سے ہر قسم کی عبادت کر سکتا ہے۔

''الفصل الخامس فى نواقض الوضوء منها مايخرج من السبيلين من البول والغائط والريح الخارجة من الدبر......الغائط يوجب الوضوء قل اوكثر وكذلك البول والريح الخارجة من الدبر كذافى المحيط ......ولونزل البول

الی قصبة الذکر لم ینقض الوضوء ولو خرج الی القلفة نقض الوضوء کذافی الذخیرة وھو الصحیح ھکذا فی البحر الرائق ''......(فتاوی الھندیة: ۱/۱۰،۹)

''الیقین لایزول بالشک''......(الاشباہ والنظائر : ۱۲)

''مصل سبقه الحدث فی الصلوة من بول اوغائط اوریح اورعاف بغیر قصده انصرف فتوضأ وبنی علی صلاته مالم یتکلم استحسانا وان تکلم واستقبل فهو افضل''......(المبسوط: ۱/۳۲۴،باب الحدث فی الصلوة)

''منها جواز المسح علی الخف وجواز الصلوات المفروضات والنوافل بوضوء واحد مالم یحدث وهذا جائز باجماع من یعتدبه''......(نووی علی مسلم : ۱/۱۳۵،باب جواز الصلوات کلها بوضوء واحد)

''قال وصرح فی غایة البیان بفساده لصحة الاکتفاء بوضوء واحدلصلوات مادام متطهرا''......(فتاوی شامی: ۱/۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وضو کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ نہیں ؟ ہماری مسجد میں ایک غیر مقلد نے طوفان برپا کر رکھا ہے کہ یہ کسی حدیث میں نہیں آیا، براہ کرم مسئلہ بحوالہ نقل فرمائیں، بغیر دلیل کے مسئلہ مطلوب نہیں ہے، بندہ خود اپنے علماء کی زبان پر بھی مطمئن ہے لیکن شور شرابہ کرنے والے حضرات قبول نہ کریں گے، ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ ابھی چند سالوں سے جاہل مولویوں نے لکھنا شروع کردیا ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

وضو کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھنا احادیث سے ثابت ہے۔

''عن عقبة بن عامر الجهنی عن النبی ﷺ نحوه ولم یذکر امرالرعایة قال

عند قوله فاحسن الوضوء ثم رفع نظره الی السماء‘‘......(سنن ابی داؤد:۳۵/۱)

’’وزاد فی المنیة ایضا وان یقول بعدفراغه سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لاالٰه الاانت استغفرک واتوب الیک واشهد ان محمدا عبدک ورسولک ناظرا الی السماء‘‘......(ردالمحتار:۹۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کپڑے کی آڑ کے بغیر اگر شرم گاہ کو ہاتھ لگایا جائے تو کیا اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضونہیں ٹوٹتا۔

’’فصل عشرة اشیاء لایغتسل منها مذی...... وهوماء ابیض رقیق یخرج عندشهوة لابشهوة ولادفق ولایعقبه فتور وربما لایحس نحووجه وهواغلب فی النساء من الرجال‘‘......(حاشیة الطحطاوی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: ۱۰۰)

’’(ل)اینقضه (مس ذکر) لکن یغسل یده ندبا(قوله لکن یغسل یده ندبا) لحدیث من مس ذکره فلیتوضأ ای لیغسل یده جمعابینه وبین قوله ﷺ هل هوالابضعة منک حین سئل عن الرجل یمس ذکره بعدمایتوضأ‘‘......(فتاویٰ شامی : ۱۰۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اختلاج کس کو کہتے ہیں؟

مسئلہ نمبر(۲۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فتاویٰ شامی میں نواقض وضو کے بیان میں ہے۔

'لانہ اختلاج حتی لوخرج ریح من الدبر وھویعلم انہ لم یکن من الاعلیٰ فھواختلاج فلاینقض ''......(الدرعلی ھامش الرد: ۱/۱۰۱)

ازراہ کرم اختلاج کی تشریح فرمادی جائے نیز من الاعلیٰ سے کیا مراد ہے؟ عبارت کا پورا مطلب واضح فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

درمختار کی پوری عبارت یہ ہے۔

''(لاخروج ریح من قبل وذکر) لانہ اختلاج حتی لوخرج ریح من الدبر وھویعلم انہ لم یکن من الاعلیٰ فھواختلاج فلاینقض اہ ''......(۱۰۰،۱۰۱)

یہ مسئلہ اس بات پر متفرع ہے کہ ریح بذات خود نجس نہیں ہے بلکہ فی نفسہ طاہر ہے، چونکہ ریح محل نجاست سے ہوکر آتی ہے تو نجاست کی مجاورت کی وجہ سے اس کو ناقض شمار کیا گیا ہے، چنانچہ جہاں نجاست سے مجاورت ہوگی وہاں ریح ناقض وضو ہوگی اور جہاں نجاست سے مجاورت نہ ہوگی وہاں ریح ناقض وضو نہ ہوگی، یہی وجہ ہے کہ اگر ریح قبل امرءۃ غیر مفضاۃ سے خارج ہو یا ذکر رجل سے خارج ہو وہ ریح ناقض وضو نہیں ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ بتلائی ہے ''**لانہ اختلاج**'' کہ یہ درحقیقت ریح ہے ہی نہیں بلکہ عضو کا پھڑکنا ہے اور اگر ریح مان بھی لیا جائے کہ ذکر اور فرج سے ریح خارج ہوتی ہے تب بھی یہ ناقض وضو نہ ہوگی کیونکہ یہ ریح محل نجاست سے نہیں آئی، اور یہی وجہ ہے کہ اگر ریح دبر سے بھی خارج ہوجائے لیکن اسے ظن غالب ہو کہ یہ ریح اعلی یعنی محل نجاست سے نہیں آئی تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا، اعلیٰ سے مراد جوف ہے جو کہ محل نجاست ہے۔

''ولایردعلی المصنف الریح الخارجۃ من الذکر وفرج المرأۃ فانھا لاتنقض الوضوء علی الصحیح لان الخارج منھما اختلاج ولیس بریح خارجۃ ولوسلم فلیست بمنبعثۃ عن محل النجاسۃ والریح لاینقض الالذلک لالان عینھا نجسۃ لان الصحیح ان عینھا طاھرۃ ''......(البحرالرائق : ۱/۵۹)

" لاخروج ریح من قبل ذکر لانه اختلاج حتی لوخرج ریح من الدبر وهویعلم انه لم یکن من الاعلیٰ فهواختلاج فلاینقض "......(الدرالمختارعلی هامش الرد: ۱۰۱،۱۰۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسواک کرنے اور سرمہ لگانے کا مسنون طریقہ:

مسئلہ نمبر(۲۰۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسواک کرنے اور سرمہ لگانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ اور حضور ﷺ کونسا سرمہ استعمال فرماتے تھے،قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ:

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ،داہنے ہاتھ کی چھنگلیا مسواک کے نیچے رکھے، اورانگوٹھا مسواک کے اوپر والے سرے کے نیچے رکھے،اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر رکھے۔

مسواک کرنے کا مسنون طریقہ:

دانتوں کے ظاہر،باطن،اطراف منہ کے اندر اور دونوں جبڑوں پر مسواک کرے تاکہ تمام حدیثوں پر عمل ہوجائے۔

"والسنة فی اخذه ان تجعل خنصر یمینک اسفله والبنصر والسبابة فوقه والابهام اسفل رأسه کمارواه ابن مسعودؓ......ویستحب ان یدلک الاسنان ظاهرها وباطنها واطرافها والحنک وهوباطن واعلی الفم من داخل والاسفل من طرف مقدم اللحیین "......(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح مع حاشیة الطحطاوی : ۶۸)

"(قوله ویستاک عرضا لاطولا) ای لانه یجرح لحم الاسنان وقال الغزنوی طولا وعرضا والاکثر علی الاول بحرلکن وفق فی الحلیة بانه یستاک عرضا فی الاسنان وطولا فی اللسان جمعابین الاحادیث ثم نقل عن الغزنوی انه

یستاک بالمداراۃ خارج الاسنان وداخلها اعلاها واسفلها ورؤس الاضراس وبین کل سنین "......(فتاوىٰ شامی :۱/۸۵)

(۲) حضور ﷺ اثمد سرمہ استعمال فرماتے تھے۔

سرمہ لگانے کا مسنون طریقہ:

اس میں علماء سے مختلف اقوال مروی ہیں، جن میں سے راجح قول یہ ہے کہ ہر آنکھ میں تین تین سلائیاں یکے بعد دیگرے لگائے اور اسی قول کو ملا علی القاری رحمہ اللہ نے ترجیح دی ہے۔

"وعن ابن عباس ان النبی ﷺ قال اکتحلوا بالاثمد فانه یجلوا لبصر وینبت الشعر وفی روایة للترمذی عن ابن عباسؓ ان خیر اکحالکم الاثمد ،قال التوربشتی هوالحجر المعدنی وقیل هوالکحل الاصفهانی ینشف الدمعة والقروح "......(مرقات المفاتیح: ۸/۳۰۹)

" عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من اکتحل فلیوتر ومن فعل فقداحسن ومن لافلاحرج ......ای ثلاثا متوالیة فی کل عین وقیل ثلاثا فی الیمنیٰ واثنین فی الیسریٰ لکن المجموع وترا والتثلیث علم من فعله علیه الصلوة والسلام والافالوتر صادق علی مرة "......(مرقات المفاتیح : ۲/۶۳)

"وزعم ان النبی ﷺ کانت له مکحلة یکتحل بهاکل لیلة ثلاثة فی هذه وثلاثة فی هذه ......(وثانیهما ان یکتحل فیهما خمسة ثلاثة فی الیمنیٰ ومرتین فی الیسریٰ علی ماروی فی شرح السنة ......وارجحهما الاول لماذکر من حصول الوتر شفعا مع انه یتصور ان یکتحل فی کل عین واحدة ثم وثم ویؤول امره الی الوترین بالنسبة الی العضوین لکن القیاس علی باب طهارة الاعضاء بجامع التنظیف والتزیین هوالاول فتامل) "......(مرقات المفاتیح : ۸/۳۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سر پر لگائے ہوئے بالوں پر مسح اور غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۰۸): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت میں ایک پلاسٹک سرجن ہوں، آپ سے گزارش ہے کہ شریعت کی روشنی میں یہ بتائیے کہ بالوں کی پیوندکاری جائز ہے؟ میرے پاس وہ حضرات جو کہ جوانی میں ہی گنجے پن کا شکار ہو جاتے ہیں، وہ لڑکیاں جو گنجے پن کی وجہ سے مسائل کا شکار ہوتی ہیں آتی ہیں، ایک چھوٹے سے آپریشن کے ذریعے میں بالوں کی جڑیں سر کے پچھلے حصے سے لے کر آگے لگا دیتا ہوں، بال کچھ عرصے کے بعد نکلنا شروع ہو جاتے ہیں اور بڑھتے رہتے ہیں اسی طرح کچھ ایسے کیس بھی کیے ہیں جن میں ڈاڑھی لگائی جاتی ہے، آپ پلیز مجھے گائیڈ کیجئے کہ میں صحیح کرتا ہوں یا نہیں؟ اور اس طرح کے بالوں کا کیا حکم ہے؟ ان پر غسل یا مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان اگر متأثر شخص ہی کے سر کے بال لے کر اسی کے جسم پر پیوند کر دیے جائیں تو اس کی گنجائش ہے، اور اس پر ملنے والی فیس بھی جائز ہوگی، اور جب بال جسم کے اندر پیوست کر دیے جائیں اور اس کا حصہ بن جائیں تو ان پر مسح اور غسل دونوں درست ہو جائیں گے، لیکن کسی اور انسان کے بال کسی دوسرے انسان کو لگانا چونکہ شرعاً حرام ہے اس لیے اس پر فیس لینا بھی درست نہیں ہے، اور اس امر کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ متاثرہ مرد کے لیے مرد ہی آپریشن کرے اور متاثرہ خاتون کے لیے خاتون ہی آپریشن کرے۔

”وفی البدائع الصنائع والثانی ان استعمال جزء منفصل عن غیرہ من بنی آدم اھانة بذلک الغیر والآدمی بجمیع اجزائه مکرم ولا اھانة فی استعمال جزء نفسه فی الاعادة الی مکانه “......(بدائع الصنائع : ۴/۳۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پیشاب کے تھوڑی دیر بعد آنے والے قطرے ناقض وضو ہیں:

مسئلہ نمبر (۲۰۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایک بیماری ہے وہ یہ کہ اگر پیشاب کروں تو اس کے بعد جب وضو کر لوں اور ایک یا دو رکعت ادا کرنے کے بعد رکوع یا سجدے میں قطرہ آجاتا ہے یہ قطرہ ہمیشہ بھی نہیں ہوتا اور اگر نماز سے دس بیس منٹ پہلے پیشاب کر لوں تو اس وقت چلنے پھرنے سے قطرے

کا آنا بند ہوتا ہے، اس صورت میں میں ٹائیلٹ پیپر پیشاب کی جگہ رکھ دیتا ہوں تا کہ مجھے شک نہ ہو، تو آیا اس صورت میں نماز پڑھنا پڑھانا کیسا ہے؟ اور گیس کی بیماری بھی ہے یعنی نماز کے دوران پیٹ میں گیس آجاتا ہے، لیکن گیس کو میں سختی کے ساتھ روک لیتا ہوں اس کی وجہ سے وقتی نماز پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز کے دوران اگر قطرہ آنے کا یقین ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا، اس لئے دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھ لیں، پھر خواہ برعایت شرائط بنا کی جائے یا نماز دوبارہ پڑھ لی جائے، اگر قطرہ آنے کا وہم ہو تو وہم سے کچھ نہیں ہوتا لہذا اپنی نماز پوری کر لے۔

پیشاب کی جگہ ٹائیلٹ پیپر رکھنا درست ہے، جب تک پیشاب کی تری باہر کے حصے پر ظاہر نہ ہو وضو نہیں ٹوٹتا، لہذا نماز پڑھنا اور پڑھانا دونوں درست ہیں۔

خروج ریح سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اگر ریح کو سختی سے روک کر نماز پڑھی جائے تو نماز مع الکراہت ہو جاتی ہے، لیکن اگر بیماری ہو تو نماز بلا کراہت درست ہے۔

"منها مایخرج من السبیلین من البول والغائط والریح الخارجة من الدبر والودی والمذی والمنی والدودة والحصاة"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۹)

"وینقض الوضوء خروج نجس من المتوضیء"......(البحرالرائق :۱/۵۸)

"المراد من الطرف الظاهر بانه ماکان عالیا عن الرأس الاحلیل اومساویا له ای ماکان خارجا من رأسه زائداعلیه اومحاذیا لرأسه لتحقق خروج النجس بابتلاله"......(ردالمحتار:۱/۱۱۰)

"واذاخاف الرجل خروج البول فحشا احلیله بقطنة ولولاالقطنة یخرج منه البول فلابأس به ولاینتقض وضوءه حتی یظهر البول علی القطنة کذافی فتاویٰ قاضی خان"......(فتاویٰ الهندیة:۱/۱۰)

"وان احتشی احلیله بقطنة خوفا من خروج البول ولولاالقطنة لخرج منه البول فلاباس به ولاینتقض وضوءه حتی یظهر البول علی القطنة"......(فتاویٰ التاتارخانیة: ۱/۹۰)

”وان حشی احلیلہ بقطنۃ فخروجہ بابتلال خارجہ“......(البحرالرائق : ۱/۶۰)

”قولہ مثل ریح فانھا تنقض لانھامنبعثۃ عن محل النجاسۃ“ ......(ردالمحتار: ۱/۱۰۰)

”ویکرہ التمطی وتغمیض عینہ وان یدخل فی الصلاۃ وھویدافع الاخبثین وان شغلہ قطعھا وکذا الریح وان مضی علیھا اجزأہ وقداساء“......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا لیکوریا کے قطرے ناقض وضو ہیں؟

مسئلہ نمبر(۲۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لیکوریا کی بیماری سے وضو کب ٹوٹتا ہے؟ اس کے قطرے سوراخ کے اندر ہوں یا ان کا باہر نکلنا ضروری ہے؟ نیز اگر اعضاء وضو پر ویسلین لگی ہوئی ہو وضو ہوجائے گا یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

لیکوریا اگر فرج داخل کے اندر ہو اور باہر نہ نکلے تو اس سے وضو ٹوٹتا نہیں، البتہ فرج داخل سے خارج ہوجائے فرج خارج کی طرف تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

”رطوبۃ الفرج فیکون مفرعا علی قولھما بنجاستھا وقال ابن عابدین تحتہ............ومن وراء باطن الفرج فانہ نجس قطعا ککل خارج من الباطن عابدین کالماء الخارج مع الولد اوقبیلہ“......(درالمختار: ۱/۳۱۳)

”وھی ماء ابیض متردد بین الابیض والعرف یخرج من باطن الفرج الذی لایجب غسلہ ......بخلاف مایخرج ممایجب غسلہ فانہ طاھر قطعا ومن وراء باطن الفرج فانہ نجس قطعا ککل خارج من الباطن کالماء الخارج فی الولد اوقبیلہ“......(ردالمحتار: ۱/۳۲۲)

ویسلین چونکہ تیل کی طرح ہی ہے لہذا اگر یہ اعضاء وضو پر لگی ہوئی ہو تو اس سے وضو ہو جاتا ہے۔

"قال ینبغی للمتوضی فی الشتاء ان یبل اعضاء ہ بالماء شبه الدهن ثم یسیل الماء علیها لان الماء یتجافی عن الاعضاء فی الشتاء"......(بدائع الصنائع: ١/٦٦)

"واذا دهن رجلیه ثم توضا وامر الماء علی رجلیه فلم یقبل الماء لمکان الدسومة جاز الوضوء"......(فتاوی الهندیة: ١/٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس شخص کا وضو بار بار ٹوٹتا ہو کیا وہ معذور ہے؟

مسئلہ نمبر(٢١١): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے وضو کیا با جماعت فرض نماز ادا کرنے کے بعد ہی اس کا وضو ٹوٹ گیا، سنتیں ادا کیں پھر اس کا وضو ٹوٹ گیا، پھر اس نے وضو کیا اور قرآن پاک کی تلاوت کی پھر اس کا وضو ٹوٹ گیا، اب اس صورت حال میں کیا ہر بار وضو کرنا پڑے گا یا صرف فرضوں کے لیے وضو کر لینا کافی ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں یہ شخص شرعی معذور نہیں ہے لہذا وقت کے اندر بھی ہر نماز کے لیے الگ وضو کرنا ضروری ہے۔

"وحکم الاستحاضة والعذر یبقی اذالم یمض علی اصحابهما وقت صلوة الاوالحدث الذی ابتلیت به یوجدفیه ولوقلیلا حتی لوانقطع وقتا کاملا خرج عن کونه عذرا"......(البحر الرائق: ١/٣٧٦)

"انمایصیر صاحب عذرا اذالم یجد فی وقت صلوة زمانا یتوضأ فیه خالیاعن الحدث "......(البحر الرائق: ١/٣٧٦)

"فالحاصل ان صاحب العذر ابتداء من استوعب عذرتمام وقت صلاة ولوحکما لان الانقطاع الیسیر ملحق بالعدم وفی البقاء من وجدعذره فی

جزء من الوقت وفی الزوال یشترط استیعاب الانقطاع حقیقة"
......(البحر الرائق :۱/۳۷۷)

"ومن به عذر کسلس بول واستطلاق بطن لوقت کل فرض ویصلون به ماشاء وا من الفرائض والنوافل ویبطل وضوء المعذورین بخروج الوقت فقط ولایصیر معذورا حتی یستوعبه العذر وقتا کاملا لیس فیه انقطاع بقدر الوضوء والصلوة وهذاشرط ثبوته وشرط دوامه وجوده فی کل وقت بعدذلک ولومرة وشرط انقطاعه وخروج صاحبه عن کونه معذورا خلووقت کامل عنه"......(نورالایضاح :۵۰، ۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نسوار رکھنے سے وضو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نسوار رکھنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اور جو امام نسوار رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر نسوار رکھنے سے منہ میں دانے بن جائیں یا نشہ آجائے جیسا کہ پہلی مرتبہ نسوار رکھنے سے بعض لوگوں کو کبھی یہ کیفیت ہو جاتی ہے، تو ان دانوں کے ٹوٹنے سے اور نشہ آنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، اور اگر دانے نہ بنیں اور نشہ وغیرہ نہ آئے تو نسوار رکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے البتہ ایسے شخص کو چاہیئے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت منہ کی صفائی کا خیال رکھے۔

واضح رہے کہ سگریٹ کا پینا اب جدید تحقیق کے مطابق بالاتفاق مضرصحت ہے لہذا بغیر تداوی کے اس کا پینا بطور تلہی مکروہ تحریمی ہے۔

"اعلم ان شرب الدخان التنباک لم یکن فی زمن النبی ﷺ ولافی زمن الصحابة ولافی زمن من بعدهم وانماحدث بعدالالف من الهجرة ولذلک تری کتب السلف ساکتة عن حکمه وقداختلف الخلف فی حله وحرمته

فمنهم كالفاضل الشرنبلالى والشيخ ابراهيم القانى المتوفى سنة ١٠٤١ ، احدى واربعين بعدالالف فى رسالته نصيحة الاخوان باجتناب الدخان وغيرهما من افتى بتحريمه ومنهم من افتى بتحليله واليه مال العلامة الحموى والحق انه ان شرب بحيث اسكر اواضره فحرام والا فلاوجه لتحريمه نعم لايخلوعن كراهته"......(رسائل اللكهنوى: ٢/٣٢٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قطرات گرنے والے شخص کے لیے شرعی رعایت؟

مسئلہ نمبر(۲۱۳): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ مجھے قطرات گرنے کی بیماری ہے،آپ سے پوچھنا ہے کہ میں دن میں پانچ سات دفعہ نہانے سے تو رہا خاص طور پر سردیوں میں علی ہذا القیاس اتنی دفعہ کپڑے بدلنا بھی ناممکن ہے،لہذا مجھے اپنی نماز کو باقاعدہ رکھنے کے لیے اگر کوئی شرعی رعایت ہو تو ازراہ کرم مجھے بتائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

نہانا صرف اس صورت میں ضروری ہے جب منی کے خروج کی وجہ سے شہوت ہو اگرچہ خروج کے وقت شہوت باقی نہ ہو،اس کے علاوہ قطرہ وغیرہ نکلنے سے صرف وضوٹوٹ جاتا ہے غسل کی ضرورت نہیں،البتہ کپڑے پاک کرنا ضروری ہے اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ انڈرویئر استعمال کریں اور اس کو تبدیل کرلیں تمام کپڑے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں اگر قطرات کی مقدار زیادہ ہو تو انڈرویئر کے اندر ٹشو یا روئی وغیرہ رکھ لیں۔

"والمعانى الموجبة للغسل انزال المنى على وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرءة حالة النوم واليقظة "......(الهداية: ١/٣١)

"وتعتبر الشهوة عندانفصاله عن مكانه لاعندخروجه من رأس الاحليل "

......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٤)

"وليس فى المذى والودى غسل وفيهما الوضوء"......(الهداية:١/٣٣)

"تطهير النجاسة واجب من بدن المصلى وثوبه والمكان الذى يصلى عليه"......(الهداية:٦٨/١)

"اذاخاف الرجل خروج البول فحشااحليله بقطنة ولولاالقطنة لخرج منه البول فلابأس به ولاينتقض وضوءه حتى يظهر البول على القطنة"......(خانيه على هامش الهندية:٣٧/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا بغیر وضو قرآن مجید کو مس کر سکتے ہیں؟

مسئلہ نمبر(۲۱۴): محترم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عالی! ہم نے آج تک پڑھا ہے اور لوگوں/علماء کرام سے سنا ہے کہ قرآن مجید جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم الشان اور لاریب کتاب ہے اسے بغیر طہارت کے (بے وضو) چھونا منع ہے، جب کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن پاک کو بغیر طہارت (بے وضو) چھونے میں کوئی حرج نہیں اور ساتھ ہی وہ شخص قرآن مجید کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر یہ کہتا ہے کہ میں بے وضو ہوں، مجھے کیا ہو گیا ہے؟

جناب عالی! آپ سے گزارش ہے کہ براہ مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں کہ قرآن مجید کو بغیر طہارت (بے وضو) چھونا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس امر کی بھی وضاحت فرمائیں کہ جو شخص مذکورہ کلمات کہتا ہے اور پھر ایسا عمل کرتا ہے تو شریعت اسلامیہ میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

اللہ رب العزت آپ کے علم وعمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم الامین۔

الجواب باسم الملک الوھاب

حدث دو قسم پر ہے (۱) حدث اکبر (۲) حدث اصغر، اور قرآن پاک کو چھونے کے لیے ان دونوں قسموں کی ناپاکیوں سے پاک ہونا ضروری ہے اور بے وضو شخص کو حدث اکبر سے تو پاک کہا جا سکتا ہے لیکن حدث اصغر سے پاک نہیں کہا جا سکتا، لہذا بغیر وضو کے قرآن کو چھونا جائز نہیں ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "لایمسہ الاالمطھرون" (الواقعہ) یعنی قرآن کو تو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں، البتہ بغیر وضو قرآن کی تلاوت زبانی کی

جا سکتی ہے، اور اس شخص کا کہنا کہ ”قرآن پاک کو بغیر طہارت (بے وضو) چھونے سے کوئی حرج نہیں، اور ساتھ ہی وہ شخص قرآن مجید کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر یہ کہتا ہے کہ میں بے وضو ہوں مجھے کیا ہو گیا ہے؟“ انتہائی لاعلمی اور جہالت کی بات ہے، اسے اپنے اس فعل سے توبہ کرنی چاہیئے۔

”وليس للحائض والجنب والنفساء قراءة القرآن لقوله ﷺ لاتقرء الحائض والجنب شيئامن القرآن ......وليس لهم مس المصحف الابغلافه ولااخذدرهم فيه سورة من القرآن الابصرته وكذاالمحدث لايمس المصحف الابغلافه بقوله عليه السلام لايمس القرآن الاطاهر،ثم الحدث والجنابة حلاالید فيستويان فی حكم المس والجنابة حلت الفم دون الحدث فيفترقان فی حكم القراءة“ ......(الهداية: ۱/۶۳،۶۲)

”قوله ولايجوز لمحدث مس المصحف وانما لم يذكر الحائض والنفساء والجنب لانه يعلم ان حكمها حكمه بطريق الاولیٰ ،لان حكم القراءة اخف من حكم المس فاذالم تجزلهم القراءة فلان لايجوز لهم المس اولیٰ“......(الجوهرة النيرة: ۱/۸۹)

”ويحرم قراءة آية من القرآن......بقوله ﷺ لاتقرأ الحائض ولاالجنب شيئامن القرآن والنفساء كالحائض ويحرم مسها ای الاية لقوله تعالیٰ لايمسه الاالمطهرون سواء كتب علی قرطاس اودرهم اوحائط الابغلاف متجاف عن القرآن والحائل كالخريطة فی الصحيح“......(مراقی الفلاح: ۳۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

(الباب الثانی فی احکام الغسل)

مذی، منی اور ودی سے غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۱۵): میاں بیوی کے قریب بیٹھنے سے پیار کرنے سے جو پانی کے قطرے عضو تناسل سے نکلتے ہیں، جسے مذی کہتے ہیں اس سے کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں یا اس کو دھوئے بغیر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

نیز مذی اور ودی اور منی کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کریں کہ کس حالت میں غسل فرض ہوتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

کپڑوں پر لگی ہوئی مذی اگر درہم کی مقدار سے زائد ہے تو اس کا دھونا فرض ہے، اسے دھوئے بغیر نماز نہیں ہوتی اور اگر بقدر درہم ہو تو بھی اس کا دھونا واجب ہے، دھوئے بغیر اگر نماز پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر درھم سے کم ہو تو اس کا دھونا سنت ہے۔

"النجاسة ان كانت غليظة و هى أكثر من قدر الدرهم فغسلها فريضة والصلاة بها باطلة و ان كان مقدار درهم فغسلها واجب والصلاة معها جائزة و ان كانت أقل من قدر الدرهم فغسلها سنة و ان كانت خفيفة فانهالا تمنع جواز الصلاة حتى تفحش كذا فى المضمرات"......(الهندية : ۱/۵۸)

منی اگر دفق اور شہوت سے نکلے تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔

"و فرض عند منى ذى دفق و شهوة عند انفصاله .اه"...... (كنز الدقائق : ۱/۹)

مذی اور ودی کے نکلنے سے صرف وضو واجب ہوتا ہے غسل واجب نہیں ہوتا۔

"و أجمع العلماء انه لا يجب الغسل بخروج المذى والودى كذا فى شرح المهذب و اذا لم يجب بهماالغسل وجب بهما الوضوء "......(البحر الرائق: ۱/۱۱۵)

"و ليس فى المذى والودى غسل و فيهما الوضوء لقوله عليه السلام كل فحل يمذى وفيه الوضوء ."......(هدايه: ۱/۳۳

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہمی شخص کا طریقہ غسل:

مسئلہ نمبر(۲۱۶): میں ایک وہمی مریض ہوں، عرصہ چار سال سے اس مرض میں مبتلا ہوں، میں جوانی سے نماز پڑھتا ہوں لیکن مسئلے کا علم نہیں تھا کہ نجاست کو دھوتے ہوئے جو چھینٹیں پڑتی ہیں وہ بھی نجس ہوتی ہیں۔

اب مجھے مسئلے کا علم ہوا اب میں بہت پریشان ہوں اور اسی طرح میں جب غسل کرتا ہوں تو غسل کرتے وقت چھینٹے بدن پر پڑ جاتے ہیں آیا یہ نجس ہوتے ہیں یا نہیں؟ بندہ اس مسئلہ میں بہت پریشان ہو رہا ہے اور کبھی چاہتا ہے کہ نماز چھوڑ دوں، لیکن اللہ کے خوف کی وجہ سے نماز نہیں چھوڑتا۔

الجواب باسم الملک الوھا ب

آپ فقہ کے اصول کے مطابق اپنے بدن پر تین مرتبہ پانی بہالیں اور پاک صاف کپڑے پہن کر نماز پڑھیں اس سے زیادہ جسم پر پانی نہ بہائیں ورنہ گنہگار ہوں گے، آپ اپنے ذہن سے وہم نکال دیں۔

"(و)یطهر محل (غیرها) ای غیر مرئیة(بغلبة ظن غاسل)...... (طهارة محلها بلا عدد به یفتی(وقدر) ذلک لموسوس(بغسل وعصرثلاثا) اوسبعا(فیما ینعصر)مبالغا بحیث لایقطر......الخ"......(الدر علی هامش الرد : ۱/۲۴۳،۲۴۲)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جنبی کے لیے کھانے پینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا احتلام کے بعد کچھ کھانے سے پہلے نہانا ضروری ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نہانا ضروری نہیں ہے ہاں البتہ کلی کرنا اور ہاتھ دھونا مستحب ہے۔

"وأن اراد ان یاکل أو یشرب فینبغی أن یتمضمض ویغسل یدیه کذا فی السراج الوهاج"......(الهندیة : ۱/۱۶)

"واذا أراد الجنب الأكل فينبغي أن يغسل يديه ثم يتمضمض ثم يأكل"......(الفتاویٰ التاتارخانية : ١/٢٩٢ ،مطبوعه جديدمكتبه رشيديه)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وضواور غسل میں بدن کو پانی پہنچانا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۱۸): اگر جسم کے کسی حصہ پر ایسی چیز لگی ہوئی ہو جو پانی کو وہاں نہ پہنچنے دے تو کیا وضو اور غسل ہو جائے گا یا اس چیز کو دھونا ضروری ہوگا جو جلد تک پانی پہنچنے سے مانع ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر جسم پر ایسی چیز لگی ہوئی ہے جو پانی کو جسم تک پہنچنے سے مانع ہو تو اس کے ہوتے ہوئے وضو اور غسل نہ ہوگا، بلکہ اسے زائل کرنا ضروری ہے، ہاں اگر ایسی چیز ہے جو پانی کو جلد تک پہنچنے سے مانع نہیں جیسے ویسلین اور تیل وغیرہ تو ان کے ہوتے ہوئے وضو اور غسل ہو جاتا ہے ان کا زائل کرنا ضروری نہیں۔

"(و)لا يمنع (ما على ظفر صباغ و)لا (طعام بين اسنانه)او في سنه المجوف به يفتى وقيل ان صلبا منع وهو الاصح وفي الشامية (قوله وكذا دهن) اى كزيت وشيرج بخلاف نحو شحم وسمن جامد......(قوله ودسومة)هي اثر الدهن قال في الشرنبلالية قال المقدسي وفي الفتاویٰ دهن رجليه ثم توضاء وامرالماء على رجليه ولم يقبل الماء للدسومة جاز لوجود غسل الرجلين اه"......(الرد على الدر : ١/١٤٤)

"وان كان على ظاهر جلدسمك اوخبزممضوغ قدجف فاغتسل ولم يصل الماء الى ماتحته لايجوز"......(فتاویٰ الهندية:١/١٣)

"ولابدمن زوال مايمنع وصول لماء للجسد كشمع وعجين"......(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح :١٠٢)

"بخلاف نحوعجين اى كعلك وشمع وقشرسمك وخبز ممضوغ متلبد"......(فتاویٰ شامی:١/١٤٤)

"وان كان على ظاهر بدنه جلد سمك او خبز ممضوغ قدجف فاغتسل ولم يصل الماء الى ماتحته لايجوز"......(المحيط البرهانی :۱/۲۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

جریان موجب غسل ہے یا نہیں:

مسئلہ نمبر(۲۱۹): جناب والا بچپن کی غلطیوں کی وجہ سے مجھے ایک بیماری لاحق ہوگئی ہے، گرم چیز کھاؤں یا نہ کھاؤں تو پیشاب کے بعد قطرے آتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ احتلام ہے کوئی کہتا ہے کہ بیماری ہے پتہ نہیں کیا ہے مگر میرے کپڑے بھی بعض دفعہ گندے ہوجاتے ہیں، اب اگر میں دفتر میں ہوں یا باہر ہوں مجھے نماز بھی پڑھنی ہوتی ہے تو میں کیا صرف وضو کر کے نماز ادا کرسکتا ہوں یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ گندگی میرے کپڑوں پر لگ جائے تو میں کیا کروں کیونکہ میں تو کافی عرصہ سے ایسے ہی نماز پڑھتا ہوں، اب تو وہ دوسال سے میں نے غلط کام چھوڑ دیے ہیں مگر انسان ہوں جب بھی کسی لڑکی سے بات کرتا ہوں تو ذہن اس طرف چلا جاتا ہے تو پھر کپڑے گندے ہوجاتے ہیں اور مجھے رات کو کبھی سوتے میں احتلام نہیں ہوا، ہمیشہ اسی طرح پیشاب کے بعد مواد نکلتا ہے، مہربانی کر کے مسئلے کا حل بتائیں، کیا اس سے میں ہر مرتبہ غسل کروں گا یا صرف وضو کافی ہوجائیگا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

آپکی بیماری کو طبی اصطلاح میں جریان کہتے ہیں، اس بیماری میں پیشاب کے بعد منی کے قطرے آتے ہیں ان کے نکلنے کے بعد غسل فرض نہیں ہوتا، صرف وضو کافی ہے، البتہ اگر کپڑوں پر لگ جائے جتنی جگہ وہ لگ گئی ہے تو اس کا دھونا ضروری ہے۔

"النجاسة ان كانت غليظة وهى اكثر من قدر الدرهم فغسلها فريضة والصلاة بها باطلة وان كانت مقدار درهم فغسلها واجب والصلاة معها جائزة وان كانت اقل من قدر الدرهم فغسلها سنة"......(فتاویٰ الهندية:۱/۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

انزال قبل الدخول موجب غسل ہے:

مسئلہ نمبر (۲۲۰): محترم مفتی صاحب ایک مسئلہ عرض کرر ہا ہوں اس کا حل ارسال فرمائیں، جب میاں بیوی آپس میں ہم بستری کریں تو وہ کس وقت جنبی ہوں گے اور ان پر غسل کب فرض ہوگا، اس کی علامت تحریر فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

جب دخول ہوگیا تو ان پر غسل فرض ہوگیا چاہے انزال ہو یا نہ ہو، اگر مرد اور عورت کو دخول سے پہلے بھی انزال ہو تو بھی غسل فرض ہو جاتا ہے۔

”والمعاني الموجبة للغسل انزال المنى على وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم واليقظة...... والتقاء الختانين من غير انزال لقوله عليه السلام اذا التقى الختانان وغابت الحشفة وجب الغسل انزل او لم ينزل ولانه سبب للانزال“......(الهداية: ۱/ ۳۱)

”(الفصل الثالث فى المعانى الموجبة للغسل) وهى ثلاثة منها الجنابة وهى تثبت بسببين احدهما خروج المنى على وجه الدفق والشهوة من غير ايلاج باللمس اوالنظر اوالاحتلام اوالاستنماء كذافى المحيط السرخسى من الرجل والمرأة فى النوم واليقظة كذا فى الهداية“......(فتاوى الهندية: ۱/ ۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حالت جنابت میں کھانا پینا:

مسئلہ نمبر (۲۲۱): کیا احتلام کے بعد کچھ کھانا درست ہے، یا پہلے نہانا ضروری ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ جب غسل واجب ہو جائے تو سب سے پہلے غسل کرنا چاہیے، بعد میں کھانا وغیرہ کھایا جائے، البتہ اگر کسی وجہ سے غسل میں تاخیر ہو جائے تو ہاتھ منہ دھو کر کھانا، پینا بلا کراہت جائز ہے۔

”الجنب اذا أرادأن يأكل او يشرب فالمستحب له ان يغسل يديه وفاه وإن ترك لابأس به“......(قاضي خان على هامش الهندية : ۱/۴۶)

”ويجوز للجنب ان يذكرالله تعالى ويأكل ويشرب اذا تمضمض “......(فتح القدير : ۱/۵۰)

”وان اراد ان يأكل او يشرب فينبغي ان يتمضمض ويغسل يديه كذا في السراج الوهاج “......(الهندية: ۱/۱۶ ،البحر: ۱/۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

غسل کرنا فوراً واجب نہیں:

مسئلہ نمبر(۲۲۲): جب آدمی پر غسل فرض ہو جائے تو فوراً غسل کرنا ضروری ہوتا ہے یا کچھ تاخیر کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں بہتر تو یہی ہے کہ جلدی غسل کرلیا جائے لیکن اگر نماز کے وقت تک غسل کو مؤخر کردے تو گناہ گار نہیں ہوگا۔

”الجنب اذا اخر الاغتسال الى وقت الصلاة لا يأثم كذا في المحيط“ ......
(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

غسل کرنے کر بعد دوبارہ منی کا قطرہ نکلے تو کیا دوبارہ غسل کرنا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر(۲۲۳): اگر کسی آدمی کو احتلام ہو جائے اور وہ فوراً غسل کرلے، غسل کے بعد اس کو شرمگاہ کے سوراخ پر دوبارہ کچھ منی نظر آئے تو کیا وہ دوبارہ غسل کرے یا پہلا غسل کافی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر اس شخص نے غسل سے پہلے پیشاب کرلیا ہو تو پہلا غسل کافی ہے اور اگر غسل سے پہلے پیشاب نہ کیا ہو تو اس پر دوبارہ غسل کرنا واجب ہے۔

”لو اغتسل من الجنابة قبل ان يبول او ينام وصلى ثم خرج بقية المنى فعليه ان يغتسل عندهما خلافا لأبى يوسف رحمه الله تعالى ولكن لا يعيد تلك الصلاة فى قولهم جميعا كذا فى الذخيرة ولو خرج بعد ما بال اونام او مشى لا يجب عليه الغسل اتفاقا كذا فى التبيين“......(الهندية : ۱/۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کیا احتیاطاً غسل کرنا واجب ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۲۴): مجھے یہ مسئلہ کنفرم کرنا ہے کہ میں نے بہشتی زیور (مؤلفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی) کے گیارہویں حصہ یعنی بہشتی گوہر کے صفحہ ۱۶، ۱۷/ پر یہ مسئلہ پڑھا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ ”یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو“ تو اس صورت میں احتیاطاً غسل کر لینا واجب ہے اگر غسل نہ کرے گا تو نماز نہ ہوگی اور سخت گناہ ہوگا، جبکہ میں نے دو عدد دوسری کتب میں بھی یہی مسئلہ پڑھا ہے کہ ”یقین ہو جائے کہ مذی ہے اور احتلام یاد نہ تو غسل واجب نہیں ہوتا“ ان کتب کے نام ”عمدۃ الفقہ“ صفحہ ۱۶۷ (حضرت مولانا زوّار حسین شاہ) اور معدن الحقائق (اردو شرح کنز الدقائق) صفحہ ۸۹ (حضرت مولانا حنیف گنگوہی) مجھے یہ پوچھنا ہے کہ کس کتاب میں یہ مسئلہ درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بہشتی گوہر کا مسئلہ صحیح نہیں ہے عمدۃ الفقہ کا صحیح ہے، البحر الرائق ج:ا ص۱۰۵/ اور فتاوی شامیۃ :۱/۱۲۰ میں اس کی تائید موجود ہے۔

”ولا يجب اتفاقا فيما اذا علم انه ودى مطلقا وفيما اذا علم انه مذى او شك فى الاخيرين مع عدم تذكر الاحتلام اه“...... (ردالمحتار: ۱/۱۲۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مذی کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۵): اگر بیوی کے ساتھ بات چیت کرتے وقت یا بوس و کنار کرتے وقت پانی خارج ہو تو اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بیوی سے بات چیت کرتے وقت یا بوس وکنار کے وقت جو پانی خارج ہوتا ہے اگر وہ پانی شہوت کے ساتھ علی وجہ الدفق نکلے اور وہ پانی سفید اور گاڑھا ہو اور اس پانی کے نکلنے کے بعد عضو تناسل ڈھیلا پڑ جائے اور جوش ٹھنڈا ہو جائے تو وہ منی ہے، اس سے غسل کرنا واجب ہے، اور اگر وہ پانی رقیق ہے گاڑھا نہیں ہے سفیدی مائل ہے اور نہ ہی اس کے نکلنے کے بعد عضو ڈھیلا ہوا ہے اور نہ ہی جوش ٹھنڈا ہوا ہے تو یہ مذی ہے اس کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔

”والمعانی الموجبة للغسل انزال المنی علی وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم واليقظة“......(الهداية : ۳۱)

”وليس فی المذی والودی غسل وفيهما الوضوء ......والمذی رقيق يضرب الی البياض يخرج عند ملاعبة الرجل اهله والتفسير ماثور عن عائشة رضی الله عنها“...... (الهداية : ۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوران غسل عورت کے لیے مینڈیاں کھولنا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۲۶): کیا عورتوں کے لیے غسل کے وقت سر کے تمام بال گیلے کرنا ضروری ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر عورتوں کے بال کھلے ہوئے ہوں تو سارے بال گیلے کرنا ضروری ہے بصورت دیگر اگر پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے تو کافی ہے مینڈیاں کھولنے کی ضرورت نہیں جس وقت مینڈیاں کھولنے میں حرج ہو اور اگر حرج نہ ہو تو کھول کر سارے بال گیلے کرنا ضروری ہے۔

”و(لا) يفترض نقض (المضفور من شعر المراة إن سری الماء فی أصوله) اتفاقا لحديث أم سلمة أنها قالت يارسول الله إنی امرأة أشد ضفر رأسی أ فأنقضه لغسل الجنابة قال إنما يكفيك أن تحثی علی رأسك ثلاث حثيات

من ماء ثم تفیضی علی سائر جسدک الماء فتطھرین"......(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح :۱۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصوب

☆☆☆☆☆☆☆☆

جنابت اوراس کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۷): میاں بیوی کب جنبی ہوتے ہیں اوران پر غسل کب فرض ہوتا ہے؟اس کی علامت کیا ہے۔ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جنابت دوطریقے سے ثابت ہوتی ہے:

(۱)منی کا شہوت کے ساتھ نکلنا،چاہے چھونے سے یا احتلام کی وجہ سے یا دیکھنے کے ساتھ یا دخول سے یعنی حشفہ کے سبیلین میں چھپ جانے سے جنبی ہوجائیں گےاوران پر غسل فرض ہوجائے گا۔

"الفصل الثالث فی المعانی الموجبة للغسل وھی ثلاثة منھا الجنابة وھی تثبت بسببین أحدھما خروج المنی علی وجه الدفق والشھوة من غیر ایلاج باللمس او النظراو الاحتلام او الاستمناء کذا فی المحیط السرخسی من الرجل والمراة فی النوم والیقظ کذا فی الھداية...... السبب الثانی الایلاج فی احد السبیلین اذا توارت الحشفة یوجب الغسل علی الفاعل والمفعول به انزل او لم ینزل وھذا ھو مذھب لعلمائنا کذا فی المحیط وھو الصحیح کذا فی فتاوی قاضی خان"......(فتاوی ھندية : ۱/۱۵،۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حالت جنابت میں یا بغیر طہارت کے قرآن اور مسنون دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں:

مسئلہ نمبر(۲۲۸): بغیر طہارت کے قرآن پاک زبانی پڑھایا جاسکتا ہےاورمسنون دعائیں پڑھی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب باسم الملک الوهاب

بغیر وضو کے قرآن پاک پڑھا جا سکتا ہے البتہ مس نہیں کرسکتا اور جنابت کی صورت میں قرآن پاک کی تلاوت ممنوع ہے، ہاں اگر جنابت کی صورت میں ایک ایک کلمہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہو تو اس کی گنجائش ہے اور مسنون دعائیں یعنی تسبیحات وغیرہ دونوں صورتوں میں پڑھنا جائز ہے۔

’’(ویحرم) الحدث (الاکبر دخول مسجد) ......(ولو للعبور) خلافا للشافعی ؒ (الالضرورة) ...... (و) یحرم به (تلاوة قرآن) ولو دون آیة علی المختار (بقصده) فلو قصد الدعاء او الثناء أو افتتاح أمر أو التعلیم ولقن کلمة کلمة حل فی الأصح حتی لو قصد بالفاتحة الثناء فی الجنازة لم یکره الا اذا قرأ المصلی قاصدا الثناء فانها تجزیه لانها فی محلها فلا یتغیر حکمها بقصده الخ‘‘......(الدر المختارعلی هامش ردالمحتار: ۱/۱۲۶،۱۲۷)

’’ولاباس بان یقرء القرآن لماروی عن بعض الصحابة ان رسول الله ﷺ کان لایحجزه شیء عن قراء ة القرآن الاالجنابة ‘‘......(المحیط البرهانی : ۱/۲۱۹)

’’ویجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الاذان ونحوذلک کذافی السراجیة ‘‘......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۳۸)

’’ویکره لهما قراءة دعاء الوتر لان ابیا یجعله من القرآن سورتین من اوله اللهم ایاک نعبدسورة ومن هنا الی اٰخره اخری وظاهرالمذهب لایکره وعلیه الفتویٰ ‘‘......(فتح القدیر: ۱/۱۴۹)

’’عن علی رضی الله عنه قال کان رسول الله ﷺ یقرئنا القرآن علی کل حال مالم یکن جنبا(رواه ابوداؤد والترمذی)ثم کل من الحدیثین یصلح مخصصا لحدیث مسلم عن عائشة انه کان یذکرالله علی کل احیانه بعدالقول بتناول الذکر قراء ة القرآن‘‘......(البحرالرائق : ۱/۳۴۵)

”واما الاذکار فالمنقول اباحتها مطلقا ویدخل فیها اللهم اهدنا الی اخره واما اللهم انا نستعینک الخ الذی هو دعاء القنوت عندنا فالظاهر من المذهب انه لایکره لهما وعلیه الفتویٰ“......(البحر الرائق:۱/۳۴۷)

”ولیس للحائض والجنب والنفساء قراءة القرآن لقوله ﷺ لاتقرء الحائض والجنب شیئامن القرآن “......(هدایه : ۱/۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مہندی اور خضاب لگایا ہو تو مسح کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۹): کیا ڈاڑھی یا سر کے بالوں پر کالی مہندی یا خضاب (یا کالا کولا رسمیول وغیرہ) لگانے سے وضو اور غسل ہو جاتا ہے، اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر کسی نے ایسا خضاب یا مہندی لگائی، جس کا جرم ہو اور وہ پانی کو بالوں تک پہنچنے سے مانع ہو تو اس سے وضو اور غسل نہیں ہوتا بصورت دیگر اگر ذی جرم نہ ہو اور پانی پہنچنے سے مانع نہ ہو تو وضو اور غسل ہو جاتا ہے۔

”وذکر الناطفی فی الهدایة إذا اختضب ومسح برأسه عند وضوئه علی خضابه لا یجزئه وإن وصل الماء إلی شعره قال وهو کا لمرأة إذا مسحت علی الوقایة فوصل الماء إلی شعرها وذلک لایجوزفههنا کذلک ورأیت فی مسئلة الخضاب فی شرح بعض المشائخ رحمهم الله تعالیٰ أنه إذا اختلطت البلة بالخضاب وخرجت من حکم الماء المطلق فلا یجو ز المسح وهو بمنزلة الماء الزعفران‘...... (المحیط البر هانی : ۱/ ۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بیماری کی وجہ سے عورت سر کے بال نہیں دھو سکتی تو کیا بالوں کو کاٹ سکتی ہے؟:

مسئلہ نمبر(۲۳۰): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کئی سالوں سے بیمار پڑی ہے صاحب

فراش ہے چارپائی سے اٹھ نہیں سکتی اور نہ غسل کرسکتی ہے اور نہ سر دھوسکتی ہے، لہذا سر کے بالوں میں بہت گندگی میل جمع ہوچکی ہے، اس عورت کے لیے سر کے بال کاٹنے جائز ہیں یا نہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر عورت کو سر کے دھونے سے ہلاکت کا خطرہ نہ ہو، سر دھولے اگر دھونے سے ہلاکت کا خطرہ ہو، لیکن نہ دھونے کی وجہ سے زیادہ تکلیف نہ ہو، بیماری میں اضافے کا خطرہ نہ ہو، پھر نہ دھوئے، لیکن دونوں صورتوں میں سر کے بال کاٹنا جائز نہیں ہے۔

”لما فی الدر المختار عن المجتبی قطعت شعر رأسها أثمت ولعنت ،زاد فی البزازية وإن بأذن الزوج لأنه لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق ولذا يحرم علی الزوج قطع لحية والمعنی المؤثر التشبه بالرجال“......(الدرعلی هامش الرد:۵/۲۸۸)

” فی الأشباه أحكام الأنثی قوله وتمنع من حلق رأسها أی حلق شعر رأسها إلی قوله والظاهر أن المراد بحلق رأسها إزالته سواء كان بحلق أو قص أو نتف أو نورة فليحرر والمراد بعدم الجواز كراهة التحريم كما فی مفتاح السعادة ولو حلقت فإن فعلت ذلک تشبها بالرجال فهو مكروه لأنها ملعونة“......(شرح الاشباه والنظائر المسمی بغمزعيون البصائرللعلامة الشيخ السيداحمدبن محمود الحموی المصری رحمه الله:۷۳)

” وعن علی رضی الله عنه قال نهی رسول الله صلی الله عليه وسلم أن تحلق المرأة رأسها رواه النسائی “......(مشكوة باب الترجل:۲/۳۹۷)

ہاں اگر عورت کو سر درد یا دوسری تکلیف ہے اور بالوں کو کاٹنے کے بغیر ازالہ تکلیف مشکل ہو، طبیب مسلمان حاذق بتائے کہ دھونا مضر ہے، کاٹنے میں تکلیف رفع ہوجائے گی پھر کاٹنا جائز ہے۔

”ولو حلقت المرأ ة رأسها فإن فعلت لوجع أصابها لابأس به وإن فعلت ذلک تشبها بالرجل فهو مكروه كذا فی الكبری“......(فتاوی الهندية:۵/۳۵۸)

بہرصورت بوجہ ضرورت گنجائش ہے، بغیر ضرورت کے مکروہ تحریمی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جنیہ سے مباشرت کے بعد غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

جس آدمی پر آسیب آتی ہے، آسیب عورت ہے یہ عورت قطعی نظر نہیں آتی ہے اور نہ گفتگو کرتی ہے، لیکن ہاتھ لگانے سے یا جسم کے حصہ سے مکمل احساس اور علم ہوتا ہے، یہ باقاعدہ مباشرت کراتی ہے، بوقت مباشرت بھی صرف ممسوس ہوتی رہتی ہے دیکھائی نہیں دیتی، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ باقاعدہ مباشرت کرنے کے بعد انزال اگر نہ ہو یا انزال فرج میں ہو تو کیا غسل لازم ہے یا نہیں، کیا اس حالت کے ساتھ جماع کرنے سے زنا لازم آتا ہے یا نہیں، یا نکاح کرانے کا طریقہ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر یہ جنّیہ عورت انسانی صورت میں ظاہر ہو کر اس کے ساتھ جماع ہو جائے تو بغیر انزال بھی غیبوبۃ حشفہ کے بعد غسل واجب ہونے کا قول علامہ شامیؒ نے باب الغسل میں نقل کیا ہے، اور نکاح کرنا جنّیہ سے حرام قرار دینا ذکر کیا ہے، عبارت یہ ہے۔

> ''وكذا إذا ظهر للرجل جنية فى صورة آدمية فوطئها وجب الغسل لوجود المجانسة الصورية المفيدة لكمال السببية اللهم إلا أن يقال هذا إنما يتم لو لم توجد بينهما مباينة معنوية فى الحقيقة .ومن ثم علل به بعضهم حرمة التناكح بينهما فينبغي أن لا يجب الغسل إلا بالإنزال''......(ردالمحتار: ۱/۱۱۹)

سوال میں یہ ذکر ہے وہ کہ دکھائی نہیں دیتی پس مذکورہ روایت کے مطابق بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہے لیکن سوال میں یہ ذکر کہ باقاعدہ مباشرت کراتی ہے تو جب شوہر اور بیوی کی طرح بیداری کی حالت میں لذت جماع محسوس ہو رہی ہو تو احتیاطا بغیر انزال کے بھی غسل کر لیا جائے۔

> ''وبالجملة التقيد ......الأدمى للاحتراز عن الجنى ليس بشئ''......(السعاية ۳۱۶)

یہ تو ظاہر ہے کہ جنیہ سے جماع حرام اور گناہ ہے،

”والذين هم لفروجهم حافظون إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين“......(سورة المؤمنون،آيت نمبر ۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مجامعت سے غسل کرنے کے بعد عورت کے فرج سے شوہر کی منی خارج ہونا:

مسئلہ نمبر(۲۳۲): مجامعت کے بعد جب غسل کرلیتی ہوں تو غسل سے فارغ ہونے کے بعد تک مجھے اپنے میاں کے مادہ منویہ کے قطرات جائے مخصوصہ سے رستے اور گرتے محسوس ہوتے ہیں ،تو کیا اس صورت میں مجھ پر دوبارہ غسل کرنا واجب ہے یا صرف استنجاء کرلینا کافی ہوگا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں آپ پر دوبارہ غسل کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ صرف استنجاء اور وضو کافی ہے۔

”إذا اغتسلت بعد ما جامعها زوجها ثم خرج منها منى الزوج فعليها الوضوء دون الغسل“......(الهندية: ۱/۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

حالت احتلام میں قبل الغسل کھانا پینا:

مسئلہ نمبر(۲۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا احتلام کے بعد اور غسل کرنے سے پہلے کچھ کھانا پینا جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں کھانا پینا جائز ہے مگر مناسب یہ ہے کہ کلی کرلے اور ہاتھوں کو دھولے۔

”وان اراد ان ياكل اويشرب فينبغى ان يتمضمض ويغسل يديه كذا فى السراج الوهاج“......(الفتاوى الهندية : ۱/۱۶)

”واذا ارادالجنب الاكل فينبغى ان يغسله يديه ثم يتمضمض ثم ياكل“......(الفتاوى التاتارخانية : ۱/۲۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ناپاکی کی حالت میں قرآن زبانی پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ناپاکی کی حالت میں قرآن زبانی پڑھا جاسکتا ہے؟اور تسبیحات پڑھی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جنابت کی حالت میں قرآن زبانی نہیں پڑھ سکتے ہیں، البتہ تسبیحات واذکار پڑھ سکتے ہیں اور بے وضو ہونے کی حالت میں قرآن کو بغیر چھوئے پڑھنا جائز ہے۔

"ولاباس بان يقرأ القرآن لماروى عن بعض الصحابة رضوان الله تعالیٰ عليهم اجمعين ان رسول الله ﷺ كان لايحجزه شيء عن قراءة القرآن الاالجنابة"......(المحيط البرهانی : ۱/۲۱۹)

"واماالاذكار فالمنقول اباحتها مطلقا"......(البحرالرائق : ۱/۳۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جنابت کی حالت میں کھانا پینا:

مسئلہ نمبر(۲۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنابت کی حالت میں کھانا کھانا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جنابت کی حالت میں بغیر منہ ہاتھ دھوئے کھانا کھانا مکروہ ہے۔

"ويكره للجنب رجلا كان اوامرأة ان ياكل طعاما اويشرب قبل غسل اليدين والفم"......(هندية: ۵/۳۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کے لیے غسل کے وقت بال گیلے کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورتوں کے لیے تمام بال غسل کے وقت گیلے کرنا ضروری ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عورت کے بال اگر گندھے ہوئے ہوں تو سارے بالوں کا گیلا کرنا ضروری نہیں، البتہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری ہے اور اگر بال کھلے ہوئے ہوں تو تمام بالوں کو گیلا کرنا ضروری ہے۔

"وکفی بل اصل ضفیرتھا ای شعر المرء ۃ المضفور للحرج اما المنقوص فیفرض غسل کلہ اتفاقا ولولم یبتل اصلھا یجب نقضھا مطلقا ھو الصحیح" ......(الدر المختار: ۱/۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دانتوں میں روٹی کے ٹکڑے پھنسے ہوں تو غسل ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۲۳۷): اگر کوئی شخص غسل کر رہا ہو اور اس کے دانتوں کے درمیان روٹی کے چھوٹے ٹکڑے پھنسے ہوئے ہوں اور ان کو نکال کر پانی نہ پہنچائے تو کیا غسل درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

دانتوں میں روٹی کے پھنسے ہوئے ٹکڑے نکالنے کے بعد غسل کرتے وقت اگر پانی ان سوراخوں تک نہ بھی پہنچے تو اس سے غسل ادا ہو جائے گا البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ وہاں تک پانی پہنچائے۔

"ذکر الصدر الشھید حسام الدین فی موضع آخر اذا کان فی اسنانہ کوات یبقی فیھا الطعام لایجزیہ مالم یخرجہ ویجری الماء علیھا وفی فتاوی الفضلی والفقیہ ابی اللیث خلاف ھذا فالاحتیاط ان یفعل اہ وفی معراج الدرایۃ الاصح انہ یجزیہ" ......(البحر الرائق: ۱/۸۸)

"ویجزیہ عن المضمضۃ والاستنشاق اذا اصاب جمیع فمہ کذا فی الظھیریۃ ولو کان سنہ مجوفا فبقی فیہ اوبین اسنانہ طعام اودرن رطب فی انفہ تم غسلہ علی الاصح کذافی الزاھدی والاحتیاط ان یخرج الطعام عن تجویفہ ویجری الماء علیہ ھکذا فی فتح القدیر" ......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۳)

"قولہ غسل الفم والانف) ای بدون المبالغۃ فیھمافانھا سنۃ فیہ علی المعتمد

وشرب الماء عبايقوم مقام غسل الفم لامصا ولوكان سنه مجوفا فبقى فيه طعام اوبين اسنانه اوكان فى انفه درن رطب اجزأه“ ...... (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نورالايضاح: ۱۰۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

منی مذی اورودی میں کس حالت میں غسل واجب ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مذی، ودی اور منی میں سے کس حالت میں غسل فرض ہوتا ہے؟ تفصیل سے آگاہ کریں.

الجواب باسم الملک الوھاب

منی نکلنے سے غسل فرض ہوتا ہے لیکن اگر منی کسی اونچی جگہ سے گرنے کی وجہ سے یا وزن اٹھانے کی وجہ سے بغیر شہوت کے نکلے تو اس سے غسل فرض نہیں ہوتا، باقی مذی اور ودی کے نکلنے سے صرف وضو فرض ہوتا ہے غسل نہیں۔

”الفصل الثالث فى المعانى الموجبة للغسل وهى ثلاثة منها الجنابة وهى تثبت بسببين احدهما خروج المنى على وجه الدفق والشهوة من غير ايلاج باللمس اوالنظر اوالاحتلام اوالاستمناء كذا فى محيط السرخسى من الرجل والمرء ة فى النوم واليقظة كذا فى الهداية“......(الهندية: ۱۴/۱)

”المذى ينقض الوضوء وكذا الودى والمنى اذاخرج من غير شهوة بان حمل شيئا فسبقه المنى اوسقط من مكان مرتفع يوجب الوضوء كذافى المحيط“......(هندية: ۱۰/۱)

”وخروج المنى لاعن شهوة بان سقط من مكان مرتفع اوماشبه ذلك لايوجب الغسل وينقض الوضوء والمذى ينقض الوضوء وهوماء رقيق يخرج عندالشهوة وكذاالودى وهوماء غليظ يخرج بعدالبول“......(فتاوى قاضيخان على هامش الهندية: ۳۸/۱)

”اسباب الغسل ثلاثة الجنابة والحيض والنفاس الجنابة تثبت بسببين

احدھا انفصال المنی عن شھوة والثانی الایلاج فی الآدمی“......(فتاوی قاضیخان علی ھامش الھندیة: ۱/۴۲،فصل فیمایوجب الغسل)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میاں بیوی ہمبستری کے وقت کب جنبی ہوتے ہیں؟

مسئلہ نمبر(۲۳۹): محترم مفتی صاحب ایک مسئلہ عرض کرر ہاہوں اس کا حل ارسال فرمائیں، جب میاں بیوی آپس میں ہمبستری کریں تو وہ کس وقت جنبی ہوتے ہیں اوران پر غسل کب فرض ہوتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں زوجین کے باہمی ملاپ سے غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب مرد کے ذکر کی سپاری عورت کے ختنہ کی جگہ میں غائب ہوجائے اور ذکر کی سپاری کا غائب ہوجانا ہی ان پر غسل واجب ہونے کا سبب ہے خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

”کماقال الشامی فی بحث وجوب الغسل ......(قوله وعندایلاج) ای ادخال وھذا اعم من التعبیر بالتقاء الختانین لشموله الدبر ایضا......(قوله ھی مافوق الختان) کذا فی القاموس زادالزیلعی من راس الذکر وفی حاشیة نوح افندی ھی راس الذکرالی الختان وھو ای الختان موضع قطع جلد القلفة فموضع القطع غیر داخل فی الحشفة“......(ردالمحتار: ۱/۱۱۹)

”واذاالتقی الختانان وغابت الحشفة وجب الغسل انزل اولم ینزل“......(فتح القدیر: ۱/۵۶)

”الایلاج فی احدالسبیلین اذاتواترت الحشفة یوجب الغسل علی الفاعل والمفعول به انزل اولم ینزل و ھذاھوالمذھب لعلمائنا کذا فی المحیط“......(ھندیة: ۱/۱۵)

”(وتواری حشفة فی قبل اودبرعلیھما) ای فرض الغسل عندغیبوبة مافوق الختان وکذلک غیبوبة مقدارالحشفة من مقطوعھا فی قبل امرأ ة یجامع

مثلها......والاجماع علی وجوب الغسل بالایلاج وان لم یکن معه انزال“......
(البحرالرائق: ۱/۱۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

حالت جنابت میں بچے کو دودھ پلانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۴۰): حضرت مفتی صاحب حالت جنابت میں غسل کیے بغیر بچے کو دودھ پلانا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عورت حالت جنابت میں بچے کو دودھ پلا سکتی ہے۔

”ولاباس) لحائض وجنب (بقراءة ادعية ومسها وحملها وذكرالله تعالى وتسبيح) وزيارة القبورودخول مصلى عيد(واكل وشرب بعدمضمضة وغسل يد“......(درالمختارعلى هامش ردالمحتار: ۱/۲۱۵)

”قدنقل الشيخ سراج الدين الهندى الاجماع على انه لايجب الوضوء على المحدث والغسل على الجنب والحائض والنفساء قبل وجوب الصلاة اوارادة مالايحل الابه كذا فى البحرالرائق“......(الهندية: ۱/۱۶)

”وان ارادان ياكل اويشرب فينبغى ان يتمضمض ويغسل يديه كذا فى السراج الوهاج “......(الهندية: ۱/۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

غیر ضروری بال کاٹنے سے غسل کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غیر ضروری بال کاٹنے سے غسل فرض ہو جاتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

غیر ضروری بال صاف کرنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

”(ولایعادالغسل) ولومن جنابة (ولاالمسح) فی الوضوء (علی موضع الشعربعدحلقه) لعدم طرق حدث به(و) کذا (لا)یعاد(الغسل بقص ظفره وشاربه) لعدم طرق حدث به وان استحب الغسل“......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح:٦٣،٦٤)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

جنابت کی حالت میں قرآن کمپوزنگ کرنا:

مسئلہ نمبر(۲۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنابت کی حالت میں قرآن مجید کا لکھنا کمپوزنگ کرنا اوراس کوٹائپ کرنا درست ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جنابت کی حالت میں قرآن پاک لکھنا کمپوزنگ کرنا اورٹائپ کرنا درست ہے جب کہ اس میں لکھائی کا محل مس نہ ہوتا ہو، ہاتھ کے ساتھ لکھنے میں تفصیل ہے کہ اگرقرآن پاک لکھنے کے دوران اس کاغذ کے اس حصے پر جس پرقرآن مجید کی لکھائی ہے ہاتھ رکھے تو ناجائز ہے، اگراسی کاغذ کے اس حصے پر جس پرلکھائی نہیں ہے ہاتھ رکھے تو ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔

”وذکر فی الجامع الصغیر المنسوب الی قاضی خان لاباس للجنب ان یکتب القرآن والصحیفة اواللوح علی الارض اوالوسادة عند ابی یوسف خلافالمحمد لانه لیس فیه مس القرآن ولذا قیل المکروه مس المکتوب لامواضع البیاض ذکره الامام التمرتاشی وینبغی ان یفصل فان کان لایمس الصحیفة بان وضع علیها مایحول بینها وبین یده یؤخذ بقول ابی یوسف لانه لم یمس المکتوب ولا الکتاب والا فبقول محمد لانه ان لم یمس المکتوب فقد مس الکتاب“......(حلبی کبیری : ۵۱،۵۰)

”وفی الخجندی یکره للجنب والحائض کتابة القرآن اذاکان مباشر اللوح والبیاض وان وضعهما علی الارض وکتبه من غیران یضع یده علی المکتوب لاباس به“......(الجوهرة النیرة : ۱/۳٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

کیاٹانگوں پرپیشاب لگنے سےغسل کرناضروری ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۴۳): کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرکسی وجہ سے خودبخودپیشاب نکل جائےتوٹانگیں دھوناکافی ہے یاغسل کرناواجب ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ٹانگیں دھوناکافی ہےغسل واجب نہیں۔

”وان کانت غیر مرئیة یغسلها ثلاث مرات کذافی المحیط“......(الھندیة: ۴۲/۱)

”فصل فیمایوجب الغسل ،اسباب الغسل ثلاثة الجنابة والحیض والنفاس الجنابة تثبت بسببین احدھما انفصال المنی عن شھوة والثانی الایلاج فی الآدمی“......(فتاویٰ خانیة علی ھامش الھندیة: ۴۲/۱)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیافکس دانتوں کووضواورغسل میں اتارناضروری ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۴۴): کیافرماتے ہیں علماءکرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اگرفکس دانت نقلی لگے ہوئے ہوں تووضوکرتے وقت یاغسل کرتے وقت ان کواتارنالازمی ہوگایانہیں؟ یاان کواتارےبغیروضویاغسل نہیں ہوگا؟

(۲) اگرجسم کا کوئی حصہ ظاہری جل گیاہویاکٹ گیا ہووہاں اگرسرجری کروائی جائے توان کو اتارے بغیروضویاغسل ہوجائےگا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) صورت مسئولہ میں اگرمصنوعی دانت کے ہٹانے میں دقت نہ ہوتواس دانت کوہٹاکروضویاغسل کیاجائے اوراگرمصنوعی دانت کوہٹانے میں دقت ہوتوپھرمجبوری کی وجہ سےاس دانت کےساتھ ہی وضویاغسل کرے۔

(۲) اگرجسم کےکسی حصے کی سرجری ایسی کروائی ہوکہ اس مصنوعی جزء کے ہٹانے میں دقت یاضررہوتومجبوری کی وجہ سےاس سرجری کےساتھ ہی وضویاغسل کیاجائےگا۔

”(لاغسل باطن العینین) والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیة والشارب وونیم ذباب للحرج(قوله لاغسل باطن العینین) لانه شحم یضره الماء الحار والبارد ولهذا لواکتحل بکحل نجس لایجب غسله کذافی مختارات النوازل لصاحب الهدایة(قوله والانف والفم) معطوفان علی العینین ای لایجب غسل باطنهما ایضا“......(درمع الشامی : ۱/۷۲)

”وهوتطهیر جمیع البدن واسم البدن یقع علی الظاهر والباطن الاان مایتعذر ایصال الماء الیه خارج عن قضیة النص وکذا مایتعسر لان المتعسرمنفی کالمتعذر کداخل العینین فان فی غسلهما من الحرج مالایخفی فان العین شحم لاتقبل الماء وقدکف بصرمن تکلف له من الصحابة کابن عمروابن عباس ولهذا لاتغسل العین اذااکتحل بکحل نجس “......(البحرالرائق : ۱/۸۷)

”ولایجب ایصال الماء الی داخل العینین کذا فی محیط السرخسی“......(فتاویٰ هندیة:۱/۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

کیا غسل میں آنکھوں کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۴۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل اور وضوکرتے وقت آنکھوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

وضوکرنے والے اورغسل کرنے والے کوآنکھوں کے اندرونی حصہ میں پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے لیکن آنکھوں کوکھولنے اور بندکرنے میں تکلف نہ کرے پس پلکیں اورآنکھوں کے جوانب تک پانی پہنچانا کافی ہے۔

”وایصال الماء الی داخل العینین لیس بواجب ولاسنة ولایتکلف فی الاغماض والفتح حتی یصل الماء الی الاشفار وجوانب العینین کذافی

الظهيرية ،وعن الفقيه احمدبن ابراهيم ان غسل وجهه وغمض عينيه تغميضا شديدا لايجوز كذافي المحيط "......(فتاوى الهندية: ۴/ ۱)

اوردوسری بات یہ ہے کہ آنکھوں کے اندر پانی پہنچانا متعذر رہے۔

"(قوله ولناقوله تعالى وان كنتم جنبافاطهروا وهوامربتطهيرجميع البدن) لانه اضاف التطهير الى مسمى الواو وهوجملة بدن كل مكلف فيدخل كل مايمكن الايصال اليه الامافيه حرج وهوالمراد بقوله يتعذروذلک كداخل العينين"......(فتح القدير: ۵۰، ۵۱/ ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران غسل ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۴۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی پر غسل فرض تھا، غسل کرنے کے بعد فجر کی سنتوں کی نیت کرلی دوران سنت اس کو یاد آیا کہ ناک میں پانی ڈالتے وقت ناک کی نرم ہڈی تک پانی نہیں پہنچا یا اس لیے غسل ناقص ہے لیکن وہ خیال کرتا ہے کہ سنتیں پڑھنے کے بعد ناک میں پانی ڈال لوں گا، چنانچہ وہ اسی حالت میں فجر کی سنتیں پڑھ لیتا ہے، اور پھر ناک میں پانی ڈال کر بعد میں فرض ادا کرلیتا ہے پوچھنا یہ ہے کہ اس حالت میں سنتیں ادا کرنے سے کوئی گناہ تو نہیں ہوگا؟ یا اس کے ایمان میں کوئی فرق تو نہیں آیا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

دوران غسل ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اس میں مبالغہ کرنا (نرم ہڈی تک پہنچانا) سنت ہے لہذا ناک کی نرم ہڈی تک پانی نہ پہنچانے کی وجہ سے غسل ناقص نہیں ہوا بلکہ غسل کامل ہوا ہے، ترک سنت سے غسل تو ہوجاتا ہے لیکن اس کو عادت نہ بنایا جائے لہذا اس حالت میں سنتیں پڑھنے سے کوئی گناہ نہیں ہوا اور ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"والمبالغة فى الاستنشاق ان يضع الماء على منخريه ويجربه حتى يصعد الى مااشتد من أنفه وقال بعضهم المبالغة فى الاستنشاق الاستنثار"......(الفتاوى التاتارخانية: ۲۲۲/ ۱، مطبوعه جديد كوئٹه)

”والمبالغة فيهما سنة ايضا وفى شرح الطحاوى الاان يكون صائما “ ......(الفتاوى التاتارخانية: ۲۲۲/۱ ،جديدمطبوعه رشيديه كوئٹه)

”والاستنشاق لغة من النشق وهوجذب الماء ونحوه بريح الانف الى داخله واصطلاحا ايصال الماء الى مارن الانف كذافى الخلاصة والمارن مالان من الانف والمبالغة سنة فيهما ايضاكذافى الوافى لحديث اصحاب السنن الاربعة بالغ فى المضمضة والاستنشاق” الاان تكون صائما“ وهى فى المضمضة بالغرغرة وفى الاستنشاق بالاستنثار كذافى الكافى“......(البحرالرائق :۱/۴۳)

”وحدالاستنشاق ان يصل الماء الى المارن كذافى الخلاصة “ ......(الهندية: ۱/٦)

”قال صاحب البدائع : ومنهاالمبالغة فى المضمضة والإستنشاق إلا فى حال الصوم فيرفق ، لما روى أن النبى ﷺ قال للقيط بن صبرة : ”بالغ فى المضمضة والا ستنشاق الا أن تكون صائما فأرفق“ولأن المبالغة فيهما من باب التكميل فى التطهير فكانت مسنونة إلا فى حال الصوم لما فيها من تعريض الصوم للفساد “......(بدائع الصنائع : ۱/۱۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چاندی کے لگائے ہوئے دانت میں وضواور غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ اپنے دانتوں کے اوپر یا کوئی دانت نکلنے کے بعد چاندی وغیرہ کا دانت لگواتے ہیں تو کیا وضواور غسل میں اسے دھویا جائے یعنی وضواور غسل بغیر ہٹانے کے درست ہوجائے گا یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر چاندی کے دانت کو ہٹانا ممکن ہوتواس دانت کو ہٹا کر وضو یا غسل کرے،اگر چاندی کے دانت کو ہٹانا ممکن نہ ہوتو پھر مجبوری کی وجہ سے اس دانت کے ساتھ ہی وضو یا غسل کرے۔

’’(لاغسل باطن العینین)والانف والفم واصول شعرالحاجبین واللحیة والشارب وونیم ذباب للحرج......قوله لاغسل باطن العینین لانه شحم یضره الماء الحار والبارد ولهذا لواکتحل بکحل نجس لایجب غسله کذافی مختارات النوازل لصاحب الهدایة(قوله والانف والفم) معطوفان علی العینین ای لایجب غسل باطنهماایضاً‘‘......(درمع ردالمحتار : ۱/۲۷)

’’وهوتطهیر جمیع البدن واسم البدن یقع علی الظاهر والباطن الامایتعذر ایصال الماء الیه خارج عن قضیة النص وکذا مایتعسر لان المتعسر منفی کالمتعذر کداخل العینین فان فی غسلهما من الحرج مالایخفی فان العین شحم لاتقبل الماء وقدکف بصره من تکلف له من الصحابة کابن عمروابن عباس ولهذا لاتغسل العین اذااکتحل بکحل نجس ‘‘ ...... (البحرالرائق:۱/۸۷)

’’ولایجب ایصال الماء الی داخل العینین کذافی المحیط السرخسی‘‘......(فتاوی الهندیة:۱/۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حدث کی حالت میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا:

مسئلہ نمبر(۲۴۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیاناپاکی کی حالت میں قرآن پاک زبانی پڑھاجاسکتاہے؟اورتسبیحات پڑھی جاسکتی ہیں؟ کیاگھرمیں فرض نماز پڑھی جاسکتی ہے جب کہ آدمی کومعلوم ہوکہ مسجد میں نماز ہوچکی ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں قرآن پاک حدث اصغرکی حالت میں (بغیروضوکے) زبانی پڑھنا جائز ہے،اورحدث اکبر(جنابت اورحیض اورنفاس) کی صورت میں قرآن پاک کی تلاوت ممنوع ہے،ہاں اگرقرآن پاک پڑھانا ہوتوایک ایک کلمہ پرٹھہرکرپڑھاسکتاہے،اورتسبیحات حدث اصغراورحدث اکبردونوں صورتوں میں پڑھنا جائز ہیں،

اگر محلّہ کی مسجد میں جماعت ہوجائے اور معلوم بھی ہو کہ جماعت ہوچکی ہے، پھر اگر گھر میں جماعت کی کوئی صورت بن سکتی ہو تو گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اچھا ہے۔

"(ویحرم الحدث الاکبر دخول مسجد)...... ولوللعبور الاضرورة...... ویحرم به (تلاوة قرآن) ولودون آیة علی المختار بقصده فلوقصدالدعاء اوالثناء اوافتتاح امر اوالتعلیم ولقن کلمة کلمة حل فی الاصح حتی لوقصد بالفاتحة الثناء فی الجنازة لم یکره الااذا قرء المصلی قاصداالثناء فانها تجزیه لانها فی محلها فلایتغیر حکمها بقصده "......(درالمختار علی هامش ردالمحتار:۱/۱۲۶،۱۲۷)

"(قوله ولوفاتته ندب طلبها) فلایجب علیه الطلب فی المساجد بلاخلاف بین اصحابنا بل ان اتی مسجداللجماعة آخر فحسن وان صلی فی مسجدحیه منفردا فحسن وذکر القدوری یجمع باهله ویصلی بهم یعنی وینال ثواب الجماعة کذا فی الفتح "......(فتاوی شامی:۱/۴۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پیشاب کے بعد آنے والے قطروں سے غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۴۹): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بچپن کی غلطیوں کی وجہ سے مجھے ایک بیماری لاحق ہوگئی ہے گرم چیز کھاؤں یا نہ کھاؤں پیشاب کے بعد قطرے آتے ہیں ،کوئی کہتا ہے احتلام ہے کوئی کہتا ہے بیماری ہے پتہ نہیں کیا ہے مگر میرے کپڑے بھی بعض دفعہ گندے ہوجاتے ہیں اب اگر میں دفتر میں ہوں یا باہر ہوں تو مجھے نماز بھی پڑھنی ہوتی ہے تو میں کیا صرف وضو کر کے نماز ادا کرسکتا ہوں یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ گندگی میرے کپڑوں پر لگ جائے تو میں کیا کروں کیونکہ میں تو کافی عرصہ سے ایسے ہی نماز پڑھتا ہوں اب تو دو سال سے میں نے غلط کام چھوڑ دیے ہیں مگر انسان ہوں جب بھی کسی لڑکی سے بات کرتا ہوں یا ذہن اس طرف چلا جاتا ہے تو پھر کپڑے گندے ہوجاتے ہیں اور مجھے رات کو کبھی سوتے میں احتلام نہیں

ہوا ہمیشہ اسی طرح پیشاب کے بعد مواد نکلتا ہے مہربانی کرکے مسئلے کا حل بتائیں، اور کچھ پڑھنے کو بھی بتائیں تاکہ میں اس بیماری سے جان چھڑا سکوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) پیشاب کے بعد جو قطرے گرتے ہیں یہ ودی کہلاتی ہے اور اس سے غسل فرض نہیں ہوتا صرف وضو کرنا ضروری ہے۔

"والودی بول غلیظ وقیل ماء یخرج بعدالاغتسال من الجماع وبعدالبول کذافی التبیین "......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۰)

"اوودی بل الوضوء منه(قوله بل الوضوء منه)الخ ای بل یجب الوضوء منه ای من الودی ومن البول جمیعا "......(فتاویٰ شامی : ۱/۱۲۲)

(۲) اگر ودی کپڑوں کو لگ جائے اور درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو دھونا فرض ہے بغیر دھوئے نماز جائز نہیں، اگر پڑھ لی تو اعادہ فرض ہے اور اگر درہم کی مقدار کے برابر ہے تو دھونا واجب ہے بغیر دھوئے انہی کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اور اگر درہم کی مقدار سے کم ہو تو اس کا دھونا سنت ہے اور بغیر دھوئے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

"النجاسة ان کانت غلیظة وھی اکثر من قدرالدرھم فغسلھا فریضة والصلاة بھا باطلة وان کانت مقدار درھم فغسلھا واجب والصلاة معھاجائزة وان کانت اقل من قدرالدرھم فغسلھا سنة "......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۵۸)

"وعفی الشارع عن قدرالدرھم وان کرہ تحریما فیجب غسله ومادونه تنزیھا فیسن "......(الدرالمختار: ۱/۵۴)

(۳) اگر اجنبی عورت کی طرف دیکھتے وقت شہوت تھی اور شہوت کے بعد مواد نکلا اور اس سے کپڑے گندے ہوگئے تو غسل فرض ہوگا کیونکہ یہ منی ہے اور جتنا حصہ کپڑے کا گندا ہوا ہے اس کو دھونا فرض ہے۔

"والثانی اذانظر الی امرأة بشھوة فزال المنی عن مکانه بشھوة فامسک ذکرہ حتی انکسرت شھوته ثم سال بعدذلک لاعن دفق فعلی ھذا الخلاف"......(البحرالرائق: ۱/۱۰۳)

بہر حال اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے سے پرہیز کریں کیونکہ ان کی طرف شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور اس کو حدیث میں آنکھ کا زنا کہا گیا ہے، لہذا اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی اجنبی عورت پر نظر پڑے تو فوراً نظر پھیر لے اور یہ سوچے کہ اس گناہ کی وجہ سے آنکھیں جہنم میں جلیں گی اور یہ وظیفہ پڑھے۔

''وَاِنْ یَّکَادُالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّاسَمِعُوْا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَاھُوَاِلَّا ذِکْرٌلِّلْعَالَمِیْنَ''......(سورۃ القلم : ۵۲،۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا احتلام کے بعد سارے کپڑے کو دھونا ضروری ہے یا متعلقہ جگہ کو؟

مسئلہ نمبر(۲۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) اگر بندہ کو احتلام ہو جائے تو آیا اسے صرف ناپاک جگہ ہی دھونی چاہیئے یا سارے کپڑے کو دھونا چاہیئے ؟ اور کپڑا دھوتے وقت کلمہ شریف پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

(۲) اگر انسان کی منی خارج ہو جائے تو غسل ضروری ہے یا نہیں؟ ایک منی ہوتی ہے دوسری مذی اور تیسری ودی ہوتی ہے، لیس دار قطرہ کے بعد غسل کا کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

(۳) اگر بندہ کچھ وقت یا ساری رات عورت کے پاس لیٹا رہے تو سنا ہے کہ اس پر بھی غسل ضروری ہے کیونکہ اس وقت مذی بھی نکل آتی ہے، وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) مسئلہ مسئولہ میں احتلام ہونے پر تمام کپڑے ناپاک نہیں ہوتے بلکہ کپڑے پر جہاں منی لگی ہو اسی قدر ناپاک ہیں باقی سب پاک ہیں، کپڑے دھوتے وقت کلمہ شریف پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

''(ولو اصابه من) نجاسة غليظة.......... (وغسل طرف ثوب) اوبدن(اصابت نجاسة محلا منه ونسى) المحل (مطهرله''......(درمختار على هامش الرد: ۲۳۵،۲۴۰/۱)

(۲) خروج مذی اور ودی پر غسل واجب نہیں ہے لیکن ان دونوں پر وضو واجب ہے البتہ اگر منی اپنے مقام سے شہوت کے ساتھ خارج ہو تو غسل واجب ہے، اگر بغیر شہوت کے خارج ہو تو غسل واجب نہیں ہے۔

”واجمع العلماء انه لایجب الغسل بخروج المذی والودی کذافی شرح المھذب واذا لم یجب بھما الغسل وجب بھما الوضوء“......(البحرالرائق: ۱/۱۱۵)

”وفرض) الغسل (عند)خروج (منی)...... منفصل عن مقره...... بشھوة ای لذة ولوحکماکمحتلم ولم یذکر الدفق لیشمل منی المرأة ......ولانه لیس بشرط عندھما خلافاللثانی“......(درمختارعلی ھامش الرد: ۱/۱۱۸)

”وفرض عندمنی ذی دفق وشھوة عندانفصاله “......(کنزالدقائق: ۹)

”ولوخرج منی بعدالبول وذکره منتشر وجب الغسل وان لم یکن ذکره منتشرا لایجب الغسل کذافی فتاوی قاضی خان “ ......(البحرالرائق : ۱/۱۰۴)

(۳) عورت کے پاس لیٹے رہنے سے غسل ضروری نہیں، مذی کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مصنوعی بال لگوانے سے غسل اوروضوکاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ہے اس کے سر کے بال نہیں ہیں، اس نے سرکی زینت کے لیے مصنوعی بال لگوائے ہیں اور یہ بال اتارے نہیں جاسکتے، مسئلہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا شخص اگرغسل جنابت کرے گا تو اس کا غسل جنابت صحیح ہوگا یا نہیں؟ اوراگروہ وضوکرے گا تو اس صورت میں اس کا وضوہوگایانہیں؟ کیونکہ وضومیں سرکامسح فرض ہے ،اوراگریہ امامت کروائے تو اس کی امامت درست ہوگی یانہیں؟اورایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بالوں کی پیوندکاری کے لیے آدمی اپنے ہی بالوں کی جڑوں کواپنے جسم کے دوسرے متاثرہ حصے پر لگاسکتا ہے، کسی دوسرے شخص کے بال لے کر لگانا جائز نہیں ،اگرآپریشن کرکے ایسے طریقے سے پیوندکاری کی کہ اصلی جلدتک پانی کے پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تو وضواورغسل اورامامت وغیرہ ان بالوں کی موجودگی میں جائز ہے ورنہ یہ تمام امور جائز نہیں ہیں۔

"ان استعمال جزء منفصل عن غيره من بنی آدم اهانة بذلک الغير والادمی بجميع اجزائه مکرم ولااهانة فی استعمال نفسه فی الاعادة الی مکانه"......(بدائع الصنائع: ۱۶۱/۴)

"الفصل الثالث فی الغسل فی التحفة الغسل اسالة الماء علی جميع مايمکن غسله من بدنه مرة واحدة حتی لوترک شيئا يسيرا لم يصبه الماء لم يخرج من الجنابة وکذافی الوضوء"......(فتاوی التاتارخانية: ۱/۲۷۲،جديد)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جب نہ دخول ہو اور نہ انزال ہو تو کیا غسل لازم ہوگا؟

مسئلہ نمبر (۲۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنی بیوی سے لذت حاصل کرنے کے لیے اگر مرد اپنا عضو تناسل بیوی کی شرمگاہ پر رگڑتا رہے اور دونوں کی رطوبت بھی خارج ہونے لگ جائے لیکن نہ ہی شرمگاہ میں حشفہ کا دخول ہوتا ہے اور نہ ہی انزال ہوتا ہے کیا اس صورت میں غسل واجب ہوگا؟ اور کیا ایسا کرنا درست بھی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ایسا کرنا جائز ہے اور اس صورت میں غسل لازم نہیں ہوگا البتہ وضو کرنا ضروری ہے۔

"قال والمعانی الموجبة للغسل انزال المنی علی وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة ....والتقاء الختانين من غير انزال"......(الهداية: ۱/۳۱)

"وليس فی المذی والودی غسل وفيهما الوضوء"......(الفتاویٰ التاتارخانية: ۱/۲۸۴،مطبوعه جديدالهداية: ۱/۳۳)

"الفصل الثالث فی المعانی الموجبة للغسل وهی ثلاثة،منهاالجنابة وهی تثبت بسببين احدهما خروج المنی علی وجه الدفق والشهوة من غيرايلاج باللمس اوالنظر اوالاحتلام اوالاستنماء کذافی محيط السرخسی من الرجل والمرءة فی النوم واليقظة کذافی الهداية الی قوله (السبب الثانی

الایلاج)الایلاج فی احدالسبیلین اذاتواترت الحشفة یوجب الغسل علی الفاعل والمفعول به انزل اولم ینزل وھذا ھوالمذھب لعلمائنا کذا فی المحیط وھوالصحیح کذافی فتاوی قاضی خان“......(فتاوی الھندیة:۱۵،۱۴/۱)

”قال ابویوسف رحمه الله تعالی سألت اباحنیفة رحمه الله تعالی عن رجل یمس فرج امرأته وھی تمس فرجه لتحرک آلته ھل تری بذلک بأسا قال لاوارجوا ان یعطی الاجر کذا فی الخلاصة “......(فتاوی الھندیة:۳۲۸/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا غسل میں آنکھوں کے لینز اتارنا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتیں اپنی آنکھوں میں لینز لگاتی ہیں اورغسل کی حاجت پیش آتے وقت لینزکواتارنا کبھی بھول جاتی ہیں،غسل کے بعد یادآنے سے کیا دوبارہ غسل کرنا ضروری ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

آنکھوں کے اندروالے حصے کودھونا غسل میں ضروری نہیں،لہذا اگر لینز نہ اتارے ہوں تب بھی غسل ہوجاتا ہے۔

”الباب الثانی فی الغسل وفیه ثلاثة فصول الفصل الاول فی فرائضه ولایجب ایصال الماء الی داخل العینین کذا فی محیط السرخسی “......(الفتاوی الھندیة:۱۳/۱)

”وقال فی التاتارخانیة وایصال الماء الی داخل العینین ساقط“......(الفتاوی التاتارخانیة:۱۹۷/۱،جدید)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غسل کا پانی اگر ٹب میں گر جائے تو کیا وہ ناپاک ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۵۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک ایسا آدمی جس پر غسل فرض ہو اور وہ غسل کر رہا ہو، غسل کرنے کے دوران پانی کے کچھ قطرے بالٹی یا ٹپ میں گر گئے، تو اس پانی کا کیا حکم ہے؟ لیکن نہانے سے قبل وہ استنجاء وغیرہ کر لیتا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

جنبی آدمی کے غسل کرنے کے دوران اگر بالٹی یا ٹپ میں پانی کے چھینٹے گر جائیں تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا، اس پانی سے غسل، وضو وغیرہ جائز ہے جب کہ غسل سے قبل ظاہری نجاست کا ازالہ کر چکا ہو۔

”جنب اغتسل فانتضح من غسله شئ فی انائه لم يفسدعليه الماء“

......(فتاوی الهندية: ۱/۲۳)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگر غسل کی سنتیں پوری نہ کی ہوں تو غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غسل کرنے سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے؟ اور جو غسل کی سنتیں ہیں کیا ان کو پورا کرنا لازمی ہے یا نہیں؟ اگر سنتیں پوری نہیں کریں گے تو کیا غسل ہو گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بہتر یہ ہے کہ سنت کے مطابق غسل کیا جائے البتہ ترک سنت سے غسل تو ہو جاتا ہے لیکن اسے عادت نہیں بنانا چاہیئے۔

”وسنته ان يبدالمغتسل فيغسل يديه وفرجه ويزيل النجاسة ان كان على بدنه ثم يتوضأوضؤه للصلوة الارجليه ثم يفيض الماء على رأسه وسائر جسده ثلاثا ثم يتنحى عن ذلك المكان فيغسل رجليه هكذا حكت ميمونة رضى الله عنها اغتسال رسول الله ﷺ“......(هدايه : ۱/۳۰)

والله تعالى اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیوی سے بوس وکنار کرتے وقت اگر پانی خارج ہوجائے تو غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بیوی کے ساتھ بات چیت کرتے وقت یا بوس وکنار کرتے وقت پانی خارج ہوجائے تو اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر پانی شہوت کے ساتھ کودکر نکلے اوراس کے نکلنے سے عضوسست ہوجائے، شہوت اور جوش جاتا رہے تو غسل واجب ہوگا، اوراگر بلاشہوت بغیر کودکر نکلے تو غسل واجب نہیں، صرف وضوکر لینا کافی ہے۔

"قال فی المبسوط (وفی المنی الغسل) لقوله ﷺ انماالماء من الماء یعنی الاغتسال من المنی (المنی خائر ابیض ینکسر منه الذکر)وفی المذی الوضوء والمذی رقیق یضرب الی البیاض یخرج عندملاعبة الرجل اهله"......(مبسوط سرخسی :۱۸۴،۱۸۵/۱)

"قال فی الهدایة والمعانی الموجبة للغسل انزال المنی علی وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرء ة حالة النوم والیقظة"......(هدایة: ۳۱/۱)

"ولیس فی المذی والودی غسل وفیهما الوضوء لقوله علیه السلام کل فحل یمذی وفیه الوضوء.......... والمنی حاثر ابیض ینکسر منه الذکر والمذی رقیق یضرب الی البیاض یخرج عندملاعبة الرجل اهله "......(هدایة:۳۳/۱)

"فصل مایوجب الاغتسال ،یفترض الغسل بواحدمن سبعة اشیاء خروج المنی وهوماء ابیض ثخین ینکسرالذکر بخروجه بشبه رائحة الطلع ومنی المرء ة رقیق اصفر (الی ظاهر الجسد) اذاانفصل عن مقره بشهوة من غیر جماع "......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: ۹۵،۹۶)

"عشرة اشیاء لایغتسل منها مذی وهوماء ابیض رقیق یخرج عندشهوة لابشهوة ولادفق ولایعقبه فتور وربما لایحس نحووجه وهواغلب فی النساء

من الرجال ‘‘......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: ۱۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غسل جنابت سے پہلے وضو کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل جنابت سے پہلے وضو کرنا کیا سنت ہے یا مستحب، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

غسل جنابت سے پہلے وضو کرنا سنت ہے۔

’’وتقدیم الوضوء علی الاغتسال فی الجنابة سنة ‘‘......(المحیط البرهانی : ۱/۲۲۵)

’’ثم یتوضأوضوء ہ للصلوة الارجلیه هکذافی الملتقط‘‘......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۴)

’’وسنته ان یغسل یدیه وفرجه ونجاسة لو کانت علی بدنه ثم یتوضأ ثم یفیض الماء علی بدنه ثلاثا‘‘......(کنز الدقائق : ۱/۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غسل جنابت میں کتنی تاخیر جائز ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیض ونفاس یا صحبت کی وجہ سے جو غسل فرض ہوجاتا ہے اس میں روزہ رکھ کر کتنی دیر تاخیر کر لینے سے روزہ ہوجائے گا، اور رات کے کسی حصہ میں میاں بیوی صحبت کے بعد صبح کی نماز تک غسل کو مؤخر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

غسل جنابت میں فرض نماز کی ادائیگی کے وقت تک غسل میں تاخیر جائز ہے، اس کے بعد گناہ گار ہوگا، البتہ

روزہ حالت جنابت میں بھی ہوجائے گا، غسل کا تعلق روزہ سے نہیں ہے بلکہ نماز سے ہے، اسی طرح صحبت کے بعد فجر کی نماز تک تاخیر جائز ہے اور اگر فوراً نہالے تو افضل ہے۔

”ویصح من الجنب اداء الصوم دون الصلوۃ لان الطهارۃ شرط جواز الصلوۃ دون الصوم ویجب علیه کلاهما حتی یجب علیه قضاء هما بالترک لان الجنابة لاتمنع من وجوب الصوم بلاشک ویصح اداء ہ مع الجنابة “
......(بدائع الصنائع : ۱/۱۵۱)

”عن غضیف بن الحارث قال قلت لعائشة ارأیت رسول الله ﷺ کان یغتسل من الجنابة فی اول اللیل اوفی اٰخرہ قالت ربما یغتسل فی اول اللیل وربما اغتسل فی اٰخرہ قلت الله اکبر الحمدلله الذی جعل فی الامر سعة “
......(بذل المجهود شرح ابوداؤد : ۱/۱۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صحبت میں جب دخول نہ ہو تو غسل لازم نہیں:

مسئلہ نمبر(۲۵۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی بیمار ہے اور خاوند صحبت کرنے پر مجبور کرتا ہے، بوجہ مجبوری وہ لڑکی کی ٹانگوں میں صحبت کر لیتا ہے تو کیا اس صورت میں اس کی بیوی پر غسل فرض ہے یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

شوہر اگر اپنی بیوی کی ٹانگوں میں صحبت کرے تو اس کی بیوی پر غسل واجب نہیں ہوتا۔

”وقال فی الهندیة اذاجومعت المرأ ة فیمادون الفرج ووصل المنی الی رحمها وهی بکرا وثیب لاغسل علیها لفقد السبب وهوالانزال اوموارا ة الحشفة “......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۵)

”قال محمدرحمه الله تعالی فی البکر اذاجومعت المرء ة فیمادون الفرج فدخل من ماء ہ فرجها فلاغسل علیها لان الغسل انمایجب بالتقاء الختانین اوبنزول الماء ولم یوجد واحدمنهما“......(المحیط البرهانی :۱/۲۲۷)

”وفی الفتاوی فلو جامعها فیمادون الفرج فدخل من مائه فرجها لاغسل علیها الااذا حبلت فحینئذ یجب الغسل علیها“......(خلاصة الفتاویٰ:۱۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

استنجاء اور غسل کرنے کا شرعی طریقہ؟

مسئلہ نمبر(۲۶۰): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

برائے مہربانی مجھے استنجاء اور غسل کرنے کا شرعی طریقہ تفصیل سے بتادیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

غسل کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھ دھوئے، پھر استنجے کی جگہ دھوئے، پھر بدن میں جہاں نجاست لگی ہو پاک کرے، پھر وضو کرے اس کے بعد تین مرتبہ سر پر پانی ڈالے، پھر تین تین مرتبہ دائیں اور بائیں کندھے پر اس طرح ڈالے کہ سارے بدن پر پانی بہہ جائے، غسل میں تین چیزیں فرض ہیں (۱) اس طرح کلی کرنا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے (۲) ناک میں پانی ڈالنا جہاں تک نرم ہے (۳) سارے بدن پر پانی پہنچانا، ان میں سے اگر کوئی چیز رہ جائے تو اگر آدمی ناپاک تھا تو ناپاک ہی رہے گا۔

استنجاء کرنے کے لیے پہلے دونوں ہاتھ دھوئیں، پھر بدن ڈھیلا کر کے بیٹھیں اور اتنا دھوئیں کہ دل کہنے لگے کہ اب بدن پاک ہوگیا اگر کوئی وہمی آدمی تو زیادہ سے زیادہ سات بار دھوئے پھر وہم نہ کرے۔

”قوله وسننه ان یغسل یدیه وفرجه ونجاسة لو کانت علی بدنه ثم یتوضأ ثم یفیض الماء علی بدنه ثلاثا ......فقال الحلوانی یفیض الماء علی منکبه الایمن ثلاثا ثم الایسر ثلاثا ثم علی سائر جسده وقیل یبدأ بالایمن ثم بالایسر ثم بالرأس وقیل یبدأ بالرأس وهو ظاهر لفظ الهدایة“......(البحر الرائق : ۹۳،۹۴/۱)

”قوله وفرض الغسل غسل فمه وانفه وبدنه ......حتی لو بقیت لمعة لم یصبها الماء لم یجز الغسل وان کانت یسیرة“......(البحر الرائق : ۸۶/۱)

”واما صفته بالماء فهو ان یستنجی بیده الیسری بعدما ترخی موضع

الاستنجاء مع الادخال حتی یتم التنظیف اذالم یکن صائما ......ویستعمل الماء الی ان یقع فی غالب ظنه انه قدطهر الااذاکان المستنجی موسوسا فیقدر بالثلاث فی حقه وقیل بالسبع "......(البنایة شرح الهدایة: ۱/۷۵۶،۷۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غسل میں اگرناک کی نرم ہڈی تک پانی نہ پہنچا ہوتو پڑھی ہوئی نمازوں کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں

(۱) غسل میں ناک کی نرم ہڈی تک پانی نہ پہنچایا تو جونمازیں بغیر پانی پہنچائے ہوئے پڑھی گئی ہیں کیا ان کی قضاء لازم آئے گی یا کہ نہیں؟

(۲) کیا ہر مسلمان پر اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے کہ وہ جس سے اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کے طریقوں پر گزار سکے اور اسے پاکی اور ناپاکی، حرام اور حلال، جائز اور ناجائز کا پتہ چل سکے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) غسل میں ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچانا فرض ہے، جونمازیں ناک کی نرم ہڈی تک غسل میں بغیر پانی پہنچائے پڑھی گئی ہیں ان کی قضاء واجب ہے کیونکہ مصلی کے بدن کا پاک ہونا نماز کی شرائط میں سے ہے اور جب غسل میں ناک کی نرم ہڈی تک پانی نہ پہنچایا گیا تو حدث اکبر سے پاکی حاصل نہ ہوئی جس کی وجہ سے نمازیں نہیں ہوئیں اور ان کی قضاء واجب ہے۔

(۲) ہر مسلمان پر اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضرت محمد ﷺ کے طریقوں پر گزار سکے اور اسے حرام اور حلال، پاکی اور ناپاکی، جائز اور ناجائز کا پتہ بھی ہو۔

" قوله وفرض الغسل فمه وانفه وبدنه...... وامارکنه فهواسالة الماء علی جمیع مایمکن اسالته علیه من البدن من غیرحرج مرة واحدة حتی لوبقیت لمعة لم یصبها الماء لم یجزالغسل وان کانت یسیرة لقوله تعالیٰ (وان کنتم جنبا فاطهروا ،النساء) امر الله سبحابه وتعالی بالاطهر ......ولهذا وجبت

المضمضة والاستنشاق فی الغسل لانه لاحرج فی غسلهما فشملهما نص الکتاب من غیرمعارض کماشملهما قوله ﷺ تحت کل شعرة جنابة فبلوا الشعر واتقواالبشرة رواه الترمذی من غیر معارض والبشرة ظاهرالجلد بخلافهما فی الوضوء لان الواجب فیه غسل الوجه ولاتقع المواجهة بداخلهما واماقوله ﷺ عشرمن الفطرة وذکرمنهاالمضمضة والاستنشاق لایعارضه اذکونهمامن الفطرة لاینفی الوجوب لانها الدین ......بدلیل قوله ﷺ انهمافرضان فی الجنابة سنتان فی الوضوء ......وفی معراج الدرایة الاصح انه یجزیه والدرن الیابس فی الانف کالخبزالمضبوغ والعجین یمنع تمام الاغتسال "......(البحرالرائق: ۸۶،۸۸/۱)

"باب شروط الصلوة قوله هی طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه ومکانه اماطهارة بدنه من الحدث فبآیة الوضوء والغسل......ولحدیث فاطمة بنت ابی حبیش اغسلی عنک الدم وصلی......وقدم الحدث لقوته لان قلیله مانع بخلاف قلیل الخبث وقدم الحدث لقوته لان قلیله مانع فیه نظر ...... ویمکن ان یرادبقلیله اللمعةتساهلا وماورده فی غایة البیان غیروارد علی الصحیح من طهارة المستعمل وعلی القول بنجاسة یجاب بان المراد بالاغلظیة من حیث منع الصلوة "......(البحرالرائق مع منحة الخالق: ۴۶۲،۴۶۳،۴۶۴/۱)

"کل صلاة فاتت عن الوقت بعدوجوبها فیه یلزمه قضاء ها سواء ترک عمدا اوسهوا اوبسبب نوم وسواء کانت الفوائت کثیرة اوقلیلة الخ "......(فتاوی الهندیة: ۱۲۱/۱)

" قوله واعلم ان تعلم العلم ای العلم الموصل الی الآخرة اوالاعم منه قال العلامی فی فصوله من فرائض الاسلام تعلم مایحتاج الیه العبد فی اقامته دینه واخلاص عمله لله تعالیٰ ومعاشرة عباده وفرض علی کل مکلف ومکلفة بعدتعلمه علم الدین والهدایة تعلم علم الوضوء والغسل والصلوة والصوم

وعلم الزكاة لمن له نصاب والحج لمن وجب عليه والبيوع على التجار ليحترزوا عن الشبهات والمكروهات فى سائر المعاملات وكذا اهل الحرف وكل من اشتغل بشئ يفرض عليه علمه وحكمه يمتنع عن الحرام فيه وفى تبيين المحارم لاشک فى فرضية علم الفرائض الخمس وعلم الاخلاص لان صحة العمل موقوفة عليه وعلم الحلال والحرام وعلم الرؤيا لان العابد محروم من ثواب عمله بالرياء وعلم الحسد والعجب اذهما ياكلان العمل كماتاكل النارالحطب وعلم لبيع والشراء والنكاح والطلاق لمن ارادالدخول فى هذه الاشياء وعلم الفاظ المحرمة اوالمكفر ولعمرى هذا من اهم المهمات فى هذاالزمان لانک تسمع كثيرامن العوام يتكلمون بمايكفر وهم غافلون والاحتياط ان يجدد الجاهل ايمانه كل يوم ويجددنكاح امرأته عندشاهدين فى كل شهر مرة اومرتين اذا الخطاء وان لم يصدر من الرجل فهومن النساء كثير "......(فتاویٰ شامی: ۱/۳۲،۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زوجہ بیمار ہو اور پانی نقصان دہ ہو تو مجامعت اور غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۲): محترم ومکرم جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ میری زوجہ محترمہ کی عمر تقریباً 40 برس ہوگی، پھیپھڑوں کے مرض میں مبتلا ہے، اس وقت زیادہ علیل ہونے کی وجہ سے باتھ روم میں بھی آکسیجن سلنڈر کی بعض اوقات ضرورت پڑتی ہے کیونکہ سانس اکھڑ جاتی ہے۔

اس وجہ سے غسل کرنے میں سخت دشواری محسوس کرتی ہے، سانس لینا مشکل ہوجاتا ہے، اب اس حالت میں غسل کی وجہ سے میں اس کے پاس کافی دور تک جانے سے قاصر رہتا ہوں اور اس کے غسل کی وجہ سے نہیں جاسکتا، کیونکہ پانچ وقت کی پکی نماز پڑھنے والی ہے، اور تلاوت قرآن کریم کرتی رہتی ہے، پچھلے دو ہفتہ میں اس کے پاس گیا تھا، بعد اس کے حالت جنابت میں غسل کرنے سے شاید اس کو انفکشن ہوگئی اور ہسپتال لے جانا پڑا، اب حالت قدرے بہتر ہے، چند ایام کے بعد غسل ابتر طور سے نہ سہی مگر بیٹیوں کی مدد سے غسل کیا، اور نمازیں شروع کردیں اب

یہی کہتی ہے کہ کیونکہ غسل میرے بس میں نہیں اس لیے آپ کا میرے پاس آنا درست نہیں ہے، برائے کرم شرعی طور سے اس مسئلہ کا حل بتا دیں، اور ہم دونوں کی صحت کے لیے دعا فرما دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر زوجہ کی بیماری کی رعایت کرتے ہوئے آپ ازدواجی تعلق قائم کریں یا نہ کریں اس میں آپ کو اختیار رہے اور یہ تعلق قائم کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، ہاں اگر جنابت یا حیض وغیرہ سے پاک ہونے کے بعد پاک ہونا چاہے تو اگر پانی کا استعمال مضر نہ ہو تو غسل کرنا لازم ہوگا، ہاں اگر پانی کے استعمال سے مرض بڑھنے یا جان جانے کا یا کسی بھی عضو اور جسم کے حصہ کے تلف اور ہلاک ہونے کا قوی امکان اور غالب ظن ہو تو پاک ہونے کے لیے غسل کرنا ضروری نہیں ہوگا بلکہ اس صورت میں چونکہ آپ کی زوجہ معذور ہوگی اور اس کے لیے تیمّم کر لینا ہی کافی ہوگا، اور جس طرح غسل سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے تیمّم سے بھی اس درجہ کی پاکی حاصل ہو جائے گی، اور اس سے نماز تلاوت وغیرہ اعمال درست ہوں گے۔

”کمافی الھدایة، ولو کان یجدالماء الاانه مریض فخاف ان استعمل الماء اشتدمرضه یتیمم ......ولوخاف الجنب ان اغتسل ان یقتله البرد اویمرضه یتیمم بالصعید(وبعداسطر)والحدث والجنابة فیه سواء وکذا الحیض والنفاس لماروی ان قوماجاؤا الی رسول الله ﷺ قالوا اناقوم نسکن هذه الرمال الخ“......(هدایة: ۱/۴۸،۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غسل کے بعد منی نکلنے سے دوبارہ غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک آدمی کو احتلام ہوا اور اس نے غسل کر لیا، غسل کرنے کے بعد دوبارہ اس کی منی خارج ہوئی تو کیا اس شخص پر نئے سرے سے غسل کرنا ضروری ہے یا پہلے والا غسل کفایت کر جائے گا؟ جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ شخص مفتی بہ قول کے مطابق دوبارہ غسل کرے گا۔

”ومنها ان ينفصل المنى عن شهوة ويخرج لاعن شهوة وانه يوجب الغسل فى قول ابى حنيفة ومحمد وعندابى يوسف لايوجب فالمعتبر عندهما الانفصال عن شهوة وعنده المعتبر هوالانفصال مع الخروج عن شهوة وفائدته تظهر فى موضعين ......والثانى اذا جامع فاغتسل قبل ان يبول ثم خرج منه بقية المنى وجه قول ابى يوسف ان جانب الانفصال يوجب الغسل وجانب الخروج ينفيه فلايجب مع الشك ولهما انه اذا احتمل الوجوب والعدم فالقول بالوجوب اولى احتياطا “ ......(بدائع الصنائع: ۱/۱۴۸)

”وقولهما احوط لان الجنابة قضاء الشهوة بالانزال فاذاوجدت مع الانفصال صدق اسمها“......(فتح القدير: ۱/۵۴)

”(قوله قلت الخ) ظاهر الميل الى اختياره مافى النوازل ولكن اكثر الكتب على خلافه حتى البحر والنهر ولاسيما قدذكروا ان قوله قياس وقولهما استحسان وانه الاحوط فينبغى الافتاء بقوله فى المواضع الضرورة فقط “ ......(ردالمحتار: ۱/۱۱۹)

”ولهما انه متى وجب من وجه معناه اناذكرنا ان للشهوة مدخلافى وجوب الغسل وقدوجدت فى حاله وهوالانفصال دون الاخرى وهوالخروج فبالنظر الى الاول يجب وبالنظر الى الثانى لايجب والباب باب العبادات فنوجبه احتياطا“......(العنايه على فتح القدير : ۱/۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیاصحبت کے فوراًبعد غسل واجب ہے یااس میں تاخیر کی گنجائش ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۶۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رات کے کسی حصہ میں میاں بیوی صحبت کرنے کے بعد غسل کوکتنی دیرتک مؤخر کرسکتے ہیں؟ یافوراًان پرغسل کرنالازم ہے؟تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

غسل جنابت میں فرض نماز کی ادائیگی کے وقت تک غسل میں تاخیر جائز ہے اس کے بعد گناہ گار ہوگا، لہذا صورت مسئولہ میں صحبت کے بعد فجر کی نماز تک تاخیر جائز ہے، البتہ فوراً نہالے تو افضل ہے۔

”ویصح من الجنب اداء الصوم دون الصلوة لان الطهارة شرط جواز الصلوة دون الصوم ویجب علیه کلاهما حتی یجب علیه قضاء هما بالترک لان الجنابة لاتمنع من وجوب الصوم بلاشک ویصح اداء ه مع الجنابة“ ......(بدائع الصنائع : ۱/۱۵۱)

”عن غفیف بن الحارث قال قلت لعائشة ارأیت رسول الله ﷺ کان یغتسل من الجنابة فی اول الیل اوفی اٰخره قالت ربماتغسل فی اول اللیل وربماتغسل فی اٰخره قلت الله اکبر الحمدلله الذی جعل فی الامر سعة ......فی اول اللیل ای علی الفور بعدالفراغ من الجنابة اوفی اٰخره ای یغتسل فی اٰخراللیل ای یؤخر الغسل الی اٰخراللیل قالت ای عائشة کانت له تارات وحالات مختلفة ربمااغتسل فی اول اللیل وهذا اقوی واقرب الی التنظیف وربما اغتسل فی اٰخره تیسیرا علی الامة ولبیان الجواز“......(بذل المجهود: ۱/۱۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران غسل مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ نہ کرنے سے غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے غسل کرتے وقت منہ اور ناک میں پانی تو ڈال لیا لیکن اس میں مبالغہ نہیں کیا اس کے بعد اس نے نماز پڑھ لی پھر اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ میں نے مبالغہ نہیں کیا، اب سوال یہ ہے کہ اس شخص کا غسل ہوگیا یا نہیں؟ اگر غسل نہیں ہوا تو اس نماز پڑھنے سے وہ گناہ گار ہوگا یا نہیں؟ نیز ایسے شخص کے ایمان کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اس شخص کا غسل تو ہوگیا ہے کیونکہ غسل کے فرائض ادا ہو گئے ہیں، اور اس حالت میں نماز پڑھنے سے وہ گناہ گار نہیں ہوگا، لیکن ایسے شخص کے ایمان میں کوئی فرق نہیں آئے گا:

”الفصل الاول فی فرائضه وهی ثلاثة المضمضة والاستنشاق وغسل جميع البدن على مافی المتون وحدالمضمضة والاستنشاق كمامر فی الوضوء “......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۳)

”وحدالاستنشاق ان يصل الماء الى المارن كذافی الخلاصة “ ......(فتاویٰ الهندية: ۱/۶)

”وفرض الغسل غسل فمه وانفه حتى ماتحت المارن وبدنه “ ......(الدرالمختار : ۱/۲۸)

”والاستنشاق اصطلاحا ايصال الماء الى المارن“......(ردالمحتار: ۱/۸۵)

”واماالمضمضة والاستنشاق فهما بمعنى الفرض لانه يفوت الجواز بفوتهما فالمراد بالواجب ادنى نوعيه “......(ردالمحتار: ۱/۱۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

کیا غسل میں عورت کے لیے بالوں کا کھولنا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کے لیے غسل کرتے وقت اپنے تمام بالوں کو کھولنا ضروری ہے؟ یا صرف ان کو تر کر لینا کافی ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر عورت کے بال کھلے ہوئے ہوں تو تمام بالوں کا گیلا کرنا ضروری ہے۔

(۲) اور اگر عورت نے سر کے بالوں کی مینڈھیاں بنائی ہیں تو بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا کافی ہے، ان کو کھولنا ضروری نہیں ہے۔

’’وکفی بل اصل ضفیرتها ای شعرالمرء ة المضفور للحرج اماالمنقوض فیفرض غسل کله اتفاقا ولولم یبتل اصلها یجب نقضها مطلقا هوالصحیح ‘‘ ......(ردالمحتار: ۱/۳۱۴)

’’وکذایجب علی المرءة ایصال الماء الی اثناء شعرها اذاکان منقوضا کذاذکره الفقیه ابوجعفر الهندوانی لانه یمکن ایصال الماء الی ذلک من غیرحرج‘‘......(بدائع الصنائع: ۱/۱۴۲)

’’ولیس علی المرء ة ان تنقض ضفائرها فی الغسل اذابلغ الماء اصول الشعر ولیس علیها بل ذوائبها هوالصحیح کذافی الهدایة‘‘......(فتاویٰ الهندیة:۱/۱۳)

’’ حتی ان المرأة اذاکانت لاتحرج فی ایصال الماء الی اثناء الشعر بان کانت منقوضة الشعر یفترض علیها ایصال الماء الی اثناء الشعر هکذا حکی عن الفقیه ابی جعفر‘‘......(المحیط البرهانی : ۱/۲۲۴،۲۲۳)

’’ویجب علیها الایصال الی اثناء شعرها اذاکان منقوضا لعدم الحرج ‘‘ ......(البحرالرائق : ۱/۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غسل کے فرائض نہ جاننے والے کی نماز اور حج کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی عمر ۲۶ سال ہے، زید کو حال ہی میں غسل جنابت کے فرائض معلوم ہوئے ہیں وہ ساری عمر غسل جنابت اس طرح کرتا رہا ہے کہ نہ کلی مع غرارہ کیا نہ مبالغہ کے ساتھ ناک میں پانی ڈالا اور نہ ناک میں گیلی انگلی ڈالی اور نہ مبالغہ کے ساتھ احتیاط کی کہ جسم کا کوئی حصہ غسل کرتے ہوئے خشک نہ رہے، درج ذیل امور کا جواب مطلوب ہے۔

(۱) زید نے ۲۴ سال کی عمر میں حج ادا کیا اور غسل جنابت کے فرائض اسے بعد میں معلوم ہوئے ہیں، کیا اس کا حج ادا ہوا یا نہیں؟

(۲) ۲۶ سال تک زید نے جو نمازیں پڑھی ہیں وہ ادا ہوئیں یا نہیں؟

(۳) ۲۶ سال تک زید نے جو روزے رکھے ہیں وہ بلوغت کے بعد ادا ہوئے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

محض شک وشبہ کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے ،اور یہ بات بھی مدنظر رہے کہ کسی مسئلہ سے لاعلمی کوئی عذر نہیں ہوتی، پس اگر دوران غسل کلی نہیں کی تھی یا ناک میں پانی نہیں ڈالا تھا تو غسل نہیں ہوا، تاہم اگر پانی منہ بھر کے پی لیا یا وضو کرتے ہوئے ناک میں پانی ڈال لیا تو اس کا غسل اداء ہوگیا، اور اس کے بعد اداء کی گئی نمازیں درست ہوگئیں اور حج بھی درست ہوگیا۔

اگر جنابت کی حالت میں طواف زیارت کرلیا تو اس پر بدنۃ لازم ہوگا ،نیز فرض غسل میں مضمضہ اور استنشاق فرض ہیں، مبالغہ یعنی غرغرہ یا ناک میں اوپر زور دے کر پانی لے جانا فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔

”قوله لتفرغها للعلم اى لانها تتفرغ لمعرفة احكام الشرع والدار دار العلم فلم تعذربالجهل بحر اى انهايمكنها التفرغ للتعلم لفقدمايمنعها منه وان لم تكلف به قبل بلوغها “......(فتاویٰ شامی:۱/۳۳۷)

”رجل اغتسل من الجنابة ولم يتمضمض الاانه شرب الماء هل يقوم شرب الماء مقام المضمضة ؟كان الفقيه احمدبن ابراهيم رحمه الله يقول نعم وهكذاجواب ابى بكر محمدبن الفضل وحكى عن الفقيه ابى جعفر رحمه الله انه اذا بلغ البلل نواحى الفم حيث مايبلغ اذاتمضمض تجوز ومالافلا“......(فتاویٰ التاتارخانية:۱/۱۱۴)

”واذانسى المضمضة والاستنشاق فى الجنابة حتى صلى لم يجزه وهوعندنا فان المضمضة والاستنشاق فرضان فى الجنابة سنتان فى الوضوء“ ......(المبسوط:۱/۱۷۷)

”المبالغة فيهما سنة وفى شرح الطحاوى الاان يكون صائما وقال شمس الائمة الحلوانى المبالغة فى المضمضة الغرغرة“......(فتاویٰ التاتارخانية: ۱/۸۰)

”ویحرم بہ(ای بالحیض)طواف لوجوب الطھارة فیہ قولہ (لوجوب الطھارة)حتی لولم یکن ثمة مسجد لایحل فعلہ بدونھا وتمامہ فی البحر قال الرحمتی وکان المناسب ان یذکرہ ای الطواف مع مابعدہ لانہ کماتجب الطھارة فیہ من الحدث الاکبر تجب من الاصغر“......(فتاویٰ شامی:۱/۱۲۸)

”ومن طاف طواف الزیارة محدثا فعلیہ شاۃوان کان جنبا فعلیہ بدنة لان الجنابة اغلظ من الحدث فیجبر بالبدنة اظھارا للتفاوت ولان المنع فی الجنایة من وجھین الطواف ودخول المسجد وفی الحدث من وجہ واحد فلتفاحش النقصان اوجنبا البدن وکذا اذاطاف اکثرہ جنبا لان للاکثرحکم الکل“......(الجوھرة النیرة :۱/۲۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

محض بیوی کے ساتھ لیٹنے سے غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی بندہ کچھ وقت یا ساری رات اپنی بیوی کے ساتھ لیٹا رہے،تو سنا ہے کہ اس پر بھی غسل ضروری ہے کیونکہ اس وقت مذی بھی نکل آتی ہے،اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صرف بیوی کے ساتھ لیٹنے سے غسل فرض نہیں ہوتا البتہ اگر منی شہوت سے نکلے تو غسل فرض ہوگا ،مذی اور ودی کے نکلنے سے صرف وضو لازم ہوتا ہے۔

”والمعانی الموجبة للغسل انزال المنی علی وجہ الدفق والشھوة من الرجل والمرءة حالة النوم والیقظة......والتقاء الختانین من انزال ......والحیض......وکذاالنفاس بالاجماع“......(ھدایہ:۱/۳۱)

”ولیس فی المذی والودی غسل وفیھما الوضوء والودی الغلیظ من البول

یتعقب الرقیق والمذی رقیق یضرب الی البیاض یخرج عندملاعبة الرجل اهله"......(فتاویٰ التاتارخانیة: ۱/۱۱۸)

"ولیس فی المذی والودی غسل وفیهما الوضوء لقوله علیه السلام کل فحل یمذی وفیه الوضوء"......(هدایه: ۱/۳۳)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مذی اور منی کا فرق اوران کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۹): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مذی اور منی میں فرق کیا ہے؟ نیزان دونوں کا حکم کیا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

دواعی جماع کے وقت شروع میں جونرم سفید پانی نکلتا ہے جس کے نکلنے سے شہوت کم نہیں ہوتی، اس کو مذی کہتے ہیں، اورسفید گاڑھا پانی جوشہوت سے تکمیل جماع کے وقت نکلتا ہے جس کے بعد آلہ تناسل میں انکسار آجاتا ہے اس کو منی کہتے ہیں، مذی سے غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ وضوٹوٹ جاتا ہے، اورمنی کے نکلنے سے غسل لازم ہوجاتا ہے۔

"والمذی رقیق یضرب الی البیاض یخرج عندملاعبة الرجل اهله ولیس فی المذی والودی غسل وفیهما الوضوء"......(فتاویٰ التاتارخانیة: ۱/۱۱۸)

"یجب ان یعلم بان المنی ماء دافق خائر ابیض ینکسرمنه الذکرهذا هوالمذکور فی عامة الکتب، وزادفی الشافعی ویخلق منه الولد"......(فتاویٰ التاتارخانیة: ۱/۱۱۷)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پیشاب کے ساتھ اگرمنی کے قطرات آئیں توغسل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر پیشاب کے ساتھ منی کے قطرات بھی نکل آئیں تو کیا غسل کرنا واجب یا فرض ہوجاتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں غسل فرض نہیں ہوتا، اس لیے غسل کے فرض ہونے کے لیے منی کا شہوت سے نکلنا ضروری ہے، جب کہ صورت مسئولہ میں یہ بات نہیں پائی جارہی۔

"الجنابة يثبت بشيئين احدهما انفصال المنى عن شهوة"......(فتاویٰ التاتارخانية: ١/١١٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا مذی کا نکلنا بھی موجب غسل ہے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۱۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرتا ہے اوراس کو انزال ہوجاتا ہے تو اس پر غسل کرنا فرض ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے پیار کرتا ہے اوراس کے جسم کو چھوتا ہے، اس کو اپنے سینے سے لگاتا ہے لپیٹتا ہے تو اس کا پتلا پانی لیس دار یعنی جس کو شاید مذی کہتے ہیں وہ پانی نکل جاتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں غسل فرض ہے یا صرف اس جگہ کو دھولینا ہی کافی ہے جہاں پر گندگی لگی ہو، اس کا حل بتلا دیجئے، آپ کی عین نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا اور مذی کی علامت یہ ہے کہ اس کے نکلنے کے بعد شہوت میں کمی نہیں آتی جب کہ منی کے نکلنے سے شہوت میں کمی آجاتی ہے اور سکون حاصل ہوجاتا ہے، بنابریں اس طرح پیار وغیرہ کرتے ہوئے اگر منی نکلے گی جو کہ شہوت سے ہوگی اور اس کے بعد شہوت میں کمی بھی آئے گی تو غسل فرض ہوجائے گا، اور اگر مذی یعنی صرف لیس دار مادہ ہی خارج ہوا تو غسل فرض نہیں ہوگا۔

"فصل عشرة اشياء لايغتسل منهامذى وهوماء ابيض رقيق يخرج عندشهوة لابشهوة ولادفق ولايعقبه فتورربمالايحس بخروجه وهواغلب فى النساء من الرجال ويسمى فى جانب النساء قذى ومنها ودى وهوماء ابيض كدرثخين لارائحه له يعقب البول وقديسبقه اجمع العلماء على انه لايجب الغسل بخروج المذى والودى"......(مراقى الفلاح: ٢٣)

”المنی خائر ابیض ینکسر منه الذکر وذکر الشافعی فی کتابه ان له رائحه الطلع والمذی رقیق یضرب الی البیاض یخرج عندملاعبة الرجل اهله والودی رقیق یخرج منه بعدالبول وتفسیر هذه المیاه مروی عن عائشة رضی الله عنها بهذه الصفة“......(مبسوط : ۱/۱۸۵)

”یجب ان یعلم بان المنی ماء دافق خاثر ابیض وینکسر منه الذکر هوالمذکور فی عامة الکتب وزادفی الشافی ویخلق منه الولد فمتی کان حرکته یعنی مفارقته عن مکانه وخروجه عن شهوة......یجب الغسل بلاخلاف ومتی کان مفارقته ومکانه وخروجه لاعن شهوة لایجب الغسل عندعلمائنا المتقدمین وعامة مشائخنا المتاخرین رحمهم الله تعالی“......(المحیط البرهانی : ۱/۲۲۹)

”والمنی ماء ابیض ثخین یندفق فی خروجه ویخرج بشهوة ویتلذذ بخروجه ویستعقبه الفتور وله رائحة کراهة الطلع ورائحة الطلع قریبة من رائحة العجین“......(معارف السنن : ۱/۳۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

غسل جنابت کے بعد نکلنے والے قطروں کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں

(۱) کہ میں نے اپنی بیوی سے جماع کیا پھر پیشاب وغیرہ کر کے غسل کیا، پھر فجر کی نماز پڑھی، پھر نماز کے تھوڑی دیر بعد کچھ پانی نکلتا ہوا دیکھ لیا جو کہ بغیر شہوت کے تھا اور ذکر بھی منتشر نہ تھا تو آیا میں نئے سرے سے غسل اور نماز کو لوٹاؤں گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال نہ غسل کا اعادہ ہے نہ نماز کا۔

”ان المجامع اذااغتسل قبل ان یبول اوینام ثم سال منه بقیة المنی من

غیر شھوۃ یعید الاغتسال عندھماخلافا له فلوخرج بقیة المنی بعدالبول اوالنوم اوالمشی لایجب الغسل اجماعا لانه مذی لیس بمنی لان البول والنوم والمشی یقطع مادۃ الشھوۃ اہ وفی فتح القدیروکذا لایعید الصلوۃ التی صلاھا بعدالغسل الاول قبل خروج ماتاخر من المنی اتفاقا ‘‘ ......(البحرالرائق :۱/۱۰۳)

’’وکذا لوخرج منه بقیة المنی بعدالغسل قبل النوم اوالبول اوالمشی الکثیر نھرای لابعدہ لان النوم والبول والمشی یقطع مادۃ الزائل عن مکانه بشھوۃ فیکون الثانی زائلا عن مکانه بلاشھوۃ فلایجب الغسل اتفاقا (وبعداسطر)قوله تقیید قولھم ای فیقال ان عدم وجوب الغسل بخروجه بعدالبول اتفاقا اذالم یکن ذکرہ منتشرا فلومنتشرا وجب‘‘......(فتاویٰ الشامی:۱/۱۱۸،۱۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

ٹب میں غسل کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ٹب میں پانی جمع کر کے غسل کرنا درست ہے،ٹب میں پانی اکٹھا رہتا ہےاوراسی کے اندر بار بارجسم کو بھگویایادھویا جاتا ہے،جب کہ نل کے ساتھ پانی غلاظت وغیرہ ساتھ لیکر بہتا رہتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

آج کل مکانوں میں جوٹب لگائے جاتے ہیں ان میں بیٹھ کرغسل کرنے سے غسل فرض ادانہیں ہوتا اس لیے کہ وہ پانی تھوڑا ہوتا ہےاورجسم کا بعض حصہ داخل کرنے کی وجہ سے وہ مستعمل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے باقی بدن کا غسل نہیں ہوتا، نیز غلاظت وغیرہ بھی اس میں موجود رہتی ہے اس لیےاس میں بیٹھ کرغسل نہیں کرنا چاہیئے ،اگر یہ ممکن ہو کہ اس میں ایک طرف سے پانی داخل ہواور دوسری طرف سے ان کی نکاسی ہوتی رہے تو یہ ماء جاری بن جائے گا اور غسل ہو جائے گا۔

”وامارکنہ فھو اسالۃ الماء علی جمیع مایمکن اسالتہ علیہ من البدن من غیرحرج مرۃ واحدۃ حتی لوبقیت لمعۃ لم یصبہا الماء لم یجزالغسل “ ......(بدائع الصنائع: ۱/۱۴۲)

”الماء المستعمل ھوماء ازیل بہ حدث اواستعمل فی البدن علی وجہ القربۃ“......(الھدایۃ: ۱/۳۸)

”والمعتبر فی مقدارالراکد اکبررأی المبتلیٰ بہ فیہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوص ای وصول النجاسۃ الی الجانب الآخر جازوالالا ،ھذاظاھرالروایۃ عن الامام والیہ رجع محمد وھوالاصح“......(درعلی ھامش الرد : ۱۴۰،۱۴۱/۱)

”حوض صغیر تنجس ماءہ فدخل الماء الطاھر فیہ من جانب وسال ماء الحوض من جانب آخر کان الفقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ یقول کماسال ماء الحوض من الجانب الآخر یحکم بطھارۃ الحوض “ ......(الھندیۃ: ۱/۱۷)

”(قولہ والحقوا بالجاری حوض الحمام) ای فی انہ لاینجس الابظھور اثرالنجاسۃ اقول وکذا حوض غیر الحمام لانہ فی الظھیریۃ ذکرھذاالحکم فی حوض اقل من عشر فی عشر ثم قال وکذلک حوض الحمام “ ......(فتاویٰ شامی: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

(الباب الثالث فی المیاہ)

گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۷۴): گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک ہے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم الملک الوہاب

گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے۔

''فی الدر :(فسؤر آدمی مطلقا ومأکول لحم) ومنه الفرس فی الأصح ومثله مالا دم له (طاهر الفم) قید للکل (طاهر) طهور بلا کراهة (وقال الشامی :تحت قوله ''ومنه الفرس '' فی الأصح) وهوظاهر الروایة عن الإمام وهو قولهما وکراهة لحمه عند ہ لإحترامه لأنه آلة الجهاد لا لنجاسته فلا یؤثر فی کراهة سؤره بحر والفرس اسم جنس کالحمار فیعم الذکر والأنثی اه''......(در مع الرد : ۱/۱۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بارش کے پانی کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ راستے سے گزرتے ہوئے اگر بارش کے پانی کی چھینٹیں پڑ جائیں تو وہ کپڑے پہن کر نماز ہو جائے گی؟

الجواب باسم الملک الوہاب

راستہ کے کیچڑ اور گندے پانی کی چھینٹیں اگر کپڑوں کو لگ جائیں اور اس آدمی کی آمدورفت ایسے علاقہ (شہر،بستی) سے ضرورت کی وجہ سے اکثر ہوتی رہتی ہے اور کیچڑ سے بچنا مشکل ہو تو ایسا شخص اگر بغیر کپڑے دھوئے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز درست ہو جائیگی، البتہ اگر عین نجس چیز لگ گئی تو اس کا دھونا ضروری ہے، لیکن اگر اس کی آمدورفت ایسے علاقہ سے زیادہ نہیں ہوتی تو اسے کپڑے دھو کر نماز پڑھنا چاہیے، بلاضرورت ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔

"(قوله وطين شارع) مبتدأخبره قوله عفو والشارع الطريق وفي الفيض طين الشوارع عفو إن ملأالثوب للضرورة ولو مختلطا بالعذرات وتجوز الصلاة معه اه.......... والحاصل أن الذي ينبغي أنه حيث كان العفو للضررة وعدم امكان الاحتراز ان يقال بالعفو وان غلبت النجاسة ما لم ير عينها لو أصابه بلا قصد وكان ممن يذهب ويجئ وإلافلاضرورة"...... (ردالمحتار : ۱/ ۲۳۷،۲۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ٹینکی میں چھپکلی گر کر مر جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۲۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک مسجد میں ٹینکی صورت ذیل کے مطابق ہے، عموماً جب نمازی وضو کرتے ہیں تو موٹر چلا لیتے ہیں اور تازہ پانی موٹر والا اور کچھ ٹینکی والا مکس ہو کر آتا رہتا ہے، ایک دن بجلی نہ ہونے کی وجہ سے موٹر نہ چلائی گی نمازی وضو کرنے لگے تو پانی میں بو محسوس ہوئی ٹینکی میں دیکھا تو چھپکلی مری پڑی تھی اور دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ پھولی ہوئی تھی اور چار پانچ دن کی لگتی تھی، مطلوب یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں ان نمازوں کا کیا حکم ہے جو اس پانی سے وضو کر کے ادا کی گئی ہیں، حالانکہ وضو میں استعمال ہونے والے پانی میں موٹر کا پانی غالب ہے اور صرف ایک دن ہی اس بدبودار پانی سے نماز ادا کی بجلی نہ ہونے کی وجہ سے تو مطلوب یہ ہے کہ ان صورتوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر موٹر چل رہی ہے اور تازہ پانی اور کچھ پانی ٹینکی والا مکس ہو کر آرہا ہے اور دوسری طرف نمازیوں نے ٹوٹیاں کھولی ہوئی ہیں تو جب تک موٹر چلتی رہی اور نمازی ٹوٹیاں کھول کر وضو کرتے رہے اس وقت تک تو یہ ماء جاری رہا ہے اور ماء جاری نجاست کے گرنے سے نجس نہیں ہوتا جب تک کہ تین اوصاف رنگ، بو، اور ذائقہ میں سے کوئی ایک وصف متغیر نہ ہو۔

لیکن عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ کچھ دیر کے بعد ٹینکی بھر جاتی ہے تو لامحالہ موٹر بند کر دی جاتی ہے تو موٹر کے بند کرنے کے بعد یہ ماء جاری نہ رہا اور نجاست کے گرنے کی وجہ سے نجس ہو جائے گا، اب جب کہ ٹینکی میں مری ہوئی چھپکلی ملی اور پھولی ہوئی تھی اور بو آرہی تھی تو اگر چھپکلی بڑی تھی تو اس میں چونکہ دم سائل ہوتا ہے لہذا پانی نجس

ہوگیا، اب امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک تین دن اور تین رات کی نمازوں کا اعادہ کرے اگر گرنے کا وقت معلوم نہ ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک کسی بھی نماز کے اعادے کی ضرورت نہیں جب تک کہ گرنے کے وقت کا تعین نہ ہو لیکن اگر چھپکلی چھوٹی ہے تو چونکہ اس میں دم سائل نہیں ہوتا لہذا پانی نجس نہیں ہوا اور کسی بھی نماز کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

”وفی بعض الفتاوی قال مشائخنا المطر مادام یمطر فله حکم الجریان حتی لو اصاب العذرات علی السطح ثم اصاب ثوبا لایتنجس الاان یتغیر“......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷)

”الاول الماء الجاری وهومایذهب بتبنة کذا فی الکنزوالخلاصة“......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۶)

”و(اذا وقع) فی البئر سام ابرص ومات ینزح منها عشرون دلوا فی ظاهر الروایة“......(فتاوی خانیه علی هامش الهندیة: ۱/۱۲)

”(موت) مالادم له کالسمک والسرطان والحیة وکل مایعیش فی الماء لایفسد ماء الاوانی وغیره وموت مالادم له کالسمک ونحوه کمالایفسد الماء لایفسد غیره کالعصیر ونحوه فی روایة عن ابی یوسف وکذا الضفدع بریة کانت اوبحریة فان کانت الحیة اوالضفدع عظیمة لهادم سائل یفسدالماء وکذا الوزغة الکبیرة“......(فتاویٰ خانیة علی هامش الهندیة: ۱/۱۰)

”وکذا الوزغة اذاکانت کبیرة ای بحیث یکون لها دم فانها تفسدالماء“ ......(حلبی کبیری: ۱۴۵)

”واذاوجد فی البئر فارة اوغیرها ولایدری متی وقعت ولم تنتفخ اعادوا صلاة یوم ولیلة اذاکانوا توضؤا منها وغسلوا کل شئ اصابه ماؤها وان کانت قد انتفخت اوتفسخت اعادوا صلاة ثلاثة ایام ولیالیها وهذا عندابی حنیفة رحمه الله وقالا لیس علیهم اعادة شئ حتی یتحققوا متی وقعت کذا فی الهدایة وان

علم وقت وقوعها يعيدون الوضوء والصلاة من ذلك الوقت بالاجماع "

......(فتاوىٰ الهندية: ٢٠/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ناپاک حوض میں مزید جمع شدہ پانی کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک حوض میں تھوڑا پانی رہ کر نجس ہوگیا، بعد میں بارش برس کر اس حوض میں پانی کی مقدار عشر فی عشر کی حد تک پہنچ گئی، لیکن وہ تھوڑا ناپاک پانی حوض میں پہلے سے موجود تھا تو اس حوض کا پانی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب باسم الملک الوهاب

پانی اب بھی نجس ہے پانی جتنا بھی تالاب میں جائے پاک نہیں ہے، اگر تالاب بھرنے کے بعد اس سے پانی جاری ہوجائے تو پاک ہوجائے گا، عشر فی عشر تک پہنچنے سے مذکورہ تالاب ازروئے فقہ حنفی پاک نہیں ہوسکتا ہاں اگر بھر کر جاری ہوجائے کہ اس سے نجس پانی کی مقدار بہہ کر نکل جائے تو پھر پاک ہے۔

"حوض هو عشر في عشر قل ماءه ووقعت فيه نجاسة حتى تنجس ثم امتلأ الحوض ولم يخرج منه شيء لايجوز التوضوبه لانه كلما دخل الماء يتنجس"......(المحيط البرهاني: ١/٢٤٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس ندی میں گٹر کے پائپ گرتے ہوں اس کے پانی کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کے قریب ایک ندی بہتی ہے جس ندی میں چشمہ کا پانی آتا ہے راستے میں آبپاشی کے لیے ہم نے ایک نالی نکالی ہے جس کی چوڑائی اور لمبائی دو فٹ ہے جس کے اندر پانی کبھی ٹخنوں تک اور کبھی پنڈلی تک اور کبھی اس سے کم اور کبھی خشک ہوجاتا ہے گٹر کے پائپ اس میں گرتے ہیں اور کبھی اس کا بو مزہ بھی تبدیل ہوجاتا ہے اور کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ اس پانی سے وضو کرنا غسل کرنا کپڑے دھونا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس پانی سے اگر کپڑے گیلے ہوجائیں تو ان کپڑوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ نالی میں اگر پانی ٹخنوں یا پنڈلی تک یا اس سے تھوڑا کم ہو مگر بہہ رہا ہو تو یہ ماء جاری ہے، اس سے وضو کرنا، غسل کرنا، کپڑے دھونا جائز ہے، گٹر کے پائپ یا کسی اور نجاست کے گرنے سے اگر پانی کا رنگ یا بو یا ذائقہ تبدیل ہو جائے تو یہ پانی نجس ہے، اس سے وضو کرنا غسل کرنا کپڑے دھونا جائز نہیں، البتہ جب تک اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف موجود نہ ہو تو پانی پاک ہے۔

"الماء الجاری وھو مایذھب بتبنة کذافی الکنز والخلاصة وھذا ھو الحدالذی لیس فی درکه حرج ھکذا فی شرح الوقایة وقیل مایعده الناس جاریا وھو الاصح کذافی التبیین وفی النصاب والفتویٰ فی الماء الجاری انه لاینجس مالم یتغیر طعمه اولونه اوریحه من النجاسة کذافی المضمرات"
......(فتاویٰ الھندیة: ١/١٦)

"والماء الجاری اذاوقعت فیه نجاسة جازالوضوء به اذالم یرلھا اثرلانھا لاتستقر مع جریان الماء والاثر ھوالطعم اوالرائحة اواللون والجاری مالایتکرراستعماله وقیل مایذھب بتبنة"......(الھدایة: ١/٣٥)

"یجوزالتوضوء بالماء الجاری ولایحکم بتنجسه بوقوع النجاسة فیه مالم یتغیرطعمه اولونه اوریحه وبعدماتغیراحدھذه الاوصاف وحکم بنجاسته لایحکم بطھارته مالم یزل ذلک التغیر بان یردعلیه ماء طاھر حتی یزول ذالک التغیر"......(المحیط البرھانی : ١/٢٣٨)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ناپاک حوض کے پانی کا حکم:

مسئلہ نمبر(٢٧٩): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حوض میں تھوڑا سا پانی باقی رہ گیا اور وہ پانی نجس ہو گیا، بعد میں بارش برس کر اس حوض میں پانی کی مقدار عشر فی عشر کی حد تک پہنچ گئی لیکن وہ تھوڑا ناپاک پانی حوض میں پہلے سے موجود تھا تو اس حوض کا پانی اب پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں حوض کا پانی ناپاک ہے۔

"حوض هو عشر فی عشر قل ماء ه ووقعت فيه نجاسة حتى تنجس ثم امتلأ الحوض ولم يخرج منه شئ لايجوز التوضؤ به لانه كلما دخل الماء يتنجس"......(الفتاوىٰ التاتارخانية: ۱۳۲/۱،المحيط البرهانى : ۲۴۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گول تالاب کا قطر شرعی کیا ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۸۰): حضرت مفتی صاحب گول تالاب کی شرعی حدود تحریر فرما کر مشکور فرمائیں کہ گول تالاب کا قطر شرعی لحاظ سے کتنا ہونا چاہیئے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

گول تالاب کا قطر شرعی لحاظ سے 18 فٹ 8 انچ سے ہرگز کم نہ ہو اور اگر قطر 20 فٹ رکھ دیا جائے تو اس میں رفاہ عام بھی ہوگا اور شرعی احتیاط کے لحاظ سے بھی درست رہے گا۔

"قوله وفى المدور بستة وثلاثين اى بان يكون دوره ستة وثلاثين ذراعا وقطره احدعشر ذراعا وخمس ذراع ومساحته ان تضرب نصف القطر وهو خمسة ونصف وعشر فى نصف الدور وهو ثمانية عشر يكون مائة ذراع واربعة اخماس ذراع اه"......(فتاوىٰ شامى: ۱۴۲/۱)

"وان كان مدورا اعتبر ان يكون قطره احدعشر ذراعا وخمس ذراع ودوره ستة وثلاثين ذراعا فمساحته ان يضرب نصف القطر وهو خمسة ونصف عشر فى نصف الدور وهو ثمانية عشر يكون مائة ذراع واربعة اخماس ذراع "......(الجوهرة النيرة : ۵۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اس چھوٹے تالاب کا حکم جس کا پانی نیچے سے جاری ہو:

مسئلہ نمبر(۲۸۱): حضرت مفتی صاحب

پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ مروت علاقہ دیہات میں آب پانی کے واسطہ تالاب بنارہا ہے، ان تالابوں میں ہروقت ۲۴ گھنٹے پائپ لائن کے ذریعے تازہ اور صاف پانی چلتا رہے گا، یہ تالاب اوپر سے ہروقت بند ہوں گے، یعنی تالاب میں ہروقت پانی جاری ہوگا اور گندگی غلاظت سے محفوظ رہے گا، ہم ۱۴ فٹ گولائی یعنی ۷ فٹ نصف قطر والے تالاب بنارہے ہیں، مہربانی فرما کر اس سائز والے تالاب کی صفائی کا شرعی مسئلہ بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں گول تالاب کے لیے مقدار مذکور شرعی لحاظ سے کم ہے لیکن اگر ۲۴ گھنٹے مسلسل اس تالاب میں ایک طرف سے پانی آرہا ہے اور اسی طرح سے مسلسل ۲۴ گھنٹے دوسری طرف نکلتا رہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ پانی شرعاً جاری ہے۔

”قوله وفی المدور بستة وثلاثین ای بان یکون دوره ستة وثلاثین ذراعا وقطره احدعشر ذراعا وخمس ذراع ومساحته ان تضرب نصف القطر وهوخمسة ونصف عشر فی النصف الدوروهوثمانیة عشریکون مائة ذراع واربعة اخماس “......(درمع الرد: ۱/۱۴۲)

”واذاکان الحوض صغیرا یدخل فیه الماء من جانب ویخرج من جانب یجوزالوضوء فیه من جمیع جوانبه وعلیه الفتویٰ“......(فتاوی الهندیة:۱/۱۷)

”ففی الحوض الصغیر اذاکان یدخل فیه الماء من جانب ویخرج من جانب یجب ان یکون هکذا لان هذاماء جار والماء الجاری یجوزالتوضؤ فیه وعلیه الفتویٰ“......(المحیط البرهانی : ۱/۲۵۱)

”واذاکان حوض صغیریدخل فیه الماء من جانب ویخرج من جانب یجوزالوضوء فی جمیع جوانبه وعلیه الفتویٰ“......(البحرالرائق : ۱/۱۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

(الباب الرابع فی التیمم)

کیا بیمار اور کمزور وضو کی جگہ تیمّم کرسکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۸۲): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی عمر رسیدہ اور انتہائی کمزور ہے، وضو کرنے سے میرے اعضاء کانپنے لگتے ہیں، بیمار ہونے کے خطرے کے علاوہ مجھے پہلے سے ہی کمزوری اور نقاہت ہے تو کیا ایسی صورت میں میرے لیے تیمّم کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مسئلہ مذکورہ میں مرض کے بڑھ جانے کے خوف کی وجہ سے اس بزرگ کے لیے تیمّم کرنا جائز ہے۔

”ویجوز للمریض ان یتیمم فی المصر اذالم یستطع الوضوء اوالغسل للمرض اویخاف علی نفسه الهلاک بسبب استعمال الماء اویخاف تلف عضو من اعضائه وان کان لایخاف الهلاک ولاتلف العضو ولکن یخاف زیادة المرض اوابطاء البرء یجوز التیمم عندنا “......(خلاصة الفتاوی : ۱/۲۸)

”ولنا قوله تعالیٰ وان کنتم مرضی اوعلی سفرالی قوله فتیمموا صعیداطیبا الخ اباح التیمم للمریض مطلقا من غیرفصل بین مرض ومرض الاان المرض الذی لایضر معه استعمال الماء لیس بمراد فبقی المرض الذی یضر معه استعمال الماء مرادابالنص“......(بدائع الصنائع : ۱/۱۷۱)

”کمایباح التیمم عندخوف الهلاک اوتلف عضو یباح له التیمم عندنا اذاخاف زیادة المرض “......(فتاوی قاضی خان علی هامش الهندیة:۱/۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سیمینٹ پر تیمّم کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۳): بخدمت اقدس محترم ومکرم جناب مفتی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکی خدمت میں گزارش یہ ہے کہ سیمنٹ پر تیمّم جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو وجہ عدم جواز کیا ہے؟ ذرا تفصیل سے لکھ دیں، عقلی ونقلی دلائل سے اچھی طرح واضح فرمادیں۔ جزاک اللہ خیرا

الجواب باسم الملک الوھاب

سیمنٹ پر تیمّم کرنا جائز ہے۔

”دلیلہ قولہ ﷺ اعطیت خمسا لم یعطھن احدمن الانبیاء قبلی نصرت بالرعب مسیرۃ شھر وجعلت لی الارض وفی روایۃ ولامتی مسجداوطھورا ......الخ“......(ردالمحتارعلی درالمختار: ۱/۱۶۸)

”ویجوزالتیمم عندابی حنیفۃ ومحمد بکل ماکان من جنس الارض کالتراب والرمل والحجر والجص والنورۃ والکحل والزرنیخ“......(الھدایۃ: ۱/۵۰)

”(ولوجنبا اوحائضا)طھرت لعادتھا اونفساء بمطھرمن جنس الارض وان لم یکن علیہ نقع......(فلایجوزبمنطبع مترمد) قولہ من جنس الارض الفارق بین جنس الارض وغیرہ ان کل ما یحترق بالنار فیصیررمادا کالشجر والحشیش اوینطبع ویلین کالحدید والصفر والذھب والزجاج ونحوھا فلیس من جنس الارض ابن کمال عن التحفۃ“......(ردالمحتار علی درالمختار: ۱/۱۷۶،۱۷۵،۱۷۴)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مریض کے لیے تیمّم کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۸۴): حضرت مفتی صاحب گزارش ہے کہ ہم بے سمجھ لوگ ہیں، جس طرح دل کہے اسی طرح کر لیتے ہیں، فکر ہوا کہ ہم تیمّم کے بعض مسائل کو نہیں جانتے، گزارش ہے کہ جو صاحب ایسا ضعیف ہو کہ وضو کرنے سے بیمار ہونے کا خطرہ ہو تو وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی واضح فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

وضوکرنے سے بیمار ہونے کا خطرہ ہوتو صحیح قول کے مطابق تیمّم کرکے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، وضوکرنا ضروری ہے البتہ اگر پہلے سے بیمار ہواور بیماری بڑھنے کا خوف ہوتو تیمّم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے۔

”واذاخاف المحدث ان توضأ ان يقتله البرد اويمرضه يتيمم هكذافى الكافى واختاره فى الاسرار لكن الاصح عدم جوازه اجماعا كذافى النهرالفائق والصحيح انه لايباح له التيمم كذافى الخلاصة وفتاوى قاضى خان ولوكان يجدالماء الاانه مريض يخاف ان استعمل الماء اشتدمرضه أوابطأبرؤه يتيمم“......(فتاوى الهندية: ١/٢٨)

”(قوله يهلك الجنب اويمرضه) قيدبالجنب لان المحدث لايجوز له التيمم للبرد فى الصحيح خلافالبعض المشائخ كمافى الخانية والخلاصة وغيرهما وفى المصفى انه بالاجماع على الاصح“......(ردالمحتار: ١/١٧٢)

”(اولمرض) يشتد اويمتد بغلبة ظن اوقول حاذق مسلم“......(درمختارعلى هامش ردالمحتار: ١/١٧١)

”(قوله اوبرد) اى ان خاف الجنب اوالمحدث ان اغتسل اوتوضأان يقتله البرداويمرضه تيمم سواء كان خارج المصر اوفيه وعندهما لايتيمم فيه كذافى الكافى وجوازه للمحدث قول بعض المشائخ والصحيح انه لايجوز له التيمم كذافى فتاوى قاضى خان والخلاصة وغيرهما وذكرالمصنف فى المستصفى انه بالاجماع على الاصح“......(البحرالرائق :٢٤٦،٢٤٧/١)

”(اولمرض) يعنى يجوزالتيمم للمرض واطلقه وهومقيدبماذكره فى الكافى من قوله بان يخاف اشتدادمرضه لواستعمل الماء “......(البحرالرائق : ١/٢٤٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خوف سے پانی پر قدرت کے باوجود تیمّم کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۸۵): نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خوف سے پانی پر قدرت کے باوجود تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

غیر ولی کے لیے جائز ہے اگرچہ پانی پر قادر ہو اور اس ولی کے لیے بھی جائز ہے جس سے مقدم ولی موجود ہو۔

"(قوله وجاز لخوف فوت صلاة جنازة) ای ولو کان الماء قریبا"......(درمع ردالمحتار: ۱/۱۷۷)

"فاما فی هاتین الصلوتین فلیس بشرط بل الشرط فیهماخوف الفوت لو اشتغل بالوضوء حتی لوحضرته الجنازة وخاف فوت الصلاة لواشتغل بالوضوء تیمم وصلی"......(بدائع الصنائع: ۱/۱۷۷)

"ویجوزالتیمم اذاحضرته جنازة والولی غیره فخاف ان اشتغل بالطهارة ان تفوته الصلاة ولایجوزللولی وهوالصحیح هکذا فی الهدایة ،ولالمن امره الولی هکذا فی الخلاصة ویجوزالتیمم للولی اذاکان من هومقدم علیه حاضرااتفاقالانه یخاف الفوت"......(فتاوی الهندیة: ۱/۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کے لیے تیمّم کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۸۶): نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خوف سے پانی پر قدرت کے باوجود تیمّم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں نماز جنازہ سے رہ جانے کے خوف سے پانی پر قدرت رکھنے کے باوجود تیمّم کر کے نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ ساری تکبیرات کے چھوٹ جانے کا خوف ہو، البتہ ولی کے لیے تیمّم جائز نہیں ہے، کیونکہ ولی کے پاس اعادہ نماز جنازہ کا حق موجود ہے۔

"(ویتیمم الصحیح فی المصر إذا حضرت جنازة والولی غیره فخاف إن اشتغل بالطهارة ان تفوته الصلوة) لأنها لا تقضی فیتحقق العجز ......وقوله والولی غیره إشارة إلی أنه لا یجوز للولی وهو روایة الحسن عن أبی حنیفة هو الصحیح لأن للولی حق الاعادة فلا فوات فی حقه اه"......

(الهدایة: ۱/۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تیمّم کب جائز ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

کہ تیمّم کب جائز ہوتا ہے کیا اس آدمی کے لیے تیمّم کرنا جائز ہے جو نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہتا ہے وہ پانی کے موجود ہونے کے باوجود تیمّم اس لیے کرے کہ پانی سے اگر وضو کرے گا تو نماز جنازہ ختم ہوجائے گی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں تیمّم کرنا جائز ہے۔

"ویتیمم الصحیح فی المصر اذا حضرت جنازة والولی غیره فخاف ان اشتغل بالطهارة ان تفوته الصلوة لأنها لاتقضی فیتحقق العجز"......(الهدایة : ۱/۵۲)

"(وجاز) لخوف فوت صلاة جنازة) ای ولو کان الماء قریبا"......

(الدر مع الرد: ۱/۱۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مریض کو تیمّم کروانا:

مسئلہ نمبر(۲۸۸): فالج کے مریض کو تیمّم کروانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر یہ شخص فالج کے مرض میں وضو پر قادر نہیں ہے، اور مرض کی وجہ سے تیمّم بھی خود نہیں کرسکتا تو دوسرے آدمی کا اس کو تیمّم کروانا درست ہے، تاہم نیت تیمّم وہ خود کرے گا۔

"وفی معراج الدراية ولو امر غيره أن ييممه ونوى هو جازاه"...... (البحر الرائق: ۱/۲۵۳)

"مريض ييممه غيره فالنية على المريض دون الميمم كذا فی القنية"......(فتاوی الهندية: ۱/۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تنگی وقت کی وجہ سے تیمّم کرنا:

مسئلہ نمبر(۲۸۹): سورج نکلنے میں دس منٹ رہتے ہوں اور غسل بھی ضروری ہوتو اس صورت میں تیمّم کر کے نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

تیمّم سے نماز نہ ہوگی، البتہ بہتر صورت یہ ہے کہ تیمّم کر کے نماز پڑھ لے اور بعد وقت کے غسل کر کے قضا کرلے۔

"قال فی التنوير (من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلا)(الی قوله) تيمم) وفی الشامية (قوله لبعده) الضمير يرجع الی من ط وقيد بالبعد لانه عند عدمه لا يتيمم وان خاف خروج الوقت فی صلوة لها خلف خلافا لزفر وسيذكر الشارح ان الاحوط ان يتيمم ويصلی ثم يعيد ويتفرع علی هذا الاختلاف ما لو ازدحم جمع علی بئر لا يمكن الاستقاء منها الابالمناوبة او كانوا عراة ليس معهم الا ثوب يتناوبونه وعلم ان النوبة لا تصل اليه الا بعد الوقت فانه لا يتيمم ولا يصلی عاريا بل يصبر عندنا وكذا لواجتمعوا فی مكان ضيق ليس فيه الاموضع يسع ان يصلی قائما فقط يصبر ويصلی قائما

بعدالوقت کعاجز عن القیام والوضوء فی الوقت ویغلب علی ظنه القدرة بعده وکذا من معه ثوب نجس و.ماء یلزمه غسل الثوب وان خرج الوقت بحر ملخصا عن التوشیح‘‘......(تنویرردالمحتار: ۱/۱۷۰تا۱۷۳)

’’وایضا فی شرح التنویر لا یتیمم لفوت جمعة ووقت ولو وترا لفواتها الی بدل وقیل یتیمم لفوات الوقت قال الحلبی فالاحوط ان یتیمم ویصلی ثم یعیده وفی الشامیة تحت (قوله قال الحلبی)...... ونظیر هذا مسئلة الضیف الذی خاف ریبة فانهم قالوا یصلی ثم یعیدوالله تعالیٰ اعلم‘‘......(الدرمع الرد: ۱/۱۸۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(الباب الخامس فی المسح علی الخفین)

چمڑے یا ریکسین کے بنے ہوئے جوتے پر مسح کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چمڑے یا ریکسین کا بنا ہوا جوتا نما جو موزوں یا جرابوں پر پہنا جاتا ہے اگر جرابوں پر پہنا جائے تو کیا اس پر مسح جائز ہے؟ اور کیا اس کا جرابوں کے ساتھ سلا ہوا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جرموق چاہے چمڑے کے ہوں یا ریکسین کے اگر ٹخنوں سمیت تمام پاؤں کو مستور ہوں تو چاہے ان کے نیچے جرابیں یا کوئی اور چیز پہنی ہوئی ہو تو ان پر مسح کرنا درست ہے اور اگر جرموق ٹخنوں کو مستور نہ ہو تو ان پر مسح کرنا درست نہیں ہے۔

”والخف شرعا الساتر للكعبين فاكثر من جلد ونحوه“......(الدر هامش على الشامي: ١/١٩١)

”فمنها ان يكون خفا يستر الكعبين لان الشرع ورد بالمسح على الخفين ومايستر الكعبين ينطلق عليه اسم الخف وكذمايستر الكعبين من الجلد مماسوى الخف كالمكعب الكبير والميثم لانه فى معنى الخف ...... واماالمسح على الجوربين فان كانامجلدين ولامنعلين يجزيه بلاخلاف عنداصحابناوان لم يكونا مجلدين اومنعلين فان كان رقيقين يشفان الماء لايجوز المسح عليهما بالاجماع وان كان ثخينين لايجوز عندابى حنيفة وعندابى يوسف ومحمديجوز“......(بدائع الصنائع : ١/٨٣)

”منهاان يكون الخف ممايمكن قطع السفربه وتتابع المشى عليه ويستر الكعبين وسترمافوقهما ليس بشرط هكذافى المحيط حتى لولبس خفا لاساق له يجوز المسح ان كان الكعب مستورا ويمسح على الجورب المجلد وهوالذى وضع الجلد على اعلاه واسفله هكذا فى الكافى والمنعل وهوالذى وضع الجلد على اسفله كالنعل للقدم هكذافى السراج الوهاج

والثخين الذی ليس مجلدا ولامنعلا بشرط ان يستمسک علی الساق بلاربط ولايری ماتحته وعليه الفتویٰ‘‘......(فتاویٰ الهندية: ۱/۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جرابوں پر مسح کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۹۱): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معمولی جراب پر مسح ہوجاتا ہے یا نہیں؟ جب کہ غیر مقلدین حضرات بھی بخاری شریف کی حدیث کا حوالہ دے کر جواز پیش کرتے ہیں، میں آپ سے ملتمس ہوں کہ آپ احادیث کی روشنی میں مدلل جواب مرحمت فرمائیں آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔

(۲) ڈاکٹر حضرات پوسٹ مارٹم کرتے ہیں جس میں مردہ جسم کے جسم کو کاٹا جاتا ہے، اور تحقیق کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، تاکہ آئندہ بیماریوں کے علاج کے لیے آسانی پیدا ہوجائے، نیز ایک مردہ جسم کے کسی حصہ کو دوسرے زندہ غیر محرم کے لیے استعمال کرنا مثلاً گردہ لگانا، آنکھ تبدیل کرنا، جائز ہے یا ناجائز؟

نوٹ: اگر بلیڈ خون لگایا جاسکتا ہے تو جسم کے دوسرے اعضاء کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال عام مروجہ جرابوں پر مسح کرنا درست نہیں کیونکہ جرابوں پر مسح کرنے کے لیے چند شرائط ہیں، یعنی جرابیں اس قدر گاڑھی ہوں کہ پنڈلی پر باندھے بغیر قائم رہ سکیں، وہ جرابیں اس قدر موٹی ہوں کہ مسلسل تین میل کا سفر کرنے سے نہ پھٹیں، اور اس قدر موٹی ہوں کہ مسح کرتے وقت پانی اندر جذب نہ ہوسکے، چونکہ یہ شرائط معمولی جرابوں میں مفقود ہیں لہذا ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

’’واما المسح علی الجوربين فان کانا مجلدين اومنعلين يجزيه بلاخلاف عنداصحابنا وان لم يکونا مجلدين ولامنعلين فان کانا رقيقين يشفان المآء لايجوزالمسح عليهما بالاجماع‘‘......(بدائع الصنائع :۱/۸۳)

’’واماالمسح علی الجوارب فلايخلوا امان کان الجورب رقيقا غيرمنعل وفی هذاالوجه لا يجوزالمسح بلاخلاف واما ان کان ثخينا منعلا ففی هذاالوجه يجوزالمسح بلاخلاف لانه يمکن قطع السفر وتتابع المشی عليه فکان

بمعنی الخف والمراد من الثخین ان یستمسک علی الساق من غیران یشد بشیء ولایسقط فامااذاکان لایستمسک ویسترخی فھذا لیس بثخین ولایجوز المسح علیہ واماااذاکان ثخینا غیرمنعل ففی ھذاالوجہ لایجوزالمسح عندابی حنیفۃ وعندھما یجوز“......(المحیط البرھانی : ۱/۳۴۳)

”(شرط مسحہ) ثلاثۃ امور الاول (کونہ ساتر)محل فرض الغسل(القدم مع الکعب) الی ان قال(و)الثانی(کونہ مشغول)ا بالرجل الی ان قال (و)الثالث (کونہ ممایمکن متابعہ المشی) المعتاد “......(درعلی ھامش الرد : ۱۹۱، ۱۹۲، ۱/۱۹۳)

(۲)　اللہ تعالیٰ نے انسان کومکرم بنایا ہے جس طرح انسان کا احترام اس کی زندگی میں کیا جاتا ہے انسان کی موت کے بعدبھی یہ انسان قابل احترام ہے،اسی وجہ سے فقہاء کرام نے انسان کی موت کے بعدانسانی اعضاء کی قطع وبرید کوخلاف شرع قراردیکر پوسٹ مارٹم کوایک قبیح اورناجائزعمل قراردیا ہے۔

”عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان رسول اللہ ﷺ قال کسرعظم ا لمیت ککسرہ حیا“......(سنن ابی داؤد:۱۰۴/۲)

”ولایجوز بیع شعرالانسان مع قولنا بطھارتہ والانتفاع بہ لان الآدمی مکرم غیرمبتذل فلایجوز ان یکون شیء من اجزائہ مھانا ومبتذلا “......(فتح القدیر:۲/۶۳)

”ولایکسر عظام الیھود اذاوجدت فی قبورھم لان حرمۃ عظامھم کحرمۃ عظام المسلم لانہ لماحرم ایذاؤ ہ فی حیاتہ تجب صیانتہ عن الکسر بعدموتہ“......(فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیۃ:۱/۱۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

موزوں پرمسح کی مدت:

مسئلہ نمبر(۲۹۲):　کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موزوں پر مسح کی مدت کیا ہے؟ کب

شروع ہوتی ہے،موزہ پہننے کے وقت سے یاحدث ہونے کے وقت سے نیز خف حنفی کیاہے اور اس کا حکم کیاہے؟قرآن وسنت کی روشنی میں تحریرفرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

موزوں پر مسح کی مدت حدث ہونے کے وقت سے شروع ہوتی ہے نہ کہ موزہ پہننے کے وقت سے،اورخف حنفی وہ موزہ ہے جس میں ٹخنوں سے نیچے چمڑاہواوروہ ٹخنوں سے اوپرشلوار کے ساتھ سی دیاجائے جس سے ٹخنے چھپ جائیں خف حنفی پرمسح کرنے کے بارے میں فقہاء کااختلاف ہے،اگرچہ راجح مسح کا جواز ہے لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ اس پرمسح نہ کرے۔

”وابتداء المدة يعتبرمن وقت الحدث بعداللبس“......(الھندیة: ۱/۳۳)

”وفى المبسوط لشمس الائمة السرخسى وابتداء ها عقيب الحدث لانه لايمكن اعتبارالمدة من وقت اللبس فانه لولم يحدث بعداللبس حتى يمريوم وليلة لايجب عليه نزع الخف“......(البحرالرائق: ۱/۲۹۹)

”يعتبر من وقت الحدث بعداللبس فيمسح من وقت الحدث الى وقت الحدث“......(بدائع الصنائع: ۱/۷۹)

”ويعلم ايضامانقلناه جوازالمسح على الخف الحنفى اذاخيط بمايسترالكعبين كالسروال المسمٰى بالشخشير“......(ردالمحتار: ۱/۱۹۲)

”ويكون حينئذٍ فى المسئلة قولان ولم نرمن مشائخ المذهب ترجيح احدهما على الاخربل وجدنافروعاتؤيدقول السمرقنديين كماعلمت وسنذكرمايؤيده ايضاثم رايت رسالة اخرى لسيدى عبدالغنى ردفيها على رسالة الشارح وسماها الردالوفى على جواب الحصكفى فى مسئلة الخف الحنفى وحقق فيها ماقاله فى رسالته الاولى المسماة ببغية المكتفى فى جوازالمسح على الخف الحنفى وبين فيها ان ماستدل به الشارح فى رسالته لايدل له لان التنصيص على الشىء لاينفى ماعداه الى غيرذلك ممايتبغى

مـراجـعتـه ولـكـن لايـخـفـى ان الـورع فـى الاحتيـاط وانما الكلام فى اصل الجوازوعدمه والله تعالىٰ اعلم"......(ردالمحتار: ۱/۱۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

موزوں پرمسح کی مدت:

مسئلہ نمبر(۲۹۳): موزوں پرمسح کی مدت کب سے شروع ہوتی ہے موزے پہننے کے وقت سے یا حدث ہونے کے وقت سے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

موزوں پرمسح کی مدت کی ابتداء موزے پہننے کے بعد حدث کے وقت سے شروع ہوتی ہے۔

"قـال فـى الـدر " و ابتـداء الـمدة من وقت الحدث و قال ابن عابدينؒ تحت قـولـه (مـن وقـت الـحـدث)أى لا مـن وقت المسح الاول كما هو رواية عن أحمدؒ و لا من وقت اللبس كما حكى عن الحسن البصرى و تمامه فى البحر .و ذكر الرملى أن صريح كلام البحر أن المدة تعتبر من اول وقت الحدث لا مـن آخـره كـما هو عند الشافعية و ما قلنا أولى لانه وقت عمل الخف و لم أر من ذكر فيه خلافا عندناه‌ا"......(ردالمحتار: ۱/۱۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

(الباب السادس فی احکام الحیض والنفاس)

حالت استحاضہ میں نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۹۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو دس دن سے زیادہ حیض آجائے تو ان دنوں میں نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر عورت عادت والی ہے تو اسکی عادت کے بعد والے دنوں کا خون حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے چاہے اس کی عادت دس دن کی ہو یا دس دن سے کم کی ہو اور معتادہ عورت کے لیے استحاضہ کے دنوں میں حکم یہ ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے لیے وضو کرے اور اس سے جو چاہے فرائض ونوافل میں سے اس وقت کے اندر ادا کرے، اور اگر عورت معتادہ نہیں ہے تو اس کے دس دنوں کے بعد کے دنوں کا خون استحاضہ ہے اور استحاضہ کا حکم اوپر مذکور ہے۔

"ودم الاستحاضة كالرعاف الدائم لايمنع الصلوة ولا الصوم ولا الوطئ كذا فى الهداية"......(فتاوى الهندية : ۱/ ۳۹)

"المستحاضة ومن به سلس البول اواستطلاق البطن اوانفلات الريح او رعاف دائم او جرح لا يرقاء يتوضؤون لوقت كل صلوة ويصلون بذلک الوضوء فى الوقت ما شاء وا من الفرائض والنوافل هكذا فى البحر"......(الهندية: ۱/ ۴۱)

"ولو زاد الدم على اكثر الحيض والنفاس فمازاد على عادتها استحاضة لان ما رأته فى ايامها حيض بيقين وما زاد على العشرة استحاضة بيقين"......(البحر الرائق : ۱/ ۳۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایام حیض میں قضاء نمازوں کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۹۵): ایام حیض میں قضاء نمازوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ایام حیض میں قضاء نمازوں سے مراد اگر وہ نمازیں ہیں جو درمیان حیض قضاء ہوئی ہیں تو وہ نمازیں از روئے شریعت معاف ہیں ان کی قضاء نہیں ہے۔ اور اگر قضاء نمازوں سے مراد وہ نمازیں ہیں جو ایام حیض سے پہلے کی ہیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ ان ایام حیض میں ادا نہیں کی جائیں گی، بلکہ ایام طہر میں ادا کی جائیں گی، کیوں کہ حیض میں عورت پاک نہیں ہوتی۔

"تطهير النجاسة واجب من بدن المصلي وثوبه"...... (هداية : ۱/۶۸)

"باب شروط الصلوة وهی طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه ومكانه"......

(كنز الدقائق: ۲۸)

"المستحاضة ومن به سلس البول او استطلاق البطن اوانفلات الريح او رعاف دائم او جرح لا يرقاء يتوضؤون لوقت كل صلوة ويصلون بذلك الوضوء في الوقت ما شاء وا من الفرائض والنوافل هكذا في البحر"......(الهندية: ۱/۴۱)

"ولو زاد الدم على اكثر الحيض والنفاس فمازاد على عادتها استحاضة لان ما رأته في ايامها حيض بيقين وما زاد على العشرة استحاضة بيقين"......(البحر الرائق : ۱/۳۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایام حیض میں استعمال شدہ کپڑوں وغیرہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۹۶): عورت مخصوص ایام میں ناپاک ہوتی ہے تو ان ایام کے بعد بدن کی پاکی کے علاوہ ان چیزوں کو بھی پاک کرنا پڑتا ہے جو اس کے زیر استعمال رہ چکی ہوں مثلاً اس کے کپڑے کنگھی، بستر، دوپٹہ، وغیرہ؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ عورت پر صرف غسل کرنا واجب ہے اور اگر ان ایام میں کپڑے ناپاک ہوگئے ہوں تو ان کا دھونا بھی ضروری ہے، دیگر اشیاء مثلاً کنگھی، بستر، دوپٹہ وغیرہ (جبکہ ان کو نجاست نہ لگی ہو) دھونے کی ضرورت نہیں۔

"الحادی والعشرون یوجب الغسل بشرط الإنقطاع علی ما حققناه......اه"......(البحر الرائق : ۱/۳۳۷)

"(قوله وحیض ونفاس) ای وفرض الغسل عند حیض ونفاس اه" ......(البحر الرائق : ۱/۱۱۲)

"ویدل علیه ایضا حدیث فاطمة بنت ابی حبیش ان النبی ﷺ قال لها اذا اقبلت الحیضة فدعی الصلاة واذا ادبرت فاغتسلی وصلی"...... (البحر الرائق: ۱/۱۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

حائضہ عورت کا سجدہ تلاوت کرنا اور دعائیں پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۲۹۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

حائضہ عورت کے پاس اگر کوئی آدمی سجدے والی آیت پڑھے تو اس عورت پر پاک ہونے کے بعد وہ سجدہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

۲۔ حائضہ عورت دعائیں پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں حائضہ عورت پر سجدہ تلاوت ضروری نہیں ہے۔

"وفی الصغری الحائض اذا سمعت آیة السجدة لا سجدة علیها کذا فی التتارخانیة اه"......(الھندیة: ۱/۳۸)

۲۔ حائضہ عورت دعائیں پڑھ سکتی ہے۔

"ولا بأس لحائض وجنب بقرائة أدعیة اه وقال الشامی تحت قوله "بقرأة أدعیة" شمل دعاء القنوت وهو ظاهر المذهب کماقدمناه"......(الدر مع الرد : ۱/۲۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حائضہ عورت تلاوت قرآن مجید نہیں کرسکتی:

مسئلہ نمبر (۲۹۸): کیا حائضہ عورت کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کی ممانعت کسی حدیث شریف سے ثابت ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حائضہ عورت کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کی ممانعت حدیث شریف سے ثابت ہے۔

"عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال لا تقرأ الحائض ولا الجنب شیأ من القران "...... (ترمذی ، باب ما جاء فی الجنب والحائض انهما لا یقران القران : ۱/۱۲۹)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حائضہ عورت اور جنبی آدمی قرآن میں سے کچھ (بنیت تلاوت) نہ پڑھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایام حیض میں درس وتدریس:

مسئلہ نمبر (۲۹۹): ایک عزت مآب خاتون اپنے علاقہ میں خواتین کو جمع کرکے ان کے سامنے قرآن مجید کی چند آیات کی تلاوت کرکے اس کی تفسیر اور تشریح بیان کرتی ہے اور اس طرح وہاں کی خواتین اور بالغ لڑکیوں کو ترجمہ مع تلاوت آیات پڑھاتی ہے، کیا موصوفہ کے لیے اپنے مخصوص ایام کے اندر قرآن مجید کو علیحدہ کپڑے میں پکڑ کر درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عورت کے لیے ایام مخصوصہ میں قرآن مجید کی درس وتدریس جائز ہے بشرطیکہ وہ عورت آیات قرآنی کو ایک ایک کلمہ پڑھ ٹھہر کر ادا کرے اور قرآن مجید کو ہاتھ بھی نہ لگائے یا تلاوت غیر حائض عورت کرے اور ترجمہ وتشریح یہی استانی کریں، جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ دوسری لڑکی سے تلاوت کروائے اور خود تفسیر وتشریح کرے۔

"وقرأة قرآن بقصده ومسه ولو مكتوبا بالفارسية فی الاصح الا بغلافه المنفصل كما مر قال ابن عابدين تحت قوله (وقراءة قرآن) ای ولو دون آية من المركبات لا المفردات لانه جوز للحائض المعلمة تعليمه كلمة كلمة"......(ردالمحتار : ۱/۲۱۴)

”واذا حاضت المعلمة فينبغى لها ان تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين ولا يكره لها التهجى بالقرآن كذا فى المحيط“......(الهندية : ۱/۳۸)
(وكذا فى المحيط : ۱/۴۰۳والبحر : ۱/۳۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایام حیض میں حفظ کرنا اور دینی تعلیم حاصل کرنا:

مسئلہ نمبر(۳۰۰): حفظ کے دوران طالبات کو ماہواری آجائے تو کیا حفظ کی طالبات ان دنوں میں حفظ کی تعلیم جاری رکھ سکتیں ہیں یا کہ نہیں؟ مدارس کی طالبات اگراس وجہ سے چھٹی کریں تو اس میں ان کے تعلیمی نقصان کا اندیشہ ہے،تو یہ طالبات اپنی تعلیم کس طرح جاری رکھ سکتی ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حفظ کے دوران ایام ماہواری میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا بالکل درست نہیں ہے،لہذا اس دوران تعلیم جاری نہیں رکھ سکتیں اور جو طالبات مدارس میں دینی کتب پڑھتی ہیں وہ تعلیم جاری رکھ سکتی ہیں،کتابوں کو چھو سکتی ہیں پڑھ سکتی ہیں، ہاں البتہ وہ تفسیر جس میں قرآن غالب ہو وہ قرآن کے حکم میں ہے اس کو چھونا مکروہ ہے اور وہ تفسیر جس میں قرآن غالب نہ ہو تو اس کو چھونا درست ہے۔

”ومنها ان لا تقرأ القرآن عندنا لحديث ابن عمرؓ ان النبى ﷺ كان ينهى الحائض والجنب عن قرأة القرآن ، والآية ومادونها فى تحريم القرأة سواء (هكذا ذكر الكرخى فى كتابه“......(المحيط البرهانى : ۱/۴۰۲)

”ولايجوز للجنب والنفساء قراة القرآن ، لقوله عليه السلام لا تقرأ الحائض والجنب شيأ من القرآن، رواه الترمذى وابن ماجه“......(منية المصلى : ۴۹)

”(والتفسير كمصحف لا الكتب الشرعية) فانه رخص مسها باليد لا تفسير(قوله لكن فى الاشباه)...... اقول الاظهر والاحوط القول الثالث اى كراهته فى التفسير دون غيره لظهور الفرق فان القرآن فى التفسير اكثر منه فى غيره“......(ردالمحتار : ۱/۱۳۰)

’’(قوله ولو قيل به) اى بهذا التفصيل بان يقال ان كان التفسير اكثر لايكره وان كان القرآن اكثر يكره‘‘......(ردالمختار : ۱/۱۳۰)

’’ولايكره قرأة القنوت فى ظاهر الرواية كذا فى التبيين وعليه الفتوى كذا فى التجنيس والظهيرية ويجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الاذان ونحوذالک كذا فى السراجية‘‘......(الهندية : ۱/۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایام حیض ونفاس میں اذان کا جواب دینا:

مسئلہ نمبر(۳۰۱): میں بے وضو ہونے کی حالت میں اذان کا جواب دے سکتی ہوں کہ نہیں اوراسی طرح جب مجھے کپڑے آتے ہیں ان ایام میں، اذان کا جواب دینا ٹھیک ہے کہ نہیں۔؟ برائے کرم جواب عنایت فرمادیجیے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایام حیض ونفاس وغیرہ میں اذان کا جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

’’ومن سمع الاذان فعليه ان يجيب وان كان جنبا لان اجابة الاذان ليس بأذان‘‘......(خلاصة الفتاوى : ۱/ ۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حالت حیض میں عمرہ ادا کرنے کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر(۳۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ایک عورت مدینہ منورہ سے ایام حیض میں احرام باندھ کر مکہ معظّمہ آجاتی ہے اوراپنی عادت کے چھ دن پورے کرکے پاک ہوجاتی ہے اورعمرہ ادا کرکے احرام کھول دیتی ہے، ایک دن بعداپنی واپسی پرواز سے پاکستان آجاتی ہے پھراچانک بالکل خلاف عادت اورخلاف معمول دسویں دن سے پھرخون آنے لگتا ہے۔

۱۔ کیااس کا عمرہ درست ہوگا؟

۲۔ اگردرست نہیں ہواتو تلافی کیسے ہوسکتی ہے؟

وضاحت: خون دسویں، گیارہویں بارہویں اور تیرہویں دن بھی آتا رہا۔

نوٹ: حیض کے اختتام کے قریب احتیاطا حیض بند کرنے والی دوا کھائی تھی شاید اس کی وجہ سے یہ خرابی واقع ہوئی ہے۔ حیض کے معمول میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اس عورت کا عمرہ ادا ہوگیا ہے کیونکہ بقول آپ کے خون دسویں دن سے تجاوز کر کے گیارھویں، بارہویں اور تیرھویں دن بھی آتا رہا تو اس میں عادت کے چھ دن کو حیض شمار کیا جائے گا اور بعد میں آنے والے خون کو استحاضہ شمار کیا جائے گا۔

"وان جاوز العشرة ففی المبتدأة حیضها عشرة ایام وفی المعتادة معروفتها فی الحیض حیض والطهر طهر هکذا فی السراج الوهاج"...... (الهندیة : ۳۷/۱)

"(قوله وکذا الحیض) یعنی ان زاد علی عشرة فی المبتدأة فالزائد استحاضة وترد المعتادة لعادتها اه"......(ردالمحتار : ۲۲۰/۱)

"(ولو زاد الدم علی عشرة ایام ولها عادة معروفة دونها ردت الی ایام عادتها)فیکون الزائد علی العادة استحاضة اه"......(فتح القدیر : ۱۵۷/۱)

"وان جاوزالعشرة فعادتها حیض وما زادعلیها استحاضة"...... (بدائع الصنائع : ۱۵۸/۱)

"ومما یتصل بهذه مسائل ، اذا عاودها الدم فی العشرة بطل الحکم بطهارتها مبتدءة کانت اومعتادة ......وهذا الذی ذکرناه اذاعاودها الدم فی العشرة ولم تزد علی العشرة وطهرت بعدذلک طهرا صحیحا ......اما اذا زاد علی العشرة اولم یزد لکن انتقص الطهر بعدذلک عن خمسة عشر ففی المبتدءة العشرة حیض ،وفی المعتادة ایامها المعتادة حیض "......(التتارخانیة: ۴۸۵/۱ ،مطبوعه جدید)

"وان کانت عادتها خمسة فالزیادة علیها حیض معها الی تمام العشرة لماذکرنا فی المبتدءة بالحیض وان جاوز العشرة فعادتها حیض ومازاد علیها استحاضة "......(بدائع الصنائع : ۱۵۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایام نفاس کتنے دن ہیں؟:

مسئلہ نمبر (۳۰۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بچے کی پیدائش سے بعض لوگ چالیس دن اور بعض تیس دن کہتے ہیں اصل میں کتنے دن نماز نہیں پڑھنی ہوتی ہے اس کا تعلق جنس سے ہے، بچہ، بچی سے ہے یا خون کے آنے اور نہ آنے سے ہے جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے اس کو نفاس کا خون کہتے ہیں اور حالت نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے، اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے، چاہے خون جاری بھی رہے، اور اس کی کم از کم مدت متعین نہیں چنانچہ ایک لمحہ بھی ہوسکتا ہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ حالت نفاس میں صوم وصلوۃ ممنوع ہے، لہذا چالیس دن تک جب تک نفاس کا خون آتا رہے تو نماز نہ پڑھے اور جب بھی چالیس دن کے اندر خون آنا بند ہو جائے تو اس وقت سے غسل کر کے نمازیں پڑھنا شروع کر دے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ چالیس دن یا تیس دن نمازیں نہیں پڑھے گی یا اس کا تعلق جنس ولد کے ساتھ ہے، ان کی بات بالکل غلط ہے۔

"ولا حد لأقله واكثره اربعون يوما" ...... (كنز الدقائق : باب الحيض ،٢٣)

"اذا انقطع دم المرأة دون عادتها المعروفة فی حيض او نفاس اغتسلت حين تخاف فوت الصلوٰة وصلت"...... (خلاصة الفتاوى : ١/ ٢٣١)

"ولو انقطع دمها دون عادتها يكره قربانها وان اغتسلت حتى يمضى عادتها وعليها ان تصلى وتصوم للاحتياط هكذا فی التبيين"...... (الهندية : ١/ ٣٩)

"وذكر شيخ الاسلام فی مبسوطه اتفق اصحابنا على ان اقل النفاس ما يوجد فانها كما ولدت اذا رأت الدم ساعة ثم انقطع الدم عنها فانها تصوم وتصلى وكان ما رأت نفاسا لا خلاف فی هذا بين اصحابنا "......(البحر الرائق : ١/ ٣٨٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت:

مسئلہ نمبر(۳۰۴): ایک عورت جوان ہوئی حیض کے ساتھ اوراس کا خون جاری ہوا اور دس دن سے تجاوز کر گیا بلکہ پورا مہینہ خون جاری رہا تو اب اس کی ترتیب کیا ہوگی جب کہ عندالاحناف اکثر مدت حیض دس دن ہے۔

بینوا توجروا

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ عورت کے ابتدائی دس دن حیض کے شمار ہونگے اوران میں عورت صوم وصلوۃ اور دیگرایام حیض کے درمیان ممنوع اشیاء ترک کردے گی اور بقیہ دن استحاضہ کے شمار ہونگے اوران دنوں میں عورت صوم وصلوٰۃ اور دیگراحکام شرعیہ کی پابند ہوگی۔

”قوله ولو مبتدأة فحيضها عشرة ونفاسها اربعون اى لو كانت المستحاضة ابتدأت مع البلوغ مستحاضة اومع الولد الاول فحيضها ونفاسها الاكثر لان الاصل الصحة فلا يحكم بالعارض الا بيقين اه“......(البحر الرائق : ۱/ ۲۷۳)

”(الا لمن بلغت مستحاضة) فيقدر حيضها بعشرة وطهرها بخمسة عشر يوما ونفاسها باربعين “......(حاشية طحطاوى على مراقى الفلاح : ۱۴۱)

”والحاصل ان المبتدأة اذا استمر دمها فحيضها فى كل شهر عشرة وطهر ها عشرون كما فى عامة الكتب“......(رد المحتار : ۱/۲۰۹،)

”والحيض يسقط عن الحائض الصلوة ويحرم عليها الصوم وتقضى الصوم ولا تقضى الصلوات لقول عائشة رضى الله عنها كانت احدانا على عهد رسول الله ﷺ اذا طهرت من حيضهاتقضى الصيام ولا تقضى الصلوات ولان فى قضاء الصلوات حرجا لتضاعفها ولا حرج فى قضاء الصوم “......(الهداية : ۱/ ۶۲)

”وان جاوزالعشرة ففى المبتدء ة حيضهاعشرة ايام“......(الهندية: ۱/۳۷)

”امـاالمبتدء ـة بالحيض وهى التى ابتدئت بالدم واستمر بهافالعشرة من أول

الشھر حیض لان ھذا دم فی ایام الحیض وأمکن جعله حیضا، ومازادعلی العشرة یکون استحاضة، لانه لامزیدللحیض علی العشرة“......(بدائع الصنائع: ۱/۱۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۰۵): اگر کوئی آدمی حالت حیض میں اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے ؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حالت حیض میں بیوی سے جماع کرنا حرام ہے، لہذا ایسا آدمی توبہ واستغفار کرے اور مستحب یہ ہے کہ یہ صدقہ بھی کرے، اگر حیض کے ابتدائی دنوں میں اس گناہ کا ارتکاب ہوا ہے تو پھر ایک دینار کی مالیت صدقہ کرے اور اگر آخری ایام میں جماع کیا ہے تو پھر نصف دینار کی مالیت صدقہ کرے۔

”(و) یحرم بالحیض والنفاس (الجماع والاستمتاع بما تحت السرة الی تحت الرکبة) لقوله تعالی ولا تقربوھن حتی یطھرن، وقوله ﷺ لک ما فوق الازار فان وطئھا غیر مستحل له یستحب ان یتصدق بدینار اونصفه ویتوب ولا یعود وجزم فی المبسوط وغیره بکفر مستحله“......(حاشیة طحطاوی علی مراقی الفلاح :۱۴۵،۱۴۶)

”قوله (یستحب ان یتصدق بدینار او نصفه) قیل ان کان الدم اسود تصدق بدینار ،وان کان اصفر فبنصفه، ویشھدله ما رواه ابوداؤد وصححه الحاکم اذا وقع الرجل اھله وھی حائض ان کان دما احمر فلیتصدق بدینار وان کان اصفر فبنصف دینار وقیل ان کان فی اول الحیض فبدینار والافبنصفه“......

(حاشیة الطحطاوی : ۱۴۶)

وللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حالت نفاس میں نکاح کرنا:

مسئلہ نمبر(۳۰۶): ایک عورت کو تین طلاقیں دی گئیں اور عدت گزر گئی ہے یعنی حاملہ نہیں تھی، لیکن بعد میں اس نے زنا کیا اس سے حاملہ ہوگئی اور پھر اس کا حمل ضائع کرا دیا، اب اس کو نفاس آرہا ہے آیا ایسی حالت میں نکاح کر سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں نکاح درست ہے، البتہ وطی نہ کرے جب تک عورت نفاس سے پاک نہ ہو۔

"(و)صح نكاح (حبلى من زنا) لاحبلى (من غير الخ) وان حرم وطؤها ودواعيه(حتى تضع الخ) وصح نكاح الموطوء ة بملك او الموطؤة بزنا اه"

......**(الدر المختار : ۲/ ۳۱۶،۳۱۷)**

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایام ماہواری میں صرف نماز معاف ہے:

مسئلہ نمبر(۳۰۷): ایام ماہواری میں جس طرح نماز معاف ہوتی ہے کیا اس طرح روزے بھی معاف ہو جاتے ہیں؟ جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح نماز ایام ماہواری میں معاف ہوتی ہے تو اس طرح روزے بھی معاف ہوجاتے ہیں کیا یہ بات درست ہے۔؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ایام ماہواری میں صرف نماز معاف ہوتی ہے، البتہ روزے بعد میں قضا کرنا ضروری ہے۔

"والحيض يسقط عن الحائض الصلوة ويحرم عليها الصوم وتقضى الصوم ولا تقضى الصلوات لقول عائشة رضى الله تعالى عنها كانت احدانا على عهد رسول الله ﷺ اذا طهرت من حيضها تقضى الصيام ولا تقضى الصلوات ولان فى قضاء الصلوات حرجا لتضاعفها ولا حرج فى قضاء الصوم "...... (الهداية: ۱/ ۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ السلام کے زمانہ میں جب عورتیں حیض سے پاک ہوجاتیں تو روزوں کی قضا کرتی تھیں اور نمازوں کی قضا نہیں (صاحب ہدایہؒ فرماتے ہیں) دوسری وجہ یہ ہے کہ نمازوں کی قضا میں حرج ہے جبکہ روزوں کی قضا میں حرج نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایام حیض میں تلاوت کے علاوہ دیگر اذکار کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۰۸): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ

۱۔ ایام حیض میں تلاوت قرآن مجید کے علاوہ تمام اذکار جائز ہیں؟

۲۔ جن ،جادو وغیرہ کے توڑ کے لیے بطور علاج قرآنی آیات سے نہانا اور خصوصا ایام حیض میں نہانا شرعا کیسا ہے؟

۳۔ غسل کی حاجت میں آیات قرآنیہ کے علاوہ مثلا اسماء اللہ پڑھ کردم کرنا از روئے شریعت کیسا ہے؟

کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیکر مطمئن فرمائیں۔(شکریہ)

الجواب باسم الملک الوهاب

ایام حیض میں تلاوت قرآن مجید کے علاوہ تمام اذکار جائز ہیں۔

”ویستحب للحائض إذا دخل وقت الصلوة أن تتوضأ وتجلس عند مسجد بيتها تسبح وتهلل قدر ما يمكنها أداء الصلوة لو كانت طاهرة كذافى السراجية“......(الهندية: ۱/۳۸)

۲۔ ایام حیض میں آیات قرآنیہ سے لکھے ہوئے تعویذ سے نہانا مناسب نہیں ہے،ادب کے خلاف ہے۔

۳۔ حائضہ اور جنبی کے لیے اسماء اللہ پڑھ کردم کرنا جائز ہے۔

”ولا بأس لحائض وجنب بقرأة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى وتسبيح الخ“......(الدر المختار على هامش الرد: ۱/۲۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایام حیض میں عورت کا قرآن کو چھونے اور پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۰۹): یہاں امریکہ میں کچھ اسلامی ادارے ہیں جہاں عورتیں قرآن وتفسیر پڑھاتی ہیں، البتہ یہ قرآن کو چھونا، پڑھنا اور پڑھانا ایام حیض میں بھی جاری رکھتی ہیں اور اسی طرح طالبات بھی کرتی ہیں یہ کہتی ہیں کہ بحرین (مشرق وسطی) کے علماء نے اجازت دی ہے۔

سوالات یہ ہیں:

۱۔ کیا ایک مسلمہ ایام حیض میں قرآن پاک چھوکر قرأت کرسکتی ہے؟

۲۔ کیا طالبہ قرآن کو ایام حیض میں چھوکر پڑھ سکتی ہے؟

۳۔ کیا کوئی حافظہ ایام حیض میں قرآن پڑھ سکتی ہے؟

۴۔ کیا ایک حفظ قرآن کی طالبہ ایام حیض میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکتی ہے یا نہیں؟

ہمیں جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیا جائے، چونکہ یہاں امریکہ میں سلفیوں اور اہل حدیث لوگوں کے باعث بڑی جہالت پھیلی ہوئی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱-۴) حائضہ عورت تلاوت کلام پاک نہیں کرسکتی، چاہے وہ حافظہ ہو یا غیر حافظہ البتہ استانی (معلّمہ) حالت حیض میں قرآن مجید پڑھا سکتی ہے، لیکن وہ پوری آیت نہیں پڑھ سکتی، بلکہ ایک ایک کلمہ کو الگ الگ کر کے پڑھا سکتی ہے۔

"فی الدر المختار: (و) یحرم به (تلاوة القرأن) ولو دون آیة علی المختار (بقصده) وفی الرد (قوله أی من المرکبات لاالمفردات لأنه جوز للحائض المعلمة تعلیمه کلمة کلمة الخ (الدر مع الرد: ۱/۱۲۷)

البتہ حافظہ ایام حیض میں نہ جہراً پڑھے نہ سراً پڑھے، صرف ذہن میں تصور کرے تو جائز ہے اس لیے کہ قرأت قرآن منع ہے اور متصور کو کوئی بھی قاری نہیں کہتا۔

"ولیس للحائض والجنب والنفساء قرأة القرآن) لقوله علیه السلام لاتقرأ الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن"......(الهدایة: ۱/۶۲)

البتہ حائضہ بوقت ضرورت قرآن مجید کو ایسے کپڑے کے ساتھ چھوسکتی ہے جو اس نے پہنا نہ ہو مثلاً رومال وغیرہ سے۔

”ومنها حرمة مس المصحف لايجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز لابما هو متصل به هو الصحيح هكذا فى الهداية وعليه الفتوى كذا فى الجوهرة النيرة ...... ولايجوز لهم مس المصحف بالثياب التى هم لابسوها ويكره لهم مس كتب التفسير والفقه والسنن“......(الهندية: ۳۸،۳۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حالت حیض میں جماع کرنا:

مسئلہ نمبر(۳۱۰): السلام علیکم گزارش ہے کہ اس مسئلہ میں علماء ومفتیان کرام کیا فرماتے ہیں کہ ایک عورت حالت حیض میں ہے جب کہ اس کے خاوند کو شدت سے طلب تھی اور اس حالت میں خاوند نے عورت کے فرج میں دخول کردیا، اب اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ حالت حیض میں مرد سے صبر نہ ہو تو اس صورت میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟ وہ اپنی اس خواہش کو کیسے پورا کرے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

حالت حیض میں جماع کرنا حرام ہے، اگر حالت حیض میں جماع کرلیا تو اس گناہ کی تلافی کے لیے کثرت سے توبہ واستغفار کرے، البتہ بہتر و مستحب یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ صدقہ کردے، اگر مرد سے صبر نہ ہوتا ہو تو ناف سے گھٹنوں تک کے علاوہ جسم کے کسی حصہ سے اپنی خواہش کو پورا کرلے۔

”قوله ومنها حرمة الجماع هكذا فى النهاية والكفاية“......(الهندية : ۳۹/۱)

”(قوله وقربان ماتحت الازار) اى ويمنع الحيض قربان زوجها ماتحت ازارها اما حرمة وطئها عليه فمجمع عليها لقوله تعالى ولاتقربوهن حتى يطهرن وطؤها فى الفرج عالما بالحرمة عامدا مختارا كبيرة لا جاهلا ولاناسيا ولامكرها فليس عليه الاالتوبة والاستغفار وهل يجب التعزير ام لا ويستحب ان يتصدق بدينار اونصفه“......(البحرالرائق : ۳۴۲/۱)

”يجوز الاستمتاع بالسرة ومافوقها وبالركبة وماتحتها والمحرم الاستمتاع

بمابينهما وهی احسن من عبارة بعضهم يستمتع بما فوق السرة وماتحت الركبة كمالايخفى فيجوز له الاستمتاع فيما عداماذكربوطء وغيره ولوبلاحائل "......(البحر الرائق : ۱/۳۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حالت حیض میں قرآن کی تلاوت کرنا:

مسئلہ نمبر(۳۱۱): کیافرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وہ طالبات جو کہ قرآن مجید حفظ کررہی ہوں کیاوہ قرآن پاک کو ہاتھ لگائے بغیر حالت حیض میں قرآن پاک پڑھ سکتی ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں حالت حیض میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے البتہ آیت کوتوڑتوڑکر یعنی علیحدہ علیحدہ ایک ایک کلمہ ٹھہرٹھہرکر یادعاوالی آیات کوبنیت دعاپڑھنا جائز ہے۔

"ومنها حرمة قراءة القرآن لاتقرء الحائض والنفساء والجنب شيئا من القرآن والاية ومادونها سواء فی التحريم على الاصح الا ان لا يقصد بمادون الآية القراءة مثل ان يقول الحمد لله يريد الشكر اوبسم الله عندالاكل اوغيره فانه لاباس به "......(الفتاوى الهندية: ۱/۳۸)

"واذاحاضت المعلمة فينبغی لها ا ن تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين ولايكره لها التهجی بالقرآن كذافی المحيط "......(الفتاوى الهندية: ۱/۳۸)

"واما قراءة القرآن قالوا ان القرآن يخرج عن كونه قرآنا بالقصد فجوز للجنب والحائض قراءة مافيه من الاذكار بقصد الذكر والادعية بقصدالدعاء "......(الاشباه والنظائر: ۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

لڑکی کی عمر بلوغت:

مسئلہ نمبر(۳۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی جس کی عمر تیرہ سال یا ساڑھے تیرہ سال ہوتو آیا وہ شرعی لحاظ سے بالغ ہوچکی ہے یا نہیں؟ اور کس عمر کی لڑکی یقیناً بالغہ شمار ہوتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ نو سال سے پہلے لڑکی نابالغ شمار ہوتی ہے، اگر علامات بلوغ میں سے کوئی علامت ظاہر ہوجائے تو وہ بالغ ہے اور علامات بلوغ لڑکی کے حق میں تین ہیں،(۱)احتلام ہونا(۲)حیض آنا(۳)حمل ٹھہر جانا، اگر پندرہ سال تک کوئی علامت ظاہر نہ ہوتو پندرہ سال پورے ہونے پر شرعاً بالغ شمار ہوگی۔

"فصل بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل ھوالانزال والجارية بالاحتلام والحيض والحبل ولم يذكر الانزال صريحالانه قلمايعلم منها فان لم يوجدفيهماشيء حتى تم لكل منهماخمس عشرة سنة به يفتى لقصراعماراھل زماننااوادنى مدته له اثنتاعشرة سنة ولها تسع سنين هوالمختار كمافى احكام الصغار(فى الشامية قوله فان لم يوجدفيهما) اى فى الغلام والجارية شيء مماذكر الخ مفاده انه لااعتبارلنبات العانة خلافا للشافعي ورواية عن ابى يوسف ولااللحية واما نهود الثدى فذكرالحموى انه لايحكم به فى ظاهرالرواية وكذا نقل الصوت كمافى شرح النظم الها ملى ابوالسعودوكذا شعرالساق والابط والشارب"......(الدرمع الرد:۱۰۷/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حائضہ عورت کا بغیر وضو کے روٹی کھانا:

مسئلہ نمبر(۳۱۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حائضہ عورت بغیر وضو کے روٹی کھاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حائضہ عورت بغیر وضو کے روٹی کھاسکتی ہے لیکن منہ کا دھونا مستحب ہے۔

”ویکرہ للجنب رجلا کان اوامرأۃ ......ولایکرہ ذلک للحائض والمستحب تطهیر الفم فی جمیع المواضع کذا فی فتاوی قاضی خان“
......(ھندیة: ۳۳۷/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

حالت حیض میں جماع کرنے سے غسل کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۱۴): حضرت مفتی صاحب حالت حیض میں عورت سے جماع کیا گیا اس پر غسل ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس صورت میں عورت پر غسل جنابت واجب نہیں ہے لیکن حالت حیض میں صحبت کرنا حرام ہے اس کا گناہ ہوگا۔

”ویکفی غسل واحد لعید وجمعة اجتمعا مع جنابة کما لفرضی جنابة وحیض“......(درالمختار علی ھامش ردالمحتار: ۱۲۵/۱)

”قال فی التتارخانیة تحت نوع آخر فی الاحکام التی تتعلق بالحیض ومنها انه یلزمها الاغتسال عند انقطاع الدم“......(التتارخانیة: ۴۸۲/۱،مطبوعه جدید رشیدیه کوئٹه)

”ویمنع الحیض قربان زوجها ماتحت ازارها اما حرمة وطئها علیه فمجمع علیها لقوله تعالی ولاتقربوهن حتی یطهرن ووطؤها فی الفرج عالما بالحرمة عامدا مختارا کبیرة لاجاهلا ولاناسیا ولامکرها فلیس علیه الاالتوبة والاستغفار“......(البحر الرائق: ۳۴۲/۱)

”ومن اتی المرءة فی حیضها فعلیه الاستغفار والتوبة“ ......(تاتارخانیة: ۴۷۹/۱،مطبوعه جدید رشیدیه کوئٹه)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایام مخصوصہ کے بعد ہر چیز کی صفائی:

مسئلہ نمبر(۳۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام حیض کے بعد جب عورت غسل کرے گی تو کیا ان چیزوں کو پاک کرنا بھی لازمی ہوگا جو دوران حیض اس کے استعمال میں رہ چکی ہوں، یعنی دوران حیض اس نے جن چیزوں کو استعمال کیا ان کا کیا حکم ہے؟ وہ ناپاک ہیں یا پاک ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ایام مخصوصہ کے بعد عورت کے لیے بدن کی پاکی کے علاوہ ہر اس چیز کو بھی پاک کرنا ضروری ہے جس پر دم حیض لگا ہو اور جس چیز پر دم حیض نہیں لگا اسے پاک کرنا ضروری نہیں ہے۔

”(قوله يختص بالاول) وهو الحقيقي وازالته من البدن والثوب والمكان فرض ان كان القدر المانع وامكن ازالته من غير ارتكاب ماهو اشد“......(حاشية الطحطاوي على الدر: ۱/۱۵۷)

”كل مايخرج من بدن الانسان ممايوجب خروجه الوضوء او الغسل فهو مغلظ كالغائط والبول...... وكذادم الحيض والنفاس والاستحاضة الى ان قال فاذا اصاب الثوب اكثر من قدر الدرهم يمنع جواز الصلوة كذافي المحيط“......(الهندية: ۱/۴۶)

”وروى انه ﷺ قال لعائشة رضى الله عنها ناوليني الخمرة فقالت انى حائض فقال ليست حيضتك فى يدك“......(بدائع الصنائع: ۱/۲۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنبی اور حائضہ تعویذ باندھ سکتے ہیں:

مسئلہ نمبر(۳۱۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر تعویذ وغیرہ پر قرآن مجید یا اسمائے الٰہی لکھا گیا ہو تو ایسے تعویذات کو جنبی اور حائضہ بھی پہن سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کون سی شرائط کے ساتھ؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں تعویذات کو حائضہ اور جنبی بھی پہن سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ چمڑہ وغیرہ میں بند ہوں۔

”ولابأس بان یشد الجنب والحائض التعاویذ علی العضد اذاکانت ملفوفة“
......(شامیة:۵/۲۵۷،ومثله فی قطب الارشاد:۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

کیا ایام حیض میں دستانے پہن کر قرآن پاک پڑھا جاسکتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۱۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قاری صاحب چند عورتوں کو پڑھاتے ہیں اور عورتیں کہتی ہیں کہ ہمیں ایک قاری صاحب نے کہا تھا کہ ایام حیض میں بھی عورتیں ہاتھوں پہ دستانے چڑھا کر قرآن پاک کا سبق پڑھ سکتی ہیں کیونکہ یہاں یہ مقصد ثواب حاصل کرنا نہیں بلکہ تعلیم حاصل کرنا ہے اور اس کے لیے گنجائش ہے، کیا واقعی سبق پڑھنے کے لیے گنجائش ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایام حیض میں عورتوں کے لیے تعلیم کی غرض سے بھی تسلسل کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا یا پڑھانا جائز نہیں ہے، بلکہ ایک ایک کلمہ علیحدہ علیحدہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا یا پڑھانا ہوگا۔

”(قوله وقراءة قرآن) ای ولودون آیة من المرکبات لاالمفردات لانه جوز للحائض المعلمة تعلیمه کلمة کلمة کماقدمناه وکالقرآن التوراة والانجیل والزبور کماقدمه المصنف“......(فتاویٰ شامی:۱/۲۱۴)

البتہ حائضہ بوقت ضرورت قرآن مجید کو ایسے کپڑے کے ساتھ چھوسکتی ہے جو اس نے پہنا نہ ہو مثلاً رومال وغیرہ سے۔

”ومنها حرمة مس المصحف لایجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلا بغلاف متجاف عنه کالخریطة والجلد الغیر المشرز لابما هو متصل به هو الصحیح هکذا فی الهدایة وعلیه الفتوی کذا فی الجوهرة النیرة ...... ولایجوز لهم مس المصحف بالثیاب التی هم لابسوها ویکره لهم مس کتب التفسیر والفقه والسنن“......(الهندیة: ۱/۳۸،۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایام ماہواری میں قضاء شدہ نمازوں اور روزوں کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کیا ایام ماہواری میں جو روزے اور نمازیں رہ جاتی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کی قضاء لازم ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت کریں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

ایام ماہواری میں عورت سے جو روزے رہ جاتے ہیں ان کی قضاء عورت پر لازم ہے البتہ ان ایام کی نمازوں کی قضاء نہیں ہے۔

”قال ولاتصلی الحائض ولاتصوم لقوله علیه الصلوة والسلام فی بیان نقصان دین المرأة تقعد احداهن شطرعمرها لاتصوم ولاتصلی یعنی زمان الحیض فاذاطهرت قضت ایام الصوم ولاتقضی الصلاة لماتقدم بیانه“......(مبسوط للسرخسی: ۳/۸۸)

”الفصل الرابع فی احکام الحیض والنفاس والاستحاضة الی ان قال ومنها ان یسقط عن الحائض والنفساء الصلوة فلاتقضی هکذافی الکفایة الی ان قال ومنها ان یحرم علیهماالصوم فتقضیانه هکذا فی الکفایة“......(فتاوی الهندیة: ۱/۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران حفظ حائضہ طالبات کے لیے قرآن مجید پڑھنے کی صورت:

مسئلہ نمبر(۳۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران حفظ طالبات کو اگر ماہواری آجائے تو کیا حفظ کی طالبات ان دنوں میں حفظ کی تعلیم جاری رکھ سکتی ہیں یا نہیں؟ جو طالبات مدارس میں پڑھتی ہیں اگر وہ چھٹی کریں تو کافی نقصان ہوتا ہے تو یہ طالبات ان ایام میں چھٹی کریں یا اپنی تعلیم کو جاری رکھیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر طالبات کو دوران حفظ ماہواری آجائے تو علیحدہ علیحدہ ایک ایک کلمہ کر کے قرآن پاک پڑھ بھی سکتی ہیں اور پڑھا بھی سکتی ہیں اور اپنی تعلیم کو اس طرح جاری رکھ سکتی ہیں۔

”واذاحاضت المعلمة فینبغی لهاان تعلم الصبیان کلمة کلمة وتقطع بین الکلمتین ولایکره لها التهجی بالقرآن کذافی المحیط“......(فتاوی الهندیة:۱/۳۸)

”قوله وقراءة القرآن ای ولودون آیة من المرکبات لاالمفردات لانه جوزللحائض المعلمة تعلیمة کلمة کلمة“......(ردالمحتار:۱/۲۱۴)

”واذاحاضت المعلمة فینبغی لهاان تعلم الصبیان کلمة کلمة وتقطع بین الکلمتین علی قول الکرخی رحمه الله وعلی قول الطحاوی رحمه الله تعلم نصف آیة وتقطع ثم تعلم نصف آیة ولایکره لها التهجی بالقرآن“......(فتاوی التاتارخانیة:۴۸۰،۱/۴۸۱،مطبوعه جدیدرشیدیه کوئٹه)

”وفی النهایة وغیرها واذاحاضت المعلمة فینبغی لهاان تعلم الصبیان کلمة کلمة وتقطع بین الکلمتین علی قول الکرخی وعلی قول الطحاوی تعلم نصف آیة الخ اه“......(البحرالرائق:۱/۳۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگرہمبستری کے دوران عورت کوحیض آجائے تووہ غسل کب کرے گی؟

مسئلہ نمبر(۳۲۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) بیوی سے ہمبستری کرتے وقت اگراس کوحیض کا خون آجائے یاہمبستری کے بعدخون آجائے توکیاعورت کواسی وقت غسل کرناچاہیئے یاکہ حیض کاخون بندہونے پر؟

(۲) کیاکوئی اپنی بیوی کونام لے کرپکارسکتاہے؟اورکبھی محترمہ کےلفظ کےساتھ بھی پکارسکتاہے؟

(۳) کیامرداپنی بیوی کے پستان چوس سکتاہے؟اس سےکوئی گناہ تونہیں جب کہ دودھ کی حالت میں نہ ہو؟

(۴) کیاکوئی عورت اپنے خاوندکے پاؤں چوم سکتی ہے؟اس میں کوئی مضائقہ تونہیں ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مندرجہ بالاسوالات کے جوابات بالترتیب مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) جب عورت جنبی تھی اور ابھی غسل نہیں کیا تھا کہ حیض آ گیا تو اب حکم یہ ہے کہ اس پر فی الحال غسل واجب نہیں بلکہ جب حیض سے پاک ہو تو تب غسل کرے، ایک ہی غسل دونوں کی طرف سے ہو جائے گا۔

(۲) اپنی بیوی کو نام لے کر پکار سکتا ہے اور محترمہ کے لفظ سے بھی پکار سکتا ہے۔

(۳) اپنی بیوی کے پستان چوسنا جائز ہے جب کہ دودھ کی حالت میں نہ ہو اور اگر دودھ آ جائے تو اسے تھوک دے اور کلی کر دے۔

(۴) عورت اپنے خاوند کے پاؤں چوم سکتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

''المرءة اذا اجنبت ثم حاضت ان شاء ت اغتسلت وان شاء ت اخرت الاغتسال لانه لافائدة فی التعجیل فانها ان كانت تخرج من الجنابة لاتخرج من الحیض وحكمهما واحد''......(قاضی خان علی هامش الهندیة: ۱/۴۵)

''قال الشرنبلالی فعلم من مجموع ماذكرنا اباحة تقبیل الید والرجل والرأس والكشح كما علم من الاحادیث المتقدمة اباحتها علی الجبهة وبین العینین وعلی الشفتین اذا كان علی وجه المبرة والاكرام فاما اذا كان علی وجه الشهوة فلایجوز الافی حق الحلیل والحلیلة ''......(حاشیة الطحطاوی علی الدر: ۴/۱۹۲)

''مص ثدی زوجته لم تحرم''......(الدرالمختار : ۱/۲۱۴)

''لانه یجوز له ان یلمس بجمیع بدنه حتی بذكره جمیع بدنها''......(ردالمحتار علی الدرالمختار: ۱/۲۱۴)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حیض سے پاک ہونے کے بعد عورت خاکی یا زرد رنگ کا پانی دیکھے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۲۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیض سے پاکیزگی حاصل کرنے کے بعد اگر خاکی یا زرد رنگ کا پانی خارج ہو تو کیا دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت ہے؟ جب کہ حیض سے پہلے اور پاکیزگی کے دوران بھی کبھی کبھی خاکی یا زرد رنگ کا پانی خارج ہوتا ہو۔

نوٹ: اگر ایسا پہلے نہ ہوتا ہو یعنی پاکیزگی کے دوران اور حیض سے پہلے زرد یا خاکی رنگ کے پانی کا اخراج بلکہ پچھلے چند مہینوں سے ایسا مسئلہ درپیش ہو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

تنقیح: ماہواری کی عادت کتنے دن کی ہے نیز یہ پانی جو خارج ہوتا ہے یہ ماہواری سے کتنے دن پہلے آتا ہے اور کتنے دن تک جاری رہتا ہے؟ (از دارالافتاء)

☆ پانی کا اخراج تقریباً ایک دن پہلے مگر زیادہ دن پہلے نہیں۔

☆ ماہواری کی عادت ۶ یا ۷ دن ہے، اس میں ماہواری سے پہلے اور بعد میں جو پانی خارج ہوتا ہے وہ شامل نہیں ہے۔

☆ ماہواری کے بعد پانی کا اخراج تقریباً دو دن تک رہتا ہے ایک دو مرتبہ زیادہ دن بھی رہا جس پر دسویں دن کے بعد غسل کرلیا۔

نوٹ: یہ بھی بتادیں کہ اس صورت میں کیا کیا جائے اگر ماہواری کی عادت ۵ یا ۶ دن ہو اور ماہواری کے بعد جو پانی کا اخراج ایک دن تک ہوتا ہو لیکن ماہواری سے پہلے اور پاکی کی حالت میں بالکل نہ ہوتا ہو صرف لیکوریا (بے رنگ) کی شکایت ہو؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ایام حیض میں خاکی اور زرد رنگ کا پانی حیض ہی شمار ہوگا جب کہ دس دن کے اندر اگر اس سے پہلے غسل کرلیا تو دوبارہ غسل کرنا ہوگا اور اگر پاکی کے دوران خاکی یا زرد رنگ کا پانی آتا ہے تو اگر پاکی کے پندرہ دن گزر چکے ہیں تو وہ بھی حیض ہے، خالص سفید پانی حیض نہیں ہے۔

"قوله وماسوی البیاض الخالص حیض...... عن ام عطیة قالت کنا لانعد الکدرة والصفرة بعدالطهر شیئا وهذا یدل علی انهما فی ایام الحیض حیض لانها قیدت بما بعدالطهر "......(البحر الرائق: ۱/۳۳۴)

" والبیاض علی مذهبهم جمیعا لیس بحیض "......(فتاوی التاتارخانیة: ۱/۴۷۶، مطبوعه جدید رشیدیه کوئٹه)

"(ومارأه) من لون ککدرة وترابیة (فی مدته) المعتادة (سوی بیاض خالص)"......(درمختار علی هامش ردالمحتار: ۱/۲۱۲،۲۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حج کے دوران اگرعورت کوحیض آجائےتو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۳۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں حائضہ عورت کے لیے طواف وداع کا انتظار ضروری ہے یا نہیں؟

کیا حج میں عورت زعفرانی کپڑے پہن سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگرعورت وہاں ٹھہر نہ سکتی ہوتو اپنے شوہر کے ساتھ واپس چلی جائے اورطواف وداع نہ کرنے کی وجہ سے اس پردم لازم نہ آئے گالیکن اگر پاک ہونے کا انتظار کرے اورطواف وداع کر کے واپس آئے تو یہ افضل ہے۔

”قال ابن عابدین تحت قوله(الاعلى اهل مكة) طاف للصدر وسعى وهوواجب الاعلى اهل مكة افاد وجوبه على كل حاج آفاقى مفردا ومتمتع اوقارن بشرط كونه مدركا مكلفا غيرمعذورفلايجب على المكى ولاعلى المعتمر مطلقا وفائت الحج والمحصروالمجنون والصبى والحائض والنفساء“......(ردالمحتار : ٢/٢٠٢)

”وحيضها لايمنع الاالطواف وهوبعدحصول ركنيته بسقط طواف الصدر(قوله يسقط طواف الصدر) اى يسقط وجوبه عنها كما قدمناه ولادم عليها“......(الدرمع ردالمحتار: ٢/٢٠٦)

” وطواف الصدر واجب على الحاج ......ولايجب على الحائض والنفساء ولاعلىٰ فائت الحج كذافى المحيط للسرخسى“......(فتاویٰ الهندية: ١/٢٣٤)

”وان حاضت بعدمارأت البيت وطافت جازلهاان تنفروليس عليها طواف الصدر “......(فتاویٰ خانية على هامش الهندية: ١/٣٠١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نذر کے روزوں کے دوران اگر حیض آجائے تو قضاء کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت نے تین مہینے روزہ کی نذر مانی ہو تو ایام حیض کے روزوں کی قضاء کرنا حیض کے بعد ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں عورت پر ایام حیض کے روزوں کا قرض حیض کے بعد ضروری ہے اس کی وجہ سے نذر میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

”واذاوجبت المرءة على نفسها صوم سنة بعينها قضيت ايام حيضها لان تلك السنة قداتخلوا عن ايام الحيض فصح الايجاب كذافي فتاویٰ قاضی خان “......(فتاوی الهندية: ١/٢١٠ ،قاضی خان على الهندية: ١/٢١٩)

”واماالمرء ة اذانذرت صوم سنة بعينها فالجواب في حقها كالجواب في حق الرجل يلزمها احدعشرشهرابنذرها وتقتضي ايام حيضها لان النذور اذاكان مضافا الى سنة بعينها اذاكان مضافا الى كل يوم من تلك السنة فليزمها صوم يوم حيضها“......(المحيط البرهانی :٣/٣٧٣،خلاصة الفتاویٰ: ١/٢٦٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوران اعتکاف اگر عورت کو حیض آجائے تو اعتکاف کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں دوران اعتکاف اگر عورت کو حیض آجائے تو عورت کیا کرے؟اور کیا اس اعتکاف کی قضاء لازم ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کے دوران اگر عورت کو حیض آجائے تو حیض آتے ہی اعتکاف ختم ہوجائے گا اور بعد میں ایک دن کا اعتکاف بمع روزہ کے رکھنا ضروری ہے۔

”اذا فسد الاعتكاف الواجب وجب قضاء ه فان كان اعتكاف شهر بعينه اذافطر يوما يقضي ذلك اليوم وان كان اعتكاف شهر بعينه بغير عينه يلزمه

الاستقبال سواء افسده بصنعه من غیرعذر کالخروج والجماع والاکل فی النهار اوبعذر کمااذامرض فاحتاج الی الخروج اوبغیرصنعه کالحیض والجنون والاغماء الطویل کذافی فتح القدیر ‘‘ ......(فتاوی الهندیة : ۱/۲۱۳)

’’ فان کان اعتکاف شهر بعینه یقضی قدرمافسدلیس غیرولایلزمه الاستقبال کالصوم المنذور به فی شهر بعینه اذاافطر یوما یقضی ذلک الیوم ......سواء افسده بصنعه من غیر عذر کالخروج والجماع والاکل الاالردة اولعذر کمااذامرض فاحتاج الی الخروج اوبغیر صنعه کالحیض والجنون والاغماء الطویل ‘‘......(فتح القدیر :۲/۳۱۴)

’’کذافی بدائع الصنائع :۲/۲۸۸)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حفظ کرنے والی طالبات کواگر ماہواری آجائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۲۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ کی پڑھنے والی طالبات جوقرآن پاک حفظ کرتی ہیں اگران کودوران حفظ ماہواری آجائے تو کیا حکم ہے؟ وہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکتی ہیں یانہیں؟ اگر تعلیم جاری نہ رکھیں تواس میں حرج آتا ہےاوراگر جاری رکھیں تواس کا طریقہ کار کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ایام حیض کے زمانہ میں مذکورہ عذر کی وجہ سے قرآن مجید کی تلاوت کی اجازت نہیں اور یاد کیا ہوا نہ بھولنے کے دوطریقے ہیں(۱) کپڑے وغیرہ سے قرآن شریف کھول کر بیٹھےاورقلم وغیرہ سے ورق پلٹےاورقرآن مجید پردیکھ کر دل میں پڑھے اور زبان نہ ہلائے (۲) کوئی تلاوت کررہاہوتواس کے پاس بیٹھ کرسنتی رہے بس سننے سے بھی یادہوجاتا ہے، یہ دونوں طریقے جائز ہیں، ان شاءاللہ یادرکھنے کے لیے کافی ہوں گے۔

’’ای ولودون آیة من المرکبات لاالمفردات لانه جوزللحائض المعلمة تعلمیه کلمة کلمة کماقدمناه وکالقرآن التوراة والانجیل والزبور کماقدمه

المصنف...... فلایجوز مس الجلد وموضع البیاض منه وقال بعضهم یجوز وهذا اقرب الی القیاس والمنع اقرب الی التعظیم کمافی البحر"......(فتاویٰ شامی: ۱/۲۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حالت حیض میں جماع کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی حالت حیض میں اپنی بیوی سے جماع کرلے تو اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ اس کا گناہ کیا ہے؟ اور اس کا کفارہ کیا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

ایام حیض میں جماع کرنا نص قرآنی سے حرام ہو چکا ہے، اور یہ گناہ کبیرہ ہے، اگر غلطی سے کبھی ایسا ہو جائے تو اگر حیض کی ابتداء میں صحبت کی ہو تو ایک دینار اور اگر صحبت حیض کے آخر میں کی ہو تو نصف دینار خیرات کرنا مستحب ہے، اور توبہ واستغفار کرنا واجب ہے۔

"اماحرمة وطئها علیه مجمع علیها لقوله تعالیٰ ولاتقربوهن حتی یطهرن ووطؤها فی الفرج عالما بالحرمة عامدا مختارا کبیرة لاجاهلا ولاناسیا ولامکرها فلیس علیه الاالتوبة والاستغفار ویستحب ان یتصدق بدینار اونصف دینار"......(البحرالرائق : ۱/۳۴۲)

"فان جامعها وهوعالم بالتحریم فلیس علیه الاالتوبة والاستغفار ویستحب ان یتصدق بدینار اونصف دینار"......(الهندیة: ۱/۳۹)

"(قوله ولایاتیها زوجها)ولواتاهامستحلاکفرو عالمابالحرمة اتی کبیرة ووجبت التوبة ویتصدق بدینار اوبنصفه استحبابا"......(فتح القدیر:۱/۱۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حائضہ کے لیے قرآن کو چھونے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارہ میں کہ ایام حیض میں عورت قرآن پاک کو مس کرسکتی ہے یانہیں؟ کیا قرآن پاک کی تلاوت کرسکتی ہے یانہیں؟ اور طالبہ اور معلّمہ کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حائضہ کے لیے قرآن کو چھونا جائز نہیں، اگر ضرورت ہو تو کسی جدا کپڑے سے پکڑے، نیز حالت حیض میں قرآن پاک کی تلاوت کی اجازت نہیں، البتہ طالبہ یا معلّمہ کے لیے ایک ایک کلمہ کر کے قرآن پاک کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی اجازت ہے۔

"قوله وقراءة القرآن ای ولودون آية من المركبات لاالمفردات لانه جوزللحائض المعلمة تعليمه كلمة كلمة"......(ردالمحتار: ۱/۲۱۴)

"وفی السراج قال اصحابنا المتاخرون اذاكانت الحائض اوالنفساء معلمة جازلها ان تلقن الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين على قول الكرخی وعلى قول الطحاوی تعلمهم نص آية نصف آية ولاتلقنهم آية تامة"......(منحة الخالق على البحر الرائق: ۱/۳۴۸)

"واذاحاضت المعلمة فينبغی لهاان تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين ولايكره لهاالتهجی بالقرآن كذافی المحيط ومنهاحرمة مس المصحف لايجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف الابغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرزلابما هومتصل به هوالصحيح هكذافی الهداية"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران ماہواری بیوی سے جماع کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران ماہواری بیوی کے پاس جاسکتے ہیں یانہیں؟ اگر کوئی شخص دوران ماہواری اپنی بیوی سے جماع کرلے تو اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حالت حیض اور حالت نفاس میں جماع حرام ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ ناف سے گھٹنے تک اس کے جسم کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی درست نہیں، اور فقہاء نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ حلال سمجھ کر صحبت کرنا کفر ہے، اگر کسی سے یہ گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے تو بڑی عاجزی کے ساتھ اللہ کے حضور پکی توبہ کرے، اور حسب طاقت صدقہ بھی کرنا چاہیئے۔

"فیجوز الاستمتاع بالسرة ومافوقها والركبة وتحتها ولوبلاحائل وكذا بمابينهما بحائل بغيرالوطء......ولااستعمال مامسته من عجين قوله مطلقا اى بشهوة اولاوهل يحل النظر اى بشهوة وهذا كالاستثناء من عموم حل ماعدا القربان واصل التردد لصاحب البحر حيث ذكر ان بعضهم عبربالاستمتاع فيشمل النظر وبعضهم بالمباشرة فلايشمله ومال الى الثانى ومال اخوه فى النهر الى الاول وانتصر العلامة ح للاول واقول فيه نظر فان من عبربالمباشرة (قوله وقربان ماتحت ازار)من اضافة المصدر الى مفعوله والتقدير ويمنع الحيض قربان زوجها ماتحت ازارها"......(فتاوىٰ شامى : ۱/۲۱۴)

"يسئلونک عن المحيض قل هواذى فاعتزلوا النساء فى المحيض ولاتقربوهن حتى يطهرن "......(البقرة: ۲۲۲)

"قوله ولاياتيها زوجها ولواتاها مستحلا كفراوعالمابالحرمة اتى كبيرة ووجبت التوبة ويتصدق بدينار اوبنصفه استحبابا"......(فتح القدير :۱/۱۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

طہر متخلل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ۲۱ تاریخ کو حیض سے پاک ہوئی اور اگلے مہینے کی ۱۷ تاریخ کو دوبارہ خون دیکھا لیکن ایک دن جاری رہنے کے بعد خون منقطع ہو گیا اور دو دن انقطاع کے بعد دوبارہ شروع ہو گیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایک دن جس میں خون جاری رہا اور دو دن جن میں خون رک گیا یہ تینوں دن حیض میں شمار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ تین دن بھی حیض میں شمار ہوں گے اور درمیان میں جو دو دن پاکی کی حالت میں گزرے ہیں وہ طہر متخلل ہے اس کو حیض ہی سمجھا جائے گا کیونکہ وہ ۱۵ دن سے کم ہے۔

”والطہر اذاتخلل بین الدمین فی مدة الحیض فھو کالدم المتوالی“

......(الھدایة: ۱/۶۴)

”واقل الطھر بین الحیضتین اوالنفاس والحیض خمسة عشر یوماولیالیھا اجماعا ولاحدلاکثرہ وان استغرق العمر“......(الدرالمختار: ۱/۵۰)

”والطھرالمتخلل ای بین الدمین فی مدتہ ای فی مدة الحیض ومارأت من لون فیھا ای فی المدة سوی البیاض حیض فقولہ والطھر مبتداء ومارأت عطف علیہ وحیض خبرہ واعلم ان الطھر الذی یکون اقل من خمسة عشریومااذاتخلل بین الدمین فان کان من اقل من ثلثة ایام لایفصل بینھما بل ھو کالدم المتوالی اجماعا وان کان ثلثة ایام اواکثر فعندابی یوسف وھوقول ابی حنیفة اٰخرا لایفصل وان کان اکثر من عشرة ایام فیجوز بدایة الحیض وختمہ بالطھر علی ھذا القول فقط وقدذکران الفتویٰ علی ھذا تیسیرا علی المفتی والمستفتی“

......(شرح الوقایة : ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مبتدءہ کو اگر ایک مہینہ خون آیا تو حیض کتنے دن شمار ہوگا؟

مسئلہ نمبر(۳۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ایسی عورت کے بارے میں جو جوان ہوئی تو اس کو ابتداء سے ہی پورا ایک مہینہ حیض آتا رہا، اب اس عورت کے کتنے دن حیض شمار کیے جائیں گے جب کہ اس کی پہلے سے حیض کی کوئی عادت نہیں ہے، اور حیض کی مدت سے جو دن اوپر ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

مذکورہ صورت میں جب عورت حیض کے ساتھ جوان ہوئی اور اس عورت کا خون جاری رہا یہاں تک کہ دس دن سے تجاوز کر گیا تو اب اس عورت کے پہلے دس دن حیض شمار ہوں گے اور باقی دن استحاضہ کے ہوں گے۔

"وان ابتدء ت مع البلوغ مستحاضة فحيضها عشرة ايام من كل شهر والباقى استحاضة"......(الهداية : ١/٦٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حالت حیض اور نفاس میں بیوی سے مشت زنی کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنی اہلیہ سے حالت حیض میں یا حالت نفاس میں مشت زنی کرواتا ہے، کیا اس کا یہ فعل از روئے شریعت درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا اپنی اہلیہ سے مشت زنی کروانا مکروہ تنزیہی ہے جس پر دوام کرنا باعث گناہ اور معصیت ہے، لہذا اس سے گریز کرنا چاہیئے۔

"فى الجوهرة الاستمناء حرام وفيه التعزير ولومكن امرأته اوامته من العبث بذكره فانزل كره ولاشئ عليه قوله(كره)الظاهر انهاكراهة تنزيه لان ذلك بمنزلة مالوانزل بتفخيذ اوتبطين تامل وقدمنا عن المعراج فى مفسدات الصوم يجوز ان يستمنى بيد زوجته اوخادمته، قوله (ولاشئ عليه) اى من حدوتعزير وكذا من اثم على ماقلناه"......(الدرمع ردالمحتار: ٣/١٧١،٢/١٠٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حائضہ کی مستعمل چیزوں کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۳۲): مکرمی ومحترمی مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مسئلہ میں الجھن کا شکار ہوں امید ہے کہ آپ جواب سے نوازیں گے۔

مسئلہ یہ ہے کہ عورت مخصوص ایام میں جب پاک ہوتی ہے تو بدن کی پاکی کے علاوہ اس چیز کو بھی پاک کرنا پڑتا ہے جو اس کے زیر استعمال رہ چکی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مخصوص ایام کے بعد نہانا ضروری ہے،اس وقت عورت نجاست حکمی سے پاکی حاصل کرتی ہے،اس کے بدن کے ساتھ مس کرنے والی ہر چیز ناپاک نہیں ہوتی البتہ جس چیز کے ساتھ نجاست لگی ہے وہ پاک کریں،قمیص، کپڑا وغیرہ پر اگر نجاست نہیں لگی تو وہ پاک ہیں۔

”(قوله يعنى مابين سرة وركبة)فيجوز الاستمتاع بالسرة ومافوقها والركبة وماتحتها ولوبلاحائل وكذابما بينهما بحائل بغيرالوطء ولوتلطخ دما ولايكره طبنها ولااستعمال مامسته من عجين اوماء اونحوهما“......(فتاوىٰ شامی : ۱/۲۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

(الباب السابع فی النجاسة واحکامها)

ذبح شدہ جانور کے خون کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۳): ذبح شدہ جانور کا خون اگر کپڑوں کو لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ وہ پاک ہیں یا ناپاک؟ اور کیا وہ کپڑے پہن کر نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ ایسے کپڑوں میں نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ذبح کے وقت اگر خون کپڑوں کو لگ جائے یعنی دم مسفوح تو کپڑے ناپاک ہوجائیں گے، اور اگر جانور کے سر پر یا گردن میں خون جما ہوا ہے تو اکثر وہ دم مسفوح ہوتا ہے تو وہ بھی ناپاک شمار ہوگا اور اگر گوشت بناتے وقت خون کپڑوں کو لگ جائے اور یقین ہے کہ یہ دم مسفوح نہیں تو وہ ناپاک نہیں۔

"(ودم مسفوح من سائر الحیوانات إلادم شهید ......) قال الشامی تحت قوله(وما بقی فی لحم الخ) یوهم أن هذه الدماء طاهرة ولو كانت مسفوحة ولیس بمراد فهی خارجة بقید المسفوح كماهوصریح كلام البحر وافاده ح وفی البزازیة وكذا الدم الباقی فی عروق المذكاة بعد الذبح وعن الإمام الثانی انه یفسد الثوب اذا فحش ولا یفسد القدر للضرورة ......وكذا دم مطلق اللحم ودم القلب قال القاضی الكبد والطحال طاهران قبل الغسل حتی لو طلی به وجه الخف وصلی به جاز الخ"...... (درمع الرد : ۱/ ۲۳۴،۲۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لیدر کی جیکٹ پہن کر نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۴): لیدر کی جیکٹ پہن کر نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جیکٹ وغیرہ چمڑے کو دباغت دیکر بنائے جاتے ہیں انسان اور خنزیر کے علاوہ کسی بھی جانور کے چمڑے کو جب دباغت دی جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے اس کو پہن کر نماز پڑھنا صحیح ہے۔

”ومن اللباس المعتاد لبس الفرو ولا بأس به من السباع كلها وغير ذلك من الميتة المدبوغة والمذكاة ودباغها ذكاتها محيط ولا بأس بجلود النمر والسباع كلها اذا دبغت أن يجعل منها مصلى او منبر السرج ملتقط ويكره للرجال السراويل التى تقع على ظهر القدمين عتابيه ولا بأس بنعل مخصوف بمسامير الحديد وفى الذخيرة مافيه نجاسة تمنع جوازالصلاة اه“ ......(ردالمحتار : ۲۴۷/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگر مسافر کے پاس پاک کپڑے نہ ہوں تو کیا کرے؟:

مسئلہ نمبر(۳۳۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر پیشاب پاخانہ نکل جائے اور آدمی سفر میں ہو اور اس کے پاس اور کپڑے بھی نہ ہوں تو اس صورت میں کیا حکم ہے آپ نے سابقہ فتوی میں فرمایا تھا کہ نماز انہی کپڑوں میں ہو جاتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر آدمی کا پیشاب وغیرہ نکل جائے تو اس کو دھولے یا کسی دوسرے آدمی سے کپڑے مانگ لے، لیکن اگر وہ آدمی کسی ایسی جگہ میں ہو جہاں کوئی ایسی چیز میسر نہ ہو تو انہی کپڑوں میں نماز ادا کرلے، شرعاً اس کی نماز ہو جائے گی۔

”واذا كان مسافرا وله ثوب آخر لا يجوز الصلاة مع الثوب النجس اذا كانت النجاسة اكثر من قدر الدرهم وان لم يكن له ثوب آخر وعجز عن غسله لعدم الماء أو معه ماء وهو يخاف العطش جاز له الصلوة فيه“......(محيط البرهانى: ۱۶/۲)

”(ولو كان ربعه طاهرا صلى فيه حتما)اذ الربع كا لكل وهذا إذا لم يجدما يزيل به النجاسة أو يقللها فيتحتم لبس أقل ثوبيه نجاسة والضابط ان من ابتلى

ببلیتین فان تساویا خیر وان اختلفا اختار الأخف اہ“...... (الدرالمختارعلی هامش الرد : ۱/۳۰۴،۳۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

زمین پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۳۳۶): (۱) اگر زمین ناپاک ہو جائے تو کیا صرف تین بار پانی بہا دینا کافی ہے؟ یا فرش کے سوکھنے کا انتظار کرنا چاہیے؟

(۲) بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ ناپاک کپڑے کو تین بار پاک کریں اور تیسری بار پوری طاقت سے نچوڑیں سو جب کپڑے دھوبی کے پاس جاتے ہیں وہ کپڑے اس طرح پاک نہیں کرتا وہاں ایسے لوگوں کے کپڑے بھی جاتے ہیں جو پاکی اور ناپاکی نہیں جانتے دوسروں کے بھی ساتھ مل جاتے ہیں ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

۱۔ صورت مرقومہ میں اگر فرش تین بار دھو کر خشک کر دیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر اس پر اتنا پانی بہا دیا جائے جس سے نجاست کا اثر ختم ہو جائے پھر بھی پاک ہو جاتا ہے۔

”و ان كانت مستوية صب عليها الماء ثلاث مرات و جففت كل مرة بخرقة طاهرة و كذا لو صب عليها الماء بكثرة حتیٰ لا يظهر اثرالنجاسة.“......

(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۱۶۴)

۲۔ اگر کپڑے کو نجاست غیر مرئیہ لگی ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق تین دفعہ دھویا جائے گا تین دفعہ سے کم دھونے کی صورت میں کپڑا ناپاک ہوگا۔

”(وماليس بمرئی فطهارته أن يغسل حتی يغلب علی ظن الغاسل أنه قد طهر)لان التكرار لابد منه للاستخراج ولا يقطع بزواله فاعتبر غالب الظن كما فی أمر القبلة وانما قدروا بالثلاث لان غالب الظن يحصل عنده فاقيم السبب الظاهر مقامه تيسيراويتأيد ذلک بحديث المستيقظ من منامه ثم لا بد من العصر فی كل مرة فی ظاهر الرواية “......(الهداية ج ۱/۷۴)

’’(قوله بلا عدد يفتى)كذا فى المنية وظاهره أنه لو غلب على ظنه زوالهما بمرة أجزأه وبه صرح الاما م الكرخى فى مختصره واختاره الاما م الاسبيجابى وفى غاية البيان أن التقدير بالثلاث ظاهر الرواية وفى السراج اعتبار غلبة الظن مختار العراقيين والتقدير بالثلاث مختا رالبخاريين والظاهر الاول ان لم يكن مو سو سا وان كا ن مو سوسا فالثانى اه بحر قال فى النهر وهو توفيق حسن اه وعليه جرى صاحب المختار فانه اعتبر غلبة الظن الافى الموسوس وهو ما مشٰى عليه المصنف واستحسنه فى الحلية وقال وقد مشى الجم الغفير عليه فى الاستنجاء أقول وهذا مبنى على تحقيق الخلا ف وهو أن القول بغلبة الظن غير القول بالثلاث قال فى الحلية وهو الحق واستشهد له بكلا م الحاوى القدسى والمحيط أقول وهو خلاف مافى الكافى مما يقتضى أنهما قول واحد وعليه مشى فى شرح المنية فقال فعلم بهذا أن المذهب اعتبار غلبة الظن وانها مقدرة بالثلاث لحصولها به فى الغالب وقطعا للوسوسة وانه من اقامة السبب الظاهر مقام المسبب الذى فى الاطلا ع على حقيقته عسر كالسفر مقام المشقة اه وهو مقتضى كلام الهداية وغير ها واقتصر عليه فى الامدا د وهو ظاهر المتون حيث صرحوا بالثلاث والله اعلم‘‘......(الرد المحتار: ۱/۲۴۳،۲۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

ناپاک قالین کو پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۳۳۷): اگر کوئی بچہ قالین پر پیشاب کردے اور وہ پیشاب خشک ہو جائے تو آیا اس پر نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ اور اگر اس کے اوپر مصلّٰی ڈال لیا جائے تو پھر نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر ناپاک ہے تو پھر قالین کی پاکی کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ جب قالین کا ایک حصہ ناپاک ہوجائے تو دوسرے پاک حصے پر نماز پڑھنا جائز ہے، اور ناپاک حصہ پر نماز پڑھنا صرف اس وقت جائز ہوگا جب اس کو پاک کیا جائے گا، البتہ اگر ناپاک حصہ پر مصلّٰی (جائے نماز) وغیرہ ڈال دیا جائے تو اس پر نماز پڑھنا درست ہے نیز قالین کے ناپاک حصہ کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر تین مرتبہ پانی ڈالا جائے اور پھر لٹکا دیا جائے اور لٹکانے کے بعد ہر مرتبہ اتنا انتظار کیا جائے کہ پانی کے قطروں کا ٹپکنا بند ہوجائے۔

”و لو بسط بساطا رقيقا على الموضع النجس و صلى عليه ان كان البساط بحال يصلح ساترا للعورة تجوز الصلاة......و لو افترش نعليه و قام عليهما جازت الصلوٰة بمنزلة ما لو بسط الثوب الطاهر على الارض النجسة و صلى عليه جاز“......(البحر الرائق : ١/٢٦٦)

”قوله (و مكانه) فلا تمنع النجاسة فى طرف البساط و لو صغيرا فى الأصح و لو كان رقيقا و بسطه على موضع نجس ان صلح ساتراً للعورة تجوز الصلوٰة كما فى البحر عن الخلاصة“......(رد المحتار : ١/٢٩٦)

”قوله (و بتثليث الجفاف فيما لا ينعصر) أى ما لا ينعصر فطهارته غسله ثلاثا و تجفيفه فى كل مرة لان للتجفيف أثرا فى استخراج النجاسة و هو ان يتركه حتىٰ ينقطع التقاطر ولا يشترط فيه اليبس“......(البحر الرائق : ١/٤١٣)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوران استنجاء چھینٹیں لگنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۳۸): کھلے میدان میں استنجاء کرتے وقت جو پانی زمین پر گرتا ہے تو اسکی چھینٹیں کپڑوں پر پڑ جائیں وہ کپڑے ناپاک ہونگے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

دوران استنجاء جو پانی زمین پر گر جائے اور اس کی چھینٹیں کپڑے پر لگ جائیں تو کپڑا ناپاک ہوجائیگا اس لیے احتیاط بہت ضروری ہے۔

"(استنجیٰ) فأصاب الماء كمه أو ذيله ان أصابه الماء الاول أو الثانی أو الثالث يتنجس نجاسة غليظة و ان أصابه الماء الرابع يتنجس نجاسة الماء المستعمل"......(الخانية : ۱/۱٦)و(تبيين الحقائق: ۱/۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈھیلے سے استنجا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۳۹): استنجا کرتے وقت صرف اگر ڈھیلا استعمال کرلیا جائے اور پانی استعمال نہ کیا جائے تو پا کی حاصل ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

استنجا کی صورت میں افضل یہ ہے کہ ڈھیلوں اور پانی کو جمع کرلیا جائے خصوصا آجکل جبکہ غذائیں بہت مختلف ہوگئی ہیں، ہاں اگر کہیں پانی نہ ملے اور ڈھیلوں پر اکتفا کیا جائے تو جائز ہے جبکہ ماوراء مخرج نجاست درہم یا اس سے کم ہو۔

"ويجوز فيه الحجر وما قام مقامه يمسحه حتیٰ ينقيه لان المقصود هو الانقاء فيعتبر ما هو المقصود"......(الهداية : ۱/۷۴)

"ثم الاستنجاء بالاحجار انما يجوز اذا اقتصرت النجاسة على موضع الحدث فأما اذا تعدت موضعها بأن جاوزت الشرج أجمعوا على ان ما جاوز موضع الشرج من النجاسة اذا كانت أكثر من قدر الدرهم يفترض غسلها بالماء و لا يكفيها الازالة بالاحجار "......(الهندية : ۱/۴۸)

"وفی الذخيرة اتفق أصحابنا رحمهم الله ان من استنجیٰ بالاحجار و أنقاه ان له ان يصلی من غير استعمال الماء"......(التاتارخانية : ۱/۲۱۸،۲۱۹، مطبوعه جديد رشيديه كوئٹه)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بازار سے خریدے ہوئے استعمال شدہ کپڑوں کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۴۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لنڈے بازار سے پرانے استعمال شدہ کپڑوں کو خریدنے کے بعد بغیر دھوئے پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا ان کپڑوں میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

لنڈے بازار کے کپڑوں کا استعمال کرنا اور ان میں نماز پڑھنا درست ہے لیکن بہتر ہے کہ دھو لیے جائیں، بشرطیکہ اس پر واضح نجاست موجود نہ ہو ورنہ دھونا ضروری اور لازم ہے، البتہ ایسے کپڑے جیسے پائجامہ جن میں نجاست کا خطرہ غالب ہے ان میں بدون دھوئے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

"والصلوة فی سراویلهم (الی قوله) ان علم ان سراویلهم نجسة لا تجوز الصلوة فیها وان لم یعلم تکره الصلوة فیها ولو صلی یجوز "......(الهندیة : ۵/ ۳۴۷)

"قال فی الفتح وقال بعض المشائخ تکره الصلوة فی ثیاب الفسقة لانهم لایتقون الخمور قال المصنف یعنی صاحب الهدایة الاصح انه لایکره لانهم لم یکره من ثیاب اهل الذمة الاسراویل مع استحلالهم الخمر فهذا اولی"......(ردالمحتار:۱/۲۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

معذور کے کپڑے پاک کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۴۱): بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم

ایک آدمی نے مسئلہ پوچھا کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور نماز کے بعد گھر جاتا ہوں اور جب مجھے پیشاب کی حاجت ہوتی ہے تو میرے بیت الخلاء جانے تک پیشاب میری شلوار میں نکل جاتا ہے اور کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں، ہر بار اسی طرح ہوتا ہے غرضیکہ کپڑے پاک نہیں رہ سکتے، میں نماز کے بارے میں کیا کروں؟ اور پانچ وقت کپڑے بدلنا ممکن نہیں ہے مجھے بتلائیں کہ میں کیا کروں؟ یہ پیشاب کی تکلیف مجھے بدستور ہے نکل جاتا ہے اب اس جگہ میں کیا کروں مجھے جواب دیں تاکہ اس پر عمل کروں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

نماز سے پہلے اور دوران نماز کپڑوں کے ناپاک ہونے کا یقین ہو تب تو کپڑے کا دھونا واجب ہے بصورت دیگر کپڑے کا دھونا ضروری نہیں، مگر جب نجاست کپڑے پر بہت زیادہ جمع ہو جائے تو دن میں ایک یا دو مرتبہ دھو لیا جائے۔

"فرع إذا اصاب ثوب المعذور نجاسة عذره هل يجب غسله قيل لا...... وفى البدائع يجب غسل الزائد عن الدرهم ان كان مفيدا بان لا يصيبه مرة بعد اخرى حتى لو لم يغسل وصلى لا يجزيه وان لم يكن مفيدا لا يجب ما دام العذرقائما وهو اختيار مشايخنا ...... وفى النوازل ان كان لو غسله تنجس ثانيا قبل الفراغ من الصلوة جاز ان لا يغسله والا فلا قال وهو المختار " ......
(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح : ١٥٠)

"(وان سال على ثوبه) فوق الدرهم (جاز له ان لا يغسله ان كان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها) اى الصلاة (والا)يتنجس قبل فراغه (فلا) يجوز ترك غسله هو المختارللفتوى"...... (الدر مختار على هامش رد المحتار : ١/ ٢٢٤)

"(قوله هو المختار للفتو ى) وقيل لا يجب غسله اصلا وقيل ان كان مفيدا بان لا يصيبه مرة اخرى يجب وان كان يصيبه المرة بعد الاخرى فلا واختاره السرخسى بحر قلت بل فى البدائع انه اختيار مشايخنا وهو الصحيح"......
(در مع الرد : ١/ ٢٢٤)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۳۴۲): ناپاک کپڑے کو تین بار پاک کرنا اور نچوڑنا ضروری ہے یا نہیں، جب کہ دھوبی ایسا نہیں کرتا تو آیا کپڑے پاک ہو جاتے ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر کپڑے کو نجاست غیر مرئیہ لگی ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق تین دفعہ دھویا جائے گا تین دفعہ سے کم ہونے کی صورت میں کپڑا ناپاک ہوگا۔

”(ومالیس بمرئی فطھارته أن یغسل حتی یغلب علی ظن الغاسل أنه قد طھر) لان التکرار لابد منه للاستخراج ولا یقطع بزواله فاعتبر غالب الظن کما فی أمر القبلة وانما قدروا بالثلاث لان غالب الظن یحصل عنده فاقیم السبب الظاھر مقامه تیسیرا ویتأید ذلک بحدیث المستیقظ من منامه ثم لا بد من العصر فی کل مرة فی ظاھر الروایة“...... (الھدایة ج ۱/۷۴)

”(قوله بلا عدد به یفتی) کذا فی المنیة وظاھره أنه لو غلب علی ظنه زوالھما بمرة أجزأه وبه صرح الامام الکرخی فی مختصره واختاره الامام الاسبیجابی وفی غایة البیان أن التقدیر بالثلاث ظاھر الروایة وفی السراج اعتبار غلبة الظن مختار العراقیین والتقدیر بالثلاث مختار البخاریین والظاھر الاول ان لم یکن موسوسا وان کان موسوسا فالثانی اه بحر قال فی النھر وھو توفیق حسن اه وعلیه جری صاحب المختار فانه اعتبر غلبة الظن الافی الموسوس وھو ما مشی علیه المصنف واستحسنه فی الحلیة وقال وقد مشی الجم الغفیر علیه فی الاستنجاء أقول وھذا مبنی علی تحقیق الخلاف وھو أن القول بغلبة الظن غیر القول بالثلاث قال فی الحلیة وھو الحق واستشھد له بکلام الحاوی القدسی والمحیط أقول وھو خلاف مافی الکافی مما یقتضی أنھما قول واحد وعلیه مشی فی شرح المنیة فقال فعلم بھذا أن المذھب اعتبار غلبة الظن وانھا مقدرة بالثلاث لحصولھا به فی الغالب وقطعا للوسوسة وانه من اقامة السبب الظاھر مقام المسبب الذی فی الاطلاع علی حقیقته عسر کالسفر مقام المشقة اه وھو مقتضی کلام الھدایة وغیرھا

واقتصر علیه فی الامداد وهو ظاهر المتون حیث صرحوا بالثلاث والله اعلم‘‘......(الردالمحتار: ۱/۲۴۳،۲۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کپڑوں پر پرفیوم کا استعمال:

مسئلہ نمبر(۳۴۳): آج کل بازاروں میں مختلف قسم کی پرفیومز ملتے ہیں جس میں الکحل کا استعمال ہوتا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان پرفیومز کا استعمال کرنا کپڑوں وغیرہ پر درست ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

پرفیومز وغیرہ میں استعمال ہونے والا الکحل اگر انگور، کھجور اور کشمش کے علاوہ دوسری اشیاء سے حاصل کیا گیا ہو تو ان پرفیومز کا کپڑوں پر لگانا درست ہے اور اگر انگور، کھجور اور کشمش سے ہی حاصل کیا گیا ہو تو یہ نجس ہے کپڑوں پر لگانا درست نہیں ہے، البتہ ایسے الکحل میں اگر کوئی ایسا کیمیاوی عمل کیا جائے جس سے الکحل کی حقیقت ہی باقی نہ رہے، پھر یہ الکحل ان پرفیومز وغیرہ میں ڈالا جائے تو ان پرفیومز کا کپڑوں پر لگانا درست ہے۔

’’واما الأشربة التی تتخذ من الأطعمة کالحنطة والشعیر والدخن والذرة والعسل والتین والسکر ونحوها فلا یجب الحد بشربها لان شربها حلال عندهما‘‘......(بدائع الصنائع: ۵/۹۷)

’’وقال فی الدرالمختار (المحرم منها اربعة) انواع الاول (الخمر وهی النی من ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف بالزبد)...... قال (وهی نجسة نجاسته مغلظة) ...... قال (ولا یجوز بها التداوی) الثانی (الطلاء وهو العصیر یطبخ حتی یذهب اقل من ثلثیه) ویصیر مسکر ...... ونجاسته کالخمر) وبه یفتی والثالث (السکر وهو النی من ماء الرطب) اذا اشتد وقذف بالذبد، الرابع (نقیع الزبیب وهو النی من ماء الزبیب) بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان (والکل حرام اذاغلی واشتد) والا لم یحرم اتفاقا وان قذف حرم اتفاقا ...... ولم یبین حکم نجاسة السکر والنقیع ومفاد کلامه انها خفیفة وهو مختار

السرخسی واختار فی الھدایة انھا غلیظة‘‘......(الدرالمختارعلی ھامش الرد : ۳۱۸تا ۵/۳۲۱)

’’وقال الشامی وعبارة المجتبی جعل الدھن النجس فی صابون یفتی بطھارته لأنه تغیر والتغیر یطھر عند محمد ویفتی به للبلوی ...... ثم اعلم ان العلة عند محمد ھی التغیر وانقلاب الحقیقة وانه یفتی به للبلوی کما علم مما مر ومقتضاہ عدم اختصاص ذلک الحکم بالصابون فیدخل فیه کل ما کان فیه تغیر وانقلاب حقیقة وکان فیه بلوی عامة‘‘...... (الفتاوی الشامیة : ۱/۲۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

نجس کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۴۴): بندے کا تقریبا پانچ سال کا عرصہ اس حالت میں گزرا ہے کہ چھوٹا پیشاب کرنے کے بعد پیشاب کے قطرات آتے تھے اور ان کی مقدار قضائے حاجت کے بعد بوقفہ دو یا تین مرتبہ تھی اور ممکن ہے چوتھی مرتبہ بھی بسا اوقات آجاتے ہوں چوتھی مرتبہ کے بارے میں صحیح معلوم نہیں۔ پھر بندہ کا طرز یہ ہوتا تھا کہ شلوار کے اگلے حصہ کو اکثر نماز ادا کرنے لیے وضو کے وقت دھو لیتا اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ویسے ہی انہیں کپڑوں میں وضو کر کے نماز پڑھ لیتا تھا اور دھونے کی مقدار دن میں ایک دو مرتبہ سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔

عرض یہ ہے کہ اس عرصہ میں بندہ نے لاعلمی کی وجہ سے ان کپڑوں میں نمازیں پڑھی ہیں ان کی قضا بندہ کے ذمہ لازم ہے یا کہ ادا ہوگئیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ آدمی کا پیشاب، چونکہ نجاست غلیظہ ہے اور نجاست غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے اور پھیلاؤ میں درہم کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے، اس کو دھوئے بغیر اگر نماز پڑھ لے تو نماز درست ہوگی، لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ ہے اور اگر پھیلاؤ میں درہم سے زیادہ ہو تو وہ معاف نہیں، اس کو دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی۔

”(وعفی قدر الدرہم) وزناً فی المتجسدة وھو عشرون قیراطا ومساحة فی المائعة وھو قدر مقعر الکف داخل مفاصل الاصابع کما وفقه الھندوانی وھو الصحیح فذلک(عفو) من النجاسة(المغلظة) فلا یعفی عنھا اذا زادت علی الدرھم مع القدرة علی الازالة اھ“......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الانجاس،ص: ۱۵۶،۱۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۴۵): ہمارے ہاسٹل میں دھوبی جب کپڑے دھوتا ہے تو ایک تالاب میں دھوتا ہے اور ایک ٹونٹی تالاب میں چل رہی ہوتی ہے اور ایک چھوٹی نالی سے پانی بہہ رہا ہوتا ہے جبکہ تالاب کا سائز بھی چھوٹا ہے، واضح رہے کہ دھوبی کافی سارے کپڑے اکٹھے دھوتا ہے جن میں پاک و ناپاک دونوں شامل ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ہاسٹل کے دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے پاک ہیں جب تک کپڑوں پر واضح نجاست نظر نہ آئے محض شک کی بناء پر ناپاکی کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

چونکہ دھوبی جس تالاب میں کپڑے دھوتا ہے اس میں ایک طرف سے پانی داخل ہو رہا ہے اور دوسری طرف سے نکل رہا ہے، اس لیے یہ جاری پانی کے حکم میں ہے اس تالاب میں ناپاک و پاک دونوں قسم کے کپڑے دھونے کے بعد پاک ہوں گے۔

”من شک فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسةام لا فھو طاھر ما لم یستیقن“......(فتاویٰ التاتار خانیه : ۱/۲۶۹،مطبوعه جدیدرشیدیه کوئٹه)

”ان المعتبر فی تطھیر النجاسةالمرئیة زوال عینھا ولو بغسلة واحدةولو فی اجانة کما مر فلا یشترط فیھاتثلیث غسل ولا عصر وان المعتبرغلبةالظن فی تطھیر غیر المر ئیةبلا عدد علی المفتی به او مع شرط التثلیث علی ما مر ولاشک ان الغسل بالماء الجاری وما فی حکمه من الغدیر أو الصب الکثیر الذی یذھب بالنجاسة اصلا“......(ردالمحتار : ۱/۲۴۴)

"اما لو غسل فی غدیر أو صب علیہ ماء کثیر أو جریٰ علیہ الماء طہر مطلقا"......(الدرعلی ہامش الرد : ۱/ ۲۴۴،۲۴۵)

"الماء الجاری وہومایذہب بتبنۃ کذافی الکنزوالخلاصۃ وہذا ہو الحد الذی لیس فی درکہ حرج ہکذا فی شرح الوقایۃ وقیل مایعدالناس جاریا وہوالاصح کذافی التبیین "......(فتاوی الہندیۃ: ۱/۱۶)

"ثم اشتراط العصر فیماینعصر انما ہو فیمااذاغسل الثوب فی الاجانۃ امااذاغمس الثوب فی ماء جار حتی جری علیہ الماء طہر......واماحکم الصب فانہ اذاصب الماء علی الثوب النجس ان اکثر الصب بحیث یخرج مااصاب الثوب من الماء وخلفہ غیرہ ثلاثا فقدطہرلان الجریان بمنزلۃ التکرار والعصروالمعتبر غلبۃ الظن ہوالصحیح"......(البحرالرائق: ۱/۴۱۲)

"واذاکان حوض صغیر یدخل فیہ الماء من جانب ویخرج من جانب یجوزالوضوء فی جمیع جوانبہ وعلیہ الفتویٰ من غیرتفصیل بین ان یکون اربعا فی اربع اواقل فیجوز اواکثر فلایجوز وفی معراج الدرایۃ یفتی بالجواز مطلقا واعتمدہ فی فتاوی قاضی خان"......(البحرالرائق : ۱/۱۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

طہارت مسجد:

مسئلہ نمبر(۳۴۶): ہماری مسجد میں ایک بوڑھا آدمی ہے جو کہ اکثر مسجد میں تلاوت کرتا ہے اور اکثر مسجد میں پیشاب بھی کر دیتا ہے سمجھانے کے باوجود مانتا بھی نہیں ہے حتیٰ کہ اس کے گھر والے بھی اس کو مسجد آنے سے منع کرتے رہتے ہیں ان کی بھی نہیں مانتا، اس کو سب نے کہا ہے کہ تم گھر میں تلاوت کر لیا کرو اور فرض نماز مسجد میں پڑھ کر چلے جایا کرو لیکن سمجھانے کے باوجود نہیں مانتا عمر اس کی تقریبا ۹۰ سال ہے کیا زبردستی اس کو منع کر سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اس بزرگ کو مناسب طریقے سے مسجد میں آنے سے روکا جائے اگر سمجھانے کے باوجود

نہیں مانتا تو اولاد کے علاوہ مسجد کی انتظامیہ یا امام وغیرہ سختی سے منع کر سکتے ہیں کیونکہ پیشاب پر قابو نہ رکھنے کی وجہ سے یہ بوڑھا بچوں کے حکم میں ہے، نیز مسجد کو نجاست سے پاک رکھنا ضروری ہے۔

"والرابع عشر أن ينزهه عن النجاسات والصبيان والمجانين و اقامة الحدود"......(الهندية: ۵/ ۳۲۱)

"و يحرم ادخال صبيان و مجانين حيث غلب تنجيسهم و الا فيكره و ينبغي لداخله تعاهد نعله و خفه و صلاته فيهما افضل اه "...... (الدر على هامش الرد: ۱/ ۴۸۶)

"(قوله و يحرم الخ)لما أخرجه المندرى مرفوعا جنبوا مساجدكم صبيانكم و مجانينكم و بيعكم و شرائكم و رفع أصواتكم و سل سيوفكم و اقامة حدودكم اه"......(درمع الرد: ۱/ ۴۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

استبراء کرنا:

مسئلہ نمبر(۳۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ استنجاء کے بعد استبراء کا کیا حکم ہے؟ نیز استبراء کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ دلائل کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ قطرات بول سے استبراء ضروری ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ذکر کو پکڑ کر نیچے سے حشفہ کی طرف نچوڑا جائے اور کھانسی کر لی جائے یا چل لیا جائے یہاں تک کہ استبراء بول کا یقین ہو جائے، پھر اس کے بعد مٹی کے تین ڈھیلے استعمال کر کے پانی سے استنجاء کر لے۔

"فاذا فرغ يعصر ذكره من اسفله الى الحشفة ثم يمسح بثلاثة احجار...... فاذا استيقن بانقطاع اثر البول يقعد للاستنجاء بالماء"......(ردالمحتار : ۱/ ۲۵۴)

"يجب الاستبراء بمشي او تنحنح او نوم على شقه الايسر ويختلف بطبائع الناس"......(الدرالمختار على هامش الرد: ۱/ ۲۵۳)

"(یلزم الرجل الاستبراء) حتی یزول اثر البول ویطمئن قلبه علی حسب عادته ......الخ"......(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۴۲،۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

واشنگ مشین میں پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھونا:

مسئلہ نمبر (۳۴۸): واشنگ مشین میں کپڑے دھوئے ہوں اور کوئی کپڑا اس میں ناپاک تھا تو باقی کپڑوں کا کیا حکم ہے وہ پاک ہیں یا ناپاک؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھوئے جائیں تو تین بار پانی بہا کر نچوڑ دینے سے پاک ہو جاتے ہیں اور اگر دھونے والے کو تین بار سے کم نچوڑنے پر نجاست کے نکل جانے کا غالب گمان ہو جائے تب بھی پاک ہیں، البتہ تین بار بہا کر نچوڑ دینا بہتر ہے۔

"وما ليس بمرئی فطهارته ان يغسل حتی يغلب علی ظن الغاسل انه قدطهر لان التكرار لابدمنه للاستخراج ولايقطع بزواله فاعتبرغالب الظن كمافی امرالقبلة وانما قدروا بالثلاث لان غالب الظن يحصل عندهم فاقيم السبب الظاهر مقامه تيسيرا ويتايد ذلک بحديث المستيقظ من منامه ثم لابدمن العصر فی كل مرة فی ظاهرالرواية لانه هوالمستخرج"......(هدايه علی هامش البناية: ۱/۷۳۹، ۷۴۰)

"وفی غاية البيان ان التقديربالثلاث ظاهرالرواية وظاهره انه لوغالب علی ظنه زوالها بمرة اومرتين لايكفی وظاهر ان مافی الهداية اولاانه يكفی لانه اعتبرغلبة الظن واخرا انه لابدمن الزيادة علی الواحدة حيث قال لان التكرار لابدمنه للاستخراج والمفتی به اعتبارغلبة الظن من غيرتقدير بعدد كماصرح به فی منية المصلی"......(البحرالرائق: ۱/۴۱۲)

"ثم التقدير بالثلاث عندنا ليس بلازم بل هومفوض الی غالب رأيه واكبرظنه

وانما ورد النص بالتقدير بالثلاث بناء على غالب العادات فان الغالب انها تزول بالثلاث ولان الثلاث هو الحد الفاصل لابلاء العذر‘‘......(بدائع الصنائع: ۱/۲۴۹)

’’ثوب نجس غسل فی ثلاث جفان اوفی واحدة ثلاثا وعصر فی كل مرة طهر لجريان العادة بالغسل هكذا فلولم يطهر لضاق على الناس‘‘......(فتاویٰ الهندية: ۱/۴۲)

’’قال العلامة الشامی تحت (قوله مما يتشرب النجاسة الخ) حاصله كما فی البدائع ان المتنجس اما ان لا يتشرب فيه اجزاء النجاسة اصلا كالاوانی المتخذة من الحجر و النحاس و الخزف العتيق أو يتشرب فيه قليلا كالبدن والخف والنعل أو يتشرب كثيرا ففی الاول طهارته بزوال عين النجاسة المرئية أو بالعدد على مامر و فی الثانی كذلک لان الماء يستخرج ذلک القليل فيحكم بطهارته و اما فی الثالث فان كان مما يمكن عصره كالثياب فطهارته بالغسل و العصر الى زوال المرئية وفی غيرها بتثليثهما و ان كان مما لا ينعصر كالحصير المتخذ من البردی و نحوه ان علم انه لم يتشرب فيه بل أصاب ظاهره يطهر بازالة العين أو بالغسل ثلاثا بلا عصر و ان علم تشربه كالخزف الجديد و الجلد المدبوغ بدهن نجس والحنطة المنتفخة بالنجس فعند محمدؒ لا يطهر أبدا و عند أبی يوسفؒ ينقع فی الماء ثلاثا و يجفف كل مرة و الاول أقيس والثانی أوسع اه وبه يفتی‘‘......(ردالمحتار : ۱/۳۳۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ناپاک شے کو پاک کرنے کے بعد اس سے نکلنے والے قطروں کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۴۹): اگر پاؤں پر نجاست (مثلاً پیشاب کے قطرے) پڑ گئے تو آیا دھونے کے بعد جو قطرے ٹپک رہے ہیں وہ پاک ہیں یا ناپاک؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں جو قطرے دھونے کے بعد ٹپک رہے ہیں وہ ماء مستعمل کے حکم میں ہیں اور ماء مستعمل کا حکم یہ ہے کہ وہ پاک تو ہوتا ہے لیکن نجاست حکمیہ کو زائل نہیں کرسکتا بلکہ نجاست حقیقیہ کو زائل کرسکتا ہے جیسے پاخانہ وغیرہ کپڑے کو لگ جائے، لہٰذا یہ قطرے پاک تو ہوں گے لیکن ایسے مستعمل پانی سے وضو اور غسل وغیرہ نہیں کیا جاسکتا، اور اگر یہ کپڑے وغیرہ کو لگ جائیں تو کپڑے ناپاک نہیں ہوں گے۔

"اتفق اصحابنا رحمهم الله تعالى ان الماء المستعمل ليس بطهور حتى لايجوز التوضوء به واختلفوا فى طهارته قال محمد رحمه الله هو طاهر وهو رواية عن ابى حنيفة وعليه الفتوىٰ كذافى المحيط "......(فتاوىٰ الهندية: ١/٢٢)

"(قوله والماء المستعمل لقربة اورفع حدث اذا استقر مكان طاهر لامطهر)"......(البحر الرائق : ١/١٦٣)

"اتفق اصحابنا رحمهم الله تعالى ان الماء المستعمل ليس بطهور حتى لايجوز التوضوء به ولايجوز غسل شىء من النجاسات به واختلفوا فى طهارته قال محمد رحمه الله هو طاهر غير طهور وهو رواية عن ابى حنيفة رحمه الله تعالى وعليه الفتوىٰ"......(المحيط البرهانى : ١/٢٧٦)

"منها الغسل يجوز تطهير النجاسة بالماء وبكل مائع طاهر يمكن ازالتها به كالخل وماء الورد ونحوه......ومن المائعات الماء المستعمل وهذا قول محمد ورواية عن ابى حنيفة وعليه الفتوىٰ هكذافى الزاهدى "......(فتاوىٰ الهندية: ١/٤١)

"اما الماء المستعمل وعند محمدؒ و هى رواية عن أبى حنيفةؒ أيضا هى طاهر غير طهور أى غير مطهر و به أخذ أكثر المشائخ و هو ظاهر الرواية و عليه الفتوىٰ"......(حلبى كبيرى : ١٣١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خروج ریح سے استنجاء کرنا ضروری ہے یا نہیں؟:

مسئلہ نمبر(۳۵۰): فقط ہوا کے خارج ہونے سے استنجا کا کرنا ضروری ہوجاتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ہوا کے خارج ہونے سے استنجاء کرنا ضروری نہیں۔

"(قوله فلا یسن من ریح) لأن عینها طاهر ة و انما نقضت لانبعا ثها عن موضع النجاسة اه و لأن بخروج الریح لا یکون علی السبیل شئ فلا یسن منه بل هو بدعة کما فی المجتبیٰ بحر"...... (ردالمحتار : ۱/۲۴۶)

"والخامس بدعة وهوالاستنجاء من الریح کذافی الاختیار شرح المختار"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۵۰)

"(قوله ولایسن من ریح)لان عینها طاهرة فانما نقضت لانبعاثها عن موضع النجاسة ولان بخروج الریح لایکون علی السبیل شیء فلایسن منه بل هوبدعة کمافی المجتبیٰ بحر"......(فتاویٰ شامی : ۱/۲۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گندگی کی جگہ پر مسجد بنانے اوراس جگہ میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵۱): ایک جگہ گندگی کا سالوں سال ڈھیر پڑا ہے، اب ایک شخص اس ڈھیر کو اس جگہ سے ہٹا کر یہاں مسجد بنانا چاہتا ہے، کیا اس ڈھیر کی جگہ پر مسجد شریعت کے لحاظ سے بنانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جب نجاست اور گندگی ہٹادی جائے اور جگہ صاف رہ جائے تو اس پر مسجد بنانے میں ازروئے شریعت کوئی حرج نہیں ہے، حدیث میں حضور ﷺ نے مزبلہ میں نماز پڑھنے سے جو منع فرمایا ہے اس کی وجہ علمائے کرام نے نجاست قرار دی ہے۔

"عن ابن عمر رضی الله عنهما قال نهی رسول الله ﷺ ان یصلی فی سبعة مواطن فی المزبلةوالمجزرةوالمقبرة وقارعة الطریق وفی الحمام وفی

معاطن الإبل وفوق ظهر بيت الله ،رواه الترمذى وابن ماجه“......(مشكوة: ۱/۷۲)

”وقال المحشى ناقلا عن المرقات لملاعلى القارى المزبلة هى الموضع الذى يكون فيه الزبل وهو السرجين ومثله سائر النجاسات قوله والمجزرة بكسر الزائ وتفتح هى الموضع الذى تنحر فيه الإبل وتذبح البقر والشاء نهى عنها لأجل النجاسة فيها من الدماء والأرواث“ ......(مشكوة: ۱/۷۲)

اس تعلیل سے معلوم ہوا جب نجاست ہٹا دی جائے تو کوئی منع نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ناک،منہ سے نکلنے والے خون کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵۲): ۱۔ جوخون ناک سے یا منہ سے نکلتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک ہے؟ اگر وہ خون بہنے والا ہوگا تو کیا ناپاک ہوگا اور اگر وہ خون بہنے والا نہیں ہوگا تو کیا وہ پاک ہوگا؟

۲۔ اگر وہ ناپاک ہے تو اس کو کس طرح پاک کیا جائے گا؟

۳۔ اگر جسم کے حصہ پر ناپاکی لگی ہو تو اس کو کس طرح پاک کریں، کیا اس پر گیلا ہاتھ پھیر دینے سے جسم پاک ہوجائے گا۔ اگر پاک ہوجائے تو ہاتھ ناپاک ہوجائے گا یا ہاتھ پاک ہی رہے گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱،۲) جوخون بہنے والا ہے وہ تو بالاتفاق ناپاک ہے اور جوخون بہنے والا نہ ہو وہ مذہب مختار کے مطابق ناپاک نہیں ہے، البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس جگہ کو دھو کر صاف کرلیا جائے۔

”فى الطحطاوى :(والدم المسفوح) للآية الشريفة أو دما مسفوحا لاالباقى فى اللحم ...... وما لاينقض الوضوء فى الصحيح“......(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نورالايضاح:ص: ۱۵۴،۱۵۳)

”وفى حاشية الأشباه للغزى دم قلب الشاة ومالم يسل من بدن الإنسان طاهر

على المذهب المختار وهو قول أبي يوسف وقال محمد نجس الخ والحاصل كما في الحلبي أن في نجاسة غير المسفوح اختلافا والذي مشى عليه قاضيخان وكثيرانه طاهر وليس فيه رواية صريحة عن الأئمة الثلاثة بل قد توخذالطهارة من عدم نقض الوضو بالدم غير السائل وأن ما ليس بحدث ليس بنجس وأمر الاحتياط بعد ذلک غير خفي‘‘......(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :۱۵۴)

بدن میں جس جگہ خون لگا ہواس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو اس طرح دھویا جائے کہ خون کا نام ونشان نہ رہے۔

’’(ويطهر متنجس) سواء كان بدنا أو ثوبا أو آنية (بنجاسة) ولو غليظة (مرئية) كدم (بزوال عينها ولو) كان (بمرة) أي غسلة واحدة (على الصحيح) ولا يشترط التكرار لأن النجاسة فيه باعتبار عينها فتزول بزوالها (حاشية الطحطاوي: ۱۵۹)

۳۔　جسم کے کسی حصہ پر اگر نجاست لگی ہوتو اس کو دھو کر زائل کرنا ضروری ہے، محض گیلا ہاتھ پھیرنے سے وہ جگہ پاک نہ ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ابلتی دیگ میں زندہ چڑیا گر جائے تو گوشت اور شوربے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک آدمی خیرات کرنا چاہتا ہے، اللہ کا نام لیکر گائے کو ذبح کیا اور دیگ میں پکانے لگا، دیگ تقریبا پک چکی تھی کہ اچانک ہوا میں دو چڑیاں لڑکر ابلتی ہوئی دیگ میں گر پڑیں، اور مر گئیں، پھر مردہ چڑیوں کو چمچے سے باہر نکال دیا گیا، اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا گوشت یا شوربا دونوں میں ایک یا دونوں حلال ہیں یا حرام ہیں، اگر مردار ہیں، تو کیا دونوں میں سے ایک یا دونوں کسی طرح حلال ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر چڑیاں ابلتی ہوئی دیگ میں گرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں، پھر نکالی گئیں

تو ایسی صورت میں نہ گوشت حلال ہوسکتا ہے نہ شوربا، کیونکہ اس میں میتہ کے اجزاء آ گئے ہیں اور میتہ حرام ہے اور اگر دیگ میں گرتے ہی نکال لی گئیں اور ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوئیں، تو دیگ سے گوشت نکال کر شوربے کی مقدار پانی ڈال کر جوش دیا جائے، تاکہ وہ پانی جل جائے اور شوربے کی مقدار سابقہ رہ جائے اسی طرح تین دفعہ کیا جائے تو شوربا پاک اور حلال ہو جائے گا۔

"کما فی الدر المختار ویطهر لبن وعسل ودبس ودهن يغلى ثلاثا وقال الشامی : فی ذيله قال فی الدررو لو تنجس العسل فتطهيره أن يصب فيه ماء بقدره فيغلى حتى يعود إلى مكانه"......(الدر مع الرد: ۱/ ۲۴۵)

درالمختار ص ۱۸۵ میں ہے:

" وحكم سائر المائعات كالماء فی الأصح"

چونکہ شوربا بھی مائعات میں سے ہے اس کا بھی دودھ، شہد وغیرہ جیسا حکم ہے، اگر شوربے میں اور اس قدر پانی ملا لیا جائے کہ شوربا دیگ کے منہ سے بہہ جائے تو شوربا پاک ہوسکتا ہے اسی طرح فتاوی دارالعلوم دیوبند کے (صفحہ نمبر ۲۷۸ اور جلد نمبر ۱ میں لکھا ہے کہ اگر کتے نے شوربے کی دیگ میں منہ ڈال دیا اور کچھ شوربا پی لیا) سوال کے جواب میں مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ نے ایسا ہی جواب دیا ہے کہ مائعات کو پاک کرنے کا طریقہ جو اوپر ذکر ہو چکا کہ غلیان سے شوربا پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح جریان سے بھی پاک ہوسکتا ہے،

"كما قال الشامی على القول الاصح تطهر الأوانی ايضا بمجرد الجريان"

ہاں گوشت کے متعلق امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ تین بار پاک پانی میں جوش دیا جائے اور ہر بار گوشت کو پاک کرنے کے لیے اس کی تجفیف اور تبرید کی جائے مگر امام اعظمؒ کا قول یہ ہے کہ گوشت کو جب نجس چیز میں جوش دیا جائے تو بالکل پاک نہیں ہوسکتا اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

"قوله ولحم طبخ الخ وفی الظهيرية ولو صبت الخمر فی قدرفيها لحم إن كان قبل الغيلان يطهر اللحم بالغسل ثلاثا ، وان بعده فلا وقيل يغلى ثلاثا كل مرةبماء طاهر ويجفف فی كل مرة وتجفيفه بالتبريد اه بحر قلت لكن يأتی قريبا أن المفتى به الأول ....وكذا الحنطة إذا طبخت فی الخمر لاتطهر ابدا.(الدر مع الرد: ۱/ ۲۴۵)

”قدرطبخ وقعت فيه نجاسة لم توكل المرقة وكذا اللحم اذاكان فى حالة الغليان فان لم يكن فى حالة الغليان يغسل ويوكل كذافى السراجية“......(فتاوى الهندية: ۵/۳۳۹)

”لماجلس ابويوسف رحمه الله تعالىٰ للتدريس من غيراعلام ابى حنيفة فارسل اليه ابوحنيفة رجلافساله عن خمس مسائل ....الثالثة طيرسقط فى قدرعلى النار فيه لحم ومرق هل يوكلان ام لا؟فقال يوكل فخطأه فقال لايوكل فخطأه ثم قال ان كان اللحم مطبوخا قبل سقوط الطيريغسل ثلاثا ويوكل وترمى المرقة والايرمى الكل “......(الاشباه والنظائر :۴۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مٹی کے تیل کاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۵۴): میں مٹی کے تیل کی کمپنی میں کام کرتا ہوں، اکثر میرے ہاتھوں اور کپڑوں پر مٹی کا تیل لگا ہوتا ہے، کیاایسی حالت میں، میں مسجد جا کرنماز پڑھ سکتا ہوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مٹی کا تیل فی نفسہ تو پاک ہے، لیکن اگر بدن یا کپڑوں پر لگا ہوتو اسے بغیر دھوئے مسجد میں نہ جائے، کیونکہ اس کی بدبوفرشتوں اور مسلمانوں کی اذیت کا سبب ہے لہذا اس کو اچھی طرح دھوئے، پھرنماز کے لیے مسجد جائے۔

”ويحرم فيه السوال ....وأكل نحو ثوم ويمنع منه وكذا كل موذ(قوله وأكل نحو ثوم)أى كبصل ونحوه مما له رائحة كريهة للحديث الصحيح فى النهى عن قربان أكل الثوم والبصل المسجد قال الإمام العينى فى شرحه على صحيح البخارى قلت علة النهى أذى الملئكة وآذى المسلمين“......(الدر مع الرد: ۱/۴۸۸، ۴۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رال کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵۵): سوتے وقت جو منہ سے رال ٹپکتی ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اس سے کپڑا نجس ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

سوتے وقت منہ سے جو رال ٹپکتی ہے وہ پاک ہے، اگر وہ کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا نجس نہیں ہوتا۔

"لعاب النائم طاهر سواء كان من الفم أو منبعثا من الجوف عند أبى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وعليه الفتوى"......(الهندية: ۱/۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مذی سے کپڑے ناپاک ہوتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۳۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کپڑوں پر اگر مذی لگ جائے تو کیا اس سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں اور کیا اس کو دھوئے بغیر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذی نجاست غلیظہ میں سے ہے، اس کے نکلنے سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں، اگر مذی کپڑوں کو لگ جائے اور وہ ایک درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو اس کو دھوئے بغیر نماز نہیں پڑھ سکتے۔

"واشاربالبول الى ان كل مايخرج من بدن الانسان ممايوجب خروجه الوضوء اوالغسل فهومغلظ كالغائط والبول والمنى والمذى"......(البحرالرائق: ۱/۳۹۹)

"المعانى الناقضة للوضوء كل مايخرج من السبيلين"......(هداية: ۱/۲۳)

"وهى نوعان الاول المغلظة وعفى منها قدرالدرهم "......(هندية: ۱/۴۵)

"وعفى قدرالدرهم كعرض الكف من نجس مغلظ"......(كنزالدقائق: ۲۴)

"وقدرالدرهم ومادونه من النجس المغلظ كالدم والبول والخمروخرء الدجاج وبول الحمارجازت الصلوة معه وان زادلم تجز"......(هداية: ۱/۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

ذبح شدہ جانور کے خون کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ذبح شدہ جانور کا خون اگر کپڑوں پر لگ جائے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے ایسے کپڑوں میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

ذبح شدہ جانور کا وہ خون جو ذبح کرتے وقت نکلتا ہے وہ نجس ہوتا ہے، وہ خون چونکہ جانور کی گردن اور سر پر لگا ہوا ہوتا ہے اگر وہ کپڑوں کو لگ جائے تو کپڑے ناپاک ہو جائیں گے لہذا ان کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز نہیں، اس کے علاوہ وہ خون جو جانور کے گوشت اور دل میں ہوتا ہے اور رگوں میں ہوتا ہے وہ پاک ہے لہذا اگر وہ کپڑوں کو لگ جائے تو اس سے کپڑے ناپاک نہیں ہوں گے، لہذا ان کپڑوں میں نماز پڑھنا بھی درست ہے۔

"ودم مسفوح الادم شهيد مادام عليه ومابقى فى لحم مهزول وعروق وكبد وطحال وقلب ومالم يسل"......(الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۱/۵۵)

"ومايبقى من الدم فى عروق المذكاة بعد الذبح لايفسد الثوب وان فحش كذافى فتاوىٰ قاضى خان وكذا الدم الذى يبقى فى اللحم لانه ليس بمسفوح هكذا فى محيط السرخسى ومالزق من الدم السائل باللحم فهو نجس كذافى منية المصلى"......(فتاوىٰ هندية: ۱/۴۶)

"والدم المسفوح نجس بجميع اجزائه ......والدم الذى يبقى فى العروق واللحم بعد الذبح طاهر لانه ليس بمسفوح ولهذا حل تناوله مع اللحم"......(بدائع الصنائع: ۱/۱۹۶، ۱۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نجس قالین کو پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۳۵۸): بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم میں خیریت سے ہوں اور خداوند کریم سے آپ کی خیریت نیک چاہتا ہوں، میرے گھر میں قالین ہے جس پر چھوٹے بچوں نے پیشاب کر دیا ہے جو کہ جگہ جگہ پر ہے

یہ قالین کچھ چیزوں کے نیچے بھی دبا ہوا ہے اس کو نکال کر دھونا بہت مشکل کام ہے میں اس قالین پر نماز کیسے پڑھ سکتا ہوں؟

ا۔اگر اس قالین پر موٹا کپڑا یا موٹی چادر بچھا دی جائے اور اس پر جانماز بچھا دی جائے تو نماز ادا ہو سکتی ہے؟

۲۔یا اگر اس کو دھویا جائے تو کس طریقے سے دھویا جائے کہ پاک ہو جائے ،شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمادیں، میں آپ کا بہت مشکور ہوں گا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(ا)اس پر موٹا کپڑا یا جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے۔

(۲) کھلے پانی میں اس کو دھویا جائے اور ایک دفعہ اچھی طرح پانی ڈال کر اس کو کسی اونچی جگہ لٹکا دیا جائے تاکہ پانی خوب نچڑ جائے، اس کے بعد دوبارہ اس طرح کیا جائے، پھر تیسری بار اس طرح کیا جائے تو قالین پاک ہو جائے گا،اور اگر قالین کی ایک طرف پاک ہے اور دوسری طرف ناپاک ہے تو پاک حصہ پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

”ومالاینعصریطهر بالغسل ثلاث مرات والتجفیف فی کل مرة لان للتجفیف اثرا فی استخراج النجاسة وحدالتجفیف ان یخلیه حتی ینقطع التقاطر ولایشترط فیه الیبس هكذا فی التبیین هذا اذا تشربت النجاسة كثیرا وان لم تتشرب فیه اوتشربت قلیلایطهر بالغسل ثلاثا هكذا فی محیط السرخسی“ ......(الهندیة: ۱/۴۲)

”ولوكانت النجاسة رطبة فالقی علیها ثوباوصلی ان كان ثوبایمكن ان یجعل من عرضه ثوبان كالنهالی یجوزعندمحمدرحمه الله وان كان لایمكن لایجوزوان كانت یابسة جازت اذاكان یصلح ساترا كذا فی الخلاصة“......(الهندیة: ۱/۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ٹینکی کی طہارت کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۳۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند دن قبل ہماری مسجد کے پانی سے

اچانک بدبو آنے لگی تو چیک کرنے پر معلوم ہوا کہ ٹینکی میں ایک عدد مردہ چوہا پھولا ہوا پڑا تھا ان حالات میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر حوض یا ٹینکی کا پانی دونوں طرف سے جاری ہے (ایک طرف سے حوض یا ٹینکی میں پانی آرہا ہے اور دوسری طرف سے نکل رہا ہے) تو یہ جاری پانی ہونے کی وجہ سے پاک ہے جب تک پانی کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف تبدیل نہ ہو۔

اگر حوض یا ٹینکی کا پانی دونوں طرف سے جاری نہ ہو، بلکہ دونوں طرف سے یا ایک طرف سے بند ہو تو حوض یا ٹینکی کا پانی ناپاک ہو جائے گا۔

حوض یا ٹینکی کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر نجاست ذی جرم ہو تو اس کو نکال دیا جائے، پھر دونوں طرف سے پانی جاری کر دیا جائے تو دوسری طرف سے پانی نکلنے اور اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو، ذائقہ) میں سے کوئی بھی وصف متغیر باقی نہ رہنے کی صورت میں ٹینکی یا حوض کا پانی پاک ہو جائے گا، احتیاط اسی میں ہے کہ وقوع نجاست کے وقت حوض یا ٹینکی میں جتنا پانی ہے وہ سارا نکال دیا جائے۔

”فان دخل رجل یده فی الحوض وعلیها نجاسة ان کان الماء ساکنا لایدخل فیه شیء من انبوبه ولایغترف منه انسان بالقصعة یتنجس وان کان الناس یغترفون من الحوض بقصاعهم ولایدخل من الانبوب ماء اوعلی العکس فاکثرهم علی انه یتنجس وان کان الناس یغترفون من الحوض بقصاعهم ویدخل الماء من الانبوب فاکثرهم علی انه لایتنجس هکذافی فتاوی قاضی خان وعلیه الفتویٰ کذا فی المحیط “......(الهندیة : ۱/۱۸)

”فان ادخل الماء من جانب حوض صغیر کان قدتنجس ماؤ ه وخرج من جانب قال ابوبکر بن سعید الاعمش لایطهر مالم یخرج مثل ماکان فیه ثلاث مرات فیکون ذلک غسلا له کالقصعة حیث تغسل اذا تنجست ثلاث مرات وقال غیره لایطهر مالم یخرج مثل ماکان فیه مرة واحدة وقال ابوجعفر الهندوانی یطهر بمجرد الدخول من جانب والخروج من جانب وان لم یخرج مثل ماکان فی الحوض وهو ای قول ابی جعفر اختار الصدر

الشهيد حسام الدين لانه حينئذ يصير جاريا والجاری لاينجس مالم يتغير بالنجاسة والكلام فی غير المتغير“......(كبيری: ۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

بچے کے پیشاب کو صاف کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۳۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر فرش پر بچہ پیشاب کردے تو کیا اس پر تین مرتبہ پانی بہانا کافی ہے یا خشک کرنا بھی ضروری ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر فرش پر بچہ پیشاب کردے تو اس پر تین مرتبہ پانی بہا دینا کافی ہے، ہاں اگر پانی ٹھہر جاتا ہو یا ایسی جگہ پر نجاست ہو جہاں سے پانی نکالنا مشکل ہو تو ایک مرتبہ پانی ڈال کر کسی چیز سے خشک کرلے پھر اسی طرح دوبارہ اور پھر سہ بارہ کرے۔

”الارض اذا تنجست ببول واحتاج الناس الی غسلها فان كانت رخوة يصب الماء عليها ثلاثا فتطهر وان كانت صلبة قالوا يصب الماء عليها وتدلك ثم تنشف بصوف اوخرقة يفعل كذالك ثلاث مرات فتطهر“ ...... (هندية: ۱/۴۳)

”وفی الفتاوی البول اذااصاب الارض واحتيج الی الغسل يصب الماء عليه ثم يدلك وينشف ذلك بصوف اوخرقة فاذا فعل ذلك ثلاثا طهر وان لم يفعل ذلك ولكن صب عليه ماء كثيرا حتی عرف انه زالت النجاسة“ ......(محيط برهانی : ۱/۳۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

استدبار قبلہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) ہمارے گھر میں جوٹوائیلٹ ہے اس میں پیٹھ کعبے کی طرف ہوتی ہے، کیا کعبہ کی طرف پیٹھ بھی نہیں کرسکتے ؟اب مجبوری ہے تو کیا کریں؟

(۲) ایک حدیث کنفرم کرنی ہے کہ کھڑے ہوکر کھانے پینے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ قے کردو؟

(۳) کھڑے ہوکر کھانے میں کتنا گناہ ہے اور اگر کبھی ایسا کرنا پڑ جائے تو کیا کریں؟

(۴) مجھے ایک اور حدیث بھی کنفرم کرنی ہے کہ کسی نے بتایا کہ جب حضورﷺ فرمارہے تھے، قیامت کے بارے میں تو جب امام مہدی کا ذکر آیا تو فرمایا کہ ان کا قد بال چہرہ عمر میری طرح ہوگی، بات بھی میری طرح کریں گے تو کسی صحابی نے پوچھا یارسول اللہﷺ کیا وہ آپ تونہیں ہوں گے تو آپﷺ اس سوال پر مسکرائے اور کوئی جواب نہ دیا، آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ عین نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) صورت مسئولہ میں کعبہ شریف کی طرف منہ یا پشت کرکے قضائے حاجت کرنا مکروہ تحریمی ہے لہذا اس سے بچنا چاہیئے اور اگر قضائے حاجت کی جگہ ایسی ہی ہو کہ منہ یا پشت کعبہ کی طرف ہوتی ہو تو اس کو صحیح اور درست کرنا ضروری ہے تاکہ حدیث صحیح پر عمل ممکن ہوسکے اور جب تک صحیح نہ ہو اور کوئی دوسرا انتظام نہ ہو تو بھی حتی الامکان بچنے کی کوشش کریں بشرطیکہ شدید مجبوری نہ ہو۔

”(کرہ تحریما استقبال قبلة واستدبارها)لاجل(بول اوغائط)فلو للاستنجاء لم یکرہ (ولوفی بنیان)لاطلاق النهی (قوله استقبال قبلة)ای جهتها کمافی الصلوة فیمایظهر ونص الشافعیة علی انه لو استقبلها بصدرہ وحول ذکرہ عنها وبال لم یکرہ بخلاف عکسه اہ ای فالمعتبر الاستقبال بالفرج وهوظاهر قول محمد فی الجامع الصغیر یکرہ ان یستقبل القبلة بالفرج فی الخلاء وهل یلزمه التحری لو اشتبهت علیه کمافی الصلوة الظاهرنعم ولوهبت ریح عن یمین القبلة ویسارها وغلب علی ظنه عودالنجاسة علیه فالظاهر انه یتعین علیه استدبار القبلة حیث امکن لان الاستقبال افحش والله اعلم (قوله واستدبارها)هوالصحیح“......(درمع الرد: ۱/۲۵۱)

(۲) جی ہاں یہ حدیث موجود ہے۔

(۳) کھڑے ہوکر کھانا پینا مکروہ تنزیہی ہے۔

’’وعن ابی ھریرة رضی اللہ عنه قال قال رسول الله ﷺ لایشربن احدمنکم قائما فمن نسی منکم فلیستقی ء رواه مسلم (قوله فلیستقیء) ای فلیتکلف للقیء فان الاستقاء والتقیوء التکلف فی القیء وھوامرندب‘‘......(مرقاة المفاتیح : ۸/۱۶۴)

’’(قوله وعن ابن عمرؓ الخ)اخرجه الطحاوی واحمدوابن ماجة والترمذی وصححه حلیة وقصد بذکره بیان حکم الاکل لکن اخرج احمدومسلم والترمذی عن انس عن النبی ﷺ انه نهی ان یشرب الرجل قائما قال قتادة قلت لانس فالاکل فقال ذلک اشرواخبث وفی الجامع الصغیرللسیوطی نهی عن الشرب قائما والاکل قائما ولعل النهی لامرطبی ایضا کمامرفی الشرب وفی فصل الحادی والثلاثین من فصول العلامی وکره الاکل والشرب فی الطریق والاکل نائما وماشیا ولاباس بالشرب قائما ولایشرب ماشیا ورخص ذلک للمسافر‘‘......(شامی: ۱/۹۶)

(۴) احادیث مبارکہ سے مجموعی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان سیداوراولادفاطمہ میں سے ہوں گے،کھلی پیشانی والےطویل وباریک ناک والے ہوں گے،اخلاق میں آپ ﷺ کے مشابہ ہوں گے، ان کا نام محمداوروالدکا نام عبداللہ ہوگا،البتہ سوال میں مذکوریہ مضمون (کسی صحابی نے پوچھایارسول اللہ کیاوہ آپ تونہیں ہوں گےتو آپ اس سوال پرمسکرائے اورکوئی جواب نہ دیا)احادیث میں نہیں مل سکا لیکن یہ بات واضح رہے کہ احادیث سے مجموعی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ علیہ السلام خودمہدی بن کرنہیں آئیں گے، بلکہ حضرت مہدی علیہ الرضوان آپ علیہ السلام کی اولادیعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے پیداہوں گےاورقربِ قیامت میں ان کاظہورہوگا۔

’’عن عبدالله عن النبی ﷺ قال لولم یبق من الدنیا الایوم قال زائدة لطول الله ذلک الیوم حتی یبعث رجلا منی اومن اهل بیتی یواطیء اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی زاد فی حدیث فطر یملاء الارض قسطا وعدلا کماملئت ظلماوجورا الخ‘‘......(ابوداؤد: ۲/۲۳۸،۲۳۹)

"عن ابی سعیدالخدری قال قال رسول الله ﷺ المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملا الارض قسطاوعدلا کماملئت ظلما وجورا ویملک سبع سنین"......(ابو داؤد: ۲/۲۳۹)

"عن ابی اسحق قال قال علی رضی الله عنه ونظرالی ابنه الحسن یقال ان ابنی هذا سید کماسماه النبی ﷺ وسیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم ﷺ یشبهه فی الخلق ولایشبهه فی الخلق ثم ذکرقصة یملاالارض عدلاالخ"......(ابو داؤد: ۲/۲۴۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دودھ پیتے بچے کے پیشاب کاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۲): کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا چھوٹے دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاک ہے؟اور ماں کے بدن اورکپڑوں پر بچے نے پیشاب کردیا ہوتو کیااس حالت میں نماز ہوجائے گی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

دودھ پیتے بچے کا پیشاب ناپاک ہےاوراگر بدن یا کپڑوں پرلگ جائے تو دھونا اور پاک کرنا ضروری ہے پاک کیے بغیرنمازادانہ ہوگی۔

"الفصل الثانی فی الاعیان النجسة)وهی نوعان (الاول)المغلظة ......وکذلک بول الصغیر والصغیرة اکلا اولاکذا فی الاختیار شرح المختار"......(الهندية: ۱/۴۶،۴۵)

"تطهیرالنجاسة من بدن المصلی وثوبه والمکان الذی یصلی علیه واجب هکذا فی الزاهدی فی باب الانجاس"......(فتاویٰ عالمگیری: ۱/۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

برفباری والے علاقوں میں طہارت کس طرح حاصل کی جائے؟

مسئلہ نمبر(۳۶۶۳): کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ایساعلاقہ جہاں بہت زیادہ برف باری ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہاں کے لوگ مخصوص خیموں میں رہتے ہیں جہاں پر پانی اور مٹی میسر نہیں ہوتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ اگر وہاں نماز پڑھنی ہو تو طہارت کا کیا حکم ہے؟ یادرہے کہ وہاں پر ہر وہ چیز جس سے طہارت ممکن ہو میسر نہیں ہے۔

اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال علاقائی سطح صورت مسئولہ میں عقلی طور پر تو ہوسکتی ہے لیکن وقوعی طور پر نہیں ہوسکتی، ایسی صورت حال میں خیموں کے اندر جگہ کھود کر مٹی یا پتھر نکال کر اس پر تیمّم کر کے طہارت حاصل کریں اور نمازیں پڑھیں اگر بالفرض یہ صورت پیش آجائے کہ نہ تو وضو کرنا میسر ہو اور نہ ہی تیمّم کرنا میسر ہو تو وہاں کے لوگ فاقد الطہورین کے حکم میں ہیں جس کا حکم یہ ہے کہ نماز کے وقت کا احترام کرتے ہوئے نماز جیسی کیفیت بنا کر محض تشبہ بالمصلین کریں نماز کی نیت نہ کریں بعد میں جب وضو یا تیمّم کا موقع ملے تو طہارت حاصل کر کے قضاء نماز پڑھیں۔

"والمحصور فاقد الماء والتراب الطهورين بان حبس فی مكان نجس ولايمكنه اخراج تراب مطهر وكذا العاجز عنهما لمرض يؤخرها عنده وقالا يتشبه بالمصلين وجوبا فيركع ويسجد ان وجد مكانا يابسا والا يومیء قائما ثم يعيد كالصوم به يفتی واليه صح رجوعه ای الامام كمافی الفيض (قوله وقالا يتشبه بالمصلين) ای احتراماللوقت قال ولايقرء كمافی ابی السعود سواء كان حدثه اصغراواكبراه قلت وظاهره انه لاينوی ايضا لانه تشبه لاصلوة حقيقية تامل"......(الدرمع الرد:۱/۱۸۵)

"الوجه الثانی ان يكون محبوسا فی مكان نجس لايجد ماء ولاترابا نظيفا فانه علی وجهين ان امكنه نقرالارض اوالحائط بشیء واستخراج التراب الطاهر فعل ذلک ويصلی بالتيمم وان لم يمكنه ذلک فعلی قول ابی حنيفة رحمه الله تعالی لايصلی بل ينتظر حتی يجدالماء اوالتراب الطاهر وقال ابويوسف

رحمه الله تعالى يصلى بالايماء تشبيها بالمصلين ويعيد وقول محمدرحمه الله تعالى مضطرب ذكرفى الزيادات وفى كتاب الصلوة فى رواية ابى حفص رحمه الله تعالى قوله مع قول ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ وذكر فى كتاب الصلوة لابى سليمان رحمه الله تعالىٰ قوله مع قول ابى يوسف قال بعض المشائخ على قول ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ انما يصلى بالايماء اذالم يكن الموضع يابسا امااذاكان يابسايصلى بركوع وسجود"......(المحيط البرهانى: ١/٣١٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ذی جرم چیز جسم پر لگ جانے سے وضو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر جسم کے کسی حصہ پر ایسی چیز لگی ہوئی ہو جو پانی کو وہاں تک نہ پہنچنے دے تو کیا وضو ہو جائے گا یا اس چیز کو دھونا ضروری ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ صورت میں اگر اعضاء وضو پر کوئی ذی جرم چیز لگ جائے جو پانی کے پہنچنے سے مانع ہو تو اگر چیز ایسی ہے کہ جس کے لگنے سے بچاؤ آسانی سے ممکن نہ ہو تو اس کے ہٹائے بغیر وضو ہو جائے گا اور اگر اس چیز سے بچاؤ آسانی سے ممکن ہو تو اس کے ہٹائے بغیر وضو نہ ہوگا۔

"وفى فوائدالقاضى الامام ركن الاسلام على السغدى رحمه الله تعالى اذاكان على بعض اعضاء وضؤه خرء ذباب اوبرغوث فتوضأ ولم يصل الماء الى تحته جاز لان التحرز عنه غيرممكن ولوكان جلدسمك اوخبز ممضوغ قدجف وتوضاولم يصل الماء الى ماتحته لم يجز لان التحرز عنه ممكن " ......(المحيط البرهانى: ١/١٦٨)

"فى فتاوى ماوراء النهر ان بقى من موضع الوضوء قدرراس ابرة اولزق باصل ظفره طين يابس اورطب لم يجز وان تلطخ يده بخمير اوحناء جاز"......(فتاوى الهندية: ١/٤)

”وکذا الخباز اذاکان وافرالاظفار کذا فی الزاهدی ناقلا عن الجامع الاصغر والخضاب اذاتجسد ویبس یمنع تمام الوضوء والغسل کذافی السراج الوهاج ناقلاعن الوجیز“......(فتاوی الهندیة: ۱/۴)

”(قوله بخلاف نحوعجین)ای کعلک وشمع وقشر سمک وخبزممضوغ متلبد جوهرة لکن فی النهر ولوفی اظفاره طین اوعجین فالفتوی علی انه مغتفر قرویا کان اومدنیااه نعم ذکرالخلاف فی شرح المنیة فی العجین واستظهر المنع لان فیه لزوجة وصلابة تمنع نفوذالماء (قوله به یفتی)صرح به فی الخلاصة وقال لان الماء شئ لطیف یصل تحته غالبا اه ویردعلیه ماقدمناه آنفا ومفاده عدم الجواز اذاعلم انه لم یصل الماء تحته قال فی الحلیة وهواثبت“......(الردالمحتار: ۱/۱۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

پیشاب کرنے کے بعد استبراء کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیشاب کرنے کے بعد استبراء کا کیا حکم ہے؟ واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں پیشاب کرنے کے بعد قطروں سے استبراء واجب ہے جس طریقے پر ہو طبیعت کے موافق ،یعنی چلنے کے ساتھ یا کھانسنے کے ساتھ وغیرہ یہاں تک کہ اس کا دل مطمئن ہوجائے۔

”والاستبراء واجب حتی یستقرقلبه علی انقطاع العود کذافی الظهیریة قال بعضهم یستنجی بعدمایخطوخطوات وقال بعضهم یرکض برجله علی الارض ویتنحنح ویلف رجله الیمنی علی الیسری وینزل من الصعود الی الهبوط والصحیح ان طباع الناس مختلفة فمتی وقع فی قلبه انه تم استفراغ مافی السبیل یستنجی هکذافی شرح المنیة المصلی لابن امیرالحاج والمضمرات“......(فتاوی الهندیة: ۱/۴۹)

"فروع ،یجب الاستبراء بمشی اوتنحنح اونوم علی شقه الایسر ویختلف بطباع الناس (قوله یجب الاستبراء)هوطلب البراء ة من الخارج بشئ مماذکره الشارح حتی یستیقن بزوال الاثر واما الاستنقاء فهوطلب النقاوة وهوان یدلک المقعدة بالاحجار اوبالاصابع حالة الاستنجاء بالماء واماالاستنجاء فهواستعمال الاحجار اوالماء هذا هوالاصح فی تفسیر هذه الثلاثة کمافی الغزنویة(الی ان قال قوله اوتنحنح) لان العروق ممتدة من الحلق الی الذکر وبالتنحنح تتحرک وتقذف مافی مجری البول اه ضیاء "
......(درمع الرد:۱/۲۵۳)

"یلزم الرجل الاستبراء عبرباللازم لانه اقوی من الواجب لفوات الصحة بفوته لابفوت الواجب والمراد طلب براء ة المخرج عن اثرالرشح حتی یزول اثرالبول بزوال البلل الذی یظهر علی الحجر بوضعه علی المخرج"......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۴۲،۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

استنجاء کے بعد ہاتھ دھونے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب آدمی استنجاء کرتا ہے تو استنجاء کے بعد ہاتھوں کو پاک کرنے کے لیے دھونا ضروری ہے یا ہاتھ بھی استنجاء سے پاک ہوجاتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ دھونا ضروری نہیں ہے،استنجاء کرنے سے ہی ہاتھ پاک ہوجاتے ہیں البتہ دھولینا مسنون ہے۔

"وتطهر الید مع الطهارة موضع الاستنجاء کذافی السراجیة ویغسل یده بعدالاستنجاء کمایکون یغسلها قبله لیکون انقی وانظف وقدروی ان النبی ﷺ غسل یده بعدالاستنجاء ودلک یده علی الحائط کذا فی التجنیس"......(فتاوی الهندیة: ۱/۴۹)

”(قوله ومع طهارة المغسول تطهر اليد) قال ابن عابدين هذا مختار الفقيه ابی جعفر وقيل يجب غسلها لانها تتنجس بالاستنجاء وقيل يسن وهذا هوالصحيح كمامر فی سنن الوضوء نوح“......(فتاویٰ شامی :۱/۳۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خروج ریح کی صورت میں استنجاء کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی فقط ہوا خارج ہوئی ہو تو کیا اس کے لیے استنجاء کرنا ضروری ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

محض ہوا کے خارج ہونے سے استنجاء کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔

”والخامس بدعة وهوالاستنجاء من الريح كذا فی الاختيارشرح المختار“......(فتاوی الهندية: ۱/۵۰)

”وقدعلم من تعريفه ان الاستنجاء لايسن الامن حدث خارج من احدالسبيلين غيرالريح لان بخروج الريح لايكون على السبيل شيئ فلايسن منه بل هوبدعة كمافی المجتبیٰ“......(البحرالرائق: ۱/۴۱۶)

”(قوله فلايسن من الريح) لان عينها طاهرة وانما نقضت لانبعاثها عن موضع النجاسة ولان بخروج الريح لايكون على السبيل شيئ فلايسن منه بل هوبدعة كمافی المجتبی“......(ردالمحتار: ۱/۴۲۶)

”والاستنجاء منهابدعة كمافی البحر“......(حاشية الطحطاوی على الدر: ۱/۱۶۴)

”ولااستنجاء فی الريح لانها ليست بعين مرئية“......(بدائع الصنائع: ۱/۱۰۴)

"ولایسن الاستنجاء فی حدث الریح والنوم"......(قاضی خان علی الہندیة: ۱/۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھونے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم اپنے کپڑے دھونے کے لیے دھوبی کو دیا کرتے ہیں وہ دھوبی ایک چھوٹے تالاب میں پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھوتا ہے اور اس تالاب کی حالت یہ ہے کہ اس میں ایک طرف سے پانی آرہا ہوتا ہے اور دوسری طرف سے نکل رہا ہوتا ہے، تو کیا یہ کپڑے پاک ہوں گے یا ناپاک؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے پاک ہیں کیونکہ وہ جس تالاب میں کپڑے دھوتا ہے وہ ماء جاری کے حکم میں ہے اور ماء جاری کی صورت میں نچوڑنا شرط نہیں البتہ نچوڑنا بہتر ہے۔

"الماء الجاری وھومایذھب بتبنة کذا فی الکنز والخلاصة وھذا ھوالحد الذی لیس فی درکه حرج ھکذا فی شرح الوقایة وقیل مایعدالناس جاریا وھوالاصح کذا فی التبیین"......(فتاوی الھندیة: ۱/۱۶)

"ثم اشتراط العصر فیماینعصر انماھوفیما اذاغسل الثوب فی الاجانة امااذا غمس الثوب فی ماء جار حتی جری علیه الماء طھر(الٰی ان قال) واماحکم الصب فانه اذاصب الماء علی الثوب النجس ان اکثرالصب بحیث یخرج مااصاب الثوب من الماء وخلفه غیر ثلاثا فقد طھر لان الجریان بمنزلة التکرار والعصر والمعتبر غلبة الظن ھوالصحیح"

......(البحرالرائق: ۱/۴۱۲)

"واذا کان حوض صغیر یدخل فیه الماء من جانب ویخرج من جانب یجوزالوضوء فی جمیع جوانبه وعلیه الفتوىٰ من غیرتفصیل بین ان یکون

اربعا فی اربع اواقل فیجوز اواکثر فلایجوز وفی معراج الدرایة یفتی بالجواز مطلقا واعتمده فی فتاوی قاضی خان"......(البحر الرائق: ۱/۱۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پیشاب کے بعد آنے والے قطروں کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کو پیشاب کے بعد قطرے آتے ہوں تو کیا کرنا چاہیئے، اگر ٹیشو یا مٹی کا ڈھیلا استعمال کرنے کے بعد نماز کے دوران بھی اس کے قطرے نکلتے ہوں، تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کو اتنا وقت نہیں ملتا کہ جس میں یہ وضو کر کے فرض نماز ادا کر سکے تو یہ شخص معذور ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو سلسل بول والے کا ہے اور اگر اس شخص کو فرض نماز ادا کرنے کا وقت مل جاتا ہے تو یہ شخص غیر معذور ہے اور پیشاب کا قطرہ نکلتے ہی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

"المستحاضة ومن به سلس البول اواستطلاق البطن اوانفلات الريح اورعاف دائم اوجرح لايرقأ يتوضؤن لوقت كل صلوة ويصلون بذلك الوضوء فی الوقت ماشاؤا من الفرائض والنوافل هكذافی البحر الرائق"......(فتاوی الهندية: ۱/۴۱)

"ومن به عذر كسلس بول اواستطلاق بطن وانفلات الريح ورعاف دائم وجرح لايرقأ ولايمكن حبسه بحشو من غير مشقة ولابجلوس ولابالايماء فی الصلوة فبهذا يتوضؤن لوقت كل فرض "......(حاشية الطحطاوی علی المراقی الفلاح: ۱۴۹)

"وتتوضأ مستحاضة ومن به سلس بول اواستطلاق بطن اوانفلات ريح اورعاف دائم اوجرح لايرقأ لوقت كل فرض (الی ان قال) ومن به سلس البول وهومن لايقدرعلی امساكه والرعاف الدم الخارج من الانف والجرح

الذی لایرقأ ای الذی لایسکن دمه من رقأالدم سکن وانما کان وضوء ها لوقت کل فرض لالکل صلاة لقوله علیه الصلوة والسلام المستحاضة تتوضأ لوقت کل صلوة رواه سبط ابن الجوزی عن ابی حنیفة '...... (البحرالرائق: ۱/۳۷۳)

"(وصاحب عذر من به سلس البول) لایمکنه امساکه (ثم قال بعداسطر) ان استوعب عذره تمام وقت صلوة مفروضة)بان لایجدفی جمیع وقتها زمنا یتوضأ ویصلی فیه خالیاعن الحدث"......(درالمختارعلی هامش الرد: ۱/۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

واشنگ مشین میں ناپاک اور پاک کپڑے اکٹھے دھونے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

۱۔ واشنگ مشین میں کپڑے دھوئے اور کوئی کپڑا ان میں ناپاک تھا تو باقی کپڑوں کا کیا حکم ہے وہ پاک ہیں یا ناپاک؟

۲۔ اگر پاؤں پر نجاست (مثلاً پیشاب کے قطرے) پڑ گئے تو آیا دھونے کے بعد جو قطرے ٹپک رہے ہیں وہ پاک ہیں یا ناپاک؟

۳۔ اگر کوئی ایسی شئ جسے دھونے کے بعد نچوڑنا ممکن نہ ہو مثلاً بڑا قالین تو اگر اسے ایک مرتبہ صابن لگا کر دھولیا جائے تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) واشنگ مشین میں ناپاک کپڑا ڈالنے سے سارے کپڑے ناپاک ہو گئے ہیں، اگر ان کپڑوں کو دھلائی مشین سے باہر یا اس کے خشک کرنے والے حصہ میں اس قدر پانی کے ساتھ دھویا گیا کہ نجاست کے زائل ہونے کا غالب گمان ہو گیا ہو تو سب کپڑے پاک ہوں گے۔

"ان غسل ثلاثا فعصرفی کل مرة ثم تقاطرت منه قطرة فاصابت شیئا ان

عصره فی المرة الثالثة وبالغ فیه بحیث لوعصره لایسیل منه الماء فالثوب والید وماتقاطرطاهر والا فالکل نجس هکذافی المحیط "......(فتاوی الهندیة: ۱/۴۲)

"الثوب النجس اذاغسل ثلاثا وعصره فی کل مرة ثم تقاطرمنه قطرة فاصاب شیئا قال ینظر ان عصر فی المرة الثالثة عصرا بالغ فیه حتی صار بحال لوعصر لم یسل منه الماء فالثوب طاهر والید طاهرة وماتقاطرطاهر واذا لم یبالغ فی العصر فی المرة الثالثة وکان الثوب بحال لوعصر سال الماء فالید نجسة والثوب نجس وماتقاطرنجس"......(فتاوی التاتارخانیة: ۱/۴۵۲،۴۵۱، جدیدمطبوعه رشیدیه کوئٹه)

(۲) پاؤں دھونے کے بعد جو قطرے پاؤں سے ٹپکتے ہیں وہ پاک ہیں۔

"اذااصابت النجاسة البدن یطهر بالغسل ثلاث مرات متوالیات اه" ......(فتاوی التاتارخانیة: ۱/۴۵۳، جدید)

"قوله بتثلیث جفاف ای جفاف کل غسلة من الغسلات الثلاث وهذا شرط فی غیرالبدن ونحوه"......(ردالمحتار علی الدرالمختار: ۱/۲۴۳)

(۳) اگر ایک مرتبہ ہی اتنی مقدار میں پانی بہایا کہ جس سے غالب گمان ہوگیا کہ ناپاکی ختم ہوچکی ہے تو قالین پاک ہوجائے گا ورنہ ایسے قالین کو تین مرتبہ ایسے طریقے پر دھونا ضروری ہے کہ ہر دفعہ میں قطرے ٹپکنا بند ہوجائیں تو دوسری مرتبہ دھویا جائے۔

"ان کان غالب ظنه انها تزول بمادون الثلث یحکم بطهارته"......(فتاوی التاتارخانیة: ۱/۴۵۰، جدید)

"وذکرعن الفقیه احمدبن ابراهیم رحمه الله ان الحصیر اذاکان من بردی یغسل ثلاثا ویجفف فی کل مرة ویطهر عندابی یوسف خلافالمحمداه"......(فتاوی التاتارخانیة: ۱/۴۵۵، جدیدمطبوعه رشیدیه کوئٹه)

"ومالاینعصر یطھر بالغسل ثلاث مرات والتجفیف فی کل مرة لان للتجفیف اثرا فی استخراج النجاسة اه"......(فتاوی الهندیة: ۱/۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگر پاک اور ناپاک صفوں کا علم نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

مسئلہ نمبر (۳۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی ایک دو یا تین صفوں پر بچوں نے پیشاب کر دیا ہے اور معلوم نہیں کہ وہ کونسی صف ہے جس پر پیشاب کیا تھا کیونکہ جب پیشاب کیا تھا اس وقت وہ صفیں نکال کر رکھ دیں تھیں، جب وہ خشک ہو گئیں تو ان کو مسجد کے اندر بچھا دیا گیا کوتاہی کی وجہ سے اور مسجد کی صفیں کبھی اندر بچھا دیتے ہیں اور کبھی باہر صحن میں جس کی وجہ سے پیشاب والی صفیں اور دوسری صفیں خلط ملط ہو گئیں، اب ان پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ کیا ان سب صفوں کو دھویا جائے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں صفوں کی طہارت کے لیے ضروری ہے کہ ان ناپاک صفوں کو پانی سے دھویا جائے، صرف خشک ہونے سے پاک نہیں ہوتیں اگر پاک اور ناپاک صفوف میں کسی علامت کے باعث امتیاز ممکن ہے تو امتیاز کے ساتھ ناپاک صفوں کو دھویا جائے اور اگر ایسا کرنا متعذر ہے تو تحری کر کے ناپاک صفوں کو علیحدہ کر لیا جائے اور دھو کر پاک کر دیا جائے بشرطیکہ پاک صفیں غالب ہوں البتہ اگر ناپاک صفیں غالب ہوں یا برابر ہوں تو تحری کی ضرورت نہیں بلکہ ساری صفوف کو دھونا ضروری ہے۔

"اذاکان مع الرجل ثوبان اوثیاب والبعض نجس والبعض طاھر فان امکن التمییز بالعلامة یمیز وان تعذر التمییز بالعلامة ان کانت الحالة حالة الاضطرار بان لایجد ثوبا طاھرا بیقین واحتاج الی الصلاة ولیس معه مایغسل به احدالثوبین اواحدالثیاب یتحری وان کانت الحالة حالة الاختیار فان کانت الغلبة للطاھر یتحری وان کانت الغلبة للنجس اوکاناعلی السواء لایتحری کذافی الذخیرة'......(فتاوی الهندیة: ۵/۳۸۳)

"(و)تطھر (ارض) بخلاف نحوبساط (بیبسھا) "......(ردالمحتار: ۱/۲۲۷)

”(قوله بخلاف نحو بساط) ای وحصیر وثوب وبدن مما لیس ارضا ولا متصلا بها اتصال قرار“......(ردالمحتار:۱/۲۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ناپاک چھری کو پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۳۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر دھات یعنی لوہے وغیرہ کی چھری یا چاقو وغیرہ سؤر کے گوشت کے ساتھ استعمال کی وجہ سے نجس (ناپاک) ہوجائے تو کیا دیگر طریقوں کے علاوہ اسے آگ میں بھی گرم کرکے پاک کیا جاسکتا ہے تاکہ اسے دوبارہ استعمال میں لایا جاسکے، شرعی نقطہ نظر سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں لوہے یا دھات وغیرہ کی چھری یا چاقو وغیرہ اگر نجس ہوجائیں تو خوب پونچھ ڈالنے یا رگڑ دینے یا مانج ڈالنے سے یا تین بار پانی سے دھو دینے سے پاک ہوجاتے ہیں اور اگر آگ میں ڈال دیے جائیں اور نجاست کا اثر ختم ہوجائے تو بھی پاک ہوجاتے ہیں۔

”ویطهر (صقیل) لامسام له (کمرآة) وظفر وعظم وزجاج وآنیة مدهونة اوخراطی وصفائح فضة غیر منقوشة بمسح یزول به اثرها “......(شرح التنویر علی هامش الرد:۱/۲۲۷)

”وان کان مما لاینعصر کالحصیر المتخذمن البردی ونحوه ان علم انه لم یتشرب فیه بل اصاب ظاهره یطهر بازالة العین اوبالغسل ثلاثا بلاعصر“......(ردالمحتار:۱/۳۴۴)

”اذاتلطخ السکین ونحوه بالدم اوتلطخ رأس الشاة مثلابه ثم ادخل ذلک المتلطخ النار فاحترق الدم وزال اثره طهر الرأس والسکین ونحوهما بالنار لحصول المقصود وکذااذا اصاب السکین دم فمسح بالتراب یطهر “ ......(غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی المعروف حلبی کبیری :۱۵۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

لیٹرین کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو کہ آگے غسل خانہ یا لیٹرین ہو تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جس جگہ پر نماز پڑھنی ہو اس جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے، صورت مسئولہ میں اگر یہ جگہ پاک ہو تو محض غسل خانہ یا لیٹرین کے آگے ہونے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ اگر بدبو آ رہی ہو تو اس جگہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

"تطهير النجاسة من بدن المصلی وثوبه والمكان الذی يصلی عليه واجب هكذافی الزاهدی فی باب الانجاس"......(الهندية: ۱/۵۸)

"(وتكره الصلاة فی تسع مواطن) فی قوارع الطريق ومعاطن الابل والمزبلة والمجزرة والمخرج والمغتسل "......(الهندية: ۱/۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فرش اگر ناپاک ہو جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۳۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر فرش وغیرہ ناپاک ہو جائے تو کیا صرف تین مرتبہ پانی بہانا کافی ہے یا خشک ہونے کا انتظار کریں وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

فقہاء کرام نے ناپاک فرش کو پاک کرنے کا حکم وہی ارشاد فرمایا ہے جو زمین کو پاک کرنے کا ہے، اس میں تفصیل یوں ہے کہ اگر فرش پکا ہے تو اس کی پاکی کا حکم اس کا خشک ہونا ہے، البتہ اگر فرش کو جلدی پاک کرنا ہو تو اس پر تین مرتبہ پانی بہائے اور ہر مرتبہ اس کو پاک کپڑے سے خشک کرے یا اتنی کثرت سے پانی بہائے کہ نجاست کا اثر زائل ہو جائے، اور اگر اینٹیں ادھر ادھر بکھری ہوئی ہوں اور ان کو آسانی سے اٹھایا جا سکتا ہو تو ان کو اٹھا کر دھویا جائے گا۔

"الآجرّة اذاكانت مفروشة فحكمها حكم الارض تطهربالجفاف وان كانت موضوعة تنقل وتحوّل لابدمن الغسل هكذافی المحيط"......(فتاوی الهندية: ۱/۴۴)

”(و)حکم (اٰجر) ونحوہ کلبن (مفروش وخص) بالخاء وتحجیرة سطح (وشجر وکلاء قائمین فی ارض کذلک) ای کارض فیطھر بجفاف وکذا کل ماکان ثابتا فیھا لاخذہ حکمھا باتصالہ بھا“......(الدر المختار علی ھامش الرد :۱/۲۲۸)

”ولو ارید تطھیر ھا عاجلا یصب علیھا الماء ثلاث مرات وتجفف فی کل مرة بخرقة طاھرة وکذا لو صب علیھا الماء بکثرة حتی لایظھر اثر النجاسة شرح المنیة وفتح“......(ردالمحتار:۱/۲۲۷)

”وفی الطحطاوی ......وان کانت مستویة صب علیھا الماء ثلاث مرات وجففت کل مرة بخرقة طاھرة وکذا لو صب علیھا الماء بکثرة حتی لا یظھر اثر النجاسة “......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح :ص، ۱۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جو کپڑا کتے نے منہ میں ڈالا ہو اس کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے گھر میں ایک کتا رکھا ہوا ہے، وہ کبھی کبھی کھیلتے ہوئے چادر یا قمیص یا کوئی کپڑا منہ میں ڈال لیتا ہے اس کپڑا کا کیا حکم ہے؟ کہ وہ پاک ہے یا ناپاک ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر کتا کپڑا منہ میں ڈالے اور کپڑے میں لعاب کی تری ظاہر ہو جائے تو کپڑا پلید ہو جائے گا ورنہ ناپاک نہیں ہوگا۔

”الکلب اذا اخذ عضو انسان او ثوبہ لاینجس مالم یظھر فیہ اثر البلل راضیا کان او غضبان“......(الفتاوی الھندیة: ۱/۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ٹینکی میں اگر چڑیا یا جوتا گر جائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۳۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں ایک زمینی ٹینکی ہے اور زمین کے برابر اگر اس میں چڑیا یا جوتا گر جائے تو کیا وہ ناپاک ہوگا؟ اگر ناپاک ہوگا تو اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر چڑیا زندہ نکال لی جائے یا جوتے پر نجاست نہ لگی ہوئی ہو تو اس کے گرنے سے ٹینکی ناپاک نہ ہوگی، اور اگر چڑیا مردہ نکالی گئی یا جوتے پر نجاست لگی ہوئی ہو تو ٹینکی ناپاک ہو جائے گی، اگر وہ دس بائی دس سے کم ہے تو ٹینکی کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں ایک جانب سے پانی داخل کیا اور دوسری جانب سے بہہ پڑا تو اس ٹینکی پر طہارت کا حکم لگایا جائے گا۔

"قوله نزح جميع مافيها هذا اذاماتت والحاصل ان المخرج حيا ان كان نجس العين اوفى بدنه نجاسة معلومة نزحت كلها وانماقلنا معلومة لانهم قالوا فى البقرونحوه يخرج لايجب نزح شىء وان كان الظاهر اشتمال بولها على افحاذها لكن يحتمل طهارتها بان سقطت عقيب دخولها ماء كثيرا هذا مع الاصل وهوالطهارة تظافرا على عدم النزح ،والله سبحانه اعلم"......(فتح القدير : ۱/۹۲)

"(قوله اوبماء دائم فيه نجس ان لم يكن عشرافى عشر) اى لايتوضا بماء ساكن وقعت فيه نجاسة مطلقا سواء تغيراحداوصافه اولاولم يبلغ الماء عشرة اذرع فى عشر اعلم ان العلماء اجمعوا على ان الماء اذاتغير احداوصافه بالنجاسة لاتجوزالطهارة به قليلا كان الماء اوكثيرا جاريا كان اوغيرجار هكذا نقل الاجماع فى كتبنا"......(البحرالرائق : ۱/۱۳۷،۱۳۶)

"حوض صغير تنجس ماء ه فدخل الماء الطاهر فيه من جانب وسال ماء الحوض من جانب آخر كان الفقيه ابوجعفر رحمه الله يقول كماسال ماء الحوض من جانب الآخر يحكم بطهارة الحوض وهواختيار الصدرالشهيد رحمه الله كذافى المحيط "......(فتاوى الهندية: ۱/۱۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قضائے حاجت کرتے وقت رخ کس طرف ہونا چاہیئے؟

مسئلہ نمبر(۳۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی لیٹرینوں کا رخ کس طرف ہونا چاہیئے ، ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ شمالاً وجنوباً نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس طرف قطب ہے، کیا اس قطب کا تذکرہ کہیں حدیث میں آیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے کی ممانعت حدیث میں آئی ہے لہذا منہ اور پیٹھ دونوں جب قبلہ کی طرف کرنے کی ممانعت ہے تو ہمارے بلاد میں باقی دو ہی سمتیں رہ جاتی ہیں شمالاً وجنوباً تو لامحالہ ہمارا رخ انہی میں سے کسی ایک کی طرف ہوگا، اور پانچویں سمت کوئی ہے نہیں لہذا یہ کہنا غلط ہوگا۔

"عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ ﷺ اذااتیٰ احدکم الغائط فلایستقبل القبلة ولایولها ظهره شرقوا اوغربوا "......(صحیح البخاری : ۱/۲۶)

" وکره استقبال القبلة بالفرج فی الخلاء واستدبارها وان غفل وقعد مستقبل القبلة یستحب له ان ینحرف بقدرالامکان کذافی التبیین ولایختلف هذا عندنا فی البنیان والصحراء کذافی شرح الوقایة "......(فتاویٰ الهندیة : ۱/۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس شخص کا پیشاب نہ رکتا ہو کیا وہ معذور کے حکم ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور نماز کے بعد گھر جاتا ہوں اور جب مجھے پیشاب کی حاجت ہوتی ہے تو واش روم تک جانے سے پہلے پیشاب میری شلوار میں ہی نکل جاتا ہے اور کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں ،غرضیکہ کپڑے پاک نہیں رہ سکتے ، اب نماز کے بارے میں میں کیا کروں؟ پانچ وقت کپڑے بدلنا بھی ممکن نہیں ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ شخص معذور نہیں ہے،لہذا پاک کپڑے پہن کر نماز ادا کرے گا،ایک پائجامہ یا ازار رکھ لے،نماز کے لیے پہن لیا کرے، پھر اتار دے ،معذور شرعی اس کو کہتے ہیں جس کا ایک فرض نماز کا وقت کامل

گزر جائے اس عذر کی حالت میں کہ اس وقت میں اس کو اس قدر مہلت نہ مل سکے کہ وضو کر کے بلا اس عذر کے نماز پوری پڑھ سکے، لہذا مذکورہ تدبیر اختیار کرے۔

"وصاحب عذرومن به سلس بول لایمکنه امساكه ثم قال ان استوعب عذره تمام وقت صلوة المفروضة بان يجدفى جميع وقتها زمنا يتوضأ ويصلى فيه خاليا عن الحدث "......(ردالمحتار: ۱/۲۲۳)

"ومن به سلس بول وهومن لايقدرعلى امساكه والرعاف الدم الخارج من الانف......وانما كان وضوئها لوقت كل فرض لالكل صلوة ......(البحرالرائق : ۱/۳۷۳)

"وهذا اذالم يمض عليهم وقت فرض الاوذلك الحدث يوجدفيه"......(كنزالدقائق متن البحرالرائق: ۱/۳۷۵)

"واماتعريفه فهومرض خاص يترتب عليه نزول البول اوانفلات الريح اوالاستحاضة اوالاسهلال الدائم اونحوذلك من الامراض المعروفة فمن اصيب بمرض من هذه الامراض فانه يكون معذورا ولكن لايثبت عذره فى ابتداء المرض الااذااستمر نزول حدثه متتابعا وقت صلوة مفروضه "......(كتاب الفقه: ۱/۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پیشاب کے بعد آنے والے قطروں کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے کافی سالوں سے چھوٹا پیشاب کرنے کے بعد دو یا تین مرتبہ قطرے آتے ہیں، اور کبھی کبھی چار مرتبہ بھی آجاتے ہیں تو میں یوں کرتا ہوں کہ نماز کے وقت اپنی شلوار کو دو یا تین دفعہ دھو لیتا ہوں اور کبھی انہی کپڑوں میں بغیر دھوئے بھی نماز پڑھ لیتا ہوں، اب لاعلمی میں جو نمازیں کپڑوں کو بغیر دھوئے پڑھی گئی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ نیز اس کا حل کیا ہے؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں پیشاب لگے ہوئے کپڑوں کو اگر تین بار سے کم دھویا جائے تو مفتی بہ قول کے مطابق یہ کپڑے ناپاک ہیں جن میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے، اور نہ دھونے کی صورت میں اگر پیشاب

کا پھیلاؤ درہم (روپے) کے برابر یا کم ہو تو انہی کپڑوں میں پڑھی گئی نمازیں درست ہیں اور اگر پھیلاؤ درہم سے زیادہ ہو تو انہی کپڑوں میں پڑھی گئی نمازوں کی قضاء واجب ہے، ہاں درہم کے برابر یا کم ناپاک کپڑوں میں پڑھی گئی نمازیں مکروہ ہیں، بشرطیکہ دھونے کی وجہ سے نماز کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

''ویطهر محل غيرها اى غير مرئية بغلبة ظن غاسل لومكلفا والافمستعل طهارة محلها بلاعدد به يفتى (قوله بلاعددبه يفتىٰ) كذافى المنية وظاهره انه لوغلب على ظنه زوالهما بمرة اجزأه وبه صرح الامام الكرخى فى مختصره واختاره الامام الاسبيجابى وفى غاية البيان ان التقدير بالثلاث ظاهرالرواية وفى السراج اعتبارغلبة الظن مختارالعراقيين والتقدير بالثلاث مختارالبخاريين والظاهر الاول ان لم يكن موسوسا وان كان موسوسا فالثانى اه بحر قال فى النهر وهوتوفيق حسن اه وعليه جرى صاحب المختار فانه اعتبر غلبة الظن الافى الموسوس وهومامشى عليه المصنف واستحسنه فى الحلية وقال قدمشى الجم الغفير عليه فى الاستنجاء اقول وهذامبنى على تحقق الخلاف وهوان القول بغلبة الظن غيرالقول بالثلاث قال فى الحلية وهوالحق واستشهد له بكلام الحاوى والمحيط اقول وهوخلاف مافى الكافى ممايقتضى انهماقول واحد وعليه مشى فى شرح المنية فقال فعلم بهذا ان المذهب اعتبارغلبة الظن وانها مقدرة بالثلاث لحصولها به فى الغالب وقطعا للوسوسة وانه من اقامة السبب الظاهر مقام السبب الذى فى الاطلاع على حقيقة عسر كالسفر مقام المشقة اه وهومقتضى كلام الهداية وغيرهااقتصر عليه فى الامداد وهوظاهر المتون حيث صرحوا بالثلاث ''
......(الدرمع ردالمحتار: ۲۴۳،۲۴۲/ ۱)

''ومالیس بمرئى فطهارته ان يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل انه قدطهر لان التكرار لابدمنه للاستخراج ولايقطع بزواله فاعتبرغالب الظن كمافى امر القبلة وانما قدرواالثلٰث لان غالب الظن يحصل عنده فاقيم السبب الظاهر مقامه تيسيرا ''......(الهداية: ۷۴/ ۱)

"النجاسة ان كانت غليظة وفى اكثرمن قدرالدرهم فغسلها فريضة والصلاة بهاباطلة وان كانت مقداردرهم فغسلها واجب والصلاة معهاجائزة وان كانت اقل من قدرالدرهم فغسلها سنة وان كانت خفيفة فانها لاتمنع جوازالصلوة حتى تفحش كذافى المضمرات "......(فتاوى الهندية: ۵۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پیشاب کے بعد آنے والے قطروں کے احکام:

مسئلہ نمبر(۳۸۰): محترم ومکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم

سوال نمبر(۱) (الف) مسئلہ یہ ہے کہ میرا پیشاب صحیح طریقے سے خشک نہیں ہوتا، پیشاب کرنے کے بعد ٹشو پیپر سے صاف کرنے کے باوجود بھی بعض اوقات صحیح طرح سے خشک نہیں ہو پاتا اور قطرہ نکلنے کا امکان رہتا ہے اور نکل بھی آتا ہے، پیشاب کو خشک کرنے کے لیے کافی وقت چاہیئے ہوتا ہے، پیشاب کرنے کے بعد ٹشو پیپر سے صاف کر کے کچھ دیر چہل قدمی وغیرہ کر کے جب مکمل خشک ہو جاتا ہے تو استنجاء کر کے کپڑے تبدیل کرنے پڑتے ہیں، اس کے باوجود بھی بعض اوقات قطرے خارج ہو جاتے ہیں، مگر اکثر اوقات وقت یا سہولت نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا یعنی چہل قدمی کر کے خشک کرنا اور کپڑے تبدیل کرنا مشکل ہوتا ہے ایسی صورت میں نماز پڑھنے کے لیے اور کپڑوں کو صاف رکھنے کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے؟

(ب) اکثر اوقات ایسے ہی چلتے پھرتے ہوئے یا زیادہ تر بیٹھے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ پیشاب کا قطرہ نکلنے کے قریب ہے اور بعض اوقات نکل بھی آتا ہے، بندہ اس صورت حال پر توجہ تو نہیں دیتا لیکن

(۱) اگر یقین ہو کہ قطرہ نکل آیا ہے تو بندہ اس سے کس طرح پاکی حاصل کر سکتا ہے؟

(۲) بندہ کو کوئی خاص محسوس تو نہ ہو لیکن شک سا ہو اور بندہ اگر احتیاط کے طور پر پاکی حاصل کرنا چاہے تو کیا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے؟

(ج) پیشاب کرنے کے بعد اگر پیشاب مکمل طور پر خشک نہیں ہوا اور غسل شروع کر دیا یا غسل کے دوران قطرے خارج ہوئے یا غسل کے فوراً بعد پیشاب خشک کرنا پڑا تو کیا اس سے غسل پر کچھ اثر پڑتا ہے۔

سوال نمبر(۲) اگر عضو مخصوص میں حرکت پیدا ہو کسی کو دیکھنے سے یا کوئی ایسی ویسی بات کرنے سے یا سننے، بچوں کو پیار کرنے سے، کسی بات کے ذہن میں آنے سے پیشاب کے بعد استنجاء کرتے ہوئے یا ویسے ہی، تو کیا ان صورتوں میں غسل کرنا یا استنجاء کرنا ضروری ہے، یہ حرکت شہوت کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے اور بغیر شہوت کے بھی، ایک

تو یہ ہے کہ ہم اس میں فرق کس طرح کریں گے، دوسرا کس صورت میں غسل یا استنجاء ضروری ہے اور کس صورت میں نہیں ہے۔

سوال نمبر (۳) (الف) اکثر اوقات بندہ کو وضو کرتے ہوئے شک سا ہوتا ہے کہ شاید ہلکی سی ہوا خارج ہوگئی ہے اس طرح بار بار ہوتا ہے اور بار بار اعضاء دھو کر وضو کرنا پڑتا ہے، اس طرح وضو کرنے کے بعد نماز کے دوران بھی ہلکی سی ہوا کے اخراج کا شک ہوتا ہے، نماز تو پڑھ لیتا ہوں لیکن وہم سا ہوتا ہے کہ وضو ٹوٹا تو نہیں تھا۔

(ب) مندرجہ بالا صورت حال میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بغیر وضو کے قرآن پاک پڑھا تو جاسکتا ہے لیکن چونکہ اسے دیکھ کر پڑھنا ہوتا ہے اس لیے کس طرح اٹھایا جاسکتا ہے؟

کیا مندرجہ بالا صورت میں یا وضو میں زیادہ شک کی صورت میں قرآن پاک کی منزل پڑھی جاسکتی ہے؟

سوال نمبر (۴) روزہ میں غسل کرتے وقت غرارہ نہیں کیا جاتا اور ناک میں پانی بھی احتیاط سے ڈالا جاتا ہے، بندہ کو یہ معلوم تو تھا لیکن چونکہ غسل فرض تھا اس لیے بندہ نے غسل کرتے وقت غرارہ کیا اور ناک میں بھی اچھی طرح پانی پہنچایا جس سے غالب گمان ہے کہ پانی حلق میں گیا ہوگا، ایسا صرف اطمینان اور تسلی کی وجہ سے کیا تا کہ غسل صحیح ہو جائے، ایسی صورت میں کیا روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر ہاں تو اس کی قضاء ہے یا کفارہ؟ اگر ایک دفعہ سے زائد ایسا ہوا ہو تو کیا کیا جائے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

(۱) (الف، ب) چہل قدمی وغیرہ کرنا شرعاً کوئی ضروری نہیں ہے البتہ چہل قدمی سے عام طور پر مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور اصل میں مقصود یہ ہے کہ قطرہ ٹپکنے سے اطمینان حاصل ہو جائے، جب تک اطمینان حاصل نہ ہو وضو شروع کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر آپ کو قطرہ بہت دیر تک آتا ہو تو پھر آپ کو چاہیئے کہ وقت سے بہت پہلے پیشاب کر لیا کریں، تا کہ نماز کے وقت پریشانی نہ ہو، اس کے باوجود اگر مکمل اطمینان کے بعد بھی پیشاب کے قطرے کے نکل آنے کا یقین ہو تو اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا، اور کپڑے کے جس حصہ پر نجاست لگی ہے وہ اگر ایک درہم یا اس سے زائد ہو تو اس کا دھونا بھی واجب ہے، البتہ مکمل اطمینان کے بعد محض شک کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

(ج) اس سے غسل پر اثر نہیں پڑتا۔

(۲) اگر شہوت کے ساتھ منی خارج ہو جائے تو اس سے غسل فرض ہو جاتا ہے اور اگر منی تو خارج نہیں ہوئی بلکہ مذی خارج ہوئی ہے یا پیشاب کے قطرے نکلے ہیں تو اس صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے غسل کرنا ضروری نہیں ہوتا ہے، اور اگر صرف شہوت پیدا ہوئی ہے لیکن پیشاب کی نالی سے کوئی چیز خارج نہیں ہوئی تو اس صورت میں کچھ بھی لازم نہیں ہوتا۔

(۳) اگر ہوا کے نکلنے کا صرف شک ہو یقین نہ ہو تو اس صورت میں وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۴) روزہ کی حالت میں فرض غسل کے لیے بھی غرارہ کرنا فرض نہیں ہوتا، لیکن اگر کسی نے کرلیا اور حلق سے پانی نیچے اتر گیا تو اس روزے کی قضاء لازم ہوگی بشرطیکہ ایسا کرتے وقت اس کو روزہ یاد ہو اور جتنے روزے اس طرح ٹوٹے ہوں ان سب کی قضاء لازم ہوگی۔

(۱) "والاستبراء واجب حتى يستقر قلبه على انقطاع العود كذافي الظهيرية قال بعضهم يستنجي بعدمايخطو خطوات "......(فتاوى الهندية: ۱/۴۹)

"فاذااصاب الثوب اكثر من قدرالدرهم يمنع جوازالصلوة كذافي المحيط"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۴۶)

(۲) "الفصل الثالث في المعاني الموجبة للغسل وهي ثلاثة منهاالجنابة وهي تثبت بسببين احدهما خروج المني على وجه الدفق والشهوة من غير ايلاج باللمس اوالنظر اوالاحتلام اوالاستمناء كذافي محيط السرخسي من الرجل والمرأة في النوم واليقظة كذافي الهداية"......(فتاوى الهندية: ۱/۱۴)

"المذي ينقض الوضوء وكذاالودي والمني اذا خرج من غيرشهوة بان حمل شيئا فسبقه المني اوسقط من مكان مرتفع يوجب الوضوء كذافي المحيط"......(فتاوى الهندية: ۱/۱۰)

(۳) "ومن شك في الحدث فهوعلى وضوئه "......(فتاوى الهندية: ۱/۱۳)

"وان تمضمض اواستنشق فدخل الماء جوفه ان كان ذاكرا بصومه فسدصومه وعليه القضاء وان لم يكن ذاكرا لايفسدصومه كذافي الخلاصة وعليه الاعتماد"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۲۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پیشاب کے بعد اگر قطرہ آنے کا شبہ ہو تو کیا نماز ہوجائے گی؟

مسئلہ نمبر (۳۸۱): محترمی ومکرمی مفتی حمید اللہ جان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کو پیشاب کا عارضہ ہے، خطیب مولانا اجمل

خان اپنی خطابت میں فرماتے ہیں کہ نماز کسی حالت میں نہ چھوڑو چاہے کسی کو پیشاب کے قطرے آنے کی شکایت ہوتو نماز ضرور پڑھنی چاہیئے ، میرے معالج بھی یہی کہتے ہیں کہ نماز پڑھ سکتے ہیں،اب آپ فرمائیں شریعت اس سلسلہ میں کیا کہتی ہے؟

پیشاب کے بعد کافی دیر تک ٹشو پیپر سے استنجاء کرتا ہوں پھر بھی شبہ قطرے آنے کا رہتا ہے، کیا اس حالت میں نماز ہوجائے گی؟

کیا ایک بار وضو سے تہجد ، فجراور اشراق کی نمازیں ادا ہوسکتی ہیں؟ صلاۃ التسبیح ظہر ملا کر پڑھی جاسکتی ہے فجر کے بعد معمولات میں منزل ، درود وسلام مولف شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ مناجات مقبول کتابچہ قرآن حکیم کی دعائیں ، کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں ہاتھ لگانا درست نہیں ،قرآن پاک پڑھنے کو بہت دل کرتا ہے، مہربانی فرما کر رہنمائی فرمائیں۔

میں فالج کا بھی مریض رہا ہوں، کرسی پر بیٹھ کر نمازیں ادا کرتا ہوں ایسی حالت میں مسجد جانا درست ہے کہ نہیں؟ مسجد جاتا ہوں وہاں بھی کرسی کا انتظام ہے، بندہ کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں شرعاً معذور وہ شخص ہے جس کو ایک مرتبہ پورے وقت میں یہ عذر رہے اور پھر ہر نماز کے وقت میں کم از کم ایک مرتبہ یہ عذر پیش آئے یعنی یہ عذر پایا جائے اگر طہارت حاصل کرنے کے بعد فرض کی مقدار وقت مل جاتا ہے تو وہ شخص معذور نہیں۔

جو شخص پیشاب کے بعد قطرات آنے کی وجہ سے معذور شرعی بن چکا ہے، اس کا وضو ایک دفعہ کر لینے سے وقت کے اندر قطرات کی وجہ سے وضو نہ ٹوٹے گا (البتہ اور کوئی چیز وضو توڑنے والی صادر ہوئی تو وضو ٹوٹ جائے گا) وضو کر کے نماز پڑھ لے، نماز ہرگز قضاء نہ کرے، اگر دوران وضو یا نماز قطرات ٹپکتے رہیں نماز ہوجائے گی، جب تک ایک وقت کسی نماز کا باقی ہے تو اس کا وضو رہے گا خروج وقت سے وضو ٹوٹ جائے گا، دوسرا وقت نماز آنے پر پھر تازہ وضو کر کے نماز پڑھے، اگر کپڑا اتنی دیر بھی پاک نہیں رہتا کہ فرض ادا ہو سکے تو بغیر دھوئے نماز ہوجائے گی، اگر لنگوٹ باندھ لیا کریں تو بہتر ہے، اس وقت نماز کے اندر اس وضو سے فرض واجب نفل تلاوت قرآن جملہ وظائف جو چاہیں پڑھ سکتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ تہجد کے لیے الگ وضو کریں اور نماز فجر کے لیے الگ، طلوع آفتاب کے بعد وضو کر کے نماز اشراق صبح کے معمولات وظائف تلاوت قرآن نماز چاشت قضاء نمازیں صلوۃ التسبیح اور ظہر کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

”وصاحب عذرومن بہ سلس بول لایمکنہ امساکہ الخ ان استوعب عذرہ

تمام وقت صلوة مفروضة بان لايجد فى جميع وقتها زمنا يتوضأ ويصلى فيه خاليا عن الحدث ولوحكما لان الانقطاع اليسيرملحق بالدم وهذاشرط العذر فى حق الابتداء وفى حق البقاء كفى وجوده فى جزء من الوقت ولومرة الخ وحكمه الوضوء لاغسل ثوبه ونحوه لكل فرض الخ ثم يصلى به فيه فرضا ونفلا فدخل الواجب بالاولى فاذاخرج الوقت بطل اه وافاد انه لوتوضأ بعدالطلوع ولولعيداوضحى لم يبطل الابخروج وقت الظهر وان سال على ثوبه فوق الدرهم جازله ان لايغسله ان كان لوغسله تنجس قبل الفراغ منهااى الصلوة والايتنجس قبل فراغه فلايجوزترك غسله هوالمختار للتقوىٰ"......(الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ۲۲۴،۲۲۳/ ۱)

"ومن به سلس بول اواستطلاق البطن اوانفلات الريح اورعاف دائم اوجرح لايرقأ يتوضؤن لوقت كل صلوة ويصلون بذالك الوضوء فى الوقت ماشاؤا من الفرائض والنوافل هكذا فى البحرالرائق ويبطل الوضوء عندخروج الوقت المفروضة بالحدث السابق هكذافى الهداية وهوالصحيح هكذافى المحيط فى نواقض الوضوء حتى لو توضأ للعذر لصلاة العيد له ان يصلى الظهر به عندابى حنيفة ومحمد وهوالصحيح لانهابمنزلة صلاة الضحىٰ اه "

......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نجس قالین پر گیلے پاؤں رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے گھر میں قالین پر لوگ گندے جوتے لے کر آتے ہیں، میں نے اپنے گیلے پیر قالین پر رکھ دیے تو میرے گیلے پیروں کے نشان قالین پر لگ گئے اور نظر آنے لگے اب اس صورت میں میں کیا کروں، دوبارہ وضو کروں یا دونوں پاؤں کو دھولوں، برائے کرم اس مسئلہ کا جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

جس قالین پر نجاست گری ہو اور اس بات کا یقین ہو کہ قالین ناپاک ہے تو اگر اس قالین کے ناپاک حصہ پر چلے اور قالین اس کے پاؤں کی تری کی وجہ سے گیلا ہو جائے اور تری کا اثر قالین پر ظاہر ہو لیکن اس تری کا اثر واپس پاؤں پر ظاہر نہ ہو تو اس حالت میں نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر قالین پر پڑی ہوئی رطوبت کا اثر واپس پاؤں پر ظاہر ہو تو اس حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں صرف پاؤں کا دھونا ضروری ہوگا دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں ہے، اور اگر قالین کی نجاست یقینی نہ ہو تو محض شک کی بناء پر ناپاکی کا حکم نہیں لگے گا، اور اس قالین پر گیلا پاؤں آنے سے قالین ناپاک نہیں ہوگا۔

”کمافی الاصول، ان ماثبت بالیقین لایزول بالشک“......(اصول کرخی :۵،الاشباہ والنظائر:۱۲)

”وکذاان مشی علی ارض نجسة بعدماغسل رجلیه فابتلت الارض من بلل رجلیه واسود وجه الارض ای بالنسبة الی لونه الاول لکن لم یظهر اثرالبلل المتصل بالارض فی رجله لم تتنجس رجله وجازت صلوته بدون اعادة غسلها لعدم ظهور عین النجاسة فی جمیع ذلک والطاهر بیقین لایصیرنجسا الابیقین مثله واما ان صارت الارض طینا رطبا من بلل رجله فاصاب ذلک الطین رجله فحینئذ تتنجس رجله ولاتجوز صلوته مالم یغسلها ان کان قدرا مانعا وقس علیها ماقبلها من المسائل بان صار من بلل الثوب طین وتلوث به واصاب الجسد بلل الفراش اوالرجل بلل اللبد بعدان صاربحیث لوعصر لسال حیث یحکم بالتنجس فی ذلک کله“......(حلبی کبیری: ۱۵۳)

”ولومس کلبا اوخنزیرا اووطئ نجاسة لاوضوء علیه لانعدام الحدث حقیقة وحکما الاانه اذاالتزق بیده شئ من النجاسة یجب غسل ذلک الموضع والافلا“......(بدائع الصنائع: ۱/۱۳۹)

”المتوضی من اتصف بالوضوء واحترزبالحی عن المیت فانه لوخرجت منه نجاسة لم یعد وضوء ہ بل یغسل موضعها فقط“......(فتاویٰ شامی : ۱/۹۹)

”ولو بسط المصلی علی شئ نجس رطب اوجلس علی ارض نجسة رطبة ولف الثوب الیابس الطاهر فی ثوب نجس رطب فاثرت الرطوبة النجسة فی ثوبه اوفی مصله ینظر ان کان بحال لوعصر الثوب اوالمصلی یتقاطر منه شئ یتنجس والافلا ......قال شمس الائمة الحلوانی رحمة الله تعالیٰ لوکان بحال لووضع الانسان یده علیه تبتل یده یصیر نجس والافلاولهذا الذی قاله شمس الائمة قریب فی المعنی من القول الاول “......(منیة المصلی: ۱۷۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ذبح شدہ بھینس کے دودھ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے بھینس ذبح کی اور اس ذبح شدہ بھینس کا دودھ نکالا تو اب اس دودھ کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

اس دودھ کو استعمال کر سکتے ہیں۔

”ولبنها طاهر کالمذکاة خلافا لهما لتنجسهما بنجاسة المحل قلنا نجاسة لاتوثرفی حال الحیاة اذا اللبن الخارج من بین فرث ودم طاهر فکذا بعدالموت“......(فتاویٰ شامی: ۱/۱۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ناپاک زمین کو پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۳۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر زمین ناپاک ہو جائے تو اس کو پاک کرنے کے لیے کیا صرف تین بار پانی بہا دینا کافی ہے یا زمین کے خشک ہونے کا انتظار کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

زمین کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر فرش ہے تو اس پر اتنا زیادہ پانی بہا دیا جائے کہ نجاست اس فرش

سے جدا ہو جائے اور اس کی بو اور رنگ باقی نہ رہے اور اس کو یہاں تک چھوڑے کہ خشک ہو جائے تو یہ پاک ہو جائے گا اور اگر جلدی پاک کرنا ہے تو ہر مرتبہ پاک کپڑے سے خشک کرے اور تین دفعہ ایسا کیا جائے اور اگر زمین ہے تو دیکھیں گے کہ سخت ہے یا نرم اگر زمین نرم ہے تو تین دفعہ پانی بہا دینے سے پاک ہوگی اور اگر سخت ہے تو اس پر پانی بہائے اور کسی چیز کے ذریعے رگڑے پھر پاک کپڑے وغیرہ سے صاف کی جائے اور تین مرتبہ ایسا کرنے سے پاک ہو جائے گی، اور ایک طریقہ یہ ہے کہ زمین خشک ہو جائے اور اس کا اثر باقی نہ رہے تو زمین پاک ہو جائے گی جیسا کہ شامی کی عبارت سے واضح ہے۔

”طهورالارض اذايبست وساق بسنده عن ابن عمرقال كنت ابيت فى المسجد ولم يكونوا يرشون شيئامن ذلک اه ولواريد تطهيرها عاجلا يصب عليهاالماء ثلاث مرات وتجفف فى كل مرة بخرقة طاهرة“......(فتاویٰ شامی: ١/٢٢٧)

”الارض اذاتنجست ببول واحتاج الناس الى غسلها فان كانت رخوة يصب الماء عليها ثلاثامتطهروان كانت صلبة قالوا يصب الماء عليها وتدلک ثم تنشف بصفوف اوخرقة يفعل كذلک ثلث مرات فتطهروان صب عليها ماء كثير حتى تفرقت النجاسة ولم يبق ريحها ولالونها وتركت حتى جفت تطهر“......(فتاویٰ الهندية : ١/٤٣)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بہشتی زیور کے ایک مسئلہ کی وضاحت:

مسئلہ نمبر (٣٨٥): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہشتی زیور میں ایک مسئلہ لکھا ہے کہ ناپاک کپڑے کو تین بار پاک کریں اور تیسری بار پوری طاقت سے نچوڑیں، سو جب وہ کپڑے دھوبی کے پاس جاتے ہیں وہ اتنے کپڑے اس طرح پاک نہیں کرتا وہاں ایسے لوگوں کے کپڑے بھی جاتے ہیں جو پاکی اور ناپاکی نہیں جانتے، دوسروں کے ساتھ بھی مل جاتے ہیں، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں کپڑا تین دفعہ دھونے سے اور ایک دفعہ نچوڑنے سے پاک ہوگا، اور یہی ارفق للناس ہے اور یہی مفتی بہ قول ہے، باقی تین دفعہ اچھی طرح دھونا وہ صرف احتیاط پر مبنی ہے۔

”وفی غیر الاصول یکتفی بالعصر مرة وھوارفق کذافی الکافی وفی النوازل وعلیه الفتویٰ کذافی التتارخانیة“......(فتاوی الھندیة: ۱/۴۲)

”وفی غیرروایة الاصول یکتفی بالعصر مرة وانه اوسع وارفق بالناس وفی النوازل وعلیه الفتویٰ“......(فتاویٰ التاتارخانیة: ۲۳۰، ۱/۲۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

احتلام کے بعد کتنے کپڑے کو دھونا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی بندہ کو احتلام ہوجائے تو آیا صرف اسی ناپاک جگہ کو دھونا ضروری ہے یا سارے کپڑوں کو دھونا ضروری ہے، اور کپڑا دھوتے وقت کلمہ شریف پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جتنا حصہ کپڑے کا ناپاک ہوا ہے اس کو دھونا ضروری ہے سارے کو دھونا ضروری نہیں اور نہ ہی کپڑے دھوتے وقت کلمہ پڑھنا ضروری ہے۔

”وکذا یطھر محل نجاسة مرئیة بقلعھا“......(حاشیة الطحطاوی علی الدر: ۱/۱۶۲)

”عن سلمان بن یسار قال حدثنی الشرید قال کنت انا وعمربن الخطاب جالسین بیننا جدول فرأی عمرفی ثوبه جنابة فقال خرط علینا ھذا الاحتلام منذاکلنا ھذا الدثم ثم غسل مارأی فی ثوبه واغتسل واعادالصلوة“ ......(کنزالعمال: ۹/۲۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک سال کے بچے کے پیشاب کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام قرآن وحدیث کی روشنی میں بیچ اس مسئلہ کے کہ جب بچے کا پیشاب کپڑوں پر پڑجائے تو کیا کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں؟ جب کہ بچے کی عمر ایک سال ہو۔

الجواب باسم الملک الوھاب

چھوٹے بچے کا پیشاب بھی نجاست غلیظہ ہے لہذا اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑے کا اتنا حصہ ناپاک ہو جائے گا اور اگر اس ناپاک جگہ کی مقدار ایک درہم سے زائد ہو تو نماز پڑھنے کے لیے اس کا دھونا ضروری ہوگا۔

”فالغليظة كالخمر والدم المسفوح ولحم الميتة واهابها وبول مالايؤكل لحمه كالادمی ولورضيعا قال الطحطاوی قوله ولورضيعا لم يطعم سواء كان ذكرا اوانثىٰ “......(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح :۱۵۳، ۱۵۴)

”اذاانتضح من البول شئ يرى اثره لابدمن غسله ولولم يغسله وصلى كذلك وكان اذا جمع كان اكثر من قدرالدرهم اعاد الصلوة “......(المحيط البرهانی: ۱/۳۷۱)

”فالغليظة اذاكانت قدرالدرهم اواقل فهی قليلة لاتمنع جوازالصلوة وان كانت اكثر من قدرالدرهم منعت جوازالصلوة “......(المحيط البرهانی : ۱/۳۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تمت المجلد الثانی بحمدالله تعالىٰ وعونه